بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ

یہ ہمارا دفتر ہے، بولتا ہے تمہارے کام ٹھیک (الجاثیہ)

اُردو زبان میں قرآنِ پاک کی ضخیم ترین مستند تفسیر

مواہب الرحمٰن

بحر العلوم علامہ سیّد امیر علی ملیح آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء — ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء

پارہ ۱۴

مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ

۳۲-اے شاہ عالم مارکیٹ - لاہور

سورة الحجر مكية وهي تسع وتسعون اية

یہ سورہ بالاجماع وبالاتفاق مکیہ ہی چنانچہ ابن عباس وابن الزبیر سے مصرح ثابت ہی اور اسکو قرطبی نے نقل کیا ہی اور اس سورہ مین ننانوے آیات ہین اور حجر ایک وادی ہو درمیان مدینہ منورہ وملک شام کے وہان سابق امم مین سے ایک کا فرقہ امت تھی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ تعالےٰ کے نام سے جو بڑا رحم والا نہایت مہربان ہی

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ

یہ آیتین ہین کتاب اور قران مبین کی

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا

بہتیرے آرزو کرینگے جو کافر بنے تھے کہ کاش ہوتے وے

مُسْلِمِيْنَ ۝ ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝

مسلمان انکو چھوڑدے کھاوین ونفع اوٹھاوین وغفلت مین ڈالے انکو امید سو قریب دجان لیوینگے

الٓرٰ - اللہ تعالےٰ خوب دانا ہی کہ اس سے اسکی کیا مراد ہی یعنی بطور اشارت کے تو علماے راسخین کچھ جانتے ہین اور بطور اسرار معانی کے اللہ تعالےٰ واسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک بھید ہی جسکو سواے آنحضرت کے کوئی نہین جانتا اور بندہ مومن اسپر ایمان لاتا ہی اور بطور تاویل کے یعنے جسطرح پر کہ وقوع ہوگا اور جو مراد اس سے ہی اسکا علم فقط اللہ تعالےٰ کو ہی اسپر علماے راسخین بھی مومنین عام کے ساتھ ایمان لاتے ہین پس ایک تفسیر ہوئی اور ایک اسرار کے معنے ہوئے اور ایک تاویل اسطرح کہ جو انجام وقوع ہوگا یا جو مراد ہی پس اول علمای راسخین کے ساتھ اور دوم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے اور سوم علم باری تعالےٰ کے واسطے مخصوص ہی اور اول سورہ بقرہ مین تفصیل سے کلام اسمین گزرا ہی **تِلْكَ** - یہ آیتین جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم تلاوت کرتے ہین - **اٰيٰتُ الْكِتٰبِ** آیتین ہین کتاب کی یعنی ام الکتاب جو علم الٰہی سے ہی یا لوح محفوظ کی یا مراد قرآن مجید ہی کہ علم الٰہی مین مجتمع ہونا زمانہ خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مین مقدر رہا حالانکہ زمانہ رسالت مین بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اسکے حافظ تھے پس مجمع صحابہ رضی اللہ عنہم سے حضرت عثمان کا جمع کرنا عین حکم الٰہی تعالےٰ کے موافق تھا اور خود اللہ تعالےٰ نے فرمایا انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون یعنے ہم نے قرآن اُتارا اور ہم اُسکے حافظ ہین ہر طرح اللہ تعالےٰ نے محفوظ فرمایا پس یہ جمع کرنا عین حفظ الٰہی سبحانہ تھا لہذا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ فضیلت حاصل ہی پھر جب کتاب سے قرآن مجید مراد ہی تو قولہ - **وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ** اس کتاب کا بیان ہی یعنے وہ کتاب قرآن مبین ہی اور سابق سورہ مین گزرا کہ حضرت قتادہ وغیرہ بعض علما نے کتاب سے توریت وانجیل مراد لی اور توجیہی گزری اور مقصود بیان اسکا کہ قرآن پاک جامع کتب آسمانی ہی جو متفرق برکات نازل ہوئی تھی اس کتاب پاک مین جمع ہین الحمد للہ پھر قولہ **رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا** مراد کفر کرنے والون سے عام ہین کہ اس زمانہ ختم رسالت کے ہون یا جب سے دنیا مین کافر شروع ہوئے ہین

الجزء الرابع عشر

اورانہین دی بھی داخل ہین جنھون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے انکار وکفر کیا اسی معنے پر اس آیت کی منقول تفاسیر مین اتفاق کیا جاتا ہی اور
معنی یہ ہین کہ عنقریب وی لوگ جنھون نے کفر کیا تمنا کرینگے کہ۔ لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ کاش وی مسلمان ہوتے مراد اسلام سے ایمان ہی کیونکہ اسلام
وایمان ایک ہین۔ یعنی آخرت مین بلکہ آخرت شروع ہونے پر کفار تمنا کرینگے کہ دنیا مین ہم مسلمان مومن ہوتے تو اچھا ہوتا اور یہ بھی معنے ہین کہ
بسا اوقات کافر تمنا کرتے ہین کہ کاش ہم دنیا مین مسلمان ہوتے چنانچہ سدی نے اپنی اسناد سے حضرت ابن عباس وابن مسعود وغیرہ
صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین سے روایت کیا کہ جو کافر بمقابلہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جنگ بدر مین مارے گئے تھے جب آگ پر پیش کیے
گئے تو آرزو کی کہ کاش ہم مسلمان ہو گئے ہوتے۔ واضح ہو کہ بسا اوقات کی توجیہ یہ ہی کہ آخرت مین جس عذاب مین ہین انکو اسکی حسرت ہر وقت گھیرے
ہو ولیکن بیان تمنا اور ظہور اُنکے اوقات مین ہو پھر یہ تفسیر گویا مجموعہ کافرون مین سے اور اُنکے حالات آخرت مین سے ایک خاص گروہ وموقع کا بیان ہی
اور یہ غرض نہین ہی کہ آیت کریمہ مین فقط یہی کافر مراد ہین۔ اور شاہد اس تفسیر کے لیے صحیح کی روایت ہی کہ بدر کی فتح کے بعد تین روز آنحضرت نے
وہان قیام فرماکر تیسرے روز سوار ہو کر اس گڑھے پر تشریف لے گئے جسمین کفار مقتول ڈالے گئے تھے اور اسنے فرمایا کہ مجھ سے جو میرے
پروردگار نے وعدہ فرمایا تھا مین نے پایا اور تم نے بھی پایا جو تم سے وعید کیا گیا تھا الحدیث فے الصحیح پس معلوم ہوا کہ اُنپر وہ عذاب طاری ہوا
جسکا اندازہ ہو گیا تھا پس انھون نے تمنا کی کہ کاش دنیا مین مسلمان ہو جاتے۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ بعض کا قول ہی کہ یعنے
ہر کافر اپنی موت کے وقت اسکی تمنا کرتا ہی۔ مین کہتا ہون کہ موت کے وقت سے وہ وقت مراد ہی جب حلق پر جان آتی ہی یا ایسی حالت مین کہ
اسوقت دنیا سے پوشیدہ ہوتا اور آخرت کا انکشاف ہوتا ہی جسوقت کہ ایمان قبول نہین ہی اور معنی ربما یود الذین کفروا یعنی تمنا کرتے ہین وہ
لوگ جو کافر ہوئے پس اگلے پچھلے سب کافرون کو شامل ہی۔ ولیکن اس تفسیر سے بھی یہ مقصود نہین ہی کہ اسی مین انحصار ہی بلکہ دیگر احوال واوقات تمنا
وحسرت انپر بڑھتے ہوئے موجود ہین۔ پھر امام احمد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ بعض کے قول مین یہ روز قیامت کی خبر ہی کہ وہان سب کفار تمنا کرینگے پس اگر
موت کے وقت یا ظہور عذاب آخرت کے وقت تمنائے مذکور کی ہو تو وہ بھی ہوئی اور قیامت مین خاص کر ہو گی یعنے جیسے قولہ تعالے ولو تری اذ وقفوا
علے النار فقالوا یالیتنا نرد ولا نکذب بآیات ربنا ونکون من المؤمنین یعنی اگر تو دیکھے جب کافر کھڑے کیے جاوینگے آگ پر سو کہینگے کہ اے کاش ہم لوٹادیے جاوین
سو ہم نہ جھٹلاوین اپنے رب کی آیتین اور ہو جاوین مومن۔ امام رحمہ اللہ تعالے نے ذکر کیا کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے باسناد خود عبد اللہ
رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ کافرون کی تمنا اسوقت ہوگی جب ایسے مسلمانون کو بھی اللہ تعالے دوزخ سے نکالیگا جنکا نام جہنمی ہوگا۔ ابن جریر
رحمہ اللہ تعالے نے بالاسناد حضرت ابن عباس وانس بن مالک رضی اللہ عنہم سے روایت کیا کہ دونون اسکی تاویل یہ بیان کرتے کہ جب اللہ تعالے
مسلمانون مین سے خطاکار گنہگارون کو دوزخ مین مشرکون کے ساتھ محبوس رکھیگا تو مشرکین انسے کہینگے کہ تم تو دنیا مین اپنے کو موحد کہتے تھے یعنی سوائے
اللہ تعالے کے کسی کو نہین پوجتے تھے تو تمکو بھی کچھ فائدہ نہوا پس اللہ تعالے مشرکون کے قول پر ان گنہگارون کے لیے غضب فرماویگا اور اپنی فضل ورحمت
سے انکو نکالنے کا حکم دیگا اسوقت مشرکین تمنا کرینگے کہ کاش مسلمان ہی ہوتے۔ اقول وقد رواہ البیہقی فی البعث وابن المبارک فی الزہد عبد الرزاق نے
حضرت ثوری رحمہ اللہ تعالے سے باسنادہ عن مجاہد رحمہ اللہ وخصیف رح روایت کی کہ دوزخ والے اہل توحید سے کہینگے کہ تمہارا اسلام بھی
تمہارے کام نہ آیا جبھی وہ کہینگے تو عالم الغیب عزوجل حکم فرماویگا کہ نکال لو دوزخ سے جسکے دل مین ذرہ برابر ایمان ہو تب ہی کفار یہ تمنا کرینگے۔ ایسا ہی
ضحاک وقتادہ وابو العالیہ وغیرہم سے مروی ہی امام رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اسمین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث بھی موجود ہین پھر اسانید کے
ساتھ روایات ذکر فرمائین جنکے اسانید حذف کرکے مین لکھتا ہون کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کلمہ

پڑھنے والے لا الہ الا اللہ والے لوگون مین سے کچھ لوگ اپنے گناہون کی سزا مین دوزخ مین داخل کیے جاوینگے پھر اُنسے مشرک لوگ لات و عزی
والے یعنی جیسے لات و عزی کی پرستش سے مشرک ہوئے ہین ایسے ہی شرک لوگ کہینگے کہ تمکو لا الہ الا اللہ نے بھی کچھ فائدہ نہ دیا یعنی تم تو توحید کا یقین و اعتقاد کرتے تھے اس سے
تمکو بھی کچھ فائدہ نہوا کہ تم بھی ہمارے ساتھ دوزخ مین ہو پس اللہ تعالے ان توحید کے اعتقاد والون کے واسطے مشرکون پر غضب فرماویگا پس انکو نکلوا کر
نہر الحیات مین ڈالیگا سو وہ لوگ جلنے کے زخم و داغ سے اسطرح پاک صاف اچھے ہو جاوینگے جیسے گہن سے چاند نکل آتا ہی پھر جنت مین داخل کیے جاوینگے
اور وہان انکا نام جہنمی ہوگا - ایک شخص نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یا حضرت آپ نے اسکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی حضرت
انس رضنے فرمایا کہ مین نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہی کہ جو کوئی ہمپر دروغ باندھے تو وہ جہنم مین اپنا ٹھکانا بنا دے - کہتا ہون کہ ہان
مین نے اسکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہی ایسا فرماتے تھے رواہ الطبرانی - مترجم کہتا ہی کہ یہ صفت ان لوگون کی ہی جنکا بیان صحیحین وغیرہ کی
حدیث مین آیا کہ آخر مین جسکے دل مین ذرہ برابر ایمان ہوگا مگر کبھی کوئی نیکی نہ کی ہوگی اللہ تعالے اپنے فضل رحمت سے نکالیگا جیسا کہ مجاہد رحمہ اللہ
تعالے سے بھی مذکور ہوا ہی - امام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ طبرانی نے باسناد خود ابو موسے اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب دوزخ مین
کفار و انکے ساتھ مین اہل قبلہ مین سے جنکو اللہ تعالے چاہے جمع ہونگے تو کافر لوگ ان مسلمانون سے کہینگے کہ تم مسلمان نتھے کہینگے کہ تھے کیون نہین تو کہینگے کہ پھر تمکو اسلام نے
کچھ نفع نہ دیا کہ تمھارا انجام بھی ہمارے ساتھ جہنم مین ہوا کہینگے کہ ہمارے ذمہ گناہ تھے انکے عوض ہم گرفتار ہوئے پس اللہ تعالی عالم الغیب حکم فرمادیگا کہ جو کوئی اہل قبلہ
سے باقی ہو اسکو نکال لاؤ پس جب کافر لوگ یہ دیکھینگے تو اسلام کی تمنا کرینگے پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات پڑھین - اقول در منثور مین شیخ
سیوطی رحمہ اللہ تعالے نے طبرانی کی سنن اوسط کی روایت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع نقل کی اور کہا کہ اسناد اسکی صحیح ہی و رواہ
ابن ابی حاتم ایضاً - پھر طبرانی نے باسناد خود ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کہتے تھے کہ اللہ تعالی دوزخ
سے کچھ لوگ مومنین نکالیگا بعد ازانکہ اللہ تعالی کے خشم سے وہ گرفتار رہوئے ہونگے پس مشرکین انسے وہان کہینگے کہ تم دنیا مین اپنے کو اللہ تعالی کا
دوست کہتے تھے پھر کیا ہوا کہ ہمارے ساتھ پڑے پس عالم الغیب حکم فرمادیگا کہ شفاعت کی اجازت عام ہی پس انکے لیے ملائکہ و انبیاء و مومنین
شفاعت کرینگے یہانتک کہ بارادہ الٰہی و اسکے حکم کے یہ سب دوزخ سے نکالے جاوینگے تب مشرکین تمنا کرینگے کہ کاش مسلمان ہوتے کہ ہمکو بھی شفاعت
پہونچتی تو انکے ساتھ نکالے جاتے یہی فرمایا اللہ تعالی نے ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین - پھر یہ لوگ جنت مین جہنمی کہلاوینگے اس جہت سے کہ انکے چہرہ پر
سیاہی کا داغ ہوگا پس عرض کرینگے کہ الٰہی ہم سے یہ داغ دور کردے پس نہر الجنۃ مین غسل کا حکم فرماویگا تو انسے یہ داغ جاتا رہیگا - مترجم کہتا ہی
کہ اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک ملائکہ وغیرہ کی شفاعت سے نکالے جانے پر کافر لوگ حسرت سے تمنا کرینگے اور آخری حسرت بے انتہا انکو جب ہوگی
کہ جب ان سب کی شفاعت کے بعد حق تعالے اپنے فضل رحمت سے ایسے لوگون کو جنھون نے کبھی کوئی نیکی نہین کی ولیکن ذرہ کے قریب انہین
ایمان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر تھا اور موافق نبوت کے اللہ تعالے پر اتنا ایمان رکھتے تھے اگرچہ کبھی نیکی نہین کمائی تھی انکو اپنے علم محیط
و علم محیط کے موافق نکالیگا اور وہی عتقاء الرحمن کہلاوینگے جیسا کہ نہایت ثقہ و حفاظ رواۃ اولیاء نے روایت کیا ہی اور وہ صحیحین وغیرہ مین موجود ہی
فافہم - حدیث چہارم ابن ابی حاتم نے باسناد خود حضرت امام محمد بن علی عن ابیہ عن جدہ روایت کی یعنے محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام سے
کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ انہین سے بعض کو آگ نے گھٹنون تک اور بعض کو کمر تک اور بعض کو گلے تک پکڑا ہوگا جیسے جسکے اعمال خراب ہونگے بقدر ہر ایک کے
اعمال کے آگ نے پکڑا ہوگا اور بعض اسمین ایک مہینہ رہیگا پھر نکالا جائیگا اور سب سے زیادہ اسمین رہنے والا وہ ہی جو دنیا کی قدر رہے یعنے جب سے پیدا
ہوئے اور جب فنا ہوئے اتنے زمانہ تک رہا پھر جب اللہ تعالے چاہیگا کہ انکو دوزخ سے نجات دیوے تو یہود و نصارے و جو کوئی ایسے ہی باطل

دین والے اور بت پرست اسمین ہونگے وہ ان گنہگار اہل توحید سے کہینگے کہ تم تو ایمان لائے تھے اللہ وحدہ لا شریک پر اور اسکی سب کتابون
وسب رسولون پر مگر آج ہم تم اسمین یکسان ہین پس اللہ تعالی عالم الغیب والشہادۃ ان گنہگار اہل توحید کے واسطے کافرون مشرکون کے کلمہ پر ایسا
غضب فرماویگا کہ پہلے کسی چیز کے واسطے ایسا غضب نہ فرمایا تھا پس ان گنہگارون کو جہنم سے جنت مین نکلوا کر داخل کریگا یہی اللہ تعالے نے فرمایا
ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین۔ مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث مین اگر کلام ہے تو اسقدر کہ حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہما نے اپنے دادا حضرت
علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو نہین پایا ولیکن اصح وصواب ہمارے نزدیک یہ ہے کہ ثقہ جب مرسل روایت کرے تو مقبول ہے اور حضرت علی بن
الحسین امام زین العابدین ثقہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام سے ہین پس حدیث صحیح ہے اور اسمین ایک نکتہ لطیف ہے وہ یہ کہ عالم الغیب جل شانہ کے قبضہ قدرت
مین سب چیزین مسخر ہین اور ظاہری اسباب بھی چنانچہ اسنے گنہگارون کو نکالنا چاہا اور یہود ونصاریٰ نے انمین طعن کیا پس انکے حق مین بہتر اور
کافرون مشرکون کے حق مین غضب ہوگیا فافہم۔ بالجملہ اللہ تعالے نے اس دنیا مین صاف صریح انذار فرمادیا کہ اپنے واسطے راہ خیر اختیار
کرین اور اللہ تعالے کے حق توحید وعظمت وشان کا اقرار کرین کیونکہ اگر طاعت وعبادت مین قصور ہے تو یہ کبھی روا نہین ہے کہ حق سبحانہ تعالی کی
جناب مین شرک وبے ادبی پر کمر باندھین بلکہ اسکی عظمت شان کی اقرار کے ساتھ اسی کی درگاہ مین عاجزی ہے کہ الٰہی مین خطاوار وبدکردار ہون اور
بلاشبہہ یا جیسے تو جانتا ہے معترف ہون کہ مین ہر طرح تیرے حکم کا سزاوار ہون چاہے بخشدے چاہے سزا دے پس امید ہے کہ وہ ارحم الراحمین اپنے
فضل سے عفو فرماوے اور اگر اس نے سزا دی تو اسکا حکم عدل ہے اور وہ حق ہے ولیکن یہ غضب ولعنت نہین پس آخر اسکا رحم ہے برخلاف دوزخیون
کافرون مشرکون کے کہ انکی حالت کا اندازہ وانکی سرکشی وتمرد ونہایت بے ادبی کا اندازہ کون کرسکتا ہے اور مومن کی زبان ان بے ادبیون کی نقل سے
تھرتھراتی ہے جو شرک وکافر کرتے ہین وہ اگر کرور برس جیتے رہین تب بھی انکا عزم بالجزم ہے کہ ایسے ہی رہین آخر اپنی نیت کے موافق اس جہان مین
ویسا ہی ٹھکانا پاوینگے اور جب ارحم الراحمین اپنے بندون پر رحم فرماویگا تو یہ کافر لوگ جو اس سے منحرف تھے بیفائدہ حسرت کرینگے کہ ہم بھی دنیا مین
اپنی نیت واعتقاد بدل لیتے حالانکہ دنیا مین اللہ تعالے نے انکے واسطے اپنے رسول بھیجے اور قرآن پاک نازل فرمایا اور سب طرح انکو سمجھایا اور انکا
آغاز وانجام بتلایا مگر بجائے ان تمام احسانون کے انھون نے دونا کفر کیا اور رسول وقرآن کے دشمن ہوگئے۔ ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا
انکو چھوڑدے یعنے چند روز تک کہ کھائین اور مزے اُٹھائین یعنے جانورون کی طرح زبان وپیٹ وتن پروری مین پڑے ہوئے بغیر روک ٹوک
کے رہین یہی انکو نہ سوجھے کہ وہ عقل سے وہی نتیجہ پیدا کرتے ہین جو جانور بغیر عقل کے کرتے ہین اور یہ بھی نہ سوجھی کہ آخر یہ کئی روز تک رہیگا حتے کہ
ان چیزون مین ایسے مستغرق ہین کہ بالکل لہو وغفلت مین پڑے ہین وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ اور غفلت مین ڈالے انکو آرزو یعنے دنیاوی لذات
ومال ومتاع کی آرزو انکو بڑھتی جاوے اور وہ ایسا غافل کرے کہ کچھ انجام نہ سوجھے کبھی توبہ کرکے رجوع نہ لاوین۔ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ سو بہت
قریب جان جاوینگے۔ یہ بڑی سخت تہدید ہے جیسے فرمایا۔ قل تمتعوا فان مصیرکم الی النار۔ تو کہدے کہ مزے اٹھاؤ سو تمہارا پھرنا ٹھکانا دوزخ کو ہے اور یہ
لوگ اگر جان لیتے کہ دوزخ الٰہی پناہ کیسا غضبناک مقام ہے اگر انکو سوجھتا کہ ہم برابر اسی کی طرف جاتے ہین اور ہر دم اس سے قریب وکنارہ ہوتے
یہان تک کہ موت کے وقت اسمین قدم اُتارتے ہین تو کفر نہ کرتے الٰہی ہم کفر وشرک سے پناہ مانگتے ہین آپکے ہمکو اسلام وایمان پر وفات دیجیو آمین ف
فی العرائس قولہ تعالے۔ الر۔ اس سے کچھ فہم انکشافی علما کو حضرت خالق جل شانہ نے عطا فرمائی ہے ہرچند کہ اصل اصول جو ہے وہی ہے جو وہ
جانتا ہے پس اشارات مین سے ہے کہ الف سے بیان اثبات ہے کیونکہ مشعر از اولیت ہے چنانچہ اسم اللہ کے اوپر مقدم ہے اور لام سے بیان لا۔ یعنے
نفی ہے کیونکہ لام تحقیق لا ہے اور را سے کشف ربوبیت وظہور انوار رویت یعنی دیدار وظہور کا بیان ہے اور یہ شرائط معرفت سے ہے کیونکہ جو کوئی بحسب نفی

ونکرت مین بصفت فنا ر و نفی واسطے حصول گوہر حقیقت درج البقا رکے نہین ڈوبا تو وہ بحر ربوبیت کو نہین پاتا اور نہ کشف و دیدار تک پہونچتا ہی پس اشارت کے سوائے صراحت اسمین اسوجہ سے نہین ہی کہ فقیہ و عالم کم ہین اور جو ہوا وہ اشارہ سے بہ نسبت صراحت کے زیادہ لطف پاتا ہی اور یہ جو بیان ہوا نتیجہ ایمان ہی چنانچہ دیکھو کہ اول لا الہ سے نفی ہی پھر الف سے اثبات الا اللہ ہی اور یہان را اسواسطے مذکور نہین ہی کہ اکثرون کا استغراق انہین دو بحر مین ہی کہ تیسرے بحر تک نہین پہونچے تو اسمین را و نہین ذکر فرمایا اور یہ سر عجیب ہی جسکو اہل توحید مین سے صاحبان اسرار جانتے ہین اور مقصود کتاب یہی ہی چنانچہ دیکھو قولہ تعالے تلک آیات الکتاب وقرآن مبین - یعنی اول مین جو سر عجیب بیان ہوا اس کتاب کی اصل ہی اور کتاب اسکی تفسیر ہی کہ وہ جامع اوصاف ربوبیت واخبار ازل قدیم ہی ولیکن حجاب حروف کے ساتھ جمال وجلال کا ظہور اسی شخص کے واسطے ہی کہ قلب ظاہر و حاضر لایا اور ہمہ تن گوش ہوش ہو گیا اور کمال اعجاز و انتہائے ابلاغ جو مخلوق کی طاقت سے خارج ہی یہ ہی کہ اغیار یعنی کفار بھی سنتے ہین اور اپنے موافق معنے سمجھتے ہین اور ادنی درجہ پر مومن اس سے ہدایت و فصاحت و بلاغت اپنے مطابق اعجاز سمجھتا ہی اور درجہ اعلے کے اہل توحید و عرفان لینے اپنے درجہ کے موافق اسکے اعجاز کاملہ و حجت بالغہ کو دیکھکر متحیر ہین اور درجات ولایت مین سے عاشق و مشتاق و عارف و موحد وغیرہ ہر ایک اسکے نور مین مستغرق ہی تو نے نہین سُنا کہ اکابر سلف قرآن کی سماعت مین اپنی جان و تن سے خالی و فانی ہوتے تھے کہ اسوقت اپر تلوار کا اثر نہ تھا - شیخ استاد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ مومنین کے لیے وہ بیان ہی کہ انکے قلوب ساکن و مطمئن ہوتے ہین اور مریدین اپنی شان ارادت مین قوی اور مشتاقین کے لیے ہیجان شوق اور محبین کے لیے تنویر اسرار ہی اور جب اس عظمت و شان قرآنی سے اہل ایمان و عرفان ظہور انوار جمال وجلال مین و دیدار صفات و ذات مین مستغرق ہونگے کہ تمام مخلوقات اُنکے لیے ہو جائیگی اور کمال عزت و نعمت مین بغیر کسی کراہت و حجاب کے انعام و اکرام سے سرفراز ہونگے تو اہل الکفر و طغیان بھی تمنا کرینگے کہ ہم بھی اس قرآن کے لیے آنکھ و کان و دل و زبان رکھتے ہوتے جیسے حق تعالے کے لیے اہل معرفت و توحید مطیع و منقاد رہے تھے کما قال تعالے ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین - یہ ان کافرون کا بیان ہی جو طریق حق و ایمان دو رہتے تھے پس تمنا کرینگے کہ ہم بھی اہل ارادت سے ہوتے اور منکر نہوتے - کاش ہم کوشش کرتے اور کسل و سستی نہ کرتے کاش رضا و بندگی مین رہتے اور ناخوشی و کراہت نہ کرتے اور متوکل ہوتے نہ دنیاوی معیشت مین منہمک اور عالم ہوتے نہ جاہل اور یقین والے ہوتے نہ شک کرنے والے اور عارف ہوتے کہ خود پہچانتے نہ دوسرون کی تقلید کرتے اور موحدین سے ہوتے نہ خالی دعوے کرنے والے اور اخلاص سے بندگی والے ہوتے نہ دکھلانے سُنانے والے غرضکہ شرک و کفر و نفاق سب نیکیون سے یاس ہی حالانکہ صحاح اخبار شاہد ہین کہ اہل عصیان کو بھی اپنی خطیئات پر افسوس ہوگا - ابن فرحی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اسمین کفران نعمت سب طرح شامل ہی پس اشد کفران تو انکار رسالت و ہدایت الٰہیہ ہی - بعض نے کہا کہ جو معارف و اعتقادات حقہ ہین جب بدیہی ظاہر ہونگے تو بہت سے مخالف لوگون کے نفوس تو عقوبت مین جلینگے اور بہت سے قلوب حسرت مین پھٹ جاوینگے پھر اللہ تعالے نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کے دل کو تسلی فرمائی بقولہ ذرہم یاکلوا ویتمتعوا ویلہہم الامل فسوف یعلمون - منکرون کی تین مذموم خصال بیان کیے ایک تو انکے پیٹ حریص ہونگے دوم انکی فروج مین شہوات بھری ہونگی تیسرے اُنکے نفوس مین آرزوؤن کا انبار ہوگا پس انکو بہائم جانورون سے تشبیہ دی بلکہ یہ لوگ ان جانورون سے زیادہ اجہل ہین کیونکہ اپنی حرص و ہوس مین تقدیر سے منازعت کرتے ہین اور بہائم کو یہ نہین ہوتا ہی ولیکن اللہ تعالے جل شانہ سے جاہل و غافل ہو کر اپنے فساد و جہالت پر انکو وقوف نہین ہوتا بلکہ باطل ہذیان و بیہودہ خیالات مین ایسے غرق ہوتے ہین کہ ایام طاعات و عبادات کو مخالفت مین ضائع کرتے ہین اور بیکار وقت کھو کر اسوقت حسرت کرینگے جب وقت کمائی کا نہ رہا - شیخ ابو عثمان رحمۃ اللہ تعالے نے کہا کہ بدتر حال اُسکا ہی جسکا شغل اپنے پیٹ پالنے و خواہش پوری کرنے اور شہوت کی لذات مین ہو

اورخیالات کی آرزومین بڑھاوے تو اُسکو انوار عصمت سے کچھ نہین پہونچیگا اور ہرگز مقام تو بہ تک اسکا گذر نہوگا - ابو سعید القرشی رحمہ اللہ تعالیٰ
نے کہاکہ جوکوئی اپنے نفس وانکی تربیت کےلیے ہو اور وہ ان تین باتون مین ہو تو اللہ تعالے کے یہان سے چھوڑ دیا گیا - سہل رحمہ اللہ تعالے
نے کہاکہ آمین جاہلون یعنے اللہ تعالے عز وجل سے جاہل وبے ایمانون کا بیان ہو کہ اُنکی ہمت فقط کھانے مین اور عیش اُڑانے مین اور آیندہ
کے انکار مین رہتی ہو پس نزدیکی موت انکو بھول جاتی ہو اور جن آرزوون مین عیش کے پڑے رہی اُنکے نزدیک گران قدر ہوستے ہین
سو وہ عنقریب جانینگے کہ جواُنھون نے چاہا وہ اُنکے لیے ہلاکت ہو اسی نے اُنکو مدارج اہل سعادت سے دور کر دیا کیونکہ اللہ تعالے جسکے
حق مین بہتری چاہتا ہو اُسکی ہمت ایسی چیز مین رہتی ہو جو اسکو منزلت قبولیت سے قریب کرے اور وہ طاعات ہین اور مخالفت سے
پرہیز کرنا اور اپنے نفس سے حساب کرتے رہنا پس جو شخص اس حالت مین رہا اُسکو کھانے پینے وعیش اُڑانے کی کچھ پروا نہین
رہتی ہو پھر اللہ تعالے نے فرمایا

وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ۝ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا
اور نہین ہم نے برباد کر دیا کوئی گاؤن مگر یہ کہ اسکے لیے کتاب معلوم تھی نہین کوئی امت سبقت کرتی اپنی میعاد سے اور نہ
يَسْتَاْخِرُوْنَ ۝ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۝ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا
تاخیر دی جاتی ہو اور کہا کافرون نے اے وہ جسپر اوتارا گیا ہو قرآن تو بیشک مجنون ہو کیون نہین لاتا
بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا
ہمارے پاس ملائکہ کو اگر تو سچے لوگون سے ہی ہم نہین اُتارتے ہین ملائکہ کو مگر عذاب کے ساتھ اور تب تو دے
اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ۝ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝
مہلت نہ پاوین بے شک ہمنے اوتارا ہو قرآن اور بیشک ہم ہی اسکے نگہبان ہین

اوّل آیت مین تو دو مرتبہ تہدید فرمائی کہ ذرہم یاکلوا اور دوسری فسوف یعلمون - پھر اس آیت مین انذار کیا کہ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ
اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ یعنی مشرکون کو جو مہلت دی گئی اس سے انکو غرہ نہونا چاہیے کیونکہ حال یہ ہو کہ ہم نے نہین
ہلاک کیا کسی قریہ کو چاہے وہ کسی حال مین ہو مگر آنکہ اسکے لیے کتاب معلوم تھی یعنے مدت دوقت اسکے ہلاک کا مقدر تھا نہ اس سے تقدم ہوا اور
نہ تاخر ہوا اور وقت مجہول نہ تھا اور نہ وہ قریہ بھولا ہوا چھوٹا تھا - شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کتاب سے حجت مراد لی یعنی جو قریہ ہلاک کیا
اسکے اوپر کتاب سے حجت قائم کر دی اور وقت پورا کر دیا پھر اسکو تاخیر نہ دی اور نہ وقت سے پہلے ہلاک کیا اسمین اہل مکہ کو ارشاد ہی کہ جلدی عذاب
نہ آنے سے مغرور نہون بلکہ شرک وعناد چھوڑین - مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا حرف من واسطے تاکید نفی کے زائد ہو اور امۃ
فاعل ہو یعنے امتون مین سے کوئی امت نہین سبقت کرتی اپنی مدت مقررہ پر یعنے چاہے جس حال پر کفر وعناد سے رہے اپنے وقت سے پہلے
نہین ہلاک کیجاتی ہو - وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ اور نہ انکو تاخیر ملتی ہو جب وقت آگیا - زہری رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ ہم دیکھتے ہین کہ عذاب
آنے سے پہلے جو تقدیم وتاخیر اللہ تعالے چاہے دیتا ہو پھر نزول عذاب پر نہین دیتا ہو - شاید غرض یہ ہو کہ عدل ونیکی وصلہ رحم سے عمر بڑھنے کی احادیث
اور اس آیت مین اسطرح توفیق ہے اور ٹھیک یہ ہو کہ آیت تو نص ہو پس حدیث مین وارد ہو کہ ہر شخص کا نطفہ جب روح پھونکنے کے قابل ہوتا ہی
اسوقت فرشتہ بحکم الٰہی اُسکی عمر و رزق وغیرہ لکھتا ہو اس نوشتہ مین اللہ تعالے محو واثبات موافق علم ازلی کے فرماتا ہو اور سب سے

زیادہ بہتر یہ ہے کہ یہ مسئلہ اللہ تعالےٰ کے مقدر فرمانے کا یعنے تقدیر کا ہے اسمین بندہ کی عقل کام نہین کر سکتی ہے پس ہم آیات واحادیث پر ایمان لاتے ہین کہ سب حق ہے۔ پھر کافرون کا عناد بعد کتاب وقرآن کے رسول کے ساتھ مع بے ادبی کے بیان فرمایا بقولہ۔ وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اور کافرون نے کہا کہ اے وہ شخص جسپر قرآن آتارا گیا ہے إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ تو بیشک مجنون ہے۔ اول تو قرآن اتارے جانے سے منکر تھے پھر ٹھٹول کے طور پر اتراتے ہوئے کہا کہ اے وہ جسپر قرآن اتارا گیا ہے پھر سخت انکار سے کہا کہ تو مجنون ہے۔ یہ خود انکی کمال حماقت تھی حتے کہ کہتے اجعل الآلہۃ الٰہا واحدا ان ہذا لشئ عجاب۔ آیا اس نے اتنے معبودون کو ایک خدا کردیا یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے۔ ہر عاقل جانتا ہے کہ انکا قول خود سخت جہالت ہے کہ سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی معبود ہو سکتا ہے پھر ایسے جاہل جس بات کو جو نہ کہین تھوڑا ہے۔ یہ تعجب کرتے کہ اللہ تعالےٰ بشر کو رسول نہین بنا سکتا حالانکہ قولہ ما کنت بدعا من الرسل الآیۃ سے انکو متواتر خبر کے انکار کا الزام دیا کیونکہ آپ انوکھے رسول نہ تھے تو ہمیشہ سے ہر قریہ وامت مین نذیر گزرا اور خود یہود ونصاریٰ اقرار کرتے تھے اور خود حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام پیغمبر تھے مگر آدمی کو چھوڑکر فرشتہ مانگتے اور یہ نہین سمجھتے کہ فرشتہ آخر بصورت آدمی ہوگا ورنہ اصلی صورت دیکھنے سے انکی جان نکلجاویگی مگر حماقت سے کہتے۔ لَوْ مَا تَأْتِينَا بِالْمَلَائِكَةِ کیون نہین لاتا ہمارے پاس ملائکہ کو۔ إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ اگر تو سچا ہے یعنے تیرے دعوے پر ہمارے سامنے گواہی دین یا ہمارے جھٹلانے پر تیرے لیے عذاب ہمپر لاوین۔ یہ باتین جیسے فرعون نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کے ساتھ کین چنانچہ ان رسولکم الذی ارسل الیکم لمجنون تمہارا رسول جو تمہارے پاس بھیجا گیا وہ صریح مجنون ہے۔ اور لولا القی علیہ اسورۃ من ذہب او جاء معہ الملائکۃ مقترنین۔ کیون نہین اسپر اتارے گئے سونے کے کنگن یا کیون نہ آئے اسکے ساتھ ملائکہ ساتھ ملے ہوئے۔ اللہ تعالےٰ نے سچ فرمایا تشابہت قلوبہم انکے دل باہم متشابہ ہوگئے ہین۔ قریش مین سے ابوجہل کو اس امت کا فرعون فرمایا۔ اسی واسطے فرمایا۔ قال الذین لا یرجون لقاءنا لولا انزل علینا الملائکۃ۔ کہا ان لوگون نے جو ہمارے لقاء کی امید نہین کرتے ہین کہ کیون نہین ہمپر ملائکہ آتارے گئے۔ اللہ تعالےٰ نے جواب دیا مَا نُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ إِلَّا بِالْحَقِّ ہم نہین اتارتے ملائکہ کو مگر حق کے ساتھ یعنے اگر رسول ہم کوئی فرشتہ بھیجین تو اسکو آدمی کی صورت کرین تو وہی التباس بتاوین جواب کرتے ہین اور اگر ملائکہ گواہ بھیجین حالانکہ انہین استعداد نہین تو یہ مر جاوین اور اگر سزا کو بھیجین تو اجل وقت کے انکو ہلاک کرین پس تنبیہ کردی کہ ملائکہ کو تو ہم حق کے ساتھ بھیجتے ہین سو فرمایا یوم یرون الملائکۃ لا بشریٰ یومئذ للمجرمین جس دن دیکھینگے ملائکہ کو اسوقت کافرون کو کچھ بشارت وخبر نہوگی اسی واسطے فرمایا۔ وَمَا كَانُوا إِذًا مُّنظَرِينَ اور اسوقت کہ ملائکہ ہم بھیجین یہ لوگ کچھ مہلت نہ پاوینگے۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ حق کے ساتھ یعنے رسالت وعذاب کے ساتھ بھیجتے ہین۔ خلاصہ یہ کہ ملائکہ کی رسالت کے یہ لوگ لائق نہین ہین اور عذاب انکے حق مین خود وقت سے پہلے ہلاکت ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق وتسلی فرمائی بقولہ۔ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ بیشک ہم ہی نے قرآن مجید اتارا ہے۔ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ اور ہم اسکے واسطے محافظ ہین۔ یہ بڑا معجزہ قرآن کا ہے کہ وہ قیامت تک ہر طرح کی تحریف وتبدیل وزیادتی ونقصان وغیرہ سے پاک رہیگا مخلوقات مین سے کسی کو یہ مجال نہین ہے کہ اسمین ایک حرف کی کمی بیشی کر سکے اور یہ صرف قرآن پاک کے لیے مخصوص ہے بخلاف دیگر کتب آسمانی کے جنہین یہود ونصاریٰ وغیرہ کو تحریف کی گنجائش ملگئی حتے کہ اسکے نسخون مین باہم ہزارون بلکہ لاکھون اختلاف ہین اور اصل نسخہ کا پتہ تک نہین چلتا ہے اور قرآن پاک ایک صریح متواتر معجزہ باقیہ ہے اور باوجودیکہ کرورون اسکے دشمن موجود ہین کسی نے اسپر قابو نہین پایا۔ اور تمام عرب نے زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین اسکی کمال بلاغت ظاہری کو تسلیم کرلیا۔ امام مسلم نے صحیح مین عیاض رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے

رب تبارک وتعالےٰ سے نقل کیا کہ اللہ تعالےٰ عزوجل نے فرمایا کہ مین نے تجھپر یہ قرآن اُتارا جسکو نہ پانی دھو سکتا ہے اسے آخر الحدیث یعنے پانی و آگ وغیرہ کسی کو اسکے مٹنے کی طاقت نہین ہے۔ خطابی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک اسواسطے یکجا جمع نہ فرمایا تھا کہ آپ کو آیات کے نزول کا انتظار تھا یعنے اگرچہ جبرئیل علیہ السلام ہر رمضان مین آپ سے دور کرتے حتے کہ سال وفات مین دوبارہ دور کیا اور اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم حافظ تھے پس آپ نے لکھنے کا حکم دیا اور مجموعہ نہین فرمایا پھر جب آپ کی وفات سے نزول منقطع ہوا تو اللہ تعالےٰ نے خلفائے راشدین کو اسکے جمع کر دینے کا الہام فرمایا پس انھون نے جمع کیا اور وعدہ صادقہ آلہی سبحانہ تعالےٰ اُسکے حفظ کا اس اُمت پر شروع ہوا اور ابتدا اُسکی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ہوئی جسکا اول مشورہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیا کذا ذکرالشیخ السیوطی فی الاتقان۔ اور مشورہ کی حدیث صحیح بخاری مین تمام وکمال مذکور ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ جب جنگ یمامہ مین حفاظ صحابہ بہت شہید ہوئے تو اللہ تعالےٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کو الہام کیا انھون نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے اصرار کیا کہ ایسا نہو جاوے کہ حفاظ شہید ہو جاوین پس جمع کرنے قرآن کا حکم دیجیے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اول تو تامل کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کام نہین کیا مین کیونکر کرون پھر اللہ تعالےٰ نے انکو الہام فرمایا تو حکم دیا پھر جن اصحاب کو حکم دیا انھون نے بھی تامل کیا پھر بعد الہام کے تسلیم وتعمیل کی۔ اسمین سلاطین اسلام واہل اسلام کو تعلیم عجیب ہے یعنی وزیر کو چاہیے کہ امر حق پر سلطان سے اصرار کرے اور سلطان کو چاہیے کہ اسکو اللہ تعالےٰ ورسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے ملاوے جب موافق ہو تو حکم دے پھر عام اہل اسلام اپنے بادشاہ کے حکم پر اُس سے رجوع لاوین اور شریعت طلب کرین نہ آنکہ سرکشی کرین اور نہ آنکہ شرع کی پروا نہ کرین اور چاہیے کہ ہر امر مین اہل تقوی وصلاح کا شورہ لیا جاوے جو اسرار شریعت وحفظ عدالت سے واقف ہون فقط گوشہ نشین نہون اور نہ عاقبت سے غافل دنیا کے حریص ہون بلکہ دنیاوی زندگی کو لوگون پر ایسا آسان کرین کہ وہ عاقبت کا ذخیرہ آسانی سے جمع کر کے لیجاوین اور ہر حال مین ایسے علوم وایسے کام مین کوشش کرین جس سے دین حق ہر طرح غالب و دیندار لوگ سوائے دنیاوی لذات کے عزت سے رہین۔ **ف** ۔ فی العرائس قولہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ ذکر سے مراد صفت آلہی یعنے کلام اللہ ہے اور صفت قائم بذات پاک ہے اور ذات پاک منزہ از تغیر ہے یعنے قرآن کو عارفین وموقنین وموحدین کے دلون وسینون واسرار مین اُتارا ہے اور اُنکی حفاظت سے کافرون کی مخالفت کچھ مضر نہین ہے پس جن لوگون کو حضوری سے دور کر دیا ہے وہ شکوک ومغالطہ نفس وشیطان وطرح طرح کے واہی خطرات مین ہین اور حق تعالےٰ عزوجل نے مومنین کے دلون کو ایسے خطرات سے محفوظ کر دیا تو قرآن پاک انمین اپنے انوار پاکیزہ سے تجلی فرماتا ہے پس قرآن مجید ہر طرح کے تغیر سے محفوظ ومصئون ہے اور کسی کو یہ مجال نہین کہ اسکو زائل کر دے کیونکہ ہدایت اللہ تعالےٰ کے قبضۂ قدرت مین ہے پس ہر زمانہ مین اللہ تعالےٰ جل شانہ کے صالحین بندے موجود ہین تو قرآن پاک انمین محفوظ ومصئون ہے۔ اور یہی اشارت ہے کہ قرآن کے اسرار مین سے اولیاء کے دلون پر کشف فرماتے ہین انکو اپنے موقع پر محفوظ فرمایا اور ابن عطاء رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ قرآن پاک شفا ورحمت ہے اس بیان سے اہل سعادت کے اسرار ہر طرح کے وسواس ومخالفات نفس وشیطان سے مصئون ومنور ونصیحت سے بیدار رہین اور اللہ تعالےٰ اسکو اہل سعادت کے دلون مین محفوظ رکھتا ہے اور اسمین فضیلت ان دلون کی ہے جنمین قرآن محفوظ ہے کیونکہ وہ دل اس کتاب مجید کے خزانہ ہین انکو اللہ تعالےٰ ضائع نہین فرماتا کیونکہ اسمین کتاب کی تضییع ہے حافظ قرآن کی بڑی فضیلت ہے

پھر کافرون کی جہالت بیان فرمائی

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

اور بے شک ہمنے بھیجے تجھسے پہلے اگلی استون کے جتھون مین اور نہین آتا تھا ان پاس کوئی رسول مگر تھے وہ لوگ اسکے ساتھ ٹھٹھا کرتے

كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ۝

یون ہی ہم پرو دیتے گنہگارون کے دلون مین وی واسکے ساتھ ایمان نہین لاوینگے اور ہوگذری ہی رفتار اگلون کی

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ۝ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ

اور اگر ہم کھولدین اپر کوئی دروازہ آسمان سے پھر ہوا رہین روشنی مین اُسین چڑھین تو بھی کہینگے کہ کچھ نہین ہماری تو طوصیا بندی

اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ۝ع

کی گئی ہی بلکہ ہم جادو مین پھنسے ہوے ہین

ع ۱/۵

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اور بیشک ہم لے بھجاییئے آدمیون کو رسول بناکر مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ۔ تجھ سے پہلے درمیان گروہون اگلون کے۔ خطاب ہو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اور قطعی دلیل سے ثابت کردیا کفار پر اور اطمینان و نور مومنون کے لیے اور حاصل یہ کہ جو خبر متواتر کے درجہ پر پہونچی وہ قطعی دلیل ہو اور یہ متواتر خبر ہی کہ ہم نے برابر اگلون مین رسول بھیجے اور وہ سب آدمیون سے مرد تھے پس رسول کا بھیجا نئی بات نہین اور کبھی رسول فرشتہ نہین ہوا اور شیع الاولین یعنے اگلون کی امتون و گروہون مین۔ اشارہ ہو کہ اگلے زمانہ مین روے زمین پر مختلف ملکون و اصناف انسانون مین ایک ہی وقت مین ان گروہ مین جدا جدا پیغمبر و رسول بھیجے حتے کہ بنو اسرائیل کے ہر سبط کا جدا پیغمبر بلکہ ہر قبیلہ و شاخ کا علحدہ پیغمبر کردیا کہ تنہا ایک ہی نبی نہ تھا اور سب پیغمبر ایک دوسرے کی تصدیق کرتے تھے ولیکن ایمان لانے والے اہل سعادت تھے ورنہ انکار کرنے کو یہ سب موجود تھے۔ وَمَا يَاْتِيْهِمْ اور نہ تھا کوئی فریق ان شیعہ فرقون مین سے کہ آتا اُنکے پاس مِّنْ رَّسُوْلٍ کوئی رسول ان رسولون مین سے۔ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ مگر یہ کہ تھے اس فریق والے اس سے ٹھٹھا کرتے۔ یعنی ہر فریق اسطرح اپنی بنائی ہوئی خواہش و محبت مین دنیا و نفس کی شہوات مین ڈوبے ہوے اللہ تعالے کی ملاقات سے منکر تھے کہ جو رسول آتا اور انکو اللہ تعالے کا حکم سناتا کہ یہ دنیا و اسکی لذات فانی ہین اور تم مرکر آخرت مین اپنے رب تعالے سے ملوگے وہ تمکو تمہارے نیک یا بد کامون کا بدلا دیگا اور وہین تمکو سدا رہنا پڑیگا نیکی کرو اور رسول کو مانو اور اسکے ساتھیون مین سے بنو اور اپنی سارے چھوڑدو اور اللہ تعالے سے ڈرو غرضکہ سب سچ سچ باتین اللہ تعالے کی صفات کا سچا اعتقاد بتلاتے تھے تو یہ گمراہ فریق انکو جھوٹا جانتا اور ضحکہ و ٹھٹھے مین اُڑاتا جیسے حضرت سید الانبیاء و خاتم النبیین والمرسلین محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس زمانہ والون نے کیا اور یہ درحقیقت اللہ تعالے کی طرف سے پھٹکار ہو کہ اُس نے اُنکے دلون مین ہدایت نہین دی چنانچہ فرمایا۔ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ یون ہی ہم اس جھٹلانے کو پرو دیتے ہین مجرمون کے دلون مین حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حسن بصری رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ یعنے شرک کو۔ اور شاید مراد یہ ہو کہ شرک کے جرم سے جو مجرم ہین اُنکے دلون مین جھٹلانے کا راستہ ہو پس جس نے شرک کیا اس نے رب تبارک و تعالے کو جھٹلایا تو رسول کو ضرور جھٹلاویگا اور رسول کی پیروی سے تو سیدھا راستہ اللہ تعالے کی قبولیت و رضامندی تک ہو سو جو کوئی مشرک بنا اسکا راستہ تو شیطان و غضب الٰہی تک ہو وہ درگاہ الٰہی سے مردود مطرود ہو پھر کب وہ رسول کی پیروی کریگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یعنے شرک کو ہم پرو دیتے ہین مشرکون کے دلون مین۔ اور یون ہی قتادہ رحمہ اللہ تعالے نے تفسیر کی اور اس آیت مین معتزلہ و شیعہ وغیرہ جو لوگ اس امر کے قائل ہین کہ بندہ خود خالق اپنے افعال کا ہی جو چاہے کرلے انپر رد ہو اور صریح دلیل ہو کہ کفر یا شرک کوئی فعل ہو سب کا خالق اللہ تعالے ہو اسکے سواے کوئی خالق نہین ہو اور بندہ اس فعل کا کمانے والا ہو لقولہ تعالے لها ما كسبت وعليها ما اكتسبت یعنے ہر نفس کو نافع ہو جو اس نے نیک کمایا اور ہر نفس پر ضرر ہو جو بد اسنے حاصل کیا

پس بندے کے ارادہ و اختیار کے پیچھے اللہ تعالےٰ اس فعل کو پیدا کر دیتا ہی اور فعل جسمین ہو وہ قبیح ہی اور پیدا کرنے والا قبیح سے پاک ہی اور پیدا کر دینے مین امتحان و آزمائش و جزا و سزا وغیرہ ہزارون حکمتین ہین جنکو مخلوق عقل نہین ادراک کر سکتی ہی۔ واحدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین کہا کہ مشرکون کے دلون مین کفر داخل کرنا و پرو دینا اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف نسبت فرمایا اسم ایسا کرتے ہین تو یقینی بات ہی کہ اللہ تعالیٰ کی اپنی طرف نسبت کرنا بہتر ہی پس جو قرآن پاک پر ایمان لایا وہ بھی اسکو اچھا سمجھے اقول یعنے خارجی و رافضی و معتزلہ جو کہتے ہین کہ کفر وغیرہ پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہین ہو سکتا کیونکہ عیب ہی اور اللہ تعالےٰ عیب سے پاک ہی تو امام واحدی نے انکو قائل کیا کہ خود اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف نسبت کیا تو اچھا ہی پس تم بھی اسکو اچھا جانو اگر ایمان لائے ہو اور وجہ یہ ہی کہ پیدا کرنا کسی چیز کا عیب نہین بلکہ قبیح چیز سے آدمی کا موصوف ہونا قبیح ہی۔ امام رازی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ اہل الحق نے اس آیت سے گمراہ فرقون کو قائل کر دیا جو فعل کا خالق بندون کو بتلاتے ہین اسطرح کہ صریح ثابت ہوا کہ مشرکون کے دلون مین شرک و کفر کا پیدا کرنے والا اللہ تعالےٰ ہی۔ حاصل یہ کہ آیت سے مشرکین قریش پر و تمام کافرون پر تہدید فرمائی اور اُنپر ظاہر کیا کہ اللہ تعالےٰ سب مخلوق پر قادر اور سب اُسکے ارادہ کے موافق اُسکی قدرت کے نیچے مقہور ہین سو لازم ہی کہ اسی سے نیک کام کی مدد طلب کرین اور اسی سے بدکامون و شرک وغیرہ سے پناہ چاہین پس اگر اُس نے پناہ دیدی تو اسکا احسان ہی۔ لیکن کافر لوگ اور ایسے لوگ بھی جو اُسی کو خالق نہین بلکہ اپنے آپ کو بھی بعضی چیزون یعنے افعال وغیرہ کا خالق جانتے ہین وہ تو اُسکے خلاف اعتقاد مین گرفتار ہین اور نمازمین اھدنا الصراط المستقیم کے معنے نہین سمجھتے تو وہ نہین ایمان لاوینگے چنانچہ فرمایا لَا يُؤْمِنُونَ بِهٖ ۔ وہ نہین ایمان لاوینگے قرآن پر یا محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر اسمین وہ لوگ بھی شامل ہین جو اسلام و توحید مین سے بعضی باتین نہین مانتے اور عقل کے خلاف سمجھکر اپنے طور پر معنے بگاڑتے ہین وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اور بیشک گزر چکا طریقہ اگلون کا۔ چنانچہ اگلون مین سے بھی بکثرت ایسے ہوئے کہ رسول و اُسکے اصحاب کے بعد احکام الٰہی مین شک کر کے انکو اپنی راے پر تاویل کرنے لگے اسی واسطے حدیث صحیح ہی کہ قرآن مین جو کوئی اپنی راے سے معنے لگاوے وہ کافر ہی بلکہ جو حکم منصوص ہی اسی کو مانے اور اپنی سمجھ کا قصور سمجھے اور اگلون مین جو رسول پر ایمان نہ لائے وہ اسی طرح اُنکی کے پابند ہوئے اور آخرت و انجام سب سے انکار کیا۔ اس آیت مین سخت تہدید ہی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم و قرآن سے جو لوگ منکر ہوئے اور دین توحید مین نہین آئے تو اگلون کا واقعہ جس طریقہ پر وہ چلے اور جو انکا انجام ہوا ہی یاد کرین جیسے انکو اللہ تعالےٰ نے ہلاک کر دیا کہ پھر دنیا مین انکا نشان نہ رہا اور مرتے ہی عاقبت کے عذاب مین پڑے اسی طرح اُنکا انجام ہوگا۔ حق یہ ہی کہ جو کوئی اپنے رب تبارک و تعالےٰ کو نہ پہچانے بلکہ اپنی عقل پر اعتماد کرے حالانکہ عقل تو اُسکی خواہش و شہوات و اوہام کے نیچے دبی ہوئی ہی باوجود اسکے عقل کو یہ مجال نہین ہی کہ اپنے خالق کو ثابت کرے کیونکہ خالق نے اسکو ثابت کیا ہی تو وہ گمراہ ہوگا۔ لہذا فرمایا۔ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ اور اگر ہم ان منکرون ٹھٹھا کرنے والون پر آسمان سے ایک دروازہ کھول دین فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ پس روشن دن مین اسمین چڑھین برابر یعنے صاف صاف اسکو مشاہدہ معائنہ کرین تو بھی اُنپر اُنکے اوہام و سواس غالب آوین۔ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بیشک کہین کہ یہ کچھ نہین ہی یہی بات ہی کہ ہماری نگاہین بند کی گئی ہین یعنے جادو وغیرہ سے ہماری نظر بندی ہوئی ہی جس سے ہمکو ایسا نظر آتا ہی جیسا ادراک نظر چاہیے وہ بند ہوا ہی۔ یہی مجاہد و قتادہ و ضحاک و ابن کثیر وغیرہ نے بیان فرمائے ہین۔ ابن زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سُکّر یعنے نشہ سے آنکھین متوالی ہین۔ کلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ہماری آنکھین وہان کام نہین کرتی ہین۔ عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یعنے ہمپر مشتبہ کر دیا گیا ہی ہم سحر مین پھنسے ہین۔ واضح ہو کہ نظر بندی خفیف سمجھتے تھے اور جادو اس سے زیادہ قوی ہی لہذا کہا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ بلکہ ہم قوم ہین جو سحر مین پھنسائے گئے ہین

یعنی اسطرح صاف واضح دلیل بلکہ معائنہ سے بھی ایمان نہ لاتے بلکہ کہتے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمکو نظربندی بلکہ سحر مین پھنسایا ہے۔ حاصل یہ کہ امر حق و دین توحید کے اندر جو باتین بیان ہوئی ہین انکو بالکل باطل جانتے ہین اسقدر ان کافرون و مشرکون کو جزم و یقین ہے کہ اگر کیسی ہی روشن دلیل انپر پیش کیجاوے حتے کہ آنکھون دکھلادی جاوے کہ اس دلیل و معائنہ مین کچھ شک نہو بلکہ ماننا واجب ولازم ہو جاوے تب بھی نہ مانینگے اور کہنے لگینگے کہ ہماری آنکھون کا قصور و فتور ہے جو ہمکو ایسا نظر آتا ہے اور عجیب تعجب کا مقام ہے کہ جو باطل اعتقادات خود سمجھ رکھے ہین انکو صرف اوہام و خیالات کی بنیاد پر مانا اور اسقدر سخت انکا یقین کر لیا ہے حالانکہ انپر کوئی دلیل عقلی نہین اور کوئی حجت صحیح نہین ہے اور یہ اور زیادہ حماقت ہے کہ بیہودہ وہمی خیالی تقریر سے ایک مطلب و نتیجہ نکالا اور اسکو صحیح سمجھنے لگے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص جہالت و ہٹ دھرمی مین اس حد کو پہونچا ہو اسکو کون چیز نفع کریگی۔ **ف** فی العرائس قولہ کذلک نسلکہ فی قلوب المجرمین الآیہ۔ جیسے اگلون کے دلون مین کفر و ضلال پرو دیا کہ انھون نے اگلے انبیاء و اولیاء سے انکار کیا اور جو روشن دلائل و آیات واضحات وہ لائے تھے انکا اعتقاد نہ کیا اسی طرح ان کافرون و مشرکون کے دلون کی آنکھین اندھی فرمائی ہین کہ عجائب آیات و دلائل کتاب و صریح معجزات و صحیح بیانات انکے دلون مین کچھ اثر نہین کرتے اور جب اُن دلائل کی روشنی سے انکی آنکھین چوندھیاتی ہین کہ بیشک یہ دلیل تو صحیح ہے تب اپنا جاہلانہ باطل اعتقاد نہین چھوڑتے اور بجائے اسکے یہ یقین کرتے ہین کہ ہمارے خیال اسوقت کام نہین دیتے اور یہ اوہام ہین شیخ استاد رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ خالق جل شانہ نے انکے دلون کو ایسا اندھا کر دیا کہ تمام مخلوق کو روز انکی نظر کے سامنے صریح دلیل اس امر کی موجود ہے کہ مخلوق کے واسطے خالق ضرور ہے تو اسقدر اندھا ہین کہ مخلوق سے خالق نظر نہین آتا ہے بیشک انکی آنکھین نشہ ضلالت و گمراہی سے مدہوش ہین کہ باطل کو دیکھتے ہین اور حق کو نہین دیکھتے ہین۔ **ف** یہانتک اللہ تعالیٰ نے نصیحت دار ارشاد فرمایا کہ یہ شدید حماقت چھوڑین کہ جو یقین کر لیا ہے کیسا ہی بلا دلیل ہو اسکو نہ چھوڑینگے اور جو دلیل صحیح سے ثابت ہو اسمین اپنا مسحور ہونا یا اندھا ہونا گمان کر کے اسکو ترک کر دینگے بلکہ دلیل و تقریر مین پہلے چاہیے کہ ہر فقرہ صحیح ہو پھر سب کو ملا کر جو نتیجہ نکالا جاوے وہ اپنے قاعدہ کے ساتھ درست ہو لہذا اول انکو فہمائش کر دی کہ تمھارے اعتقادات صرف وہمی و بخواہش نفسانی بلا دلیل کے باطل ہین اب دلائل توحید حق کو غور سے سنو فقال جل جلالہ

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ۝ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ

اور بیشک ہم نے پیدا کر دیے آسمان مین بروج اور انکو زینت دی دیکھنے والون کے لیے اور محفوظ کر دیا انکو ہر شیطان سے

رَّجِيْمٍ ۝ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا

جو پھینک مارا گیا ہے مگر جس شیطان نے چوری سے لیا سننے کو سو پیچھے لگا اسکو آتشی انگار روشن اور زمین کو ہمنے بچھا دیا

وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ۝ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا

اور ڈالے اسمین بوجھل پہاڑ اور اگائی اسمین ہر شی سے موزون اور کر دیے تمھارے لیے اسمین

مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ۝ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗ

زندگی کے سامان اور ایسکے لیے جسکے تم رازق نہین ہو اور نہین کوئی چیز مگر ہمارے پاس اوسکے خزانے ہین اور ہم اسکو نہین اتارتے

اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ وَ

مگر ایک مقدار معلوم اور بھیجی ہم نے ہوائین بوجھل سو اوتارا ہمنے آسمان سے پانی سو اس سے ہم نے تمکو سیراب کیا اور

وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ○ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ○

اور تم اسکے خزانہ دار نہین ہو اور بیشک ہمہین تو زندہ کرتے اور موت دیتے ہین اور ہم ہی آخر وارث ہین

ان آیات مین دلائل توحید ایسے طریقہ سے بیان فرمائے کہ عوام اپنی سمجھ کے موافق بے شبہہ جان لین اور خواص اپنے علم کے موافق عجائب دلائل سے زندہ ہوجاوین اور طریقہ یہ رکھا کہ پہلے ایسی مخلوق الہی ذکر فرمائی جہان ان جاہل مدعیون سے جو اپنے کو بھی بعض چیزون کا پیدا کرنے والا سمجھتے ہین بوجہ ایک عجیب مشتبہ طریقہ ظاہری کے انکو وہان ذرا بھی دخل نہین ہو اس مخلوق و اسکے عجائب سے متحیر ہوکر اتنا لازمی اقرار ہوگا کہ ہان انکا خالق ہی پھر وہان سے اُتار کر اُنکے مسکن زمین کی حالت پھر اسمین نباتات کا اُگانا پھر اسی سے تمھاری زندگی مقرر کرنا پھر بے انتہا قدرت پھر اسباب بانی کے جسمین تدبیر کا کام نہین چلتا ہی پھر آخر کو ہوشیار کیا کہ اس مسافرخانہ مین چند روزہ ہو کھاؤ پیو اور چلو پھر آخر ہم ہی وارث ہین تم کہان جاؤگے اسکو جانو پس ہر ایک بات کے دلائل سنو اول یہ کہ خالق عزوجل ضرور ہی جسکا اشارہ فرمایا بقولہ **وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا** اور بیشک ہم نے پیدا کر دیے آسمان مین بروج - اس سے انکار ممکن نہین کیونکہ نظر آتے ہین اسی واسطے فرمایا - اور مزین کر دیا ہم نے انکو دیکھنے والون کے لیے - جب یہ مخلوقات تمام آنکھون والے دیکھتے ہین اور ظاہر ہی کہ وہان کسی آدمی کو دخل نہین ہی تو انکا خالق ضرور ہی پھر خالق اگر اپنے موجود ہونے مین دوسرے کا محتاج ہی تو یہ خالق نہین بلکہ دوسرا خالق ہی اور جو وہ بھی محتاج ہو تو تیسرا ہوگا غرضکہ وہ خالق ہوگا جو خود محتاج نہین ہی اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اسمین کوئی احتیاج نہو گی کیونکہ محتاجی تو نقص و کمی ہی جسکے پورا کرنے کو دوسرا قادر چاہیے - پس ثابت ہوگیا کہ خالق خود قادر مختار ہوگا اور سب طرح کامل ہوگا بالکل محتاج نہوگا اور اسمین کوئی نقص و عیب بھی نہوگا کیونکہ یہ تو مجبوری و محتاجی پر ہوتا ہی اور جب وجود مین محتاج نہین تو دوسری صفات مین کیا محتاجی ہوگی جب آسمان کا خالق جامع اوصاف کمال و قدیم ہی تو زمین کا بدرجہ اولے وہی خالق ہی اور جب اسمین سب کمال ہوئے تو سب سے اعلے ہونے کا کمال بھی ضرور ہوگا اور سب سے اعلی صرف ایک ہو سکتا ہی دوسرا نہین ہو سکتا اور مشرکین عرب وغیرہ یہ گمان کرتے تھے کہ خداے تعالے بڑون کا خالق ہی اور بڑے سب چھوٹون کے خالق اور یہ حماقت ہی اسلیے کہ خلقت تو ایجاد کا نام ہی یعنے کسی کو عدم کے بعد وجود دینا اور خداے تعالے نے بڑون کو پیدا کیا یعنے انکو وجود دیا تو جب وہ اپنے وجود مین خود محتاج ہین تو انکو دوسرے کے وجود پیدا کرنے کی طاقت کہان ہی اور یہ نہین سمجھتے کہ جس نے بڑون کو پیدا کیا اسی نے چھوٹون کو پیدا کیا کیونکہ اسکی قدرت مین کچھ نقص نہین ہی پس قطعًا ثابت ہوا کہ وہ خالق اکیلا ہی سب سے اعلے و پاک ہی تمام عالم اور جو چیز عالم کی ہو اس سے وہ پاک ہی اُسکی توحید کی دلیل ہی جو اُس نے پیدا کر دیا اسی واسطے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اللہ تعالے کی توحید کا سب سے سوال ہوگا کوئی شخص معذور نہوگا اگرچہ رسول سے پیغام اسکو نہ پہونچا ہو کیونکہ مخلوق سب اپنے خالق عزوجل کی دلیل ہی اور آدمی خود مخلوق ہی اور آنکھون دیکھتا ہی کہ آسمان مین ستارے چمکتے ہین - بعضے جاہل کہتے ہین کہ آسمان کوئی چیز نہین ہی - جواب یہ کہ بڑا دریا و جھیل اور چھوٹا کٹورا تمام پانیون مین عکس نظر آتا ہی اگرچہ جسم نہین تو صرف منتہاے نظر کا عکس ہی اور یہ بالکل باطل ہی کیونکہ عکس کے واسطے جسم ہونا ضرور ہی - علاوہ اسکے یہ خالی مقام اگر بے انتہا ہی کہین اُسکی حد نہین ہی تو بے انتہا دوری کا موجود ہونا قطعًا باطل ہی اور اگر انتہا ہی تو وہی آسمان ہی اگر کہو کہ بے انتہا دوری موجود ہی تو ہم کہتے ہین کہ کھڑے ہو کر اپنے قدم سے آسمان کی طرف پیمائش شروع کر دو یعنے تمھارے قدم سے ایک جریب برابر اس بے انتہا تک چلی گئی ہی اور دوسری پیمائش اپنے سر سے اسی طرح شروع کرو اب ہم کہتے ہین کہ جریب کا اوپر کا کنارہ دونون کا بے انتہا تک ہی اور نیچے کا سرا ایک کا قدم سے اور دوسرا چھوٹا یعنے سر سے ہی اب چھوٹے کو بھی قدم والے سے ملا کر اوپر کی طرف برابر کرتے جاؤ

اب ہم کو بتلاؤ کہ اوپر جاکر ایک چھوٹا بڑا پایا نہین اگر چھوٹا بڑا تو وہین انتہا ہوگئی اور اگر بے انتہا ہی تو بے انتہا ہونے مین دونون برابر رہے حالانکہ تمھاری آنکھون کے سامنے ایک چھوٹا تھا اور ایک بڑا تھا اور جو کوئی کہے کہ چھوٹا و بڑا دونون برابر ہوتے ہین وہ محض بیوقوف ہی یہ تمھاری بیوقوفی اسی وجہ سے لازم آئی کہ تم سلسلہ لاانتہا موجود بتلاتے ہو پس معلوم ہوا کہ بے انتہا رکا وجود موجود نہین ہی۔ اس دلیل کو ذرا غور سے دیکھو تمکو خود ہی حق بات معلوم ہو جائیگی اور اپنے خیالات جاہلانہ پر مت جمو کہ یہ بالکل خراب بات ہی۔ ان دونون دلیل سے ثابت ہوا کہ یہ سلسلہ بے انتہا نہین ہو سکتا ہی تم آنکھون دیکھنے سے اور عقلی دلیل سے انکار مت کرو۔ اب اس آسمان کو خالق عزوجل نے پیدا کیا اور آیت مین فرمایا کہ ہم نے اسمین برج پیدا کیے مجاہد وقتادہ رحمہما اللہ تعالے نے کہا یعنے ستارے پیدا کر کے انکو دیکھنے والون کے لیے مزین کیا اور یہ تفسیر بظاہر عام عرب کے فہم کو شامل ہی اسی واسطے بعض نے کہا کہ اس آیت مین علوم فلکیہ کا بیان ہی یعنے برج سے منازل آفتاب و سیر کرنے والے ستارون کی منازل مراد ہین۔ شیخ سیوطی رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ فلک کے بارہ برج ہین جنکے نام عربی مین۔ حمل[۱]۔ ثور[۲]۔ جوزاء[۳]۔ سرطان[۴]۔ اسد[۵]۔ سنبلہ[۶]۔ میزان[۷]۔ عقرب[۸]۔ قوس[۹]۔ جدی[۱۰]۔ دلو[۱۱]۔ حوت[۱۲]۔ ہین اور جو لوگ ان علوم مین اشتغال رکھتے ہین انکا قول ہی کہ حمل و اسد و قوس کی طبیعت آتشی ہی اور ثور و سنبلہ و جدی کی خاکی ہی اور جوزا و دلو و میزان کی ہوائی ہی اور سرطان و عقرب و حوت کی آبی ہی اور ان بروج کی تقسیم اٹھائیس درجہ پر ہی ہر ایک برج کی دو منزل و تہائی منزل ہی اور یہ بروج کواکب سبعہ سیارہ کے منازل ہین مریخ کا حمل و عقرب ہی زہرہ کا ثور و میزان ہی عطارد کا جوزا و سنبلہ ہی قمر کا سرطان ہی اور شمس کا اسد ہی اور مشتری کا قوس و حوت ہی زحل کا جدی و دلو ہی۔ بعضون نے اسپر زیادہ کیا کہ پھر ہر ایک برج کے تیس[۳۰] درجہ کے حساب سے تین سو ساٹھ درجہ ہین مگر آفتاب انکو سال مین ایک مرتبہ دورہ کر جاتا ہی اور یہی فلک کا ایک دورہ ہی اور قمر اپنے درجہ کو اٹھائیس مین پورا کرتا ہی اسی واسطے دو روز تک غائب رہتا ہی۔ آیت مین جو فرمایا کہ یعنے انکو ناظرین کے لیے مزین فرمایا تو اسمین آنکھون کی نظر اور عقلی نظر دونون شامل ہین پس عقل کی نظر سے استدلال قوی صحیح بلاشبہہ اللہ تعالی کی خالقیت و عجائبات قدرت پر ہی۔ وَحَفِظْنَاهَا مِن كُلِّ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُّبِينٌ - اور محفوظ کر دیا ہم نے اسکو ہر شیطان رجیم سے مگر جس نے چوری سے کان لگا کر سنا سو پیچھے پہونچا اسکے شہاب روشن۔ یعنی اللہ تعالے نے عالم افلاک کو جسمین خالص عبادت کرنے والی خلقت[۱۲] ملائکہ ہین مع ایسی ہی مخلوقات کے جنکو اللہ تعالے جانتا ہی اس شان مذکورہ پر بنا کر اسطرح اسکے لیے مقدر کر دیا کہ وہان کسی شیطان رجیم کا گزر نہو سوائے اسکے کہ شیاطین چوری سے کچھ سنکر بھاگین تو اسکے پیچھے شہاب لگیگا اگر پہونچا تو جل گیا اور اگر نہین تو بچ گیا اور اللہ تعالے نے جیسے زمین کی مخلوق سے پاک ہی ویسے ہی آسمانی مخلوق سے پاک ہی اس نے ہر جگہ کو مع انکی مخلوقات کے پیدا کر دیا اور ہر ایک کے احکام جدا جدا فرما دیے ہین۔ پھر اگر وہ چاہتا کہ کسی شیطان کا وہان کسی طرح ہرگز گزر نہو تو نہوتا و لیکن اسنے اسقدر امتحانی وسعت دیدی کہ سوائے اس شیطان کے جو چوری سے سن بھاگے۔ اب مین کہتا ہون کہ جب آسمان کا ہونا ثابت ہوا آنکھون دیکھنے سے بھی اور عقل کی قطعی دلیل سے بھی اور تمام مخلوقات جو لاکھون برس سے چلی آتی ہی سب مین سے کسی نے انکار بھی نہین کیا اور ارسطو وغیرہ نے نہایت بلند رصدگاہ بابل وغیرہ سے معائنہ بھی کر لیا غرضکہ بلادلیل انکار کے سوائے قطعًا ثبوت ہوا الخ پھر ستارے و عجائبات آنکھون سے نظر آتے ہین پس اب کچھ دغدغہ مت کرو کہ وہان بھی احکام اسکے تعالے جاری ہین ازانجملہ وہ ہر شیطان سے محفوظ ہی اور رجیم کے معنے رجم کیا ہوا مراد مردود دھتکارا ہوا۔ مگر اسقدر وسعت دیدی کہ سوائے اس شیطان کے جو صرف چوری سے سن بھاگے۔ سنگسار کیا ہوا[۱۲] اور جیسے آسمان و زمین و ستارے وغیرہ کے پیدا کرنے مین اللہ تعالے کی عظیم حکمت و جلیل قدرت ہی ایسے ہی ان احکام کی حکمت کا کوئی پار نہین پا سکتا ہی

ازانجملہ زمین کی مخلوقات پر امتحان وابتلار ہو اور وہ اسطرح ہی کہ ہیبت وجلال آگے سبحانہ تعالے کے سامنے ملائکہ خالف وبا ادب رہتے ہین اور جیسے
آدمیون مین اپنے جنس کے آدمی بادشاہ سے چھوٹے درجہ والے رعب کھاکر متحیر ہوتے ہین وہان اس سے بہت بڑھکر معاملہ ہو اللہ تعالے نے قرآن مین
فرمایا۔ فاذا فُزّع عن قلوبھم قالوا ماذا قال ربکم قالوا الحق وھو العلی الکبیر۔ پھر جب ہٹ جاتی ہو گھبراہٹ اُنکے دلون سے تو چھوٹے پوچھتے ہین کیا کہا
تمھارے رب نے جواب دیتے ہین کہ حق فرمایا اور وہ بزرگ برتر ہو اب صحیح روایت سنو جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم سے روایت کی کہ جب اللہ تعالے آسمان مین کسی امر کا حکم فرماتا ہی تو اُسکے کلام کی ہیبت سے ملائکہ اپنے پرون کو عاجزی سے ڈالتے ہین جیسے
کسی پتھر پر زنجیرون کی آواز ہوتی ہی جب اُنکے دلون سے گھبراہٹ چھوٹتی ہی تو کہتے ہین تمھارے رب نے کیا فرمایا تو جس سے پوچھا وہ کہتا ہی کہ حق
فرمایا وہ بزرگ برتر ہو یعنے احکام مین جسقدر بیان ہوا کردیا تو اس حال مین چوری سے کان لگائے ہوئے شیاطین یعنے جو زنجیر کی کڑیون کی طرح ایک
دوسری سے متصل ہوتے ہین اوپر والا شیطان کچھ سن بھاگتا ہی وہ اپنے نیچے والے کو بتلا دیتا ہی نیچے والا اپنے نیچے والے کو یہان تک کہ زمین تک
پہونچاتا ہی اور کبھی پہلے کو شہاب پہونچا اور ہنوز اس نے دوسرے کو نہ بتلایا تھا کہ وہ جل جاتا ہی پھر بچگیا اور اس نے پہونچایا زمین تک تو زمین والا
اسکو ساحر یا کاہن کے منھ مین ڈالتا ہی یعنے رمال وغیرہ جن سے لوگ آیندہ کی ہونے والی باتین پوچھا کرتے ہین اور جہالت وکفر سے انکو غیب دان
سمجھتے ہین پس وہ اُسکے ساتھ سو جھوٹ ملاتا ہی مگر سچا بنا یا جاتا ہی اُسکے معتقد لوگ کہتے ہین کہ کیا ہم سے اُس نے فلان روز نہین کہا تھا کہ ایسا ایسا
ہوگا وہ ہوا اور یہ وہی بات ہوتی ہی جو شیطان سُن بھاگا تھا۔ رواہ البخاری نے صحیحہ۔ **مترجم** کہتا ہی کہ بعض اشارات سے ثابت ہوتا ہی کہ
شیطان جو شہاب سے جل جاتا ہو اُس سے بھی ایک قسم کا شیطان پیدا ہوتا ہو واللہ تعالے اعلم پس استراق السمع سے ایک امتحان مخلوق کا بہت وسیع ہی
کہ تم دیکھتے ہو کہ اسمین کسقدر بکثرت سے عوام مبتلا ہوتے ہین باوجودیکہ اللہ تعالے نے قرآن مجید مین صریح فرمادیا کہ غیب کو سوائے اللہ تعالی کے
کوئی نہین جانتا ہی اور حدیث مین سخت ممانعت ہو کہ جو کوئی جادوگر یا کاہن کے پاس جاکر اُسکی تصدیق کرے تو اُس نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر
جو اُتارا گیا اسکو جھٹلایا یعنے قرآن پاک ورسول سے کافر ہوا۔ اور روا ضح ہو کہ اسمین علمار کے اقوال ہین کہ شہاب جو شیطان کو جلاتا ہی اس سے
کیا مراد ہی آیا وہ مرجاتا ہی یا مجروح ہو جاتا ہی کیونکہ شیطان آتشی ہی اسکے حق مین آخرت کی آگ تو عذاب ہی اور باقی کی نسبت کوئی حکم صریح نہین ہی
قرطبی رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شہاب اسکو جلاتا و زخمی ومخبل کردیتا ہی قتل نہین کرتا ہی مخبل کے معنے
جسکے عضو کو بیکار کردیا گیا یا وہ جسکی عقل جاتی رہی ہو جیسے مخبط و دیوانہ ہوتا ہی۔ اور حسن بصری وایک جماعت نے کہا کہ شہاب اسکو قتل کردیتا ہی
مترجم کہتا ہی کہ اول قول اقوے ہی اور واضح ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد قرآن شریف کے زمانہ نزول مین ایک
عظیم الشان خوشی نزول رحمت کی ملائکہ مین تھی اور آسمانون کی حراست شدید کیوجہ سے تمام عرب کے کاہن ایسے بیکار ہوگئے تھے کہ اُنکی کوئی
بات سچ نہوتی تھی اور یہی وجہ ہوئی کہ عرب سے کہانت منقطع ہوگئی اور یہ بات عرب سے مشہور ومعروف ہی۔ اور خوب یاد رکھو کہ حکماے یونان
ودیگر فلاسفہ نے جو زعم کیا کہ شہاب فقط ایسے ابخرات ہین جنمین روغن کا میل ہوتا ہی وہ کرہ نار کے قریب پہونچکر مشتعل ہوجاتے ہین یا فاسفرس
بوجہ دو قسم ہوا مین سے ایک قسم پہونچنے سے مشتعل ہوتا ہی تو مین کہتا ہون کہ ہر شخص جسکی آنکھون مین اللہ تعالے نے عیب نہین دیا وہ دیکھکر
معلوم کرسکتا ہی کہ معائنہ کے خلاف ہی اور دوسرا قول تو محض جہالت ہی خصوص اسقدر سیدھا یا مقوس خط ہوتا ان ابخرات کے لیے خلاف عقل ہی
اور ہوائے محیط سے یہین اشتعال ہوتا وہان ایسی وضع سے اسکا ہونا بہت زیادہ بیہودہ کلام ہی اور اگر پوچھا جاوے کہ اسپر کیا دلیل ہی تو حکما
اُنکے کوئی دلیل نہین رکھتے ہین مگر تعجب ہی کہ دلیلون سے انکار اور بلا دلیل پر اسقدر اصرار ہی اب مین کہتا ہون کہ اول قول اسوجہ سے

باطل ہی کہ دخانی انجرات زمہریر کی سردی سے تجاوز نہین کرسکتے جبکہ آگے حرارت نہ پہونچے ورنہ حرارت اسقدر کہ زمہریر سے غالب ہووے
ثابت کرو ورنہ قول باطل ہی اور جب اول قول مردود ہی تو دوسرا قول اسی دلیل سے مردود اور نیز اسوجہ سے کہ دونون قسم ہوا کی زمہریر تک
موجود نہین ورنہ زمہریر مضر نہو اور تم خود اسکا اقرار کرتے ہو تو زمہریر سے تجاوز کرکے اسکا وجود باطل ہی اور کیا وجہ ہی کہ یہان سے زمہریر تک
جہان ہوا کا زیادہ موقع وجود ہی کیون نہوا کہ بعد زمہریر کے واقع ہوا۔ ای لوگو تم اپنی نا انصافی پر افسوس کرو اور ایسی جہالت سے درگزرو کہ تم
محالات کے پابند ہو اور حق بات سے تمکو اسقدر انکار ہی۔ مترجم نے خلاف عادت اس مقام پر زیادہ طول اسوجہ سے بیان کیا کہ اہل ایمان کو
معلوم ہو کہ انکار کرنے والے کسقدر اوہام کے پابند اور خیالات واہیہ بیہودہ لایعنی کے معتقد ہین اور بلا دلیل کے حق بات وصحیح واقعی سے
انکار کرتے بلکہ دلیل صریح سے منکر ہوتے ہین جب صریح دلائل وآیات سے توحید خالق جل شانہ وعجائب قدرت ثابت ہوچکی تو اللہ تعالے
نے لوگون کے مساکن یعنے زمین کی آیات قدرت بیان فرمائین بقولہ تعالے۔ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ
وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ یعنے اسکی مخلوق مین سے زمین ہی جسکی نسبت فرمایا کہ زمین کو ہم نے کشیدہ کردیا یعنے
پانی پر اور القا فرمائے اسمین جمے ہوئے پہاڑ اور اگائی ہم نے زمین مین ہر شی سے موزون یعنے مقدار معلوم۔ ظاہر آیت دلیل ہی کہ زمین مفروش ہی
اور امام رازی رحمہ اللہ تعالے نے تفسیر مین کہا کہ محتمل یہ بھی ہی کہ گول مثل کرہ کے ہو۔ پھر حکمت الٰہیہ مین سے ہی کہ فلک محیط کے ہر جانب کشش
مساوی سے زمین درمیان مین معلق ہی مگر ایسی کشش اس امر کو مانع نہین ہوتی کہ درمیان مین معلق ہو کر تھرتھراتی رہے اسی واسطے مشکوٰۃ کی کتاب
بدء الخلق مین آیا ہی کہ زمین کو پانی پر لرزہ تھا پس پہاڑ اللہ تعالے نے اسپر قائم کردیے۔ پھر یہ زمین تمام کافرون پر حجت قوی ہی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت
اور یہ کہ اسکی قدرت ایسی ہی کہ عقل وحواس کو وہان مجال گفتگو نہین ہی۔ اول دلیل یہ ہی کہ ہم نے تسلیم کیا کہ زمین کرہ ہی پس ہم کہتے ہین کہ اس کرہ کے
چارون طرف ہوا ہی اور نیلگون آسمان نظر آتا ہی یعنے اس خالی میدان کے بیچ مین یہ کرہ معلق ہی پھر اس کرہ مین سے قریب چہارم حصہ کے خشکی ہی
اور باقی چارون طرف کھاری پانی ہی پس عجیب قوی دلیل قدرت ظاہر ہی کہ وہ پانی صرف اللہ تعالے کی قدرت سے چارون طرف قائم ہی
ہرگز نہین ٹپک جاتا حالانکہ پانی ایک بہتی ہوئی چیز ہی دوم دلیل قدرت یہ کہ کھاری پانی مٹی کے ڈھیلے وغیرہ کو گلا دیتا ہی حالانکہ چھوٹے
ٹاپو وغیرہ موجود ہین اور انکو کچھ ضرر نہین کرتا ہی۔ اور اسمین مچھلی وجانور وموتی وجواہرات پیدا ہوتے ہین۔ سوم بحر ہند شور سمندر جاکر بحیرہ قلزم سے
جس مقام پر ملا ہی وہان قدرت الٰہی تعالے کا ایک پردہ حائل ہی کہ اسطرف کھاری اور اسطرف میٹھا ہی حالانکہ پانی اور دونو آپس مین ملجاتے
ہین خوب غور سے دیکھو۔ اور ہم اوپر ثابت کرچکے کہ آسمان کا وجود صاف دلیل سے ثابت ہی تو پھر یہ زمین اسکے بیچ مین اسی کی کشش پر ہی
اور جس نے کہا کہ زمین آفتاب کے گرد گھومتی ہی اس نے بالکل اپنی اٹکل سے کہا اور بالکل غلط کہا بلکہ اللہ تعالے کی قدرت دیکھو کہ اسکے بیان سے
اسکا جھوٹ ہم ثابت کیے دیتے ہین اسطرح کہ جب یہ آفتاب کے گرد گھومتی ہی تو آفتاب مرکز ہوا اور زمین کا دورہ جو تین سو پینسٹھ روز مین
پورا ہوا یہ محیط ہی اور نصف قطر آفتاب کی دوری زمین سے ہی وہ نو کروڑ پچاس لاکھ میل کہتا ہی تو پورا قطر انیس کروڑ ہوا پس محیط بقاعدہ جانچ
نکال لو اور زمین کا قطر آٹھ ہزار میل تو محیط نکالو اب لازم ہی کہ زمین کے محیط کو تین سو پینسٹھ مین ضرب دینے سے وہی مقدار پوری ہو جاوے جو
محیط گردش کی ہی حالانکہ اسمین کرورون کا تفاوت ہی یہ صریح غلطی ہی۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ کسقدر اپنی غلط رائے کے قائل ومعتقد ہوتے
ہین اور صریح آیات ودلائل سے جو حق وصحیح ہین انکار کرتے ہین۔ اب مین کہتا ہون کہ کرہ زمین کا پانی باوجود بہتی چیز ہونے کی قدرت الٰہی سے
قائم ہی تو وہ بیچاری کہان گیا جو معجزات کا منکر ہوا اور حضرت موسے علیہ السلام کے لیے سمندر پھٹکر پانی قائم ہونے سے انکار کیا۔ اب شک دور کرو اور

ایمان سے سنو کہ اللہ تعالے نے زمین کو پانی پر بچھا دیا شاید کہ زمین گول ہو اور پانی چارون طرف ہو یا مستوی ہو کہ جہاز جہان سے روانہ ہوا
چکر کھاکر بدون اسی راہ کے اپنے مقام پر پہونچ سکتا ہی بہرحال آیت کریمہ دونون باتون کو محتمل ہو پس اس خاک پر جو ہر طرح پانی مین ڈوبی ہوئی
اور دریان نہرون و دریاؤن و جھیل و چشمہ و کنوؤن سے بالکل تر ہی اسپر پہاڑ قائم کردیے۔ **وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ** اور زمین
تم لوگون کی معاش مقرر فرمائی یعنے اناج وغیرہ جس سے آدمی زندگی کرتا ہی اور یہ عجیب قدرت ہی کہ جو چیزین معیشت ہین وہ اسی زمین سے ہین
کیونکہ اناج مثلاً خاک ہو جاتا اور زمین مین ملجاتا ہی پس گویا زمین سے جسم بنایا اور زمین ہی سے اسکو غذا دی **نکتہ** یہان سے ایک قاعدہ
طب کا سمجھ لو کہ حدیث مین آیا ہو کہ اللہ تعالے نے روے زمین کی خاک سے آدم کا جسم بنایا اور طرح طرح کی خاک مختلف ہونے سے رنگ
و اخلاق ہر ایک آدمی کے مختلف ہوئے اور روح ہر جسم مین گویا علحدہ ہی اس سے بحث مت کرو بلکہ جسم کو دیکھو تو جب کوئی جسم کمزور ہو جاوے
تو اس جسم کو اسی کے مثل خاک سے غذا دینے سے تندرست ہوگا اور خاک کی غذا اسطرح ہو کہ اس خاک سے جو معیشت پیدا کی ہو اناج ہو یا
گوشت ہو یا اور ہو وہ دیجاوے تو جو کچھ نقصان آیا ہی وہ پورا ہونے سے پھر تندرست ہو جائیگا ولیکن جو حد موت کی اس نے مقرر فرمائی ہو اُسکا
علاج کرنے والا جاہل ہی۔ اور قولہ تعالے موزون یعنے وزن کی ہوئی اسکے معنے بھی سمجھ مین آگئے کہ جملہ اجسام کی حیات و زندگی کے لیے مناسب و
ہر طرح موزون چیزین اسی زمین سے پیدا کردین۔ اور یہین سے اس حدیث کا مطلب بھی سمجھ لو کہ قیامت کے روز یہ زمین لوگون کے خونون مظلمہ و
نجاسات سے پاک ہو کر سپید ہو جائیگی اور اسکی نسبت فرمایا کہ جنت مین داخل ہونے سے پہلے مومنون کی غذا اسی روٹی سے ہوگی سمجھ اللہ تعالی
تمکو سمجھ عطا فرماوے۔ واضح ہو کہ معاش سے مراد فقط کھانے پینے کی چیزین نہین ہین بلکہ لباس و دوا و غذا و ہر طرح کے ضروری اسباب کو
شامل ہی۔ شیخ ماوردی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ یہی معنے ظاہر ہین۔ بالجملہ اپنے دلائل قدرت و احسان سے ظاہر و متنبہ کیا کہ ہم نے زمین کو ممدود
فرماکر اسمین سے جملہ اسباب زندگی و رزق مخلوق فرمائے تمھاری زندگی کے لیے۔ **وَمَنْ لَسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِينَ** اور ہر اس شخص کی
زندگی کے لیے جسکے تم ہرگز رزق دینے والے نہین ہو۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ وہ چوپائے جانور وغیرہ ہین اور ابن جریر
رحمۃ اللہ علیہ نے اسمین باندیان و غلامون کو بھی شامل کیا۔ اور ظاہر یہ ہی کہ اسمین سوائے آدمی و جنون کے جنکو پہلے خطاب ہی باقی سب مخلوقات
حتی کہ چیونٹی و سانپ و بچھو وغیرہ بھی شامل ہین اور اشارت یہ ہی کہ عام رحمت و کمال حکمت سے جسکا کوئی احاطہ نہین کرسکتا ہی بہت سی مخلوقات
پیدا فرمائی اور اگر آدمی کے ذمہ انکا رزق دینا ہوتا تو وہ انکو نہ دیتا لیکن اللہ تعالے نے انکو رزق اسی زمین سے دیا۔ روے زمین پر ہزارون
قسم کے کیڑے و پتنگے ہین کہ آدمی انکو پاوے تو ہلاک کردے حالانکہ آدمی کی زندگی مین انکو بڑا دخل ہی کہ انکی خاصیات سے آدمی تندرست
رہتا ہی مگر نہ جاننے کے سبب سے انکو مار ڈالے یا غذا نہ دیوے اور ہزارون جانور ہین جنکو خوبصورت دیکھکر چھوٹے بچے انکے ماں باپ سے
جدا کرکے پکڑ یا نکال لاتا اور لوگ اس سے خریدتے ہین اور آدمی انکو گرفتار کرکے پالتا ہی اور اپنے نفس کی خوشی کے لیے انکو اسطرح پنجرے
مین تکلیف دیتا ہی حالانکہ وہ پالو کبوتر کے مانند نہین ہوتے ہین اور ہزارون سی خود ایذا اٹھاتا ہی اور ہزارون چوپائے ہین کہ اُنسے اپنا
نفع لیتا ہی مگر پیٹ بھر غذا نہین دیتا یا سخت مشقت لیتا ہی اور یہ سب حرکتین گناہ ہین جنمین امتحان کیا گیا ہی۔ اگر کوئی کہے کہ من تو ذی عقل کو
بولتے ہین تو باندیان و غلام ہو سکتے ہین جواب یہ ہی کہ ذی عقل کو غالب کرکے کلمہ من فرمایا اور ما وغیرہ نہین فرمایا اسی واسطے مجاہد رضی اللہ عنہ
نے چوپایون سے تفسیر کرکے اشارہ کردیا کہ من سے مملوک تو صریح مصداق ہین مگر بطور تغلیب ہین اور شمول غیر ذی عقل کا بھی ہی۔ پھر رزق ہر ایک
کیواسطے مقدر اور زمین سے یہ پیداوار بھی مقدر ہی کچھ اسلیے نہین کہ مادہ کم و زیادہ تھا جیسے بے عقلون کا گمان ہی بلکہ حکمت الٰہیہ نے ہر ایک

امتحان کے لیے یوں ہی مقرر کردیا ہو لہذا فرمایا۔ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ اور نہیں کوئی چیز مگر اسکے ہمارے یہاں اسکے خزانے ہیں۔ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ اور نہیں اُتارتے ہم اسکو مگر بمقدار معلوم جسقدر اللہ تعالے نے چاہتا ہو اُتارا ہی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کوئی سال بنسبت دوسرے کے بارش میں کم و بیش نہیں ہوتا لیکن کبھی یہاں اور کبھی وہاں اور کہا کہ کسی قوم پر زیادہ اور کسی پر کمی بمقدار اسکے جو سمندر رہیے تھا۔ رواہ ابن جریر اور واضح ہو کہ ہم کئی مقام پر تحقیق کر چکے ہیں کہ ہر چیز کے واسطے اللہ تعالے نے ظاہری اسباب رکھے ہیں ولیکن چونکہ اسباب کارآمد ہونے کا بھی آخری درجہ صرف اللہ تعالے کی حکمت ہو لہذا اہل ایمان کے نزدیک ہر ایک چیز اسی کیطرف منسوب ہوا اور حدیث صحیح میں ہو کہ قحط یہ نہیں کہ تمکو بارش نہ ملے بلکہ قحط یہ کہ بارش ہو مگر زمین سے پیداوار نہو۔ جمہور مفسرین نے کہا کہ آیت میں مینھ مراد ہو جسکے ذریعہ سے اللہ تعالے بندوں و جانوروں کو روزی دیتا ہو۔ ابن مسعود و ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہو کہ جب سے اللہ تعالی نے مینھ نازل فرمایا اسمیں کمی نہیں ہوئی ولیکن کہیں زیادہ کہیں کم ہوتا ہو۔ ابوالشیخ والبزار رحمہما اللہ تعالے نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایتکی کہ خزائن الٰہی اسکا کلام ہو جب کسی چیز کا وجود چاہا فرمایا کہ ہوجا وہ ہوگئی۔ قال البزار وفیہ ضعف (ملخص ابن کثیر وغیرہ)۔ حاصل یہ کہ رزق وغیرہ ہر چیز اللہ تعالے کی طرف سے بقدر معلوم بمقتضائے حکمت ہو جیسے دوسری آیت میں فرمایا ولو بسط اللّٰہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض ولکن ینزل بقدر ما یشاء۔ یعنے اگر اللہ تعالے کشادہ کردے رزق بندوں پر تو حد سے باہر ہو جاویں زمین میں ولیکن جسقدر چاہتا ہو اُتارتا ہو۔ وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ اور مجاہد نے ہواؤں کو لواقح یعنے باردار کیونکہ وہ سحاب کو اٹھاتی اور بھراتی ہیں کقولہ تعالے اقلت سحابا ثقالا ای لواقح یعنی صاحب لقحہ جیسے اونٹنی لاقحہ وہ ہوتی ہو جسکے کثرت سے دودھ ہو۔ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا لواقح ریاح کو بکلام جمع فرمایا کیونکہ لقح کے واسطے جمع ضرور ہو بخلاف ریح عقیم کے جو قوم ہود پر عذاب تھی اسکو واحد اور عقیم یعنے بانجھ کہا اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ اللہ تعالے ریح کو بھیجتا ہو وہ آسمان سے پانی اُٹھاتی اور باردار ہوتی ہو اور سحاب کی چال پہ چلتی ہو یہانتک کہ جیسے لقحہ سے دودھ کا ریلا ہوتا ہو اسی طرح مینھ برساتی ہو۔ ایساہی ابن عباس و ابراہیم نخعی و قتادہ نے کہا ہو اور امام ابوبکر عبداللہ بن الزبیر حمیدی نے اپنی مسند میں باسناد حسن حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ اللہ تعالے نے جنت میں ہوا کے بعد ہوا کو سات سال پیدا کیا اور اسکے ورے ایک دروازہ بند ہو اور تمکو ہوا اسی دروازہ سے آتی ہو اگر کھول دیا جاوے تو آسمان و زمین کے درمیان ہر شی کو اڑا کر دے ایکا نام اللہ تعالے کے یہاں ازیب ہو تم اسکو ہوائے جنوب کہتے ہو قال المترجم جنوب بفتح جیم وہ ہوا کہ جنوب بضم جیم سے چلتی ہو۔ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ پس ہم نے آسمان سے پانی اُتارا۔ فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ پس ہم نے اس سے تمکو سیراب کیا۔ بکمال رحمت سے اسکو شیریں پانی کیا اور برسا کر اسکو زمین کے اندر جذب نفرمایا بلکہ چشمہ و جھرنے و جھیل و تالاب و دریا کر دیے کہ ہر طرح اسی سے نفع اُٹھاتے ہو اور اگر سمندر کی طرح شور ہوتا تو زندگی دشوار ہو جاتی۔ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ اور تم نہیں ہو اسکے خزانہ رکھنے والے بلکہ یہ خزانہ اللہ تعالے کے پاس ہو اور وہی اسکا حافظ بھی ہو کہ تمکو بقدر معلوم اس سے ہمیشہ ملتا ہو۔ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ اور کچھ شبہ نہیں کہ ہم ہی زندگی دیتے ہیں اور موت دیتے ہیں اور ہم ہی تو وارث ہیں۔ اس سے کچھ بھی انکار کسی شخص کو نہیں ہوسکتا وہ خوب جانتا ہو کہ دنیا میں چند روزہ زندگی اللہ تعالے کے زندہ کرنے سے حاصل ہوئی اور یہاں کسی طرح اُس نے بسر کی آخر کو وہ چھوڑ جاویگا پس مبارک اسکو جس نے یہاں اپنے رب تبارک وتعالے کی توحید سے رضائے اسکے حاصل کی کہ دوسری زندگی میں اسکو نہایت عیش کا جہاں ملا۔ ف۔ فی العرائس قولہ ولقد جعلنا فی السماء بروجا الآیۃ۔ اسکے اشارات دقیقہ میں سے ہو کہ اللہ تعالے نے ناظرین ارواح و قلوب و عقول کے واسطے کشف انوار

ذات وصفات کے لیے مظاہر کردیے ہین انمین سے ہر ایک کو بقدر استعداد وسعادت کے نظر حاصل ومشاہدہ واصل ہے پس سیر نظر روحی سمار ازل وابد مین اور سیر عقلی انوار برج عظمت وکبریا مین اور سیر قلبی جلال وجمال مین ہو اور سیر اسرار سبحات ذات مین ہی اور سیر روحی کا مقام توحید وتجرید وتفرید ہی اور مقام عقلی معارف وکشف ہین ومقام قلب عشق ومحبت وخوف ورجا وغیرہ ہی اور اسرار کو مقام فنا وبقا وسکر وصحو حاصل ہوتا ہی اور ہر ایک عارف وکامل کو بقدر ادب واستعداد کے رہنی اپنی منزل کا ثمرہ حاصل ہوتا ہی اور وہ سبحانہ تعالے ادراک خلق سے پاک ہی اور جو فرمایا کہ حفظنہا من کل شیطان رجیم۔ تو جو کوئی حق راہ سے بھٹکا اور باطل ظلمات مین گمراہ ہی یا مدعی بیہودہ بے ادب ہی وہ کشف وسیر ومقام وثمرات سے مطرود ہی اور اشارت ہی کہ یہ بروج صفات ومعارف ہمیشہ ہواجس نفس ووساوس شیطان سے محفوظ ہین۔ قولہ الا من استرق السمع الآیۃ البتہ ہواجس نفسانی وشیطانی کبھی عالم عقول وارواح واسرار کے ہاتف غیب سے کوئی بات سنکر دعاوے باطلہ سے مدعی ہوتے ہین تو طوارق قہریات سے انکو جلا کر عالم طبیعت صاف کردیا جاتا ہی اور واضح ہو کہ یہان ایک اشارہ اور ہی کہ اللہ تعالے نے سمار قلوب مین بروج مقامات وحالات رکھے ہین جنمین ہر ایک مین علحدہ علحدہ عالی ہمتین عالم صفات سے انوار حاصل کرنے مین ساعی ہین اور انمین تقلب ہوتا ہی اور اسکا اشارہ حدیث صحیح مین موجود ہی کہ فرمایا القلوب بین اصبعین من اصابع الرحمن یقلبہا کیف یشاء۔ یعنی حضرت الرحمن کے دست قدرت مین قلوب محصور ہین جیسے چاہتا ہی انکو مقلوب فرماتا ہی۔ پس او تعالے اپنی عظمت وجلال سے ان بروج کو طوارق نفوس ووساوس سے محفوظ فرماتا ہی پس جب نفس امارہ کسی حاشیہ قلب مین قصد کرتی ہی تو جوش قلب کی آگ سے جلکر خاک ہوجاتی ہی اور یہ ارباب صدق وصفا کے چہرہ حال سے بلکہ چہرہ جمال سے روشن ہوتے ہین کما قال تعالی تعرفہم بسیماہم۔ تو انکو انکے چہرہ سے پہچانے اور فرمایا سیماہم فی وجوہہم۔ انکے نشان انکے چہرون سے ظاہر ہین بعض مشائخ نے کہا کہ اللہ تعالے نے آسمان مین بروج ومناظر رکھے ہین جن سے آدمی انکی معرفت کو سمجھتا ہی اور شیخ نے کہا کہ یہ فقط اس شخص کیواسطے ہی جسکی چشم باطن روشن ہو کہ علم عام کے لیے اسکو ہدایت حاصل ہو اور شیخ ابن طاہر نے کہا کہ آسمانی بروج کے نظائر قلب مین برج ہین مانند خوف وامید وتوکل وتفویض وصبر وتسلیم ویقین انکی اصل ہی پس ہر ایک برج قلبی وایک برج سماوی سے اللہ تعالی کی معرفت کی راہ ہی مگر اسکو ہر شخص نہین جانتا سوائے عارفین وعلماء کے اور جیسے بروج سماوی کے لیے ناظرین ہین یون ہی بروج قلبی کے لیے وہی لوگ ناظر ہین جو اپنے نفس پر نظر کرنے کی توفیق دیے گئے ہین۔ شیخ استاد نے کہا کہ جیسے نجوم آسمانی وبروج فلکی اسکے لیے زینت ہین اور شیطان وہان مرجوم ہوتا ہی ایسے ہی قلوب مین معارف وعلوم کے نجوم ہین اگر ابلیس مع لشکر کے کسی ولی کے قلب سے قریب ہو تو جل جاوے اور یہ قلوب ملائکہ سماوی کے لیے زینت نظر ہین۔ قولہ والارض مددناہا والقینا فیہا رواسی الآیہ اشارہ ہے ظاہر ہوا کہ قلوب عارفین کو اللہ تعالی نے اپنی قدرت سے وسیع ممدود کردیا ہی کہ اسکے انوار جمال وجلال کے لیے مبسوط ہی کیونکہ وہ مقام تجلی سبحانی ہی اور مصداق قولہ واشرقت الارض بنور ربہا۔ پس جسقدر تجلی ہوتی ہی اسی قدر اسمین وسعت وانبساط ہوتا ہی اور اسمین کشائش ضروری ہی کیونکہ میدان مشاہدہ قدم بے نہایت ہی کیونکہ وہان عرش الرحمن وکرسی ہی اور اس صفت کا کوئی دل سوائے انبیاء واولیاء کے دلون کے اللہ تعالی نے نہین پیدا کیا اسی وجہ سے تو نے دیکھا کہ وارد ہوا ہی کہ زمین وآسمان وسعت شان الٰہی کے لائق نہین ولیکن مومن کا دل اسمین گنجائش رکھتا ہی۔ اور کشائش قلبی براہ علم مجھکو ظاہر ہو کہ اہل الصدق کے دلون مین شان الٰہی کے سامنے تمام عالم ایک رائی سے کم ہی پھر جب اس شان سے قلوب مین زلزلہ آیا تو اسمین عظمت وکبریائی کے پہاڑ قائم کرکے انکو مضبوط کردیا۔ واضح ہو کہ آیت سے ایک اشارہ اور بھی مفہوم ہی وہ یہ کہ جیسے ظاہری تزلزل زمین کا پہاڑون سے دفع کیا اسی طرح باطنی تزلزل کا دفعیہ اولیاء اللہ تعالی سے ہی پس سب سے بڑا بوجھ زمین کے سکون کا بلند پہاڑ سے ہی تو سب سے زیادہ قیام اسکا اولیاء کے سردار یعنی غوث سے پھر تین بزرگ سے پھر سات سے پھر چالیس سے پھر ستر سے پھر تین سو سے ہی پس عکس ترتیب مین ابدال واوتاد ہین پھر نقباء ہین پھر خلفاء چالیس پھر دس علماء

پھر سات عارف پھر تین اہل مکاشفہ پھر اول قطب اعظم ہے جسکی طرف سب کا مرجع ہے اللہ تعالی انھین اولیاء سے اپنی مخلوقات سے بلا دور کرتا ہے اور
انھین سے مخلوق کو رزق دیتا ہے۔ سہل رح نے کہا کہ زمین کو ممدود فرما کر منبسط کر دیا کہ دیکھنے والا عبرت کی نگاہ سے دیکھے اور زمین اولیاء کے مقامات تلاش
کرے جنکی ذات سے زمین قائم ہے۔ شیخ استاد رح نے کہا کہ نفوس عابدین زمین عبادت ہین اور قلوب عارفین زمین معرفت ہین جیسے ارواح مشتاقین زمین
محبت ہین اور خوف و رجا اور رغبت و رہبت اسکے لیے پہاڑ ہین اور جیسے زمین سے اقسام اقسام کے نباتات اُگائے اسی طرح قلوب اہل الحق سے
طرح طرح کے یقین و ایمان کے معروفات پیدا فرمائے اور یہی تمامہ زندہ۔ بدن کے لیے معائش ہین یہی اشارت ہے قولہ وجعلنا لکم فیہا معائش۔ چنانچہ
متقین کی معائش زمین قلبی مین انوار شہود ہین اور محبین کے لیے ظہور انوار تجلی شہود ہین اور عارفین کے لیے کشف قرب معبود ہین اور موحدین کے لیے
بعد کشف کے خطاب سمیع ہے اور زمین قلب کے رہنے والے عقل و فہم و نفس کی غذا نور ایمان و برہان و ایقان ہے۔ قولہ ومن لستم لہ برازقین سے اشارت
واضحہ موجود ہے کہ اس قلب کے رہنے والون کی غذاے مذکور تمہارے دینے سے نہین پہونچتی ہے بلکہ رازق جل شانہ اپنے فضل وجود سے انکو یہ غذا پہونچاتا ہے
وہی ارواح و عقول و نفوس کا رازق ہے۔ استاد رح نے کہا کہ ہر ایک کا سبب عیش مختلف ہے پس عیشت مریدین تو اسکے اقبال کے دیکھنے سے ہے اور عیش عارفین
اسکا لطف جمال ہے اور عیش موحدین اسکا کشف جلال ہے اور ہر ایک اپنے حال سے مربوط ہے اور ہر ایک کو اُسکے افعال سے حصہ نصیب ہے اور وہ اپنے
افعال کے تحمل سے پاک ہے۔ قولہ وان من شیء الا عندنا خزائنہ۔ جو کچھ عارفون کے قلوب مین انوار مکاشفہ و معرفت و توحید و ایمان و یقین و مقامات و
حالات و الہامات و خطابات سے موجود ہے ہر ایک مقصور نہین بلکہ ہمارے پاس اسکے خزائن ہین پھر ان حقائق کے خزائن اسکی پاک ذات و صفات ہین۔
اور وہ قدیم ازلی ابدی ہے پھر جو کچھ قسم بقسم حال و کشف و مقال و توحید و مقام متعلق بپاک صفات ہے اسکا ظہور بقدر قوت قلوب ہے جبکہ ارادہ ازلیہ
اس سے متعلق ہوئی ہے۔ قولہ وما ننزلہ الا بقدر معلوم۔ اسکے اشارت سے یہ علم حاصل ہوا کہ بندون کو اپنے رب ذوالجلال والاکرام پر بالحقیقت توکل کرنا
ہے اور اسباب و اعراض سے قطع نظر کرین۔ روایت ہے کہ جنید رح جب اس آیت کریمہ کو پڑھتے تو کہتے کہ پھر تم کہان چلے جاتے ہو۔ بعض نے کہا کہ خلق کے
پاس حق عزوجل کے خزائن سے قلوب ہین انمین حق تعالے نے سب سے افضل چیز کو ودیعت رکھا ہے اور وہ توحید ہے اور اسکو معرفت سے زینت دی
اور یقین سے منور فرمایا اور تفویض سے بزرگ کر دیا اور توکل سے اسکو آباد اور ایمان سے کشادہ فرمایا اور مخلوق کے اختیار مین اسمین سے کچھ نہین دیا
کیونکہ قلوب کا قیام بقدرت حق تعالی اور اسی کے اوصاف سے منقلب ہین چنانچہ حضرت سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ ان القلوب الحدیث یعنی دلون کا یہ حال ہے کہ سب
کے سب اللہ تعالی کے قبضہ قدرت مین ہین انکو جسطرح چاہتا ہے لوٹ پوٹ کرتا ہے پھر دلون مین ہموار ہونے کے آثار مین سے یہ مقرر فرمایا کہ اعضاے ظاہرہ
جلدی سے اُسکی فرمانبرداری کیطرف دوڑین اور اگر اُسکی نافرمانی کا نام آوے تو جھجک کر بیٹھ رہین اور مخالفت کرنے سے غمناک و پریشان ہون۔ مترجم
کہتا ہے کہ ایمان کا نور بذریعہ اُسکے پایا جو نیکی کرنے سے خوش ہو اور گناہ کرنے سے غمگین ہو جیسا کہ حدیث صحیح کا مضمون اس بارہ مین آیا ہے۔ شیخ حمدون رح
نے کہا کہ حق تعالی نے اس آیت سے اپنے بندون کی طمع غیرون سے قطع کر دی پھر اسکے بعد جو کوئی اپنی حاجت غیر سے سمجھے وہ اُسکی جہالت و غفلت کا سبب ہے
شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ اقسام آیات الٰہی مین نظر کرنے سے بندہ اسکے حکم پر مطمئن ہوتا ہے۔ شیخ سہل رح نے کہا کہ سب سے زیادہ خاص خزانے اللہ تعالی کے زمین مین بندون کے
دل مین ایسے بندے جو اُسکی معرفت سے مومن ہین وہی اُسکی محل نظر ہین تو جو کوئی اس خزانہ کو ہمیشہ اُسکی یاد سے اور نگہداشت سے آباد رکھے تو اللہ تعالی اسکے دل کو
ہمیشہ اپنی طرف راجع اور ماسواے سے منہ موڑے رکھتا ہے۔ شیخ استاد رح نے کہا کہ خزائن الٰہی سبحانہ فی الحقیقت اُسکے مقدورات ہین اور وہ تمام ایسی چیزین جو
موہوم الحدوث ہین قادر ہے اور کہا جاتا ہے کہ اسکے خزائن زمین کے قلوب عارفین ہین اور اس خزانہ مین ہر قسم کے جواہر ہین چنانچہ حقائق عقلی ایک
قسم کے جواہر ہین جو بعض اقوام کے قلوب مین رکھے ہین اور لطائف علمی ایک قسم کے جواہر ہین اور بدائع عرفانی ایک قسم کے جواہر ہین اسی طرح اقسام کے

جواہرات ہین اور اسرار عارفین اسکے بھید کے خزائن ہین پس نفوس اسکی توفیق کے خزائن ہین اور قلوب اسکی تحقیق کے خزائن ہین اور جبکہ زبان
اسکے ذکر کا خزانہ ہی اور کہا گیا کہ اس سے فقراء کے دلون کو راحت دی اس احسان سے جو اغنیاء کیطرف سے انکو برداشت کرنی پڑتی اس عطیہ سے
جو انکو دیتے ہین اور اغنیاء کو راحت دی کہ فقراء انسے کچھ طلب کرین پس کسی فقیر کو روا نہین ہی کہ بنا دل اپنے رب کیطرف سے پھیر کر کسی مخلوق کیطرف لاوے
اور کسی کیطرف محتاجی ظاہر کرے اور غنی کو روا نہین ہی کہ اپنا کچھ احسان کسی پر رکھے کیونکہ تمام ملک اللہ تعالیٰ کا ہی اور سب قدرت اسی کو ہی کسی کو کچھ نفع پہونچانے
کی قدرت نہین سوائے اسکے وہی سب پر قادر ہی۔ قولہ وارسلنا الریاح لواقح فانزلنا من السماء ماء الآیہ۔ اشارہ سے ثابت ہی کہ مانند زمین ظاہری کے
جسکو مینہ کا پانی پہونچکر گل بوٹے اُگتے ہین قلوب کی زمین کو بھی پانی پہونچا ہی اور اس سے بھی اقسام اشجار پیدا ہوتے ہین جیسا کہ احادیث مین قلوب کی
تمثیل زمین کے مختلف قطعات ریگ و شورہ و شیرین مختلف پیداوار والے قطعات سے ثابت ہی پس عارفین کے دلون مین درخت معرفت کا بیج
ہوتا ہی پھر کشف جمال سے ہوائے خوشگوار لطف چلتی ہی اور انوار جمال سے انکو سیراب کرکے اسمین سے ثمرہ محبت و شوق و عشق پیدا کرتی ہی قال النبی ﷺ
فی الحدیث ان لربکم فی ایام دہرکم نفحات الا فتعرضوا لہا۔ یعنی تمہارے رب کیطرف سے تمہارے ایام زندگی مین نفحات ہین انکے واسطے پیش ہوتے رہو
اور فی الحدیث تفعل بالایمان کما تفعل بالاشجار یعنی ہوائے ربیع جیسا درختون کے ساتھ کرتی ہی بدنون کے ساتھ بھی کرتی ہی غرض کہ اسمین اسرار لطیف
ہین فافہم پس بحر کرم سے ابر باران عنایت ازلیہ برسا کر اس سے ثمرات حکمت پیدا کرکے روح کو غذا دیتا ہی ہر شاخ سے حکمت و علم غیب و اسرار خاص
و حقائق پیدا ہوتے ہین کہ پھول و شگوفہ و کلیان انوار تجلیات صفات سے ہین۔ اہل ارادت کو فراق و دوری سے چھڑا کر موافقت کے شربت سے
سرفراز فرمایا ہی اور ہر دم انکو جوش مزید باقی ہی ؎ نگویم کہ بر آب قادر نیند۔ کہ بر ساحل نیل مستسقی اند۔ بعضے مشائخ نے کہا کہ ہوائے لطف ازلی جب عارف
کے قلب پر چلتی ہی تو اسکو ہواجس نفس و رعونت طبیعت و بیہودہ خواہش سے چھڑا دیتی ہی اور اسمین تقوی کے ثمرات پیدا ہوتے ہین ازانجملہ اللہ تعالیٰ پر
اعتصام و اعتماد کرنا اور اسکے سوائے سب سے منقطع ہونا اور واضح ہو کہ اسی ہوا کا لطف یہ ہی کہ کافر دلون مین سے فجور بعکس نیکی کا پیدا ہوتا ہی جیسا کہ آثار
مین وارد ہی کہ نیکون کے دل ہمیشہ جوش کرکے نیکی اگلتے ہین اور فاجرون کے دلون سے فجور جوش مارتا ہی۔ شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ نے کہا کہ جیسے باد بہار سے
درختون کی رگین کشادہ ہو کر پانی چوستی ہین یون ہی نسیم صبا جب چلتی ہی تو کرم کے ساتھ بعضے دلون کے کان کھلجاتے ہین اور وہ وعظ و نصیحت
قبول کرکے اپنے رب کیطرف رجوع کرتے ہین۔ شیخ ابن عطاء رحمہ اللہ نے کہا کہ ہوائے عنایت سے طاعات پر ثبات ہوتا ہی اور ہوائے کرم سے بندہ
نعمت کو پہچانتا ہی اور نسیم توکل سے آدمی کو اللہ تعالیٰ پر بھروسا ہوتا ہی اور ہر ایک ہوا سے بدن کو کچھ اثر اور دل کو کچھ اثر ہوتا ہی پس نیک بخت وہ ہی جسکو
نیک اثر حاصل ہو اور بدبخت وہ ہی جو نیکی سے محروم رہے۔ شیخ استاد رحمہ اللہ نے کہا کہ جیسے ہوا سے پانی و خیر کثیر کی امید ہوتی ہی اسی طرح بندہ کے دل مین
جب اپنے رب تعالیٰ کیطرف سے بھیدون کے جھونکے پہونچتے ہین تو یہ پہچان ہی کہ اسکو ارادت مین ثبات و حصول مراد ہی اور بعضے کہتے ہین کہ ہوائے انبساط
سے وحشت نہین رہتی اور ہوائے قرب سے ہمیشہ اُنس مین مستغرق رہتے ہین اور آخر مین جو فرمایا کہ ما انتم لہ بخازنین۔ تو سمجھنا چاہیئے کہ یہ سب عنایت کرم
بندون کے اکتساب پر نہین ہی بلکہ محض فضل و لطف ہی اور جب یہ فضل و لطف عارفین کے دلون پر پیدا ہوتا ہی تو اسوقت انکو حیات حاصل ہوتی ہی
کما قال قولہ وانا لنحن نحیی ونمیت ونحن الوارثون۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندون مین سے جنکو زندہ فرماتا ہی انکو فراق کی موت سے ایمانی حیات دیتا ہی یعنی
کفر و انقطاع سے جو مردہ ہو گیا اسکو معرفت ایمانی و مشاہدہ سے زندہ فرماتا ہی اور جب زندگی پیدا ہوئی تو موت کے جملہ اسباب اعضاء رد ہو جاتے ہین
اور حیات کے جملہ اسباب پیدا ہوتے ہین چنانچہ ابتدائے درجہ پر خلاف شرع شہوات سے جسمانی اعضاء مردہ تھے وہ خوف و عظمت سے زندہ ہو کر
جملہ شہوات سے باز رہتے ہین حتی کہ جب مرتبۂ کمال کو پہونچا تو روح اس لائق ہوتی ہی کہ تاب تجلیات کو برداشت کرے مگر بطریق مشاہدہ نہ دیدار عیانی

پس نفس فانیہ جو بقاے حقانیہ زندہ ہو مشاہدہ سے زندہ ہوتی ہو اور اسرار عارفین رح جمال ازلی و توحید حقیقی سے زندہ ہوتے ہین پس موت وحیات ایک ہی صورت مین متحقق ہو اور بعد موت کے بقا رہین شان حضرت عزت تبارک وتعالےٰ ہو پس یہ نکتہ لطیف ہو اور ابتدائی موت وحیات خود ظاہر ہو اور جو زندہ ہوا وہ مشاہدہ جمال قدم واعتقاد ربوبیت سے زندہ ہوا اور جسکو موت ہوئی اسکو محجوب ومنقطع کرکے مردہ کردیا اور رہی پاک سبحانہ تعالیٰ اسکے احکام ربوبیت وعبودیت کا علیم ہو- واسطی رح نے کہا کہ زندگی جسکو ہو وصال ہو اور موت اسکو جو دور کیا گیا- بعض مشائخ نے کہا کہ بعض کو طاعات سے زندہ کیا اور بعض کو معاصی سے مردہ کیا اور سب چیز ہالک ہو سوائے اسکے- شیخ وراق رح نے کہا کہ قلوب کی زندگی نور ایمان ہی اور نفوس کی موت یہ ہو کہ شہوات کی پیروی کرین مترجم کہتا ہو کہ قولہ تعالیٰ یاَیُّہا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم الآیہ اور اسکے سوائے بہت آیات واحادیث اسکے واسطے شہید وحجت ہین کہ واقعی موت وزندگی یہی کفر وایمان ہو اور کبھی کفر کو اتباع شہوات سے اور ایمان کو طاعات سے تعبیر کیا جاتا ہو اور یہی مراد شیخ رح کی ہو اور یہ صحیح ہو کہ بعضے لوگ ایمان لاکر معاصی کے سبب سے قریب مردہ کے ہوجاتے ہین جبکہ انکا گناہ کم یقینی سے ہو کیونکہ وہ ایمان کا نقص ہو بلکہ بعید نہین کہ بسا اوقات صرف اسلام کا نام رہ جاوے ونعوذ باللہ من ذلک- شیخ ابو سعید خراز رح نے کہا کہ بندون مین سے زندہ وہ ہو کہ حق سے اسکی حیات ہو اور بندون مین سے مردہ وہ ہو کہ قیوم حقیقی سے اسکی حرکات ہون- بعض نے کہا کہ دلون کو مشاہدہ سے اور نفوس کو حجاب سے زندہ ومردہ کیا جاتا ہو- شیخ جریری رح نے کہا کہ کتنے لوگ زندہ کہ انکی زندگی درحقیقت انکی موت ہی اور کتنے لوگ مردہ کہ انکی موت درحقیقت انکی حیات ہو- سہل رح نے کہا کہ بندگان مومنین کی زندگی معرفت وتوجہ برب تبارک وتعالیٰ ہو اور موت کافرون کی مخالفت وروگردانی ہو اور یہی فرمایا کہ جنکے حق مین سعادت مقدر ہو وہ متابعت وطاعت سے زندہ ہین اور جنکے حق مین شقاوت مقدر ہی وہ شہوت پرستی ونافرمانی سے مردہ ہین- شیخ استاد رح نے کہا کہ تن پروری شہوت پرستی وانکار آخرت عدم کمال روح ہو پس نفس اگر مجاہدہ سے مردہ ہو تو قلب زندہ ہوگا اور غافل اپنی غفلت مین مردہ ہو اور بیدار یاد مین مشغول زندہ ہو اور خلاصہ یہ ہو کہ جنکو لطف سے ہدایت دی زندہ ہوئے اور جنکو دور کیا وہ مردہ ہین- بالجملہ ان قدرتون سے نظام عالم ومخلوقات وموت وحیات تم سب کو پیدا فرمائے اور اسکے علم مین سب حاضر وموجود ہین اور بیشک تم لوگ ایک بڑے گروہ مخلوقات کے بعد پیدا ہوئے ہو قال عز وجل

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ
اور بے شک ہمنے جان لیا ہو تم مین سے اگلون کو اور بیشک ہم نے جانا تمہارے پچھلون کو اور بیشک تیرا رب وہی
يَحْشُرُهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ
محشور کریگا وہ تو بڑا حکمت والا دانا ہے اور ضرور ہمنے پیدا کیا آدمی کو کھنکھناتی مٹی سے
مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ وَالْجَاۗنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۝
جو کیچگل بودار سے تھی اور جن کو پہلے اس سے پیدا کردیا تھا سموم کی آگ سے

ع ۲

پہلے بیان فرمایا کہ ہم نے اسطرح آسمان وزمین پیدا کیے اور تمہاری جسمانی معیشت زمین سے دی اور ایک مدت مقررہ کے بعد تمکو پھر خاک مین ملا دیا جیسے تمہاری روزانہ غذا خاک مین ملائی جاتی ہو اور آگاہ فرمایا کہ ہم ہی وارث ہین تم سب فانی ہو پھر ان آیات سے عبرت دلائی کہ تم خوب جانتے ہو کہ تمہارے پہلے لوگ کہین انکا وجود نہین ہو اور جیسے ہم انکو جانتے ہین ویسے ہی پچھلون کو جانتے ہین فقال عز وجل وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ اور بیشک ہمارے علم مین ہین وہ لوگ جو تم مین سے پہلے ہوئے یعنے آگے ہوگئے ہین ابن کثیر

نے لکھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یعنی مستقدمین وہ ہین جو نسل آدم علیہ السلام سے مرچکے ہین اول یعنے ہم زمانہ والے اپنے وقت سے پہلے خیال کرین۔ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ۔ اور یہ مستاخرین جو اللہ تعالے کے علم مین ہین وہی ہین جو زندہ ہین یا قیامت تک ہون۔ ایسی ہی تفسیر عکرمہ و مجاہد وضحاک وقتادہ ومحمد بن کعب وشعبی وغیرہم سے مروی ہو اور اسی کو ابن جریر نے اختیار کیا ہو اور لکھا کہ محمد بن جریر رحمہ اللہ تعالے نے باسناد خود ابو معشر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ عون بن عبد اللہ نے محمد بن کعب سے اسی آیت کے معنے مین مذاکرہ کیا اور کہا کہ یہ نماز کی صفون کے بارہ مین ہو کہ کون صف رغبت سے آگے ہوتی ہو اور کون صف دیر کرکے پیچھے پڑجاتی ہو تو محمد بن کعب نے کہا کہ یہی نہین ہی بلکہ مستقدمین جو مرچکے یا قتل ہوئے اور مستاخرین جو آیندہ قیامت تک ہونگے۔ وَإِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ اور تیرا رب ضرور انکو وقت قیامت کے قبرون سے اور جہان ہون اُٹھاکر حشر مین جمع فرمادیگا وہ تو بڑا حکمت والا دانا ہی پس عون بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالے ہمیشہ تمکو توفیق وجزائے خیر عطا فرماوے یہی معنے ہین بالجملہ آیت مین استدلال بتلایا کہ جب اسکا خالق ہونا قطعی دلیل سے اور اسکی عظیم قدرتین تمہاری عقول سے بلند ہین تو پھر کسقدر جہل وگمراہی ہو کہ تمکو اسمین شک ہو کہ دوبارہ خاک سے کیونکر پیدا ہونگے حالانکہ تم اور تمہاری غذا ایسی عظیم الشان قدرت سے اس نے پیدا کی تو دوبارہ وہ کیون نہین پیدا کرسکتا ہو اور تمام انبیاء سابقین وصالحین برابر اسکی متواتر خبر دیتے رہے۔ واضح ہو کہ موجودہ لوگون مین از راہ موت وحیات کے اگلا وپچھلا ہونا اسی طرح ہو کہ ہنوز زندگی مین اگلون سے جو مرچکے ہین پچھڑے ہوئے ہین اور قریب ہو کہ اُنکے ساتھ لاحق ہونگے جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم قبرون کی زیارت مین مردون کو فرماتے کہ تم ہم سے آگے گئے اور ہم بھی انشاء اللہ تعالے تم سے لاحق ہونے والے ہین ولیکن سبقت وپچھڑنا فقط موت کی راہ سے تو بیان ہوگیا ہو اسی قدر پر انحصار نہین ہو کیونکہ اللہ تعالے ہر طرح نیکی وبدی مین آگے ہونے والون وپچھڑنے والون کو جانتا ہو حتے کہ اگر ایک بیباک آدمی کسی فسق وفجور مین بے دھڑک آگے ہو اور دوسرا اگرچہ اُسکے ساتھ ہو لیکن جھجکا ہوا اور ڈرا ہوا تو دونون کا علم اللہ تعالے کو ہو کہ اگلا تو قریب کفر کے یا کافر ہو اور دوسرا گنہگار ہو جبکہ وہ گناہ سے ڈرتا ہوا ہو اگرچہ غفلت سے ساتھ ہو لہذا سلف صالحین اس آیت سے اپنے حق مین احکام نکالتے تھے جیسے طاعت مین مقدم وموخر ہونا اور صف جہاد مین آخرت پر وثوق وخوشی سے مقدم وموخر ہونا یا شہید ہوکر سبقت کرنا اور زندہ رہ کر پچھڑنا اور جیسے شرعی درجہ سے پچھڑنا مثلاً اول صف اعلے واقدم ہو اور پچھلی ادنے ہو چنانچہ احادیث مین وارد ہو کہ مردون کی صف بہتر وہ ہو جو اول ہو اور بُری وہ ہو جو سب صفون سے پیچھے ہو اور عورتون کی بڑی صف وہ ہو جو سب سے آگے یعنے مردون سے قریب ہو اور اچھی وہ ہو جو سب سے پیچھے ہو کما فی الصحاح پھر اگر مردون کی صفوف مین سے کوئی شخص اس غرض سے پچھلی صف مین ہوجاوے کہ اگلون کو تکلیف نہو یا سب لوگ برابر حاضر ہوئے تو خواہ مخواہ صفین آگے پیچھے ہونگے تو اس صورت مین انشاء اللہ تعالے ثواب مین برابر ہین بلکہ اگلون کو آرام دینے کی نیت سے مزید ثواب ہو ولیکن اگر کوئی شخص اس غرض سے پیچھے صف مین آیا کہ کسی عورت نامحرم پر نظر ڈالے تو اللہ تعالے اُسکو جانتا ہو یعنے اسکو اپنی نیت کا بدلا ملیگا چنانچہ حدیث مین یہ واقعہ مذکور ہو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک عورت بہت خوبصورت عورتون مین سے کہ مین نے ایسی نہین دیکھی ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھا کرتی تھی پس مردون مین سے بعضے تو اگلی صف مین چلے جاتے کہ اسپر نظر نہ پڑے اور بعضے لوگ آگے سے پیچھے چلے آتے تاکہ رکوع وسجدہ مین اسکو دیکھین پھر اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی یعنے جب یہ آیت اُتری تو اسکا حکم معلوم ہوا کہ یہ معصیت ہو اور ایسی تقدیم والون کو ثواب ہو اور پیچھے ہٹنے والون کو گناہ ہو پس توبہ کرنا لازم ہوا۔ رواہ احمد والترمذی والنسائی وابن ماجہ وابن خزیمہ وابن حبان والحاکم وصححہ ولیکن عبد الرزاق وابن المنذر نے ابو الجوزاء کا قول روایت کیا ہو اور ترمذی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ یہ ٹھیک معلوم ہوتا ہو

اور ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اس حدیث مین سخت نکارت ہو یعنے بالکل پہچانی نہین جاتی ہو اور سخت ضعف ہی۔ بالجملہ اگر یہ قصہ ثابت ہو تو مراد وہی ہو جو ہم نے اوپر بیان کردی کہ آیت سے اسکا حکم ثابت ہی اور دنیا مین لوگون کے واسطے اسطرح اللہ تعالے کی درگاہ مین خوف وحضوری رکھنا ہر کام مین لازم ہو۔ حسن بصری رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ مستقدمین جو طاعت الٰہی مین پیش قدم ہین اور مستاخرین جو معصیت مین پڑے ہین اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مستقدمین حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر جہان تک انکی اولاد مرچکی ہی اور مستاخرین جو ہنوز پیدا نہین ہوئے ہین قیامت تک۔ غرضکہ اللہ تعالے کے علم وقدرت سے کوئی مخلوق مخفی نہین اور وہ انکو ضرور محشور فرما کر انکے لائق ٹھکانا انکو دیگا اور ثابت ہو گیا ہی کہ آخرت کے دو ٹھکانے ہین جنت یا دوزخ اور ہر ایک مخلوق انسانی وجنی کے واسطے انمین سے ایک ٹھکانا ضروری ہی پھر آدمی ضرور جانتا ہی کہ اکثر اوقات عقل سے اسکو ایک بات بہتر وخوب معلوم ہوتی ہی ولیکن خواہش وخیالات سے وہ دوسری بات پر عمل کرکے خوار ہوتا ہی پس اللہ تعالے نے اصل حقیقت انسانی وپھر آدمی اور جن کی اقسام مین سے شیطانی باہمی عداوت وانکے آثار کا جنکو آدمی بالیقین مشاہدہ کرتا ہی مفصل بیان فرمادیا فقال جل شانہ۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ اور بیشک ہم نے پیدا کردیا انسان کو یعنے حضرت آدم علیہ السلام کو جو انسانی قسم کے اصل ہین۔ مِنْ صَلْصَالٍ خشک کھنکھناتی مٹی سے جو کہ۔ مِنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ کہگل بودار تھی واضح ہو کہ حما وہ مٹی جسمین پانی ڈالا گیا ہو اور وہ دیر تک پڑی رہ کر سیاہ بدبودار ہو گئی ہو یا بدبودار نہو اور مسنون سے مراد متغیر ہونا۔ ابو عبیدہ رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ جسکا پانی جذب ہو گیا ہو اور سیبویہ رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ مسنون وہ ہی جو صورت بنایا گیا ہو۔ بہرحال اول جسم حضرت آدم علیہ السلام تراب یعنے خاک متفرق ریزہ تھی پھر تر کیے جانے کے بعد طین ہو گئی پھر دیر کے بعد طین لازب یعنے چپکتی ہوئی لسدار ہو گئی پھر حما مسنون ہوئی اور اکثر کے نزدیک یہی طین لازب ہی پھر خشک ہو کر صلصال ہوئی اور اللہ تعالے نے آیات مین جسم انسانی کے ان اطوار مین سے ہر طور کے لازمی خواص وحالات کے مناسب ہر مقام پر کہین تراب اور کہین طین وغیرہ سے تعبیر فرمایا ہی اور اکثر مفسرین واہل لغت نے کہا کہ آگ مین پکائے جانے کے بعد برتن کو فخار کہتے ہین اور بعض آیات مین صلصال کا لفخار بھی آیا تو ظاہر اس جسم مین ترکیب آتشی سے فخار فرمایا ہی اور چونکہ وہ عجیب حکمت تھی لہذا کالفخار کہا کیونکہ آدمی اپنی عاجزی سے آگ مین پکاتا ہی اسکو آتشی ترکیب نہین دیکھتا ہی اور ابن عباس رض نے کہا کہ انسانی جسم پر تین حالت ہین طین لازب وصلصال وحما مسنون۔ اور سورہ بقرہ مین گزرا کہ حدیث مین آیا ہی کہ اللہ تعالے نے تمام روے زمین کے انواع واقسام کی مشت خاک سے جسم انسانی بنایا پس زمین شور وشیرین وریگ وعمدہ کے رنگ واقسام پانی کے آثار اخلاق حضرت آدم علیہ السلام کی مختلف اولاد مین ظاہر ہوئے۔ دقیق نظر وکامل العقل علماء نے لطیف اشارہ کیا کہ نطفہ انسانی ایک جوہر اصل ہی کہ اسی سے رگ پٹھے وقوی واعضا وہڈیان ظہور کرتی ہین حتے کہ اگر کسی بچہ مین کوئی کمی ہو تو کسی تدبیر خارجی دوا سے وہ عضو یا قوت پیدا کرنا ممکن نہین ہوتا ہی بالجملہ جسم انسانی مین چارون عنصر خاک وباد وآب وآتش موجود ہین لیکن اسکو خاکی فقط اسلیے کہتے ہین کہ اسپر غالب واصل یہی جزو ہی جیسے جنون پر جزو آتشی غالب ہو وقال تعالے۔ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ اور جان کو ہم نے پیدا کیا پہلے آدم سے نار سموم سے اور دوسری نصوص واحادیث مین مارج من النار سے پیدائش ظاہر ہی اور دونون معنے متقارب ومتلازم ہین پس جآن کون ہی اور نار سموم کیا ہی اور اسکے متعلق حقائق جاننا چاہیے کہ جمہور مفسرین کے نزدیک جآن بتشدید نون جنون کا باپ ہی اور آنکھون سے پوشیدہ ہونے کی وجہ سے جن یعنی مستور اسکا نام ہوا اور یہ قسم خلقت کی اپنے آپ کو اورون کی نظر سے پوشیدہ رکھتی ہی اور جیسے پانی بسبب لطافت کے جیسا مقام وظرف ہو مثلث مربع مسدس ٹیڑھا سیدھا اسی شکل پر ہو جاتا ہی اس سے زیادہ ہوا پھر اس سے بڑھکر آگ یعنی جسکو سوزش سے پہچانا جاتا ہی ورنہ لکڑی وغیرہ

انگار تو وہ جسم خاکی ہو جسمین آگ اثر کر گئی ہو مگر فرق یہ ہوتا ہی کہ پانی وہوا وآگ مین حواس وتمیز نہین ہی کہ خود کوئی فعل کرے بخلاف جنون کے جو
اپنے آپ بدلکر دوسری شکل مین ہو سکتے ہین۔ بعض مفسرین جنمین حسن بصری وقتادہ وغیرہ ہین کہتے ہین کہ جان وہ شیاطین کا باپ یعنی ابلیس ہی
دونون قول مین فرق یہ ہی کہ جنون مین تو مسلمان وکافر ہین اور وہی کھاتے وپیتے ومرتے وزندہ رہتے وپیدا ہوتے ہین جیسے آدمیون کا حال ہی اور
شیاطین مین کوئی مسلمان نہین اور نہ وہ مرتے ہین۔ اور مترجم کہتا ہی کہ نہ مرنا ابلیس کے حق مین خصوص تو قطعی ہی ولیکن یہ اسکا خاصہ خلقی نہین
ورنہ وہ اپنی زندگی تا قیامت کی درخواست نہ کرتا اور شاید کہ اُسکی اولاد کا بھی حال یہی ہو گیا ہو اور اس سے یہ بھی ظاہر ہو سکتا ہی کہ در واقع قسم جن
واحد ہی اور کان من الجن یعنے ابلیس جنون مین سے تھا اُسکی تائید کرتا ہی اور جیسے شیطان کو دائمی زندگی وغیرہ بعض خاص باتین عطا ہوئی ہین ممکن ہی
کہ اُسکی ذریات کو بھی اُسکے ساتھ شرکت ہو جس سے عام جن خالی ہون اور کچھ تردد نہین کہ جو رنگ وہیئات مثلاً حبشیون کو دی گئی اس سے دیگر
اصناف انسانی خالی ہین اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا جاتا ہی کہ جن مین سے جو مسخ کر دیے گئے یعنے ابلیس وغیرہ وہ جان ہین
جیسے بعضی اگلی قومین انسانی مسخ کی گئی ہین اور بعض نے کہا کہ خلقت مین جنون کی پیدائش تو مارج من نار یعنے زبانہ آتش سے ہی اور جان کی پیدائش
نار سموم سے اور ملائکہ کی پیدائش نور سے ہی اور مین کہتا ہون کہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ ظاہرا جنون کی پیدائش فقط آگ سے نہین ہی
بلکہ آگ کا جزو اُنپر غالب ہی یعنے جیسے آدمی پر خاک کے غلبہ سے مادہ ظاہر اور آنکھون سے نظر آتا ہی اور آدمی تو آگ کو نہین دیکھتا تو جن بھی نظر نہین آتے
مگر اس صورت مین کہ وہ مثل بگولہ کے اپنا دوسرا جزو خاکی وغیرہ ظاہر اور آتشی پوشیدہ کرلین تو شکل عالی ہیولائی نظر آویگی۔ اور جب یہ معلوم ہو گیا تو جنون
کی غذا اور آواز اشعار وغیرہ پڑھانا اور انمین سے مسلمانون کا عاجزی کے لباس خاکی مین بشکل آدمی نماز پڑھتے ظاہر ہونا اور بعضے صحابہ رضی اللہ عنہم سے
ملنا اور مانند اسکے جو حالات اُنکے احادیث وآثار وروایات معتبرہ مین ثابت ہوئے ہین سب کی توجیہ بلا تکلف ظاہر ہی لیکن یہ واضح رہے کہ اللہ تعالی
نے ہر ایک آدمی کے ساتھ ملائکہ پیدا کیے ہین اور قطعی ثابت ہوا ہی کہ ملائکہ سے کوئی خلقت مقابلہ نہین کر سکتی ہی پس انتظام عالم جس خالق قادر قیوم کے قبضۂ
قدرت مین ہی اس سے ہر ایک مخلوق اُسکے قہر مین مقہور اور اپنے حال مین مجبور ہی جیسے کسی ملک کے شیرون کو یہ قدرت نہین ہی کہ لاکھون جنگل سے
نکلکر جمع ہو کر تمام آدمیون کو ہلاک کر ڈالین اور جسقدر قطعی دلائل قدرت اوپر کی آیات مین ظاہر ومدلل مذکور ہوئے ہین کسی کو مجال کلام نہین
دیتے ہین۔ اور نار سموم وہ ہوائے سخت گرم جسکو لُون یا لوہ وغیرہ کہتے ہین ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو مار ڈالتی ہی۔ عبد اللہ بن مسعود
رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ سموم جو چلتی ہی یعنے لون کی ہوا، اس سموم کا جس سے جان پیدا ہوئی ہین ستر جزو کا ایک جزو ہی۔ ابن عباس رضنے کہا کہ آگ کی
لپٹ سے جان پیدا ہوئے ہین خطیب رحمہ اللہ تعالے نے ذکر کیا کہ ابو صالح نے کہا کہ سموم وہ آگ ہی کہ اسمین دھوان نہین ہی اس سے صواعق پیدا
ہوتے ہین اور آسمان وحجاب کے درمیان صاعقہ رہتے ہین جب اللہ تعالے کوئی امر پیدا فرماتا ہی تو حجاب پھاڑکر آواز سے گرتی ہین معالم سے
بھی یہ خلاصہ ماخوذ ہی۔ اس مقام پر علوم بہت کثیر ہین اور جو شخص بیوقوفی سے سرسری خیال ونظر کرے وہ فہم سے محروم ہی اور جس نے دلائل و
آیات وعقلیات پر نگاہ کی وہ تقریر کے اشارات سے عجائبات پر حاوی ہوگا واللہ تعالے ہو الموفق **ف** فی العرائس قولہ تعالے ولقد علمنا
المستقدمین منکم الآیہ واضح ہو کہ مختلف اوقات مین اولیاء کے دلون پر واردات غیبی کا ظہور ہوتا ہی مثلاً زمانہ طفولیت مین ابراہیم ویوسف وعیسے
ویحیے علیہم السلام پر اور کمال شباب مین موسے وداؤد ومحمد صلے اللہ علیہ وعلیہم وسلم پر اور مثلاً ازل مین ظہور خطاب وکشف حجاب جسکا اتصال
تا ظہور رہا یا بعد حجاب کے ایقان وایمان سے انکشاف ہوا اور جیسے وہی عارف جنکو جذبات نے مقدم کر لیا اور وہی عارف جو سلوک سے مقام پر
پہونچے اور جیسے دوسری اقسام تو یہ ایک راہ سے مقدم اور وہ ایک کمال سے موخر ہین از انجملہ متقدم بولایت ومتاخر بطاعت ہین یا متقدم بصفت

جذب از جانب قدس ومتاخر بطلب ارادت بتوفیق از جانب اصل ہین یا تقدم جو محبت وشوق سے طالب رضوان ومتاخر بخیال بحظوظ لذات نعیم جنان ہین یا متقدم عالی ہمت ومتاخر صاحبان معصیت ہین اور واضح ہو کہ اشارات سے ہی کہ استقدام انھین کو ہی جو ارادت صادقہ رکھتے ہین کہ جب طاعت کو بلائے گئے تو صفائی قلب ونورانیت سے فوراً حاضر ہوئے اور مستاخرہ وہ ہین کہ شدت جذب وشوق سے زیر بار ہو کر از خود رفتہ ہین جیسے بہلول وسعدون وحمدون ونوری وشبلی وحصری وہشام بن عبدون الشیرازی وعلی بن سہل بغدادی ومانند انکے جو جذبات حق مین مستغرق تھے۔ ابن عطا رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ بعضے قلوب کی ہمت بلند ہوتی ہی کہ دنیا ومافیہا بلکہ تمام عالم ماسواے حق تعالے آخرت ہو یا دنیا سب سے نظر دور رکھتے ہین کسی سے دامن آلودہ نہین ہوتے اور بعضے ایسے ہین کہ انکی نظر ایک دم کو بھی اکوان وحدثان سے جدا نہین ہوتی ہی اور برابر کسی کون وفساد سے لوث رکھتے ہین۔ شیخ نہرجوری رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ علم آلہی دونون قسم کو محیط ہی جو سرعت کے ساتھ اسکی طاعت کی طرف راغب ہین اور جو پریشانی وکسل کے ساتھ اسکے حکم کو اُٹھاتے ہین۔ شیخ اُستاد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اہل معرفت اپنی ہمتون سے پیش قدم ہین اور اہل عبادت اپنی رغبت سے اور اہل توبہ اپنی ندامت سے آگے ہین اور انکے مقابل اقوام پیچھے ہین درجہ بدرجہ ہین پس مقابل عبادت کے اہل معصیت ہین اور مقابل اہل معرفت کے کافر ہین جو خسائس پر ہمت مقصور رکھ کے اپنی رضامندی وہمت سے خوار ہین اور بعضون نے کہا کہ مستقدمین ایسے بندے ہین جو عزم کے ساتھ شرعی احکام مین ادلے واحسن اختیار کرتے ہین اور مستاخرین وہ ہین جو رخصت واباحت مین گرفتار ہین قال المترجم یہ تفسیر گویا دوسری آیت سے ماخوذ ہی یعنے قولہ تعالے اولئک یسارعون فی الخیرات وہم لہا سابقون یعنی یہ کہ ایسے کامل یقین وعزم بالجزم والے وہی نیکیون مین جلدی کرتے اور انمین سبقت لیجانے والے ہین مترجم کہتا ہی کہ تفسیر کی لطافت باجمال وتفصیل دونون طرح پوشیدہ نہین ہی بلکہ لائق ہی کہ ظاہری تفسیر مین بھی اس آیت سے استمداد لیجاوے اور وہ احسن التفاسیر ہوگی واللہ سبحانہ وتعالے اعلم قولہ ولقد خلقنا الانسان الآیہ۔ واضح ہو کہ حق سبحانہ تعالے ازل مین اپنے کمالات شان لطف وقہر سے موصوف تھا اور دونون کی تاثیرات تجلی لعین قدم بجانب عدم ظہور مین آئین پس تجلی لطف کے انوار سے عدم سے خاک وپانی کو پیدا فرما کر جسم انسانی کے لیے اصل کر دیا اور تجلی قہر کے آثار سے آگ پیدا کر کے اُسکو مو الید جن وجان کے واسطے اصل کیا پھر خاک وپانی سے آدم کو پیدا کیا اور اُنکی تمام معیشت بھی انھین دونون سے انواع عجیبہ کے پیرایہ مین ظاہر فرمائین اور یہ تجلی نور لطفی ہی اور جن والبیس کو آگ سے پیدا کیا اور وہ تاثیر تجلی قہری ہی اسی جہت سے ان دونون مین مخالفت ذاتی واقع ہوئی جیسے آگ وپانی مین بہت محسوس ہی ولیکن سبقت لطف ورحمت کی غضب پر ہونے سے تقدم خاک وپانی کو ہوا پھر آگ کو غضب سے بنایا اسی واسطے جو فریق آدمی بھی البیس کے ساتھ ہین اپنے محل یعنے آگ کے عذاب کے سواے ٹھکانا نہین پا سکتے ہین اور بندون کا تقدم ہو کر پھر اُنکے عذاب کی چیز یعنے آگ کا تاخر اُنکے بعد ہوا اور سبقت رحمت کی غضب پر منصوص ہی تو اُنکے ظہورات مین بھی یہی ترتیب ظاہر ہی لہذا تقدم خاک وآب کا آگ پر صاف معلوم ہو گیا اور وجہ عداوت بھی اور یہ کہ ظہور حضرت آدم علیہ السلام مع اولاد صالحین ودیگر ذریات کے ظہور رحمت ہین اور یہ کہ ظہور البیس مع ذریات اپنی کے ظہور قہری ہی۔ واضح ہو کہ جب حق تعالے عز وجل نے خلق انسان چاہی تو سپید موتی پیدا کر کے اسپر جمیع صفات ذات سے تجلی فرمائی کہ صولت کبریا جل شانہ سے وہ آب زلال نورانی جلالی وجمالی ہو گیا اور جامع برکات تجلی ذات وصفات کے ساتھ متلاطم ہوا اور پانی پر اپنے نفس کا پھین لایا اور یہی پھین الطین ہی جس سے حق تعالے عز وجل حکیم قادر علیم جل شانہ نے زمین پیدا کی اور یہ پانی گرد زمین کے پھر کر اُسکے اندر بھی ساری ہوا پھر اس سے جسم آدم پیدا فرمایا یہی مٹی لیجنیز اس پانی کے اثر سے تھی اور پانی آثار تجلی سے جو عظمت کی تھی منجذب ہوا کہ خلقت آدم از صلصال حماء مسنون ہوئی

پس جب خلقت آدم کو چاہا تو اسکے پانی ومٹی پر تجلی قدم وبقا رسے خمیر فرمایا اور انھین دونون تجلیات قدرت سے کنایہ ہاتھون سے فرمایا بقولہ خلقت بیدی یعنے قدم وبقا رپس چالیس صبح رہا کہ ہر صبح انھین سے کشف ہزار صفت تھی کہ چالیس ہزار صفت کے کشف سے تخمیر رہی اور طینت آدم وصورت کو صاف فقط انوار تجلی صفات فرمایا۔ اوّل یہان سے تکمیلی حالات کمالیہ مین چالیس سن نبوت یا اعزاز اسلام چالیس عدد وغیرہ سے استیناس ہو کہ بعد شہادات آثار وانوار توفیق سے تحقیق ہوسکتی ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔ پھر جب صورت کی تکمیل ہوگئی تو درمیان عرش وکرسی کے اسکو آخرت کے اسی ہزار برس ڈالدیا اور انواع کمالات سے تجلیات بے پایان اسکو تربیت فرمایا۔ یہانتک نظر اس جسم حضرت آدمؑ پر ہو اور روح آدم کو خلق و صورت آدم وتمام عالم سے پہلے آخرت کے دو لاکھ سال قبل سے پیدا فرمایا تھا اور یہ بیان حدیث سے ماخوذ ہو اور خلقت روح آدم کی تاثیر تجلی ذات سے تھی اور تجلی جمیع صفات سے اسکی بھی تکمیل فرمائی اور اسکو تجلہ غیب الغیب اور اسکے غیب مین مخفی فرمایا اور نظر ملائکہ سے بھی پوشیدہ رکھا پھر طینت آدم کو لباس غیرت سے ملبوس کیا مگر ملائکہ نے بعدم معرفت سے اسکو حقیر دیکھا اور اس صورت کی جلالت قدر سے واقف نہوئے لیکن بمقتضائے جبلت نورانیت اسکے ساتھ کسی لوث کینہ وحسد وغیرہ ومائم کی گنجائش انمین نہتی بخلاف ابلیس کے کہ اس نے اندھے پن سے اسپر تکبر وتفاخر کیا پھر جب خالق عزوجل نے ظہور صنعت عجیبہ کو چاہا تو بحکم نفخت فیہ من روحی۔ پردہ غیب سے اسکو اس جسم مین نفخ فرمایا اور یہ نفخہ پاک منزہ ہو ایسی سانس سے جو حادث کے خیال مین آوے پس بقدرت وارادت الٰہیہ یہ صورت جامع اوصاف ادب سے کھڑی ہوئی اور ملک بقاء کے تخت عزت پر متمکن ہوئی اور درمیان جن وملائکہ کے عدل وقوام ومجمع انعام سے پسند ومختار فرمائی گئی اور اسکو لیاقت قرب ووصال وکشف جمال وجلال وعلم وکمال سب عطا ہوئی پس ملائکہ پر بھی اسکا فضل روشن ہوگیا کیونکہ ملائکہ کا وجود بامر واحد ہوا اور خلقت آدم بااین تجلیات ذات وصفات ہوا۔ مترجم کہتا ہو کہ حدیث مین ہو کہ ملائکہ نے استدعا کی کہ ہم سب بندے تیری تسبیح وتہلیل کرتے ہین اور طاعت کے سوائے ہمارا کام نہین ہو ملک آخرت ہمارے لیے کردیا جاوے اور آدمیون کے لیے ملک زمین ودنیا کیجاوے تو حکم ہوا کہ آدم کے ساتھ جسکو مین نے اپنی دست قدرت سے بنایا مین نہین برابر کرونگا اسکو جسکی پیدائش مین نے امر کن سے فرمائی ہو اصل حدیث مشکوٰۃ مین ہو۔ شیخ نے لکھا کہ اس سے ظاہر ہو کہ بڑا فرق ہو درمیان ملائکہ وآدم کے اور بعض نے کہا کہ دونون مین سے ایک کا ایجاد حکم کن سے اور دوسرے کا اظہار بدست قدرت از صلصال حما مسنون ہو تو دونون کی قیمتون کا اندازہ کرنا چاہیے۔ شیخ استاد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ آدمیون کی نسبت خاکی بیان کردی کہ کبھی انکو نسبی غرور نہو بلکہ اصلاح تربیت پر مشکور رہون اور قربت کے نور سے معمور رہون مترجم کہتا ہو کہ اکثر کتب تفسیر مین اس مقام پر لکھا گیا کہ سیاق آیات سے مقصود اظہار فضیلت حضرت آدم علیہ السلام ہو اور مین کہتا ہون کہ آدمی کو ان آیات سے اپنی خلقت مین اللہ تعالیٰ کی عجائب قدرت دیکھنے کی تعلیم ہو کہ وہ اپنے روزانہ تجربہ سے بھی اپنے جسم کو خاکی ترکیب سے پاتا ہو اور ہر ملک کی خاک اور وہان کا پانی اسی کے جسم سے موافقت کرتا ہو جو وہین کے مردہ ہین اور ہر ایک قطعہ کی مختلف پیداوار سے مختلف آدمیون کو اسکی خاک وپانی کی موافقت سے نفع ہوتا ہو اور یہ تمام پیداوار درحقیقت اسی خاک کے طرح طرح کے ظہورات ہین اور آخر جسم مع اپنی غذاے لطیف وکثیف کے سب خاک ہو اور باقی کمال سعی ہو جو اس جسم کے ساتھ ہوتا ہو اور بعد جسم کے پھر کوئی کمال روح کو ملنا ممکن نہین ہو چنانچہ شیخ علاء الدولہ سمنانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہو کہ بعد موت کے علم وغیرہ نہین ہوتا اور شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے خلاف کیا اور کہا کہ ہوتا ہو اور قولہ تعالیٰ بدا لہم من اللہ ما لم یکونوا یحتسبون سے استدلال کیا کہ یہ ظہور انکے واسطے علم مزید ہو اور حق یہ ہو کہ شیخ علاء الدولہ رضی اللہ عنہ کا قول صواب ہو اگر مقصود یہ ہو کہ روح کو نفع ہوتا ہو کیونکہ اگر بعد موت کے بندہ کو حصول یقین وعلم کافی ہوتا تو ہر کافر جو نزع کے وقت حق بات سے آگاہ ہوجاتا ہو قبر مین

منکرین کو جواب صحیح دیتا اور صریح حدیث مین ہی کہ اسی حالت پر مبعوث ہوگا جسپر مرا ہی اور اگر مقصود یہ ہو کہ ظہور حق و باطل وہان عیان ہوگا تو اسمین کچھ شک نہین ہی مگر کافر کو شلا اس سے کچھ حصول نہین ہی۔ الحاصل آدمی اپنے نفس کی معرفت سے اپنے رب تبارک و تعالیٰ کو پہچانتا ہی اور اسکو صاف یہ بات عیان ہو جاتی ہی کہ شیطان و اسکی دشمنی کے کیا معنے ہین حتے کہ دنیا مین آدمی کا دشمن کوئی آدمی اسقدر نہین ہو سکتا جسقدر شیطان اسکا دشمن ہی پھر علاوہ ذاتی مخالفت کے قدرت سے جو واقعہ ظہور مین آیا وہ فعلی عداوت ہی اور ملائکہ کی دوستی ظاہر ہی

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے متنبہ فرمایا ہی

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ۝

اور جب کہا تیرے رب نے ملائکہ سے کہ مین پیدا کرنے والا ہون ایک بشر کو صلصال سے جو حما مسنون سے ہی

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ۝ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ

پھر جب مین اسکو پورا کرکے اسمین پھونکون اپنی بنائی روح کو تو تم گرنا پڑنا اسکے لیے سجدہ کرتے سو سجدہ کیا ملائکہ نے کل کے کل

اَجْمَعُوْنَ۝ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ۝ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا

سوائے ابلیس کے جسنے نمانا اس حکم کو کہ ہووے ساجدون کے ساتھ فرمایا کہ او ابلیس تجھے کیا تھا کہ تو نے

تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ۝ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ۝

نہووے سجدہ کرنے والون کے ساتھ عرض کیا کہ مین تو ایسا نہین ہون کہ سجدہ کرون ایسے بشر کو جسے تو نے پیدا کیا ہی صلصال کا جو حما مسنون سے ہی

ق۔ اور نصیحت حقیقی و تذکرہ جامع علوم دنیاوی و اخروی بیان کر دے ای محمد کہ۔ اِذْ قَالَ رَبُّكَ۔ جب کہا تیرے پروردگار نے یعنی جس نے آدم و تمام مخلوقات کو پیدا کیا ہی اس نے کہا۔ لِلْمَلٰٓئِكَةِ فرشتون سے کہ۔ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مین پیدا کرنے والا ہون ایک بشر۔ مِّنْ صَلْصَالٍ کھنکھناتی مٹی سے۔ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ جو سیاہ کہگل سے ہوگی۔ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ پھر جب مین اسکو پورا کرون یعنے جس قدرت و حکمت سے اسکو بنانا چاہا ہی جب اعتدال و حکمت کے ساتھ اسکو پورا کرون وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ اور پھونکون اسمین اپنی روح سے۔ فَقَعُوْا تو گر پڑو۔ لَهٗ سٰجِدِيْنَ اسکے لیے سجدہ کرتے ہوئے شیخ ابو السعود رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ نفخ روح ایک تمثیل ہی یعنے نہ وہان پھونک تھی اور نہ کوئی ایسی چیز جسمین پھونکا جاوے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایک جسم قابل حیات مین حیات پیدا کرنے کو اس مثال سے بیان فرمایا یعنے جب اس پتلے کی استعداد پوری ہو جاوے اور مین اسمین روح کو جو میرے حکم سے ایک چیز ہی اسمین فائض کرون تو تم اسکے لیے سجدے مین گر پڑنا۔ نیشاپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تمام امت کا اتفاق ہی کہ من روحی مین اپنی طرف نسبت کرنا آدم کی بزرگی و تکریم کے لیے ہی اور دوسری آیت مین روح کی حقیقت اسی قدر بتلائی کہ الروح من امر ربی روح میرے رب کے امر سے ہی یعنی امر کے سبحانہ تعالیٰ سے ہی جیسے حضرت عیسے علیہ السلام کو فرمایا کہ روح منہ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے روح تھا یعنے اللہ تعالیٰ کی مخلوقات مین سے ایک چیز روح ہی کہ عام آدمی اتنا علم نہین رکھتے جو اس سے آگاہ ہون۔ پھر ملائکہ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو اہل الحق کہتے ہین کہ آدم سے ظہور شان اسکے سبحانہ تعالیٰ کا تھا پس ملائکہ نے اسکو سجدہ کیا۔ بعض علماء نے کہا کہ آدم بطور قبلہ کے تھے اور ملائکہ نے انکی طرف کو اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا۔ شیخ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ سجدہ بطریق تحیت سلام کے جھکنا تھا اور سر ٹیک کر نہ تھا اور بعضون نے کہا کہ نہین سر ٹیک کر تھا اور اسمین شک نہین کہ یہ سجدہ عبادت نہ تھا۔ اور واضح ہو کہ حدیث

مین آیا ہو کہ آدم کو حکم ہوا کہ اس گروہ ملائکہ کو سلام کرے انھون نے جواب مین وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا تو تعلیم ہوئی کہ یہی تیری و اولاد کی باہمی تحیت ہو کما فی السنن۔ اور مترجم کہتا ہو کہ یہان اس قسم کی گفتگو ایک قیاسی بات ہو کیونکہ ملائکہ کی اصلی حالت کو قیاس کرکے سر تا پاک تجویز کرکے تب کہا جاوے کہ انکا سجدہ بھی سر ٹیک کر ہوتا ہی بس بہتر یہ ہو کہ اسقدر رجحان لیا جاوے کہ جو سجدہ اللہ تعالے کے واسطے مخصوص ہی وہ نہ تھا باقی کچھ تردد نہین کہ ملائکہ کو حکم ہوا کہ اسکو سجدہ کرو۔ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ پس سجدہ کیا ملائکہ نے کل نے سب نے سب نے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ ظاہرا یہودیون کی روایت سے ابن جریر رحمہ اللہ تعالے نے یہان بعض سلف سے نقل کیا کہ اول ملائکہ نے انکار کیا تو انکو اللہ تعالے نے خاک کر دیا پھر دوسرے پیدا کیے انھون نے فورًا سجدہ کیا۔ اہل اسلام کے نزدیک بنص قرآنی ملائکہ نورانی ہین جو حکم ہوتا ہی بلا درنگ بجالاتے ہین پس یہ روایت یہودیون کی نادانی ہو بلکہ جن ملائکہ کو حکم تھا انھون نے فورًا بغیر تاخیر کے سجدہ کیا۔ اسی وجہ سے جس عبادت کا حکم ہوا اسکو فورًا ادا کرنا عمدہ ہو جیسے حدیث مین ہو کہ کسی نے پوچھا کہ کون عبادت افضل ہو فرمایا کہ نماز کے اول وقت مین نماز ادا کرنا۔ واضح ہو کہ عشاء کی تاخیر تہائی رات تک دوسری وجہ سے مستحب ہو اور تمام کلام فقہ مین ہو۔ مبرد نے کہا کہ کلھم سے معلوم ہوا کہ کوئی نہین چھوٹا اور اجمعون سے سب نے یکبارگی سجدہ کیا۔ بعض نے کہا کہ اجمعون تاکید کے بعد تاکید ہو۔ زجاج رحمہ اللہ تعالے نے اسی کو ترجیح دی۔ نیشاپوری رحمہ اللہ تعالے نے کہا کیونکہ اجمعون باوجود معرفہ کے حال ہوتا تو اجمعین بنصب ہوتا اور یہی کرخی نے اختیار کیا۔ بعضے مفسرین نے لکھا کہ سب سے اول اسرافیل نے سجدہ کیا تو اُسکو کرامت عطا ہوئی۔ مگر ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہو کہ یکبارگی سجدہ واقع ہوا غرضکہ سب ملائکہ نے سجدہ کیا کوئی باقی نہین رہا۔ اِلَّآ اِبْلِيْسَ سوائے ابلیس کے۔ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ اس نے انکار کیا اس بات سے کہ ہو جاوے سجدہ کرنے والون کے ساتھ۔ یعنے اللہ تعالے نے اس بشر کو سجدہ کرنے کا حکم جنکو دیا تھا اس حکم بجالانے مین اللہ تعالے کی فرمانبرداری کا سجدہ ہوا ایس سجدہ کرنے والون کے لیے بھی فضیلت درجات تھی جنھون نے مانا اور ابلیس نے یہ ثواب نہ لیا کہ سجدہ کرنے والون کے ساتھ ہو جاوے۔ اسی مین ایک اشارہ ہو کہ وہ ملائکہ مین سے نہ تھا بلکہ اُنکے ساتھ عبادت کرتا تھا۔ اور دوسری آیت مین بھی تصریح ہو کہ کان من الجن ففسق عن امر ربہ۔ یعنے وہ ابلیس تھا جنون مین سے سو اپنے پروردگار کا حکم بجالانے سے باہر ہوا۔ ابو السعود رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ یہان استثناء درست ہونا دو طرح سے ہو ایک یہ کہ ابلیس جنون مین سے تھا ولیکن وہ تنہا ہزارون ملائکہ کے بیچ مین تھا تو انھین مین شمار ہو کر مستثنے کیا گیا اور دوسرے یہ کہ ملائکہ کی ایک قسم جن کہلاتی ہو جنکی اولاد بھی ہوتی ہو وہ اس قسم مین سے ہو۔ مترجم کہتا ہو اگر یہ ثابت ہو تو شاید اس قسم کے ملائکہ بالکل فرمانبردار نہونگے اور قرآن پاک مین جو ملائکہ کے بارہ مین آیا کہ لا یعصون اللہ ما امرہم۔ وہ اللہ تعالے کے حکم کی نافرمانی نہین کرتے۔ تو یہ نورانی ملائکہ کی شان ہوگی ولیکن اعتقاد یہ ہو کہ ملائکہ خلقت نورانی ہو جو نافرمانی کرنے کا مادہ نہین رکھتے جیسے انکو تھکاوٹ وغیرہ نہین ہوتی ہو۔ اسی واسطے شیخ سیوطی رحمہ اللہ تعالے و دیگر محققین نے کہا کہ یہان حرف الا بمعنے لکن ہو اور یہ فصیح زبان عرب مین معروف ہو تو معنے یہ ہین کہ ملائکہ تو سب نے سجدہ کیا ولیکن ابلیس جسکو ملائکہ کے شمول مین سجدہ کا حکم ہوا تھا اس نے ازراہ تکبر و اپنے آپ کو بڑا سمجھنے اور آدم پر حسد کرنے کے سجدہ نہ کیا۔ درحقیقت اس نے آدم پر حسد نہ کیا بلکہ اللہ تعالے کے حکم کو نہ دیکھا کیونکہ اللہ تعالے کا حکم سب سے بزرگ ہو تو اس حکم کی تابعداری اسپر فرض تھی۔ چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ فرمایا کہ اے ابلیس۔ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ تجھے کیا ہوا کہ تو نہو سجدہ کرنے والون کے ساتھ یعنے ملائکہ کے ساتھ باوجودیکہ تجھے ملائکہ کی فرمانبرداری و تقرب بجناب باری و بزرگی معلوم ہو چکی ہو۔ قَالَ لَمْ اَكُنْ بولا کہ مجھے نہین چاہیے یا میرے لائق نہین ہو

کہ لِاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ مین سجدہ کرون ایک بشر کو جسے تونے پیدا کیا ہو کھنکھناتی مٹی سے جو خشک گارے سی ہو گئی ہو یعنے یہ مادہ تو بہت ردی ہو اور میرا مادہ آتش جو ہر شریف ہو اور نیز بشر ایک جسم کثیف ہو جسکا بشرہ بعد انظر آتا ہو اور وہ ایک جسم لطیف ہر شکل بنجانے کے قابل ہو کما قال الرجی اور خلاصہ یہ ہو کہ اپنے کو عمدہ و آدم کو بدتر قرار دیکر اُسکے لیے اپنا سجدہ کرنا کسی لائق نہ جانا چنانچہ دوسری جگہ مصرح ہو کہ انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین۔ مین اس سے بہتر ہون مجھے تونے آگ سے پیدا کیا اور اسکو گارہ مٹی سے بنایا۔ یہ قیاس اس نے اپنی رائے سے بنایا اور حقیقت حال سے ناواقفی کا کچھ خوف نہ کیا باوجود اسکے اللہ تعالے کے حکم کی طرف اسکا خیال نہوا کہ اگر فرض کرلیا جاوے کہ جسم بشری سے جسم ابلیس اچھا سہی تو سجدہ کرنا اسپر نہ تھا بلکہ حکم اللہ تعالے کی تعظیم تھی وہ بسر وچشم بجالانا فرض تھا۔ اسی سے علماء نے کہا کہ اگر کوئی کہے کہ اگر سور کے حلال ہونے اور اُنکی بزرگداشت سمجھنے کا حکم نازل ہو تو بھی مین اسکو پلید وخوار جانون تو کافر ہو جانے کا خوف ہو کیونکہ یہ احکام تو اللہ تعالے کی فرمانبرداری ہو یعنی بندگی وعبودیت کے ہین پس اگر شراب حرام کردی تو بسر وچشم اسکو حرام جانتے ہین اور اگر یہود کے برخلاف اونٹ کا گوشت حلال کیا تو بسم اللہ حلال ہو۔ علماء نے کہا کہ اس نے اقرار کیا کہ تو نے مجھے واسکو پیدا کیا اور مجھے فخر ہو ورنہ ظاہر از یادہ سوا اسکے مین پڑتا۔ **مترجم** کہتا ہو کہ ہمارے علماء نے کہا کہ دنیا مین گمراہ فرقہ جس بات کو صریح اپنے اوپر لازم کرے یا وہ بات صریح لازم ظاہر ہو حالانکہ وہ کفر ہو تو کافر ہوگا ورنہ اگر کسی گمراہ فرقہ کے اعتقاد سے کوئی بات کفر کی بدلیل لازم آتی ہو تو اس سے تکفیر نہوگی جیسے مثلاً بعض شیعہ فرقہ بعض صحابہ کی راہ سے منکر ہین حالانکہ اس صحابی کا طریقہ عین تعلیم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھی تو شریعت وطریقۂ نبوی سے انکار ہوا پس کفر ہوا لیکن شیعی نے طریقہ رسول صلعم سے انکار کا التزام نہین کیا اسوجہ سے تکفیر نہوگی بخلاف اسکے اگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صحبت سے منکر ہو تو کافر ہے کیونکہ وہ لازم ظاہر وصریح ہو اور خلاصہ مطلب یہ ہو کہ اس آیت سے نکلا کہ شیطان کا سجدہ نہ کرنا انکار حکم الٰہی تھا کہ وہ بیجا واقع ہوا ہی پس کفر ہو گیا اور فقط سجدہ نہ کرنا گناہ تھا۔ اسی طرح نماز ترک کرنا گناہ ہی لیکن اگر دل مین حکم الٰہی کی طرف کوئی بات کفر کی ہو تو باطن مین کافر ہوگا

ف فی العرائس قولہ تعالے واذ قال ربک للملائکۃ انی خالق الآیہ۔ پہلے سے انکو یہ خبر اس فائدہ سے دیدی کہ ملکوت اصغر انپر ظاہر کیا جاویگا تاکہ اس سے ملکوت اکبر مشاہدہ کرین تاکہ اسمین عجائب صنعت وقدرت وآیات جمال وجلال دیکھین کیونکہ آدم ایک آئینہ حق تھے جسمین آیات الٰہی کا مشاہدہ تھا پس امتحان اور اُنکے نفوس کا اضمحلال تھا پس آیات مشاہدہ دیکھکر اُسکے لیے خضوع مین آوین ؎ پر تو روے ترا در خلوتم دید آفتاب + می زود چون سایہ ہر دم بر لب بامم ہنوز۔ قولہ فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی الآیہ۔ یہ اظہار واعلام ہو کہ شرافت آدم کو اسی وجہ سے تھی کہ انکا تسویہ فرمایا اور نفخ روح فرمائی۔ **مترجم** کہتا ہو کہ ملائکہ نے آدم سے اپنا شرف چاہا تھا تو حکم ہوا کہ جسکو مین نے دست قدرت سے بنایا اسکو اُنکے برابر نہ کرونگا جنکو کُن سے پیدا کردیا چنانچہ پہلے یہ حدیث مین لکھ چکا ہون۔ شیخ نے کہا کہ شرف آدم بشان الٰہی وظہور صفات تھا اور تسویہ وہ جامع انوار تجلیات ہوتا تھا جس سے تمام مخلوقات کے لیے قبلہ الٰہی ہو گئے پس معائنہ قدرت وعجائب لطف کے وقت انکو سجدہ کا حکم دیا۔ شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اسمین اشارہ ہو کہ جب خصوصیت آدم کی ظاہر کردی کہ وہ مخلوق بدست قدرت کاملہ ہو برخلاف سائر مخلوقات کے اور اسمین نفخ روح کی ایک شان خاص ہو تو وہان کسی دوسری مخلوق کو مجادلہ کرنے کی گنجائش نہین ہو اور ہر ایک کو چاہیے کہ شان الٰہی سبحانہ تعالے کے حکم کی فرمانبرداری کرے اور اسکو سجدہ کرے۔ شیخ واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جب آدم مین روح پھونکی گئی تو روح کی معرفت یون ہو کہ حق تعالے جل شانہ خود علیم خبیر ہو اور اسکا علم حضرت تبارک وتعالے کو ہو پس جبکہ ملائکہ کو اُسکی صورت ظاہری جسم کی حجاب ہوئی اور جمال روحی نہ دیکھ سکے اور جو کچھ اللہ تعالے نے اسمین عجائب صنعت عزت و

جلال وشان جمیع صفات سے رکھی تھین باوجودیکہ اسکو صغیر کردیا تھا اگرچہ تسویہ اسکا اپنی شان پر ہوا انھون نے نہ دیکھا اور مشاہدہ عین جبروت وملکوت اسمین حاصل نہوا اور آئینہ ناسوت مین حقائق لاہوت نظر نہ آیا تو انھون نے پہلے عرض کیا کہ۔ اتجعل فیہا من یفسد فیہا یعنی زمین مین تو ایسے کو خلیفہ فرماویگا جو اسمین فساد مچادے ولیکن ملائکہ نے یہ عرض بطریق اعتراض نہین کی تھی بلکہ نیک نیت سے عرض کی تو حق عزوجل کو انپر رحم آیا اور حجاب غیرت کو چہرہ آدم سے اُٹھا دیا تاکہ ملائکہ کو اسکا مرتبہ ظاہر ہو پس اُنھون نے آدم مین انوار اسماء وصفات کے دیکھے اور روشنی سبحات ذات کی اُسکے چہرہ سے پائی اور نور علے نور اسمین دیکھا اور ربوبیت کی شان کا اسپر لباس نظر آیا پس اُنکی عقلین گم ہوگئین بسبب صولت جلال کے اور جمال سے اُنکے قلوب مائل ہوئے تو اُنھون نے اسرار سے واقف ہوکر کمال محبت وشدت شوق سے اسکے لیے سجدہ کیا۔ قولہ فسجد الملائکۃ کلھم اجمعون۔ جو نور حق انکو آدم سے نظر آیا درحقیقت ملائکہ نے اسی نور حق کے لیے سجدہ کیا تھا نہ آدم کے واسطے بلکہ اس نور ازلی وابدی کے لیے بلکہ محض ازلی وابدی کے لیے جو بدباطن کجدل وغلط کار و ناہنجار لوگون کے اشارہ ووہم وقیاس وغیرہ اوہام سے پاک منزہ ہی اس مقام کو سمجھنے والا سمجھتا ہی اور جو کوئی ملائکہ کو قیاس مین نہین لاسکتا ہو وہ اس سے زیادہ بلند پروازی کہان کرسکتا ہی۔ پھر جو کچھ ملائکہ نے دیکھا اسکو ابلیس نے نہ پایا کیونکہ وہ درحقیقت عالم قہر مین سے تھا پس عالم جمال سے وہ قطعی محجوب کردیا گیا تھا لہذا فرمایا قولہ الا ابلیس ابی ان یکون مع الساجدین۔ اور اگر ابلیس اسکو اس شان حقیقی سے دیکھتا تو اسکے واسطے ہزار بار سجدہ کرتا۔ بعضے مشائخ نے کہا کہ ابتدا مین ملائکہ نے آدم کی شکل وہیات دیکھی اور جو روح کی اضافت اپنی جانب حضرت رب تبارک وتعالے نے فرمائی ہی اسکو نہین دیکھا اور جو خصائص فرمائے تھے کہ مین نے اسکو پیدا کیا اور قبضۂ قدرت سے مین نے اُسکو مستوی کیا اور یہ کہ اسکو اسماء کی تعلیم دی تھی اور غیب پر اُسکو مطلع کیا تھا یہ کچھ انمین ظاہر اثر نہ کرنے پایا تھا کہ انھون نے سوال کیا پس جب حق سبحانہ تعالے نے ان خصائص کو ظاہر کردیا تو اسکے لیے سجدہ مین گر پڑے۔ واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ روح آدم مین اور دیگر اشیاء مین فرق یہ ہی کہ مخصوص آدم مین تسویہ خلقت ہی یعنے قولہ فاذا سویتہ الخ اور تخصیص اضافت ہی یعنے ونفخت فیہ من روحی۔ پس اسکو قرب الٰہی ومعرفت حاصل ہی اور اسکو اپنے حکم سے سرفرازی دی اور مرجع اسکا اللہ تعالیٰ جل شانہ کی طرف ہی اور بیان اشارہ وعبارت سب عاجز ہین اور یہ سب اسی وجہ سے ہی کہ حق تعالے نے اسکو ذلت قہری نہین دی بلکہ عزت فخری عطا فرمائی ہی اسکا نطق بصفت الٰہی ہی اور تعقل باشارہ حق ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ اس مقام پر فقط آدم کی خصوصیت محل غور ہی کہ شاید انکی ذریات مین جو کافر ہین انمین قلوب نہین ہین پس انکا تعلق علم الٰہی جل شانہ مین ہی کہ آدم سے کیا نسبت رکھتے ہین اور ایک حدیث مین ہی کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی بائین جانب کی سیاہ روحون کو جو پیدا نہین ہوئی ہین دیکھکر روتے ہین اور دائین جانب سپیدون کو دیکھکر ہنستے ہین۔ شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اللہ تعالے عزوجل نے ملائکہ کی آنکھین کھول دین انھون نے خصائص آدم کو دیکھ لیا اور ابلیس کی آنکھ اندھی رہی اسی واسطے ملائکہ نے عذر کیا اور اُنکے برخلاف ابلیس نے جھگڑا کیا۔ وقال انا خیر منہ الآیہ۔ شیخ ابو الحسین رح نے کہا کہ ملائکہ نے روح اور اس اختصاص کو جو اللہ تعالے نے حضرت آدم علیہ السلام کو عطا فرمایا تھا معائنہ کرکے حکم الٰہی کی فرمانبرداری مین آدم کو سجدہ کیا اور ابلیس نے انکار وتکبر کیا اور وہ تو فرمانبرداری وعبادت کی حالت مین بھی ایسا ہی بلکہ اس سے بدتر تھا کیونکہ اُس نے کبھی اللہ تعالے کی عبادت نہین کی بلکہ اپنے نفس وہوائے نفسانی کے عبادت ہی مین مستغرق تھا۔ مترجم کہتا ہی کہ نادان آدمی بظاہر اس کلام مین جھگڑا کریگا کہ پھر اللہ تعالے نے اسکو یہ منزلت کیونکر عطا فرمائی تھی کہ ملائکہ کے درمیان رہا کرے بلکہ انکا معلم ہوا اور جو لوگ کہ علم رکھتے ہین وہ اس کلام کو تحقیق وصحیح جانتے ہین اور اسی کی نظیر بلعم باعورا تھا جسکو اسم اعظم عطا ہوا تھا اور یہ ظاہر ہی کہ جو شخص ازلی

کافر ہوا سکو قلب نہین ملتا بلکہ افئدتہم ہواء کے معنے قلب خالی ہوتا ہی اور جو شخص واصل ہو جاوے پھر جاہل ہونا اسکا تصور مین نہین آسکتا ہی اور یہ ممکن ہی کہ آدمی اپنے آپ کو مومن یا واصل سمجھے مگر واقعی نہو اور جب واقعی معرفت نہوئی تو عبادت اسی چیز کی ہوگی جسکو وہ حاصل رکھتا ہی اور اسکا حاصل فقط نفس و ہوائے خیالی کی تصویر ہی پس بالضرور اُس نے اللہ تعالے جل شانہ کی عبادت نکی مگر یہ زیادہ بدتر ہوا کہ اُس نے غیر کی عبادت کی اور زیادہ بدتر ہوا کہ غیر کو اُس نے خدا بنایا اور منجملہ فوائد کے اس مقام پر چند فوائد ضروری ہین از انجملہ یہ کہ ہر حال مین بندہ کو چاہیے کہ رب تبارک و تعالے ارحم الراحمین سے راہ مستقیم و وصول مطلوب تحقیقی کی ہدایت چاہیے اور کثرت قولہ اہدنا الصراط المستقیم اور اسکے بعد صراط الذین انعمت علیہم الآیہ کی عظمت ظاہر ہو گئی۔ اگرچہ جو شخص حقیقی وصول کو پہونچا اُسکے لیے بھی یہ دعا فرض ہی کیونکہ منزلت بے انتہا ہی اور ہنوز اسکی ابتدا مین ہی۔ از انجملہ یہ کہ کرامت پر مغرور نہو بلکہ عبودیت کی راہ و اخلاص پر ثابت قدم ہونا البتہ فضل عظیم ہی اور ظاہری خرق عادت دلیل کرامت جب ہی ہی کہ وہ بندہ راہ حق پر مستقیم ہو۔ از انجملہ عالم جو مسند تعلیم پر متمکن ہوا سکو اپنے نفس پر خوف کرنا چاہیے کہ کہین شیطان کے مانند استدراج مین نہو اور حدیث مین آیا ہی کہ اللہ تعالے اس دین کو مرد فاجر سے قوت دیتا ہی اور دوسری حدیث مین ہی کہ اللہ تعالے اس دین مین لوگون کو نفع ایسے شخص سے دیتا ہی جسکے واسطے خود کچھ حصہ نہین ہی۔ از انجملہ عبودیت فقط امر حق سبحانہ تعالے کی فرمانبرداری ہی اس نظر سے کہ اللہ تعالے کا حکم ہی حتے کہ تمام طاعات جو اس نظر سے نہون اگرچہ فقط اسی کا سجدہ ہو خالص نہین اور جو اُسکے حکم کی بندگی ہو اگرچہ غیر کو سجدہ کا حکم دیوے وہ اسی کی بندگی اور اسی کا سجدہ ہی اور سابق مین حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی تفسیر مین تحت قولہ فمن تبعنی فانہ منی و من عصانی الآیہ اشارات بیان ہو چکے ہین کہ او تعالے جلشانہ کی بارگاہ مقدس مخلوقات کی فرمانبرداری و نافرمانی سب سے پاک ہی کیونکہ مخلوق جب اپنی ذات سے حادث ہی تو اُسکے افعال و اعمال کیسے ہی صالح ہون حادث کے حادث اور اللہ تعالے کے پیدا کیے ہوئے ہیں انکو ذات قدیم مستغنی اعلے از قیاس و گمان و وہم تک کیا مناسبت ولگاؤ ہی اور جس سمجھدار نے یہ مقام سمجھ لیا اسکو یہان آدم کو سجدہ کرنے مین کچھ بھی خلجان نہین ہی از انجملہ مذموم سخت یہ ہی کہ آدمی ضعیف بے بنیاد تکبر کرے یا احکام آلہیہ مین چاہے کہ ہر ایک بات کی کنہ حقیقت دریافت کرنے کے بعد ماننے اور جو بات اُسکی عقل مین نہ آوے اس سے بد اعتقاد ہو یہ سب بدتر حالات ہین اور اُنکی برائی و مذمت بالکل بدیہی ہی اسلیے کہ اس محسوس مخلوق مین جسپر آدمی کو بزرگی دی گئی ہی ہزارون چیزین موجود ہین کہ انکی کنہ حقیقت سے آدمی کی عقل بالکل بے بہرہ ہی بلکہ اسکے جسم مین خود ایسی چیزین ہین کہ وہ اپنی ذات سے یقینی وقوف نہین رکھتا ہی تو پھر تمام جہالت ہوئی کہ وہ اللہ تعالے کے ہر حکم پر کنہ حقیقت سے آگاہی کا دعوے کرے۔ یہان اور بھی علوم ضروری ہین کہ انکو غور سے سمجھ لینا چاہیے واللہ تعالے ہو الولی الہادی۔ پھر شیخ رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ جب ابلیس نے اپنی جہالت و بدبختی سے سجدہ نہ کیا تو اللہ تعالے نے مقدر مشیت اسپر جاری فرمایا اور اسپر حجت قائم فرمائی بقولہ قال یا ابلیس مالک ان لاتکون مع الساجدین۔ اسکے اشارات مین سے ہی کہ جو شخص دعوے کرے وہ جاہل بدکردار ہی کیونکہ ابلیس کو دعوی معرفت و عبودیت و کمال علمی تھا باوجود اسکے حضرت آدم علیہ السلام کے خصائص و ظہور صنائع حق سبحانہ تعالے اسکو معلوم نہوئے اور سب دعوے مین وہ جاہل ثابت ہوا کیونکہ معرفت کے دعوے پر لازم تھا کہ عبودیت معبود سبحانہ تعالے کا ظہور بوصف ربوبیت مشاہدہ کرے کہ جملہ مظاہر مین ظاہر ظہور خالق عزوجل ہی اور یہی معنی قولہ تعالے اللہ نور السموات والارض الآیہ اور تاویل بوجہ نافہمی عوام کے ہی اور دعوی علم مین کاذب اسلیے کہ امر الٰہی سے ورائے امر کے اسرار ظہور و لباس قدرت مشاہدہ علمی لازم تھا مع ان اسرار کے جو اس خاک مین فضل و کمال کے مخفی و مستتر فرمائے تھے اور یہان سے ظاہر ہوا کہ جو کوئی ایسے علم کا دعوے کرے کہ اسرار الٰہی اسکے احکام و مخلوقات کے اسپر تحقیقی واضح ہوئے

یا اسکے امکان مین ہین تو وہ مثل ابلیس کے برگشتہ ہوگا اور یہ صحیح ہی کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندون مین سے جسکو چاہتا ہے علم دیدیتا ہی اور دعوی عبودیت مین اسکا کاذب ہونا تو صاف ظاہر ہی کہ حکم کی فرمانبرداری مین اُس نے کسقدر جہالت سے اپنی خواری نکالی تھی اور اپنی فضیلت کے دعوی مین کمال جہل سے نص صریح کے مقابلہ مین قیاس کیا پھر اس سے زیادہ بدتر اسکے جواب مین یہ امر ہی کہ حضرت بارگاہ کبریا عزوجل مین اُس نے اپنی خودی و تکبر کو بیان کیا کما قال تعالےٰ لم اکن لاسجد لبشر خلقتہ من صلصال الآیہ شیخ رحمہ اللہ تعالےٰ نے لکھا کہ اس ملعون نے غلط دعوے کیا تھا کہ وہ خلوص کے ساتھ بندگی کرتا ہی اور قدیم عزوجل کو حادث سے پاک منزہ وحدانیت کے ساتھ جانتا ہی وہ جاہل جانتا تھا کہ عبودیت خالصہ یہی ہی کہ رکوع وسجدہ کی صورت پیدا ہو جاوے اور یہ نہین جانا کہ اللہ تعالےٰ کے حکم کی فرمانبرداری کرنا جسطریقہ سے اُس نے حکم فرمایا ہو یہی عبودیت ہو اور اگر وہ جنیو ڈالنے کا حکم فرماوے تو اسکا حکم بطوع و رغبت بجا لاوے اور ہزار زنار کمر پر باندھے اور پروانہ وار اسی کے حکم کے گرد پھرے جو اسکا حکم ہو اور اپنی مراد و خوشی سے بالکل سروکار نہ رکھنا عشق کی شان ہی اور جب محبوب کے حکم مین چون وچرا ہی تو وہ خود پسند گمراہ ہی کاش اُس نے آدم مین مشاہدہ ملائکہ پایا ہوتا۔ کیونکہ آدم مثل کعبہ کے قبلہ ظاہر تھے اور سجدہ نہین واقع ہوتا مگر مشاہد ربوبیت مین کیونکہ سجدہ کے لائق سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی چیز نہین ہی اور مقام امر مقام امتحان ہی اور ابلیس ملعون نے زعم کیا کہ مین توحید مین زیادہ مستحکم ہون کہ مین نے غیر کو سجدہ نہ کیا حالانکہ وہان غیر نہ تھا کیونکہ نظر عین الجمع مین وہ وہی تھا اور اگر اسکی نگاہ صحیح ہوتی تو وسائط پر نہ پڑتی کیونکہ عین الجمع مین دلیل و مدلول درحقیقت واحد ہین اگرچہ بلحاظ رسوم کے ایک نہین ہین یعنے ممکن و مخلوق و حادث تو کبھی قدیم نہین ہوسکتا لیکن نظر تو عین توحید پر ہی پھر یہ چیزین جو محض عبارت ہین کیونکر آئین سوائے اسکے کہ توحید نہین تھی اور وہ ملعون اپنی جہالت سے اپنے کو مقام توحید کا عارف سمجھا اور درحقیقت عین الجمع سے جاہل تھا اور یہی اسکی غلطی تھی کہ معرفت توحید تو یہی ہی کہ قدیم کو حادث سے الگ و فرد صمد وحدہ لاشریک یقین کرے مگر اس شان سے الگ کرنا کہ وحدت وغیرہ انہین سے کسی چیز کو اُس پاک جل شانہ سے لگاؤ نہو اسی مقام مین بعضے عارفین قدس سرہ نے فرمایا کہ اگر مثلاً زید کو اللہ تعالےٰ جل شانہ کی مخلوق دیکھکر کہے کہ یہ وہ نہین ہی تو اسمین کچھ شک نہین کہ زید حادث مخلوق ہی مگر اس شخص نے حق تعالےٰ کے ساتھ اشارہ سے امتیاز و تفرید کی اور وہان اشارہ کو بھی گنجائش نہین ہی پس اُس نے شرک کیا اور شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ ابلیس ملعون کی نظر تو آدم پر تھی اور ایک نظر اپنی ذات پر تھی تو دو نظرین اسپر حجاب تھین اور اگر عارف ہوتا تو غیر کی نظر ہی نہوتی اور اسپر وہ دعوے کرتا تھا اور یہ دعوے عین نظر اپنے اوپر تھی جو بالکل حجاب ہی پھر اللہ تعالےٰ کی معرفت کا دعوے برعکس ہی تھا کہ وہ معرفت کے کسی درجہ تک بھی نہین پہونچا تھا اور یہ نہین دیکھتے کہ اگر کچھ بھی محل تحقیق مین ہوتا تو کسی حادث کی خدمت کے لیے اسکو حکم نہوتا وہ تو مبتدی بھی نہ تھا بلکہ وہ ارادت کے ابتدائی درجہ مین بھی نہ تھا کیونکہ اگر ہوتا تو حضرت آدم علیہ السلام کے قدمون کی خاک اپنی آنکھون مین سرمہ کرتا اور اسکو مفرح یاقوت و قند سے زیادہ بلکہ بے قیاس نعمت سے زیادہ لذیذ پاکر کھالیتا کیونکہ مرید اپنے مقتدی کی محبت مین والہ و شیدا ہوتا ہی ولیکن اسکو کیا نفع ہوتا کہ وہ مرید نہین تھا بلکہ مرید تھا یعنے سرکش متکبر گمراہ تھا کیونکہ اپنی رائے پر نازان و اپنی عبادت و معرفت مین اپنے نفس کو اچھا دیکھنے والا تھا پس اُس نے اپنے مقتدی سے انکار کیا اور نظر حق سے مطرود اور مردود ابدی ہوگیا اور ہم اللہ تعالےٰ سے پناہ مانگتے ہین ہر گمراہی اور اُسکے غضب سے اور مترجم کہتا ہی کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اور اپنے نیک بندون کی برکت سے مجھ گنہگار کو بھی شیخ رح کی دعا مین داخل کرکے ہر گمراہی سے پناہ عطا فرماوے اور حقیقی مرضی ایمان پر میرا خاتمہ بخیر کردے آمین یا ارحم الراحمین شیخ رح نے لکھا کہ شیطان کی جہالت تھی کہ اندھا ہو کر اُسنے تکبر و غرور و ریاء و ضلالت سے تمام قدرت و قبولیت الٰہی جل شانہ کو نہ پہچانا اور مکان قرب سے دور اور وادی طرد و لعن

مین سرگردان ابدی ہوگیا و قد حکم اللہ تعالے جل جلالہ

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ۝ وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ۝ قَالَ رَبِّ

فرمایا کہ تب تو نکل یہان سے کہ تو دھتکارا ہوا ہے اور تجھپر لعنت ہے تا روز قیامت بولا کہ اے میرے رب

فَأَنظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ۝ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ

تو مجھے مہلت دے اُس دن تک کہ وہ قبرون سے اُٹھائے جاوینگے فرمایا کہ تو مہلت دیے ہوے لوگون سے ہے وقت معلوم یعنے قیامت کے دن تک

قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝

بولا کہ اے میرے رب قسم ہے مجھے تیرے ہی گمراہ کر دینے کی مجکو ضرور زینت دونگا انکے لیے زمین مین اور ضرور مین گمراہ کردونگا انکو سب کو

إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ۝ قَالَ هَٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ۝ إِنَّ عِبَادِي

سوائے تیرے بندون کے انمین سے جنکو تو نے خلاص کردیا ہے فرمایا کہ یہ راہ ہے مجھپر ٹھیک سیدھی بیشک جو میرے بندے ہین

لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ ۝ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ

نہین تجکو انپر کچھ قابو ولیکن انپر جو تیری فرمانبرداری کرین بھٹکے ہوے اور البتہ جہنم ان کی وعدہ گاہ ہے

أَجْمَعِينَ ۝ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِّكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ ۝

سب کے سب کے لیے جہنم کے سات دروازے ہین ہر دروازے کے لیے انمین کا ایک حصہ بانٹا ہوا ہے

ع ۱۹ ۳

قَالَ - یعنی جب ابلیس نے فرمان الٰہی کے مقابلہ مین اپنی رائے سے نافرمانی کو ٹھیک سمجھا اور تکبر کا جواب دیا تو اللہ تعالے نے حکم فرمایا کہ فَاخْرُجْ مِنْهَا پس تو نکل یہان سے - بعض نے کہا یعنے جنت سے اور بعض نے کہا کہ آسمان سے اور بعض نے کہا جماعت ملائکہ سے - اور ظاہر کلام شیخ سیوطی رحمہ کا یہ ہے کہ جنت سے نکل کیونکہ قلنا اھبطوا بعضکم لبعض عدو - مین آسمان سے اخراج متعین ہے کیونکہ آسمان بحکم قولہ وحفظناھا من کل شیطان - محفوظ ہے پس شاید کہ اول مین شیطان کو جنت سے نکالا پھر شیطان کو آدم و ذریات کے ساتھ آسمان سے زمین کو اُتارا اور بہتر یہ ہے کہ ان مقامات مین جو بات منصوص ہے اسی قدر پر اختصار کیا جاوے اور وہ عام آدمیون کی سمجھ کے لائق ہے اور اس سے زیادہ اسوجہ سے دشوار ہو جاتی ہے کہ عقل تو جسم کی خواہشون مین مکدر و آلودہ ہو رہی ہے اور روح صاف ظاہر نہین ہے اور اس ملک کا قیاس یہان ہو نہین سکتا اور چونکہ بعضے لوگ نادانی سے زمین کی چیزون پر قیاس کرتے ہین تو بھٹک جاتے ہین - رجیم کے معنے قاموس مین ہین کہ لعنت و شتم و مطرود کرنا و مہجور کرنا پس قولہ - فَإِنَّكَ رَجِيمٌ کیونکہ تو رجیم یعنے مرجوم ہے اسمین یہ سب معنی متحقق ہین کیونکہ رجم پتھر دن سے مارنا شیطان کے حق مین شہاب ہین اور پھٹکار وہان سے نکالی جانے سے اور مہجوری اُسکے حق مین ظاہر ہے اور لعنت اس کلام سے کہ - وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ اور یوم الدین یوم جزا ہے یعنی روز قیامت جسمین ہر کردار کا بدلا اُسکے کمانے والے کو ملیگا - اور حاصل یہ کہ اللہ تعالے نے ابلیس کو اسکے تکبر و نافرمانی و بے ادبی پر مرجوم وملعون کردیا اور ایسے ملعون کو وہان رہنے کا شرف نہین ہو سکتا تو حکم دیا کہ یہان سے خارج ہو - واضح ہو کہ مقام حج نمونہ قرب ہے اور رمی الجمار مقام منی مین شیطان کے مرجوم یعنے سنگسار ہونے پر دلیل ہے اور بندہ مومن بنام پاک اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ اکبر اللہ اکبر ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العزیز الحکیم شیطان کو رجم کرتا ہے اور خالی لاحول سے بھی شیطان کا دور ہونا حدیث صحیح سے ثابت ہے اور واضح ہو کہ جملہ عبادات مین شرط یہ ہے خلوص دل و عاجزی کے ساتھ اپنے رب عزیز حکیم سے چاہے کہ اسی کے حول و قوت سے شیطان مجھ سے دور ہو - سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالے سے

مروی ہی کہ جب اللہ تعالے نے ابلیس کو ملعون کردیا تو ملائکہ کی صورت سے اسکی صورت بگڑ گئی اور وہ ایسی آواز سے رویا جیسے عورتین
منھ ڈھانپ کر رونے والیان روتی ہین بس دنیا مین جو رونا ایسا پایا جاوے قیامت تک وہ اسی کے رونے مین سے ہی۔ رواہ ابن ابی حاتم
امام غزالی وغیرہ محققین علما نے تحقیق کردی کہ شیطان پر اللہ تعالے کی لعنت قیامت تک تحقق ہی ولیکن ہم لوگون پر لازم نہین کہ اسپر لعنت کرین
بلکہ یہ فعل اچھا نہین ہی اور جب شیطان پر لعنت کرنا اچھا نہین حالانکہ اسپر اللہ تعالے کی لعنت معلوم ہی تو کسی دوسرے پر لعنت کرنا بڑا
خطرہ ہی کیونکہ اگر وہ لعنت کے قابل نہوا یا انجام مین وہ ایمان پر مرنے والا ہی تو واقعی ملعون نہوا تو وہ لعنت جو لعنت کرنے والے پر لوٹنے سے
یہ تباہ ہوجائیگا اور حدیث مین گناہ سے بچنے کی تاکید کے لیے آپ نے عام طور پر بدون کسی شخص کو خاص کرنے کے البتہ کہا ہی جیسے لعن اللہ
الیہود والنصارے اتخذوا قبور انبیائھم مساجد۔ یعنے اللہ تعالے یہود و نصارے پر لعنت کرے کہ انھون نے اپنے انبیاء کی قبرون کو مسجد
بنا لیا۔ کیونکہ جو کوئی یہودی یا نصرانی مریگا وہ قطعی جہنمی ہوگا۔ اور واضح ہو کہ یہ لعنت جو آیت مین ہی اپنی رحمت سے بالکل دور کردینا ہی اور
کبھی عرب لوگ لعنت اسکے سواے دوسرے معنے مین بولتے ہین جیسے میرے پاس سے دور ہو تو یہ بھی اچھا نہین مگر وہ اس حکم مین داخل
نہین ہی۔ پھر جاننا چاہیے کہ آیت مین لعنت کی انتہاء روز قیامت مذکور ہی تو بعض علماء نے کہا کہ اس سے یہ لازم نہین کہ اسکے بعد نہو اور
بعض نے کہا کہ روز قیامت تک تو لعنت اسکے واسطے بطور اعمال بد کے ہوگی اور بعد اسکے سزاے لعنت یعنے سخت عذاب مین گرفتار ہوگا۔
بعض نے کہا کہ جب شیطان کے لیے یہ حکم ہوا کہ تا قیامت تجھپر لعنت ہی تو شاید اس نے سمجھا کہ وہ قیامت تک زندہ چھوڑا جائیگا پس اُسنے
درخواست کی چنانچہ آیت مین ہی کہ قَالَ رَبِّ فَأَنظِرْنِي بولا کہ اے میرے رب تو پھر مجھے مہلت دے یعنے موت نہ دے۔
إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ اس دن تک کہ آدم و انکی ذریات اُٹھائے جاوینگے۔ گویا اُس نے اپنے لیے دائمی زندگی مانگی اس لیے
کہ دوسری بار صور پھونکے جانے پر اُٹھائے جاوینگے پھر اسکے بعد موت نہین ہی۔ مگر بیضاوی مین ہی کہ اس نے اس درخواست مین دو باتین
چاہین ایک یہ کہ اسکو اغوا کرنے کے واسطے وقت وسیع ملے اور دوسرے یہ کہ بعث کے وقت تک نجات ملے کیونکہ بعد وقت بعث کے موت نہین ہی
مگر اول درخواست منظور فرمائی گئی اور دوسری منظور نہین ہوئی۔ چنانچہ فرمایا۔ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ
یعنی تجھے مہلت ہی تا روز وقت معلوم۔ بعض علماء نے کہا کہ وقت معلوم سے مراد قریب بعث کا وقت ہی کہ اسوقت شیطان مرجاویگا۔ اور
ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ وہ پہلا نفخہ ہی جب اول صور پھونکا جاویگا کہ اسمین ابلیس بھی مرجاویگا اور دونون نفخہ صور مین
چالیس سال کا فرق ہوگا۔ دوسرے نفخہ پر پھر سب زندہ اُٹھائے جاوینگے۔ بعض علماء نے کہا کہ اس نے یہ نہین چاہا کہ اسکو موت نہو بلکہ چاہا
کہ اسکے عذاب مین قیامت تک تاخیر کیجاوے۔ اور وقت معلوم سے بعض نے کہا کہ یعنے قیامت ہی۔ بہرحال وقت معلوم اس لیے کہا
کہ اسکا علم صرف اللہ تعالے ہی کو ہی کوئی اور نہین جانتا۔ البتہ اسکے علامات احادیث صحیحہ مین مذکور ہین اور اس زمانہ مین سب علامات
سواے چند کے پائے جاتے ہین اور بڑی علامت کہ دنیا ظلم و جور سے بھر جاوےگی اس نظر سے کہ بڑا ظلم اللہ تعالے سے کفر و شرک ہی اسوقت
صریح موجود ہی اور انشاء اللہ تعالے علامات دیگر جو صریح معجزات ہین جیسے مسلمانون کا کافرون مین ملجانا اور تمام روے زمین پر نصرانیون کا
غلبہ و کثرت ہونا وغیرہ دوسرے مقام پر مفصل بیان کرینگے۔ پھر واضح ہو کہ شیطان کی درخواست قبول ہونا اسکے لیے کرامت نہین ہی
بلکہ درحقیقت اسکے واسطے شدت عذاب و ذخیرہ بداعمالی ہی اور حکمت و مشیت الٰہیہ سبحانہ تعالے کے موافق ہی اور واضح ہو کہ کافر کی دعا
قبول ہونے مین علماء نے کہا بقولہ ما دعاء الکافرین الا فی ضلال۔ نہین دعاء کافرون کی مگر بھٹک مین۔ یعنی قبول نہین ہوتی۔ اور حق یہ ہی

کہ اس کلام کے معنے تو یہ ہین کہ کافر جس جانب پکارتا چلاتا ہی وہ گمراہی ہی اور جو دعا کرتا ہی وہ گمراہی مین ہی کیونکہ جب اس نے راہ مستقیم و اعتقاد صحیح نہین پایا تو جو چاہیگا وہ گمراہی مین ہوگا پس کافر کی دعا قبول ہوتی ہی لیکن اگر اُس نے دنیا کی آسائش و فراغت چاہی تو زیادہ گمراہی کے واسطے اور اگر دوسرا جنم اچھا مانگا تو وہ اور بھی گمراہی ہی بہر حال وہ سواے گمراہی کے کچھ نہین مانگیگا مگر یہ ممکن ہی کہ دنیا کی دولت اُسکو دیجاوے اور جیسے شیطان کو زندگی دراز دیدی گئی ۔ جب مطمئن ہوا تو اُس نے دوسرا حسد آدم سے ظاہر کیا ۔ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ بولا اے رب قسم مجھے تیری مجھے اغوار کرنے کی ۔ یعنی مین قسم کھاتا ہون تیرے اس فعل کی کہ تو نے مجھے غوی و گمراہ کردیا ۔ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ البتہ مین زینت دونگا اولاد آدم کے لیے زمین مین یعنے آدم خود تو برگزیدہ پیغمبر ہی مگر جو اُسکی اولاد مین سے ہونگے کہ جب تک دنیاوی زندگی مین رہینگے اُنکی نظرون مین گمراہی کو مزین کرونگا چنانچہ دیکھو کہ دنیا مین ایک قسم کے لوگ ہین کہ رنڈیون کا ناچ دیکھنا و دیگر افاحش انکی نظرون مین بہت اچھے معلوم ہوتے ہین اور دوسری قسم والے جو شیطان کے تزین سے بچگئے ہین اُسکو نہایت ناگوار و بیہودہ فحش سمجھتے ہین اور شیطان کا داؤن سب پر ہی سواے اُنکے جنکو وہ اللہ تعالےٰ کی بندگی مین مستقیم جانتا ہی چنانچہ آیت مین ہی ۔ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اور ضرور ان سب کو اغوار کرونگا ۔ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۔ سواے تیرے بندون کے انمین سے جنکو تو نے اخلاص کے ساتھ جدا کر دیا ہی یعنے وہی لوگ اپنے ہر کام مین سواے تیرے کسی شرک کو اور ریا کو اور نفس کے خطرات وغیرہ کو دخل نہین دیتے ہین ۔ اُس نے جان لیا کہ ایسے مخلص بندون مین اسکا وسوسہ کچھ کام نہ کریگا ۔ آثار مین آیا ہی کہ جب زمانہ بابرکت حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم تھا تو گروہ شیاطین پریشان ہو کر اُسکے پاس واپس جاتے اور کہتے کہ عجب بندے ہین کہ ہر چند ہم کوشش کرتے ہین ہمکو کچھ نہین ملتا ہی اور ہر ایک وسوسہ مین بجاے اسکے کہ اُنسے ہم کچھ پاوین وہ اپنے رب رحیم سے بہت خیر حاصل کر لیتے ہین وہ کہتا کہ صبر کرو کہ آیندہ تمھارے قبضہ مین اُنکی مہار ہوگی پھر جب حضرات تابعین رحمہم اللہ تعالےٰ کا زمانہ ہوا تو پھر گروہ ابلیس نے شکایت کی کہ عجب بندے ہین کہ مشکل سے ہم اُنسے کچھ پاتے ہین پھر فوراً وہ توبہ و استغفار سے اپنا پورا کر لیتے ہین اُس نے کہا کہ عنقریب ایسے ہونگے کہ تم اُنسے راضی ہوگے ۔ واضح ہو کہ جو کوئی اپنے قلب کی حفاظت اور اللہ تعالےٰ شانہ کی یاد مین کچھ دیر اپنی عمر کا حصہ صرف کرے اور دیکھے کہ کسقدر خطرات و بداعمالیان و وساوس سے شیطان آتا ہی تو اسکو معلوم ہو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین جو اللہ تعالےٰ نے فرمایا اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ بیشک رب تبارک تعالےٰ انپر نہایت مہربان رحمت سے بخشنے والا ہی ۔ یہ کسقدر عظیم نعمت و رحمت تھی ۔ یہان دو مقام ہین اول یہ کہ شیطان نے ذریات آدم کا زمین مین ہونا کہان سے جانا اور جواب یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ نے اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً اول سے فرما دیا تھا پس حضرت آدم علیہ السلام مع اولاد کا زمین مین خلیفہ ہونا معلوم تھا ۔ اور فی الارض سے معلوم ہوا کہ جب تک زندگی دنیاوی ہو اُسی قدر حصہ مین اثر شیطانی کا ظہور ہوتا ہی خواہ اسطرح کہ لوگون کی نظر مین گناہون کو اچھا مزین کرے اور گناہون مین پڑنے کا سبب ہو جاوے یا انکو دنیا کے آراستہ کرنے مین اور اسکی خواہش مین اور ایسے امور مین جس سے دنیا حاصل کرنے مین پڑ جاوین مشغول کر کے نیک کامون سے باز رکھے ۔ دوم اس نے استثناء کہان سے معلوم کیا تو مانند حضرت آدم علیہ السلام کے دیگر انبیاء مع صحابہ کے نمونہ تھے اور اُس نے زمین مین اُنکا مسکن و مدفن ہونا قیامت تک معلوم کر لیا تھا اور واضح ہو کہ جو اُس نے گمراہ کرنے وغیرہ کا دعوے کیا یہ اُسکے مقہور ہونے کی علامات سے ہی ورنہ فاعل مختار در حقیقت اللہ تعالےٰ ہی جیسا کہ آیات اسمین صریح ہین اور معالم وغیرہ مین آل عمران کے قولہ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ الآیہ کے تحت مین تزئین از جانب شیطان بطریق سبب ظاہری اور تزئین از جانب باری تعالےٰ

بطریق خلق مذکور ہو اور شیخ سیوطی رحمہ اللہ تعالے نے تفسیر درمنثور مین یہان ایک حدیث ذکر کی کہ مین راہ مستقیم کا ہادی راہ نمایندہ ہون اور واصل کر دینے کے اختیار مین سے مجھے کچھ نہین ہو اور شیطان گمراہی کی طرف بلانے و برانگیختہ کرنے والا ہو ولیکن گمراہ کر دینے کے اختیار مین سے اسکو کچھ بھی نہین ہو۔ واضح ہو کہ جن بیوقوف لوگون نے شیطان کے وجود سے فقط اسوجہ سے انکار کیا کہ وہ آنکھون سے محسوس نہین ہوتا ہو تو بالکل بے عقل ہین۔ جیسے کہ بہت سی قوتین زید کے جسم مین موجود ہین جو ہمکو محسوس نہین ہوتی ہین مگر ہم عقل سے جانتے ہین کہ زید مین انکا وجود ضرور ہی۔ پھر اس مقام کی آیت سے معلوم ہوا کہ آدمی کے واسطے بعد اللہ تعالے پر یقین لانے کی ضرور ہی کہ ہر دم کے شیطانی وساوس وخطرات سے اللہ تعالے کی جانب خلوص رکھکر بچتا جاوے اور جو لوگ آدمیون مین سے شیطان کے اغواء مین شیطانی ہوگئے ہین اُنسے اور زیادہ بچنا چاہیے کیونکہ بسبب ہمجنس ہونے کے اُنکی بات پر کان دھرتا اور عقلی قوت سے نیک و بدکی تمیز نہین کرتا بلکہ ہر شخص کا کام بھی نہین ہو کہ وہ تمیز کرسکے اور راہ یہی قرار پائی ہو چنانچہ اللہ تعالے کے کلام سے واضح ہوتا ہو۔ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ اللہ تعالے نے فرمایا کہ یہ راہ ہو مجھپر سیدھی۔ بعض علماء رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ ہذا کا مرجع مخلص بندون پر قابو ہونا یعنے اللہ تعالے نے اپنے فضل وکرم سے یہ بات اپنے حفاظت مین کرلی کہ بندگان حق عزوجل پر شیطان کو کچھ قابو نہوگا اور واضح ہو کہ اللہ تعالے خود ہی جانتا ہو کہ اسکے بندے کون ہین یعنے کن بندون کو اُسنے خالص کرلیا ہو اگرچہ یہ معلوم ہو کہ جو ایمان واسلام پر ہین وہ عام طور پر اُسکے بندے ہین حتے کہ انکا خاتمہ بخیر ہو جاوے بس ابتدا مین آدمی کافر ہوتا ہو اور آخر مین ایمان پر مرتا ہو اور ابتدا مین فاسق گنہگار بدکردار ہوتا ہو اور آخر مین پاک توبہ کرکے ایمان پر مرتا ہو یا ایمان پر ہوتا ہو اگرچہ اُسکے کام گناہ کے بھی ہون جبکہ اُسکے دل مین خالص یقین ہو تو یہ سب اللہ تعالے کے بندے ہین اور باقی سب شیطان کے گروہ مین شامل ہوتے ہین اور حضرت آدم علیہ السلام عالم آخرت مین اپنی بائین طرف سیاہ روحون کو جو پیدا ہونے والی ہین دیکھکر روتے ہین جیسا کہ حدیث مین ہو اسکی وجہ یہی ہو کہ یہ کافر لوگون کی روحین ہین جو اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام سے دائمی جدا ہونے والے ہین اور ہمیشہ شیطان کے ساتھ ہونگے۔ اور بعض علماء نے ہذا کا مرجع مشار الیہ سابق کلام قرار دیا چنانچہ کسائی رحمہ اللہ تعالے سے روایت کیا جاتا ہو کہ یہ امر بطور تہدید ودھمکی کے ہو یعنے ہر نیکی و بدی کی جزا وسزا مین ضرور دونگا اور بعض نے کہا بعضون کا تیری گمراہی مین جانا اور کچھ بندون کا اللہ تعالے کی فرمانبرداری مین رہنا اور تیرا سب کو سوائے مخلصین کے بھٹکانا اس سب کا مرجع اللہ تعالے کی طرف ہو یہی قول مجاہد وقتادہ وحسن بصری کا ہو ذکرہ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے۔ شیخ ابوالسعود رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ شیطان نے دعوے کیا تھا کہ تیری مستقیم راہ پر مین بیٹھکر لوگون کو ہر طرف سے بہکاؤنگا پس ظاہر یہ ہو کہ اللہ تعالے نے اُسکو رد فرمادیا کہ جو راہ مین نے بندون کے واسطے مقرر کردی ہو وہ خالص ہو جو اسپر مستقیم رہا وہ تیرے خطر سے بیخوف کردیا گیا۔ اقول یعنے شیطان کو رد کردیا کہ تو راہ مستقیم پر نہین بیٹھ سکتا ہو اسی واسطے حدیث مین راہ مستقیم کے دائین بائین بکثرت راہین شیطان کی بیان فرمائین کہ جیسے شہوات واسباب بے تعداد ہین ایسے ہی ہر شہوت کی جانب بلانے والے شیطان بے تعداد ہین۔ اور یہین سے کہا گیا کہ مرد نیک وبد کے واسطے عمدہ پہچان راہ مستقیم ہی حتی کہ جو کوئی راہ مستقیم پر قائم ہو وہ نیک ہو اور بدون اسکے مشتبہ ہو۔ اور یہ بھی جان رکھو کہ جو لوگ راہ مستقیم پر ہین انھین مین شیطان جھگڑے ولڑائیان ڈالتا ہو انکو ہوشیار رہنا چاہیے ورنہ جو لوگ گمراہ ہو کر اُسکے پیرو ہین انمین باہم اس راہ پر اتفاق وصلح ہو انمین ایسے جھگڑے ڈالنے کی شیطان کو خواہش نہین ہو بلکہ خلاف مقصود ہو اللہ تعالے اپنے فضل سے ہم سب کو راہ راست پر مستقیم رکھے۔ پھر اللہ تعالے نے حکم فرمادیا کہ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ بیشک میرے بندے اُنپر تجھکو کچھ قابو نہین ہو۔ اپنے بندے کہنے سے اُنکی شرافت فرمائی

اگرچہ مومن وکافر سب اسی کے بندے ہین اور نظیر اسکی ونفخت فیہ من روحی - اپنی روح سے یعنے اپنی پیدا کی ہوئی پھونکی تھی حالانکہ سب چیز اسی کی پیدا کی ہوئی ہو اور مراد یہان بندگان مخلصین ہین - اہل بلاغت نے کہا کہ علیھم یعنی اُنکے دلون پر - پس اس سے یہ لازم نہین کہ ان بندون کے اجسام سے گناہ نہو مگر اُنکے دل کافر نہونگے مثلاً اس گناہ کو حلال سمجھین وبے دھڑک کرین بلکہ توبہ کر لینگے - علماء نے کہا کہ کچھ قابو نہونا اس معنی کر ہی کہ ایسے قابو مین سے کچھ نہو گا جس سے وہ کافر دائمی جہنمی ہون یعنی توبہ نہ کرین یا شرک وغیرہ ایسا عمل کرین جس سے ہلاک ہو جاوین پس گنہگار مومنین جنکا یقین اللہ تعالیٰ ورسول پر قطعی ہی وہ بندگان الٰہی مین شامل ہین اور وہ بھی مخلصین مین سے ہین کیونکہ اگرچہ بعضے گنہگار کچھ دنون عذاب مین پڑین لیکن ہمیشہ ابد الآباد تک عذاب مین گھر کر دیے جانے والون سے اُنکو خلاصی ہی پس یقین وایمان سب بے زوال نعمت ہی کہ مومنون پر شیطان کا کچھ قابو نہین کہ انکو ابدی جہنمی کردے - اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ لیکن تیرا قابو اسپر ہی جس نے تیری پیروی کی ایسے لوگون مین سے جو گمراہ ہین علماء نے کہا کہ غاوین جو ابلیس کے پیرو ہین وہ مشرک لوگ ہین اور اللہ تعالےٰ نے دوسری آیت مین تصریح کر دی بقولہ انما سلطانہ علی الذین یتولونہ والذین ہم بہ مشرکون - یعنی شیطان کا قابو فقط انھین پر ہی جو اس سے دوستی رکھتے ہین اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسکا شریک لاتے ہین - شیخ ابو السعود رح نے کہا کہ اس کلام مین ایک تو مخلصین بندون کی بزرگی ظاہر فرمائی ہی اور یہ کہ شیطان کے دام اغواء سے وہ چھوٹے ہوئے ہین اور دوم یہ کہ غاوی مشرکون پر جو شیطان کا قابو ہی وہ کچھ اسوجہ سے نہین ہی کہ شیطان کو انپر حقیقی قدرت ہی بلکہ اسوجہ سے قدرت ہوئی کہ انھون نے کمبختی سے شیطان کی پیروی اختیار کی - واضح ہو کہ آخرت مین انحصار دو مقام پر ہی ایک جہنم اور دوسرے جنت جیسے جنت ملک کرامت وعزت ہی اسکے مقابلہ مین جہنم غارخواری ومصیبت ہی - پس مخلوقات بھی انھین دونون مقام کے واسطے تقسیم ہین پس جنکو کامل مومنین اور نیز ایسے مومن گنہگار جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے یا شفاعت شافع اکرم صلعم ودیگر صالحین سے بخشدیا وہ جنت مین چلے جاوینگے اور بعضے ایسے گنہگار مومن جنکے واسطے جہنم کی سزا تعین ہوئی تو خوب جان لینا چاہیے کہ انکا اصلی ٹھکانا جہنم نہین ہی بلکہ جنت ہی چنانچہ چند روزہ سزا کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انکو نکالکر انکو انکے ٹھکانے پہونچا دیگا - اب رہے شیاطین اور سواے مومنین کے باقی آدمی مشرکین وغیرہ تو ان سب کا ٹھکانا جہنم ہی چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا - وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ اور بیشک جہنم انکا ٹھکانا ہی سب کا یعنی شیطان واسکے متبعین غاوین سب کا ٹھکانا جہنم ہی - اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا - ولقد ذرانا لجہنم کثیرا من الجن والانس الآیہ - یعنی ہمنے پیدا کیا ہی جہنم کے لیے بہت بڑے حصہ کو جن وانسان سے آخر آیت تک اور پہلے گزر چکی وہان ان لوگون کے حالات وشناخت مذکور ہین - اور اسقدر یہان بیان کر دینا مناسب ہی کہ اکثر اہل جہنم آخرت سے شک مین ہوتے ہین اور سواے دنیاوی موجودہ عیش وخواہشات کے اسکی سمجھ نہین رکھتے کہ آخر انجام کیا ہی اور روے زمین کو جس نے اسقدر خراب دنیا خالی بنایا اسی نے ایک پھول نہایت خوش رنگ سڈول پیدا کیا تو اس فناگاہ دنیا کی آرائش خلاف فطرت کا نتیجہ آخر کیا ہی - غرضکہ یہ لوگ گونگے بہرے اندھے ہوتے ہین - اور بعضے پتھرون ودرختون کو پوجتے ہین جب اُنکے معبود آگ سُلگانے اور جلانے کے لائق ہین اور اُنکے عابد تو معبودون سے بدرجہا بدتر ہوئے پس یہ بالضرور جہنم کے لائق ہین - پس ان سب کا ٹھکانا جہنم ہی - لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ جہنم کے سات دروازے ہین - اور واضح ہو کہ سات ہونے کی حکمت اصلی بہت دقیق اور علم الٰہی مین ہی اگرچہ فوائد ظاہر ہین کہ لوگون کی کثرت سے سات کیے گئے اور منجملہ بعض حکمت کے ہی کہ اقسام وانواع جن سے جہنمی دائمی ہونے کے واسطے طبائع مجبول ہوئے ہین سات قسام ہین - لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ہر ایک کے لیے ان لوگون مین سے ایک حصہ بٹا ہوا ہی - بعض نے کہا کہ ابواب سے مراد یہان طبقات ہین یعنی تلے اوپر کی تہ چنانچہ ابن جریج نے کہا کہ دوزخ کے سات درکات ہین پہلے طبقہ کا نام جہنم ہی یعنے جو کل کا نام ہی وہی اول طبقہ کا نام ہی دوسرا طبقہ لظی تیسرا طبقہ حطمہ چوتھا سعیر پھر سقر پھر جحیم

پھر ہاویہ ہے۔ بعض نے کہا کہ کفر و شرک و گناہون کے مراتب مختلف ہین اسی جہت سے جہنم مین اُنکے منازل مختلف ہوئے۔ سراج مین خطیب نے
لکھا کہ سات دروازہ ہونا اس جہت سے کہ اُسکے لوگ سات فرقہ ہونگے۔ اقول یہ تو آیت مین صریح منصوص ہے۔ پھر لکھا کہ بعضون نے سات
اعضاء کی تعداد پر سات دروازے بیان کیے ہر ایک عضو کے گناہ کیواسطے ایک دروازہ اور وہ آنکھ و کان و زبان و پیٹ و فرج و ہاتھ و پانون ہین اور
چونکہ نیت دلی جب نیک ہو تو انھین اعضاء سے ثواب ہوتا ہے لہذا جنت کے آٹھ دروازہ مقرر ہوئے اقول ایسی توجیہ مشکل ہے اس سے کہ کافر اپنے
تمام اعضاء کے ساتھ بدکار ہے وہ تمام دروازہ پر کہان تک مقسوم ہوگا اور حق یہ ہے کہ اسکے جاننے کی ضرورت نہین ہے بلکہ ہر دروازہ سے اللہ تعالی
بچاوے اور آخرت کا قیاس دنیا پر نہین ہو سکتا۔ اور حدیث مین آیا ہے کہ اتقوا السبع الموبقات۔ ڈرو ایسے سات گناہون سے کہ ہر ایک ہلاک
کرنے والا ہے اور شاید کہ جو کوئی انہین سے کسی گناہ کا مرتکب ہو وہ اپنے دروازہ سے جاوے نعوذ باللہ منہا۔ حضرت علی رض سے مروی ہے کہ سات
طبقات مین سے اول پھر دوم پھر سوم اسی طرح سب بھر دیے جاوینگے۔ ابن عمر رض سے اس آیت مین مرفوع روایت ہے کہ سات ابواب مین سے
ایک ان لوگون کے لیے ہے جنھون نے میری امت پر تلوار کھینچی رواہ البخاری فی التاریخ و الترمذی وقال غریب۔ انس رض سے مرفوع روایت ہے کہ
ہر باب کے جزو مین سے ایک جزو ایسے لوگ ہین جنھون نے اللہ تعالے کے ساتھ شرک کیا اور ایک جزو وہ ہین جنھون نے اللہ تعالے مین شک کیا
اور ایک جزو جنھون نے اللہ تعالی سے غفلت کی اخرجہ الخطیب فی تاریخہ و ابن مردویہ۔ امام ابن کثیر رح کی تفسیر مین ہے کہ ہر ٹکڑا ایک دروازہ سے
موافق اپنے اعمال کے داخل ہوگا اور اپنے اعمال کے موافق درکہ (طبقہ) مین قرار پکڑیگا۔ اقول اس سے اشارہ ہے کہ جہنم مین طبقات ہونا اس امر کے منافی
نہین ہے کہ اسمین ابواب ہون اس لیے کہ ہر باب سے اسکے طبقہ مین جاوینگے۔ پھر ابن جریر کی روایات سے لکھا کہ حضرت علی رض نے خطبہ پڑھنے
مین فرمایا کہ ابواب جہنم یون ہین یعنی طبق بر طبق ہین اور ایسا ہی عکرمہ کا قول ہے اور ضحاک نے ابن عباس سے نام درکات کے بیان کیے جیسے
اوپر ابن جریج کی روایت گزری ولیکن نسخہ ابن کثیر مین بجاے ابن جریج کے ابن جریر لکھا ہے اور یون ہی اعمش سے مروی ہے۔ قتادہ رح نے کہا
کہ ابواب کے اجزا واللہ انکے اعمال کے منازل ہین۔ قصہ ابن جریر نے حضرت عبداللہ بن المبارک کی روایت سے یزید بن قسیط سے روایت
کی کہ اگلے انبیاء کی مساجد انکے گانون سے باہر ہوتی تھین جب کوئی نبی چاہتا کہ کسی معاملہ مین اللہ تعالے سے حکم حاصل کرے تو اپنی باہر والی
مسجد مین جاتا اور وہان جسقدر اللہ تعالے نے چاہا وہ نماز پڑھتا۔ اتفاق سے ایک پیغمبر گئے تو نماز مین اُنکے اور قبلہ کے درمیان ابلیس آکر بیٹھ گیا
پس پیغمبر نے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھا پھر دوبارہ ہوا غرضکہ تین بار ایسا ہی ہوا پھر ابلیس نے کہا کہ مجھے بتلادے کہ تو مجھسے کس چیز سے
بچ جاتا ہے پس پیغمبر نے فرمایا کہ نہین بلکہ تو بتلا کہ آدمی پر تو کب غالب ہو جاتا ہے باہم تردید کلام ہوئی آخر پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ تعالی کے بندون پر
تیرا قابو نہین ہے بولا کہ یہ تو مین نے تیری پیدائش سے پہلے سنا ہے پھر کہا کہ اللہ تو سمیع علیم ہے مین اس سے تیری چونک سے پناہ مانگتا ہون جب کبھی تیرا وسوسہ
خلاف شرع مجھے ظاہر ہوتا ہے۔ بولا کہ تو نے سچ کہا اسی سے نجات ہوتی ہے اور کہنے لگا کہ آدمی پر جب غصہ چڑھتا ہے تو مین اُسپر غالب ہو جاتا ہون اور جب اُسپر خواہش
اور شہوت غلبہ کرتی ہے تو مین اسپر غالب ہو جاتا ہون اعوذ باللہ من غلبۃ الشیطان ف فی احوالہ قولہ قال فاخرج منہا فانک رجیم سنگ قہر سے سنگسار کیا گیا مکان
لطف مین اور واپس کیا گیا اپنے معدن مین۔ یعنی قہر مین کیونکہ لطف اسمین عاریت تھا۔ اور لعنت اسکے لیے تا یوم الدین قرار دی ولیکن وہ ازل مین
بھی ملعون تھا اور واضح ہو کہ طاعت و معصیت کی انتہا ر یوم الدین ہے پس جو غلبہ اُسکو مشرکون و کافرون پر ظہور مین دیا ہے وہ اس روز تک
منقطع ہو جائیگا ولیکن اسکا ازلی مقہور ہونا جو قدیم ارادہ الٰہیہ تھا اسکے ساتھ باقی رہیگا کیونکہ اسمین انقطاع نہین ہے اور گنہگارون کی باگ
اسکے قبضہ مین دینا اس طور پر ہے کہ اگر مشیت الٰہی متعلق ہو تو اُسکے ساتھ جو راہ چاہے اختیار کرے کیونکہ جیسے شیطان باوجود آتشی ہونے کے

متکبر ومنکر ہوا یہ شخص غاوی باوجود خاکی ہونے کے مشرک ہوا - اور یہ اسکے حق مین زیادت قہر اور دوری ہی - کاش اگر ابلیس مردان خدا مین سے
ہوتا تو وادی قہر مین بھی اسکا طالب ہوتا تو دیکھتا کہ عجائب ربوبیت سے اسکو معادن قہر سے کیا کچھ نظر آتا ہی جیسے میدان لطف سے مردان خدا
پاتے ہین ولیکن مین یہ کیونکر کہتا ہون اس لیے کہ وہ تو لڑکون و لڑکیون و عورتون و ہیجڑون کے پیچھے پیچھے وہی ناکارہ وخسیس باتین کرتا پھرتا ہی
جس سے اسکا جہل ظاہر ہی شیخ واسطی رح نے کہا کہ کبھی وہ بعضے عبادات کو بھی مزین کرکے دکھلاتا ہی ولیکن اسپر لعنت ہر طرح مستحق ہی کہ یہان بھی فریب سے
خالی نہین ہوتا ہی قولہ قال رب فانظرنی الخ یہ بھی کمال جہالت تھی کہ اس نے جانا کہ قدر معلوم یعنی مقدر سے بھی سبقت لیجائیگا پس اسکو موت نہوگی
ولیکن اللہ تعالے نے اسکو رد کر دیا بقولہ الی یوم الوقت المعلوم یعنی نفخہ اولی پر تو بھی مر جائیگا جیسے سب مرینگے - اس نے چاہا تھا کہ اولاد آدم سے
بعد موت کے بھی فریب کرے - پھر اس نے جناب باری تعالے مین جرأت کی کما قال تعالے قال رب بما اغویتنی لازینن لہم فی الارض الآیہ - یہ
دعوے تکبر ہی یعنی عالم قہر مین اپنی قدرت کا دعوی کیا - یعنی قسم ہی کہ جیسے تو نے مجھے اپنے لباس سے ملبوس فرمایا ہی مین بھی اولاد آدم کو اغوا کرونگا
چونکہ قدرت الٰہی سبحانہ تعالے ظاہر ہی تو قدرت الٰہیہ سے بدون اپنے اختیار کے یہ قدرت چاہی تاکہ اولاد آدم کی ہلاکت مین اسکو اپنی مراد پوری
حاصل ہو - پھر چونکہ رحمت الٰہیہ اسکے غضب پر سابق ہی تو اس نے ایک نیکی کے واسطے دس نیکیان رکھی ہین اور ایک بدی کے لیے ایک ہی بدی
رکھی ہی اور ریگ کے ذرون بھر گناہون کو جس بندہ پر ہون اسکی ایک ندامت و استغفار سے کہ جب اس نے پشیمان ہو کر عزم بالجزم کر لیا کہ اب
نہ کرونگا بخشدیتا ہی تو یہ سراسر رحمت ہی اور غضب الٰہی پر رحمت کو غلبہ ہی لہذا ابلیس نے جو قہر کے لباس مین ملبوس ہوا ضرور جانا کہ غضب کو غلبہ
مشیت حق سبحانہ تعالے نے نہین دیا ہی پس اللہ تعالے کے بندگان خاص ایسے ہونگے جنکو اس نے رحمت و لطف کے واسطے اور ولایت و
کرامت کے لیے سرفراز فرمایا ہی وہ بحر توحید مین غرق اور شرک سے بالکل بیزار ہونگے چنانچہ آدم علیہ السلام نمونہ ہین لہذا اس نے استثنا کیا اور کہا
قولہ الا عبادک منہم المخلصین - اور یہ بھی اسنے دیکھا کہ ایسے خاص بندے قہر قدم سے باہر ہو کر لطف ابد کے میدان مین رکھے گئے ہین چنانچہ خود اللہ تعالے
نے فرمایا - ان عبادی لیس لک علیہم سلطان - اس سے ظاہر ہی کہ ایسے بندے ملبوس بانوار قدس اور صدر نشین مجالس انس ہین انکو اللہ تعالی نے
اپنی رحمت و لطف کے واسطے مخصوص کر دیا ہی - ولقد قال تعالی ان اللہ اصطفے آدم ونوحا الآیہ - اور حدیث مین بھی آیا کہ اللہ تعالے نے خلق کو
تاریکی مین پیدا کیا پھر ان پر اپنی طرف سے نور پاشی فرمائی سو جسکو اس نور سے ملا وہ اہتدا پر ہی اور جسکو نہین ملا وہ تاریکی ضلالت و قہر مین ہی - اور
حق تعالے نے فرمایا - کتاب انزلناہ الیک لتخرج الناس من الظلمات الی النور باذن ربہم - یعنے یہ کتاب ہم نے تجھپر اُتاری کہ تو لوگون کو تاریکیون سے
باہر لاوے نور کیجانب انکے رب کی قدرت و اجازت سے - پس ظاہر ہی کہ اہل اصطفا مین سے اس بلند مرتبہ والے ہین کہ خود برگزیدہ و اپنے سایہ
عاطفت سے دوسرون کو انوار رحمت و قبولیت مین لانے والے ہین وہی ملبوس بانوار صفات و مشرف بانوار ذات ہین انکے تن و جسم تمام
عبودیت مین مستغرق ہین اور انکی جان و دل بکمال شوق و محبت مین ڈوبے ہوئے ہین - اور احادیث صحیحہ مانند آنکہ تمسے کسی کو اسکے اعمال داخل
جنت نہ کرینگے اور نہ مجھے مگر آنکہ اللہ تعالی مجھکو اپنی رحمت مین داخل کرلے - پس اللہ تعالی نے خاص بندون کو اپنی رحمت مین کر لیا ہی - انکی
ارواح خاص ہوای ہو - مین اور انکے اسرار سر الغیب مین دامن حفظ و عصمت مین حی القیوم کی غیب الغیب مین محفوظ و معصوم ہین وہ ابلیس
ملعون کون چیز ہی کہ انپر قابو پاوے جبکہ ابلیس کے پیدا کرنے والے و مقہور کرنے والے قاہر عز وجل نے انکو رحمت سے سرفراز فرمایا ہی - ابلیس کو
صریح انسے مایوس کرکے صاف فرما دیا کہ میرے اسرار حکمت و قدرت سے تجھکو اسی قدر دیا گیا کہ تو ایسے لوگون پر مسلط ہو جو تیری طرح غاوی
گمراہ جاہل مقہور ہین - ای غافل ذرا گوش ہوش سے سن لے کہ اللہ تعالی نے اپنے مخلص بندون کی یہ تعریف بتلائی کہ وہ اپنے نور اخلاص سے

ابلیس کے اغوا سے معصوم ہونگے اور یہی نور توحید ہے اور یہ نور توحید جبھی ملتا ہے کہ وحدہ لاشریک سے یاد رہے پس جب یہ کشف پایا تو جب ملعون ابلیس اپنا وسواس لاتا ہے تو خص الخواص تک قابو نہین پاتا اور خاص الخاص کے پاس سے خوار پھرتا ہے اور خاص بندے و عام مومنون کے دلون مین جب کفر و شرک و ریا کے وسواس لاتا ہے تو نور توحید کی طرف اُنکی دائمی توجہ و استغفار اور اپنے رب کی طرف توجہ سے نور توحید سے نار ابلیس بجھکر خوار ہو جاتی ہے اور وہی نور غالب و باقی رہ جاتا ہے اور غلبہ ابلیس اُنسے منقطع ہو جاتا ہے کیونکہ یہ لوگ بوجہ کرامت و رعایت ازلی کے خطرات قبول کرنے سے محفوظ ہین اور مہلک خطرہ کوئی ایمن نہین رہ سکتا ہے۔ ایک شخص نے حضرت یحییٰ بن معاذ رازی سے سوال کیا کہ اللہ تعالےٰ نے کس چیز سے اپنے مخلص بندون کو اکرام فرمایا ہے جواب دیا کہ وہ غیب پر ایمان لاتے ہین اور مشاہدہ پاتے ہین **مترجم** کہتا ہے کہ ابتدا مین بندہ اپنے رب تبارک و تعالےٰ کے بدیہی دلائل قدرت اور صدق رسالت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہے اور جو کچھ سرور عالم فخر آدم رسول حبیب مکرم محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے کتاب آلہی سے اور احادیث سے تعلیم فرمایا اسپر دلی جزم و یقین کرتا ہے جب اس راہ پر آگیا تو ہر قدم پر انوار ہی انوار ہین کیونکہ وہ تاریکی سے نور کی راہ پر آگیا تھا پس سب مشاہدہ و معائنہ ہو جاتا ہے واللہ سبحانہ تعالےٰ اعلم۔ **شیخ ذوالنون مصری** رحہ نے فرمایا کہ تمام لوگ مردہ ہین سوائے علمار کے اور علمار بھی سب سوتے ہین سوائے ان عالمون کے جو عمل کرتے ہین اور عمل کرنے والے بھی سب مغرور و فریب کھائے ہین سوائے اُنکے جو اخلاص سے عمل کرتے ہین اور جو اخلاص پر عمل رکھتے ہین وہ بڑے خطرہ مین ہین۔ **شیخ نصر آبادی** رحہ نے کہا کہ جو اخلاص پر آتا ہے وہ بڑے خطرہ مین ہے کیونکہ اخلاص اسکا دروازہ ہے اور جو مخلص ہو گیا وہ خطرہ کی حد سے گزر گیا اور پھر وہ اخلاص سے بھی خطرہ کرتا ہے کیونکہ اخلاص بھی خطرہ ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ ذوالنون رح کا پہلا فقرہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے کلام سے ماخوذ ہے کہ فرمایا۔ الناس موتی واہل العلم احیاء۔ یعنی لوگ سب مرے ہین اور علم والے زندہ ہین۔ پھر آنحضرت رضہ کا قول بھی کلام آلہی سبحانہ تعالےٰ سے ماخوذ ہے لیکن عوام کو یہ بات فقط مثال معلوم ہوتی ہے اور ادراک نہین کرسکتے ہین حالانکہ درحقیقت یہی بات واقعی ہے اور ظاہر مین جاگتا وہ ہے جو سوتا نہو حالانکہ اہل العلم اسکے برعکس جانتے ہین اور یہ بھی مفہوم مشکل ہے پھر علم وہ فہم معرفت ہے جو علوم دینی ظاہری کے بعد حاصل ہوتی ہے اور وہ بغیر تفسیر و حدیث و فقہ کے ممکن نہین ہے اور جس نے فقط فقہ پر غلو کیا اور باقیون سے رُکا حالانکہ فقہ سے اسکی مراد یہی معروف مسائل بیع و شراء و طلاق و نکاح و وکالت و حیض و نفاس ہین تو یہ سخت غلطی کی وہ خود نا سمجھ ہے بلکہ لابدی و فرض واجبی ہے کہ ساتھ ہی قرآن و حدیث سے واقفیت حاصل کرے اگرچہ ظاہری اعمال جوارح کے مسائل مین ائمہ فقہ پر اعتماد کرے اور انھین اعمال کی احادیث مین جھگڑے مین نہ پڑے کیونکہ اصلی مقصود تو یقین و اخلاص حاصل کرنا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے بندگان مخلصین مین اللہ تعالیٰ کے فضل سے شمار کر لیا جاوے فافہم واللہ اعلم۔ شیخ نے کہا کہ بعض نے مخلصین کے بیان مین کہا کہ ایسے بندے ہین جنکو قرب مین بلا کلفت و مشقت داخل کر لیا اور بشری اوصاف سے انکو فانی کر کے اوصاف حق سے آراستہ کیا یعنی وہ مرتبہ جو قرب النوافل کا حدیث صحیح مین آیا ہے کہ چلنا و پھرنا و جملہ افعال و اخلاق و عادات مین قدرت و قوت از جانب حق تعالےٰ اسطرح ہوتی ہے کہ خود بندہ مین اپنی ارادت نہین رہتی ہے یہی معنی اُنکے فانی ہونے کے ہین پس وہ ظاہری صورت و ڈھانچہ سے مخلوق کے ساتھ ہین اور ارواح و اسرار سے حق سبحانہ تعالیٰ کی حضوری مین ہین انپر خلق کا کچھ اثر نہین اور نہ جس حال مین خلق کے ساتھ ہین انکو خود خبر ہے بلکہ مسرور و مبتہج عیش باقی مین ہین وہی اللہ تعالیٰ کے سچے بندے ہین انکا کچھ بھی نہین سوائے حق تعالےٰ کے اور نہ انکا کسی طرف مرجع ہے سوائے اسکے بلکہ وہ موجود حق ہے وہ حق قدیم ہے اور وہ عدم ہین وہ فانی ہین اور وہی باقی ہے قال تعالیٰ کل شیء ہالک الا وجہہ لہ الحکم والیہ ترجعون۔ قال و یبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام حضرت جعفر صادق رضہ سے روایت ہے کہ فرماتے تھے کہ تمام مخلوقات باعتبار اسکے کہ اسی نے انکو پیدا کیا ہے سب عباد الرحمن و بندگان خدا

ہین اور عبادی مین خاص بندے پیدائش و معرفت دونون طرح ہین یعنی اپنی طرف تخصیص کی تو ظاہر مین کسی نادان کو شبہہ ہو تا کہ شاید مخلصین کے سوائے باقی لوگ سوائے اللہ تعالی کے کسی دوسرے کے بندے ہین تو آپ نے اسکے معنے بیان کر دیے کہ تمام مخلوق کوئی ہو سبکا خالق وہی اللہ تعالی ہے اور اُسنے بندون مین سے دو قسم فرمائی ہین ایک کو اپنی محبت دی اور اپنی معرفت سے انکو منور کیا تو انھین کو اپنا خاص بندہ کیا اور آیت مین عبادی سے ایسے ہی بندے مراد ہین اور باقیون کو پیدا کرکے روے زمین کی رونق و آبادی و طرح طرح کے مذاہب و اقسام اقسام کے خیالات انکو دیے سوائے اپنی معرفت و محبت کے پس ایسی مخلوقات اسی کی مخلوقات ہین مگر اسکی بندگی کے لیے نہین ہین تو ایسی مخلوقات مین سے جو لوگ زمین کو آدمیون سے آباد کرنا چاہین اور زمین کی آبادی و تجارات و زراعت و تن پروری کے سامان اور عیش کے وسائل بہم پہونچانے مین اپنے ہمجنس سے فائق ہون اکثر وہی اس دنیا مین سردار کر دیے جاوینگے تاکہ روے زمین آباد رہے اور فرمایا اللہ تعالی نے ولو شاء ربک لامن من فی الارض کلھم جمیعا یعنی اگر تیرا رب چاہتا تو روے زمین پر جو لوگ ہین سب ایمان لاتے۔ یعنی انکی پیدائش و خصلت و انکے مادے و قوتین دنیا اپنی حکمت پر رکھی ہین۔ اور فرمایا اذا تولی سعی فی الارض لیفسد فیہا ویہلک الحرث والنسل واللہ لایحب الفساد یعنی ایک قسم کے آدمی کی مذمت مین کہا کہ جب تیرے پاس سے لوٹ کر روانہ ہوا تو بستی مین پھرا تاکہ اسمین خرابی پھیلا دے اور برباد کرے کھیتی اور جانداروں کی نسل کاٹے اور اللہ تعالی تو فساد کو پسند نہین رکھتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ جو کوئی ایسی خصلت رکھتا ہو وہ بادشاہی کے قابل نہین ہے اور جب کوئی ظالم بادشاہ ہوا تو وہ اپنی بدبختی کی سزا کھانے کو اور اگر اسوقت کے لوگ بھی بدکردار ہوئے تو انکی سزا دینے کو ہوا ہے فافہم واللہ تعالی اعلم۔ شیخ ابن عطاؒ نے کہا کہ مخلص وہ بندہ ہے جو خلاص پا گیا ہو اپنی ذات پر نظر کرنے سے اور اپنے افعال کی خوبی دیکھنے سے بلکہ ہر حال مین اللہ تعالی کے ساتھ اسکا معاملہ ٹھیک ہو بس نہ آگے بڑھے مگر اسی کے حکم و رضامندی کیلیے اور نہ پیچھے ہٹے مگر اسی واسطے۔ شیخ جعفرؒ نے کہا کہ اللہ تعالی نے اس آیت مین اپنے مخلص بندون پر احسان عظیم ظاہر فرمایا کہ انکی نیکی و اخلاص اسی کے فضل سے ہے کہ اسنے شیطان کو ان پر قابو نہین دیا اور مخلصین کے تنگے درجے ہین ایک یہ کہ افعال مین اخلاص ہو۔ دوم قلب مین اخلاص ہو۔ سوم اسکے ظاہر و باطن دونون مین اخلاص ہو اور چہارم اعلی مرتبہ اخلاص کا یہ ہے کہ روح اپنے لائق کدورات سے پاک اور خالص اللہ تعالے ہی کے واسطے ہو جاوے تو اس حالت مین اسکو اللہ تعالے کے ساتھ مرتبہ استقامت اور اسکے قرب تک رسائی ہوتی ہے یعنی جیسے انبیاءؑ کو قرب نبوت ہے روحانی مخلص بندون کو بھی اپنے پیغمبر برحق کی اتباع مین حاصل ہوتی ہے۔ شیخ اُستادؒ نے فرمایا کہ جب بندے کو اللہ تعالے حقائق توحید کا مشاہدہ نصیب فرماتا ہے اور وہ تمام عالم کو قبضۂ تقدیر مین پاتا ہے یعنی جسطرح حکم ازلی ہو چکا ہے تمام عالم مین تدبیر کرنے والون کی تدبیر ہے بلکہ خود تدبیر بھی اُنسے اسی طور پر جاری ہوتی اور وہی نتیجہ دیتی ہے جو حق تعالے نے چاہا اور مقدر فرمایا ہے بلکہ خود دیکھ نہین ہے الا افعال حق سبحانہ تعالی کہ وہ ہر شی پر قاہر اور شاہد و محیط ہے تب ایسے بندے پر سوائے حق کے کسی غیر کا تصرف ہونا کچھ معنی نہین رکھتا ہے اور کہان سے غیر کا گزر ہو گا کہ سب اعتقاد عین حق ہے اسی معنی مین حسین بن منصور کے اشعار کا مضمون ہے۔ کفر میرا بھی تیری پاکی ہے + عقل کی میری ہوسناکی ہے + آدمی کون کدھر ہے ابلیس + کہون قادر میری بے باکی ہے۔ پھر حق سبحانہ تعالی نے جن بندون کو اخلاص کے درجات عالیہ اور حفظ از قہر و از شر ابلیس کے ساتھ ممتاز فرمایا انکے عالی درجات آخرت و وصول بمقامات علیہ سے آگاہ فرمایا بقولہ تعالی شانہ

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ۝ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیْنَ ۝ وَنَزَعْنَا

جو ہیں پرہیزگار ہین باغون مین ہین اور ندیون مین جاؤ اسمین سلامتی سے خاطر جمع سے اور نکال ڈالی ہمنے

مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا

جو اُنکے جیو نمین تھی خفگی بھائی ہوگئے تختونپر سامنے نہ پہونچیگی اُنکو وہان

نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ۝ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

کچھ تکلیف اور نہ اُنکو وہان سے کوئی نکالے خبر سنادے میرے بندونکو کہ مین ہون اصل بخشنے والا مہربان

وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ۝

اور یہ بھی کہ میری مار وہی دکھ کی مار ہی

اللہ تعالیٰ جلشانہ نے اول آگاہ فرمادیا کہ بندگان حق بتو شیطان کے تسلط سے محفوظ و مکرم باکرام آلہی سبحانہ ہین اور اُنکا ادنی مرتبہ یہ ہی کہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا بندہ قرار دین اور یہ جب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رب کو پہچانین اور جب پہچانینگے کہ یہ یقین کرین کہ وہی خالق وہی مالک وہی رازق وہی علیم وہی حکیم ہو وہی اللہ لا الٰہ الا ہو وحدہ لاشریک ہی اُسی نے اپنے بندہ خاص محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری ہدایت کے لیے اپنا رسول فرمایا پس جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وعلی جمیع الانبیاء وآلہ وصحابہ اجمعین نے ہمکو معرفت سکھلائی وہی معرفت الٰہی ہو وہی اعتقاد دل سے یقین کرے اور وہی راہ اختیار کرے اور یہ تو ایسی بات ہو کہ اس سے انکار بالکل بیجا ہی اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی بسر کرنے کی لذات و تدبیرات کسی سے منع نہین فرمایا بلکہ پاکیزہ عقلی حدود البتہ مقرر کردیے ہین تو کسی شخص کو ایسے رب غفور رحیم کی بے نہایت نعمتون سے مایوس نہونا چاہیے اور جب وہ کچھ نہ تھا تو اُسکو دنیاوی لذات سے بھی آگاہی نہ تھی باوجودیکہ پیٹ مین پورا بچہ بلکہ دایہ کی گود مین اچھا بڑا ہو گیا تھا اسی طرح اب آخرت سے انکار کرنا اُسکی نادانی ہی پس آخرت کے مقابلہ مین ہنوز طفل شکم یا بچہ شیرخوار ہی اسکو لازم ہو کہ شیطان سے جسنے صریح عداوت کی اُسکو بالکل چھوڑے اور شرم کرے کہ وہ رب تبارک وتعالیٰ کے سواے دوسرے کے سایہ مین آنا چاہے کہ ہرگز نہ پاویگا بلکہ رب عزوجل کو رب جانے کہ شرک وکفر سے متقی ہوا ور رب تبارک وتعالیٰ نے متقیون کے لیے دنیاوی عیش کے سواے آخرت کے عیش وہ پیدا فرمائے ہین کہ جو خیال وقیاس سے باہر ہین لیکن سمجھدار آدمی بیان سے مقصود سمجھ لیتا ہی اگرچہ مزہ وکیفیت نہ جانے اسی طرح دنیاوی چیزین جو اسی جہان کی ہین اُنکے نظائر سمجھکر آخرت نادیدہ پر یقین کرتے ہین۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ البتہ بیشک سچ ہو کہ جن لوگون نے تقوی کیا وہ ہین فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ باغون ونہرون مین یعنی اُنکا ٹھکانا ایسے پاکیزہ مقامات ہین۔ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ اُنسے کہا جائیگا کہ داخل ہو اُنمین ہر طرح کی سلامتی کے ساتھ بالکل بیخوف۔ پس اُنکو وہان اللہ تعالیٰ کا سلام ملائکہ کی تحیت پہونچیگی اور ہمیشہ سالم رہینگے اور ہر مکروہ سے بیخوف اور زوال وفنا سے بیخوف ہونگے۔ جاننا چاہیے کہ متقین سے کون مراد ہین پس اعلیٰ درجہ تو متقین کا وہ ہی جو قولہ تعالیٰ لیس البران تولوا وجوہکم قبل المشرق والمغرب تا قولہ تعالیٰ اولئک ہم المتقون۔ مین مذکور ہی اور اسمین ہر قسم کے نیک اعمال ہین ولیکن جبکہ یہ اعلےٰ درجہ تقوی کا ہی تو انکے واسطے اعلیٰ درجہ جنت کا ہوگا اور یہان کلام جنت کے اول درجہ سے ہو لہٰذا صحیح یہ ہو کہ یہان متقی وہ ہی جسنے شرک سے تقوی کیا کیونکہ جہنم کی ابتدا شرک سے ہی پھر جو مشرک کہ دنیا مین لوگون پر ظلم کرے اور حرامخوری وچوری وزناکاری وغیرہ کرے اسکے واسطے انتہای درجہ جہنم کا ہی اسی طرح جو شرک سے بچا وہ ابتدای جنت مین ہی پھر جب صالح اعمال کیے تو اعلیٰ درجات ہین اور یہی تفسیر یہان جمہور صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم سے مروی ہی۔ یہان ایک عالمانہ نکتہ معلوم کرنا چاہیے کہ متقی کا وصف صادق ہونے کے لیے شرک سے پرہیز ضروری ہو کیونکہ امت کا اجماع ہی کہ مشرک جہنم مین ہو اور جنت مین داخل ہونے کے لیے شرک سے پرہیز شرط ہی مگر اسکے ساتھ متقی ہونے کے لیے یہ بھی ضرور نہین کہ تمام انواع تقوی کا جامع ہو بلکہ ایک فرد سے تقوی رکھنے سے متقی ہو جائیگا جیسے ظالم ہونے کے لیے ضرور نہین کہ دنیا مین جسقدر اقسام وافراد ظلم کے ہین سب ہی کرے بلکہ ایک قسم کا ظلم کرے وہ بھی ظالم ہی اور قاتل نے اگر ایک مرتبہ بھی کسی کو قتل کیا

وہ قائل ہوگیا اسی مقام سے کہا گیا کہ مصلی وصائم اور جن چیزون کا حکم کیا گیا ہو وہ حکم ایک مرتبہ ادا کرنے سے پورا ہوتا ہی پھر اگر پھر بارجدید
حکم ہوتا ہو جیسے جب نماز ظہر کا یا عصر کا یا پنجون وقت کا وقت آتا ہو تب ہی حکم متوجہ ہوتا ہو حافظوا علی الصلوات۔ مگر حج مین یہ بات نہین ہو۔ بالجملہ
یہان متقی وہ ہی جس نے شرک سے تا موت پرہیز کیا۔ جنات وعیون۔ ظاہراً ان سب کے لیے مین یس اعلے متقی اعلے درجہ مین اور ادنیٰ
متقی ادنے درجہ مین اور شاید کہ ہر ایک کے لیے کئی جنت ہون مانند قولہ تعالے ولمن خاف مقام ربہ جنتان۔ مگر ضرور نہ ہر واحد کو جنت
ونہر ضرور ہوگی۔ امام رازی نے کبیر مین کہا کہ عیون جمع ہو شاید کہ قولہ تعالی فیہا انہار من ماء غیر اسن الآیہ کے انہار ہون یا یہ نہرین تمام منبع
ونہرون کو شامل ہون۔ یہ حکم کہ ادخلوہا بسلام۔ اسکے یہ معنی ہین کہ متقین داخل ہونگے جنات وعیون مین درحالیکہ انسے کہا جائیگا اللہ تعالی
کی طرف سے بواسطہ ملائکہ کے یا اللہ تعالے رحمت سے خود کلام فرما دے کہ انہین بسلام داخل ہو۔ اور بعض نے کہا کہ پہلی جنت مین داخل
ہو کر جب ایک سے دوسری مین جانا چاہینگے تو حکم ہوگا کہ ان داخل ہو بسلام۔ شاید یہ تکلف اسوجہ سے کیا کہ جب وہ جنات وعیون مین
ہونگے تو پھر انسے داخل ہونے کو کیونکر کہا جائیگا۔ ضحاک رحمہ سے مروی ہو کہ آمنین ہونگے موت سے کبھی نہین مرینگے نہ بوڑھے ہونگے نہ بیمار اور نہ ننگے
بھوکے یعنے جمیع آفات ومکروہات سے سلامتی کا مقام ہو۔ واضح ہو کہ روایت مین آیا ہو کہ اہل ایمان جو دنیا مین از راہ ایمان کے باہم بھائی تھے
لیکن جیسے بھائی کو کبھی بھائی سے ملال ہو جاتا ہی اسطرح کے جو میل اسکے دلون مین آپس مین ہوگئے تھے جب جنت کا حکم دیے جاوینگے تو جنت کے
دروازہ پر انسے یہ مظالم قصاص کر لیے جاوینگے پھر انکو جنت مین داخل ہونے کا حکم دیا جائیگا۔ اور بعض آثار مین ہو کہ اہل جنت پہلے دروازہ جنت پر
ایک نہر مین نہلائے جاوینگے پس انکے دلون سے حقد ومیل وغیرہ سب جاتا رہیگا اور یہی اثر قوی ہو چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا۔ وَنَزَعْنَا مَا فِي
صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اور نکالکر باہر کر دینگے ہم جو کچھ انکے دلون مین ہو غل سے۔ غل لغت مین کینہ وعداوت اور ناگواری وبغض وحسد
وغیرہ ولیکن یہان عداوت وکینہ ادنی درجہ مین شاید ہو اور یہ امر تو مومن کے واسطے لازم ہو کہ وہ ایمان کیوجہ سے مومن کو عدو نہ جانے اور
اسکے ساتھ کینہ نہ رکھے ورنہ کافر ہوگا۔ پس ظاہر البشری غلبہ یا دنیاوی معصیت سے اسکے ساتھ کینہ ہو۔ مگر اعلے درجہ اور اونچے طبقہ والون مین تو غل
فقط ناگواری ومیل ہو سکتا ہو جیسے آدمی کو اپنے فرزند یا باپ سے باوجودیکہ انسے محبت صادقہ رکھتا ہو کبھی کبھی ہوتا یا رہتا ہو پس اسقدر بھی اللہ تعالی
ان بندون مین نہین رکھیگا بلکہ پاک صاف کر کے داخل کریگا۔ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ درحالیکہ وہی بندے بھائی بھائی
ہونگے جنت مین آمنے سامنے تختون پر بیٹھے ہوئے تخت کی صفت مین آیا ہو کہ جیسے صنعاء مین سے شام تک مکلل بیاقوت وجواہر ہونگے حق یہ ہو
کہ جو کچھ انسان قیاس کرے اسکی حد تک ہو اور اللہ تعالی نے اس عالم آخرت پر عام اطلاع نہین دی اور خاص اطلاع والے ان عوام کو سمجھا
نہین سکتے مگر وہ کچھ شان کبریائی ہو کہ آدمی کے دل پر بھی خطور نہین کر سکتی ہو۔ مجاہد رح نے کہا کہ آمنے سامنے کہ ایک دوسرے کی قفا نہین دیکھیگا
ابن عباس رض سے زیادہ مروی ہو کہ تختون پر ملاقات کرین جب پھرینگے تو تخت خود گھوم جاوینگے اور یہ متقابل رہینگے اور یہ نہایت درجہ کا انس
واکرام ہو۔ زید بن ابی اوفی رض سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم ہم لوگون پر نکل آئے اور یہ آیت پڑھی اور فرمایا کہ اللہ تعالی کے واسطے باہم محبت کرنے والے
جنت مین ایک دوسرے پر نظر فرماوینگے۔ رواہ ابن ابی حاتم والبغوی فی تفسیرہما والطبرانی فی معجمہ۔ قال الامام ابن کثیر رح فی تفسیرہ۔ سعید بن منصور رح نے
اپنی تفسیر مین کہا کہ ہمسے حدیث بیان کی ابن فضالہ نے لقمان سے انسے ابو امامہ رض سے کہ جنت مین کوئی مومن داخل نہوگا یہانتک کہ اللہ تعالی اسکے سینہ
سے غل کو نکال ڈالے یہانتک کہ اسکے سینہ مین سے درندہ حملہ کرنے والے کے مثل نکالیگا۔ شیخ نے کہا کہ یہ روایت موافق ہی اسکے جو صحیح مین ابو سعید خدری رض
سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ دوزخ سے مومنین خلاص پاکر جنت ودوزخ کے درمیان ایک پل پر روکے جاوینگے پس بعض کا بدلا

بعض سے ان مظلمہ کا لیا جائیگا جو انہین دنیا مین پڑ گئے تھے یہان تک کہ جب پاک ہو جاوینگے تو انکو جنت مین داخل ہونے کا حکم دیدیا جائیگا۔ اور لکھا کہ ثوری رحمہ نے بالواسطہ ابو صالح تابعی سے روایت کی کہ اخوانا علی سرر الآیہ۔ دس صحابہ ابو بکر و عمر و عثمان و علی و طلحہ و زبیر و عبد الرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص و سعید بن زید اور گیارہوین عبد اللہ بن مسعود رض ہین یعنی یہ اصحاب اول مصداق اس آیت کے ہین۔ اور لکھا کہ سفیان بن عیینہ نے باسناد حضرت علی رض سے روایت کی کہ واللہ یہ آیت ہمارے اہل بدر کے حق مین نازل ہوئی ہی ونزعنا ما فی صدورہم الآیہ۔ اور لکھا کہ ابن جریر رح نے کہا حدثنا الحسن حدثنا یزید بن ہارون اخبرنا ہشام عن محمد ہو ابن سیرین قال استاذن الاشتر علی علی رضی اللہ عنہ الخ یہ اسناد جید ہو اور معنی یہ ہین کہ محمد بن سیرین رح نے کہا کہ اشتر یعنی مالک اشتر نخعی نے اجازت چاہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حاضر ہونے کی اور اسوقت آپ کے پاس طلحہ بن عبید اللہ رض کا ایک بیٹا بیٹھا تھا پس آپ نے مالک اشتر کو حکم دیا کہ کھڑا رہے پھر بعد اسکے اجازت دی تو مالک نے حاضر ہو کر کہا کہ مجھے گمان ہو کہ آپ نے مجھے اسی شخص کی وجہ سے روک رکھا آپ نے فرمایا کہ ہان پھر اُسنے عرض کیا کہ اگر آپ کے پاس عثمان کا کوئی لڑکا ہوتا تو بھی آپ مجھے روکتے فرمایا کہ ہان اور مین امید رکھتا ہون کہ مین اور عثمان ان بندون مین ہونگا جنکے حق مین اللہ تعالیٰ نے فرمایا ونزعنا ما فی صدورہم من غل اخوانا الآیہ۔ پھر ابن جریر رح نے باسناد صحیح ابو حبیبہ مولائی طلحہ سے روایت کی کہ جب علی کرم اللہ وجہہ محاربہ جمل سے فارغ ہو چکے تو طلحہ کے بیٹے عمران حضرت علی رض کے پاس آئے پس آپ نے عمران کو مرحبا کہکر بٹھایا اور فرمایا کہ مجھے امید ہی کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور تیرے باپ کو ان بندون مین سے کردے جنکے واسطے فرمایا نزعنا ما فی صدورہم من غل اخوانا علی سرر متقابلین پھر ابن جریر رح نے بسند اعلیٰ صحیح اسی روایت کو یہانتک سے زائد روایت کیا یعنی ابو حبیبہ نے کہا کہ جب علی کرم اللہ وجہہ نے مرحبا کہکر عمران سے یہ فرمایا تو دو شخص جو ایک طرف بچھونے پر بیٹھے تھے بولے کہ کل تو آپ سے انسے مقابلہ ہوا اور وہ لڑائی مین مارے گئے اور اب تم سب کو بھائی بھائی کرکے اللہ تعالیٰ تختون پر بٹھلاویگا اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ عادل ہی پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ یہ قوم بڑی دور کی زمین پر پڑی ہین کس خواری مین ہین ارے اگر ہم لوگ اس آیت کے مصداق نہین ہونگے تو اور کون لوگ ہونگے وکیع نے اسناد جید کے ساتھ ایسی ہی روایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمائی ہی اور اس روایت مین ہی کہ قبیلہ ہمدان کا ایک شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ ای امیر المومنین اللہ تعالیٰ کا عدل اس سے زیادہ ہی پس آنحضرت رض نے اسقدر سخت شدید آواز سے اسکو ڈانٹا کہ مجھے خوف ہوا کہ چھت نہ دہل جاوے اور فرمایا کہ ارے اگر ہم لوگ اس آیت کے مصداق نہون تو اور کون آوینگے۔ سعید بن مسروق نے ابن ابی طلحہ کی اسناد سے روایت کی اور اسمین ہی کہ حارث اعور نے کھڑے ہو کر ایسا کلمہ کہا تو آنحضرت کرم اللہ وجہہ نے اُٹھکر ایک لکڑی سے جو آپ کے ہاتھ مین تھی اُسکے سر پر مارا اور فرمایا کہ تو اور کون لوگ ہین اوکانے اگر ہم لوگ نہین ہین سفیان ثوری رح نے بسند صحیح روایت کی شیخ ابراہیم سے کہ ابن جرموز جسنے حضرت زبیر بن العوام رض کو شہید کیا تھا اُسنے آکر اجازت چاہی تو آنحضرت رض نے اسکو بہت دیر تک اپنے پاس حاضر ہونے کی اجازت نہ دی پھر اسکو اجازت دی تو اُسنے آکر کہا کہ جو لوگ امتحان کے وقت کام آتے ہین انھین پر آپ جفا کرتے ہین تو آپ نے فرمایا کہ تیرے منہ مین خاک اور مجھے تو امید ہی کہ مین اور طلحہ و زبیر ان بندون مین ہون جنکے واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ونزعنا ما فی صدورہم من غل اخوانا الآیہ۔

علی بن ابی طلحہ ثقہ جید راوی تفسیر ہی ۱۲

ایسا ہی ثوری رح نے امام محمد باقر کی روایت سے امام زین العابدین سے روایت کی ہی مترجم کہتا ہی کہ ظاہراً اسی مقام پر وہ واقع ہوا جو صحیح روایت سے ثابت ہوا ہی کہ جسنے زبیر رض کو شہید کیا جب وہ آنحضرت رض کے پاس آیا اور اُسنے بیان کیا تو آپ نے کہا کہ مین نے آنحضرت صلعم سے سُنا ہی کہ ہر پیغمبر کے لیے حواری ہین اور میرا حواری زبیر بن العوام ہی اور اُسکا قتل کرنے والا دوزخی ہی۔ یہ سُنکر وہ شخص بہت غصہ ہوا اور بیہودہ بکنے لگا کہ پھر تو آپ اس امت کے لیے بلا ہو کہ جو تمھاری مدد نہ کرے وہ برباد اور مدد کرے وہ برباد اور اسی غصہ مین اُسنے خنجر نکالکر اپنے پیٹ مین مار لیا اور مر گیا پس آپ نے تکبیر کہی اور فرمایا کہ رسول صلعم نے سچ فرمایا تھا۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ کثیر رح نے کہا کہ مین امام ابو جعفر محمد بن علی یعنی امام باقر فرزند امام زین العابدین علیہم السلام کے پاس گیا

خلفین مین سے بنام کثیر الرطہور مین ۱۲

اور مین نے کہا کہ تمھارا دوست میرا دوست تم سے سالم میرا سالم اور تمھارا دشمن میرا دشمن اور تم سے لڑنے والا مجھ سے لڑنے والا ہو مین تم سے
اللہ تعالے کے واسطہ سوال کرتا ہون کہ تم صاف بتلا دو کہ بھلا تم تبرا کہتے ہو ابوبکر وعمر رض سے پس فرمایا کہ اے کثیر مین اللہ تعالے سے پناہ مانگتا
ہون انکی تبرا سے اگر مین ایسا ہون تو مین گمراہ ہوا اور مین ہرگز ہدایت پانے والون سے نہین ہونگا اے کثیر تو ان دونون سے محبت رکھ اگر
اسمین تجھے کوئی برائی پہونچے تو وہ میری اس گردن پر ہو پھر یہی آیت پڑھی ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا الآیہ اور کہا کہ ابوبکر وعمر وعلی رضی اللہ
عنہم اجمعین یعنی اللہ تعالی ان سب سے راضی ہوا - مترجم کہتا ہو کہ امام الفقہا ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالے سے روایت ہو کہ مین حضرت امام محمد بن علی
علیہما السلام کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا کہ کہان کا ہی مین نے عرض کیا کہ کوفہ کا ہون فرمایا کہ جا اور میرے پاس مت بیٹھ - مین نے عاجزی
کی اور بیٹھ گیا پھر مین نے عرض کیا کہ آپ کا قول دربارہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کیا ہو اور مین قسم سے کہتا ہون کہ مین آپ کا دوست ہون فرمایا کہ
ارے وہ دونون آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وزیر اور اللہ تعالے ورسول انسے راضی ہین اور مین اگر انسے بدگمانی کرون تو مین گمراہ ہوا
نہ ہدایت پر ہوا تو مین نے عرض کیا کہ اہل عراق تو آپ کی نسبت انسے تبرا کا گمان کرتے ہین اور آپ ہی کی طرف سے بیزاری کی روایتین کرتے
ہین آپ نے فرمایا کہ بالکل کذاب وجھوٹے ہین تو مین نے کہا کہ آپ انکو لکھ بھیجین فرمایا کہ اے شخص وہ لوگ میرا کہنا نہ مانینگے تو نہین دیکھتا کہ
مین نے تجھ سے کہا کہ میرے پاس نہ بیٹھ اور تو نے نہ مانا - کذا فی مخازن المعروف وغیرہ - لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ نہ چھوجایگا
انکو جنت مین نصب یعنی مشقت واذیت وجو چیز ناگوار ہو - ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا چنانچہ صحیحین مین ہو کہ اللہ تعالے نے مجھے حکم دیا
کہ مین خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بشارت دون جنت مین ایک ایسے مکان کی جسمین نہ صخب ہو نہ نصب - یعنی کوئی ناگوار کلام یا فعل یا چیز وہان
نہوگی - بیضاوی وغیرہ مین ہو کہ جنت مین کوئی ایسی چیز نہین ہو جسکے ذریعہ سے یہ امور پہونچین اور اللہ تعالے نے اسکی نعمت کو لذت
محض وعیش خالص کر دیا ہو امام غزالی رحمہ اللہ تعالے کے کلام سے ظاہر ہو کہ وہ عالم اس دنیا کے برعکس ہو کہ وہان ظہور عالم روحانی کا ہو اور
جسم اسکے تابع ہو - مترجم کہتا ہو کہ مؤید اسکے واسطے کلام الٰہی الدار الآخرۃ لہی الحیوان ہو یعنی دار آخرت وہ زندہ ہو پس اسمین ظہور روحانی ہو
اسی واسطے جہنم کوئی یہان کی آگ کے گڑھے پر قیاس نہین ہو سکتا اگرچہ جسقدر یہان قیاس مین آتا ہو یہ تو اسمین ضرور ہو گا اسی واسطے جنت کو
جب انتہا سے خوبی پر قیاس کرو اس سے کہین بہتر ہو لہذا انکی نعمتون کا بیان ہوا ہو - وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِينَ اور وے اسمین سے
کبھی نکالے نہ جاوینگے - یہ تصریح ہو کہ جنت دار الخلود ہو وہان ہمیشگی ہو اور دیگر آیات واحادیث شاہد ہین کہ نعمتون کا تزائد وترقی ہوگی اور
قدرت الٰہیہ بے انتہا ہو - شیخ حافظ رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ آیت سے جو ظاہر ہو وہ حدیث مین صحیح آیا ہو کہ کہا جائیگا کہ اے اہل الجنۃ تمھارے
لیے یہ ہو کہ تندرست رہو کبھی مریض نہو اور یہ کہ زندہ رہو کبھی نہ مرو - اور یہ کہ عالم شباب مین رہو کبھی بوڑھے نہو اور یہ کہ ہمیشہ اسمین مقیم رہو
کبھی یہان سے کوچ کر کے باہر نہ کیے جاؤگے - اللہ تعالے نے بھی دوسری آیت مین تصریح فرمائی لا یبغون عنہا حولا - یعنے اہل جنت کبھی جنت سے
تحویل وتبدیل نہ چاہینگے - اس سے ایک بات یہ بھی نکلی کہ جیسے عالم اجسام مین آدمی ایک ہی جگہ سے اکتا کر سفر چاہتا ہو وہان ایسا عیش ہو کہ
دنیاوی بادشاہ تو کبھی فقیری کی کیفیت دیکھنے کو تحویل چاہے مگر وہ لوگ کبھی اس سے تحویل نہ چاہینگے - پھر حق تعالے نے بندون کو اسی
منزل کرامت حاصل ہونے کی راہ کا ایک لازمی جزو ارشاد فرمایا یعنی قولہ نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ وَأَنَّ عَذَابِي
هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ یعنی خبر دیدے اے محمد میرے بندون کو کہ مین بڑا غفور رحیم ہون اور بے شک میرا عذاب بھی وہی بڑا
دکھ دینے والا عذاب ہو - یعنی جیسے قدرت الٰہی محیط ہو ویسے ہی انکی جنت جو ظہور رحمت کاملہ ہو وہ بڑی مغفرت ورحمت ہو ویسے ہی

لہ یعنی [illegible] کی [illegible] سے [illegible] رب عزوجل [illegible] عن مقیم [illegible] کی سب [illegible] ہین ۱۲ م

اسکی جہنم جو محل ظہور غضب ہی بڑے دکھ کا عذاب ہی پس جب عذاب اسی کا عذاب ہو تو خوف اسی کا چاہیے اور امید بھی اسی سے چاہیے باقی عالم جو کچھ سوائے اُسکے ہو سب اسی کی مخلوق ہو اور سب اسی کی رحمت و غضب کے درمیان مین ہین حدیث مین آیا ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب مین سے ایک شخص کی وفات کے وقت تشریف لے گئے پوچھا کیا حال ہو عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے اپنے گناہون کا خوف ہی اور اللہ تعالے سے مغفرت کا امیدوار ہون فرمایا کہ یہ دونون جسکے دل مین جمع ہون ضرور اللہ تعالے اُسکو بخشدیتا ہو۔ واضح ہو کہ اسمین ایک نکتہ ہی وہ یہ کہ آپ نے اس شخص کو امید زیادہ کردی اور علماء رحمہ اللہ تعالے نے کہا ہو کہ حالت حیات مین چاہیے کہ بندے پر خوف غالب رہے اور وقت موت کے چاہیے کہ امید غالب ہو جاوے اور خوف کم ہو جاوے۔ اور دوسری حدیث مین صریح حکم فرمایا ہو کہ نہ مرے کوئی تم مین مگر اس حال مین کہ اسکا گمان اپنے پروردگار سے بہت نیک ہو یعنے بھروسا کرے اپنے رب عزوجل پر کہ وہ غفور رحیم ہی مجھ ناچیز کے گناہ بخشدیگا اور مجھے اپنی رحمت مین داخل فرما دیگا۔ اور دوسری حدیث قدسی مین آیا ہو کہ رب تبارک و تعالے فرماتا ہی کہ انا عند ظن عبدی بی یعنی میرا بندہ جو گمان یعنی یقین میرے ساتھ رکھتا ہی مین اپنے بندہ کے یقین پر اُسکے ساتھ ہون۔ مترجم کہتا ہی کہ آدمی اپنے رب سے بدگمان نہو پس اللہ کو کوئی حاجت اپنے بندے کو عذاب فرمانے کی نہین ہی مگر کافر نے جب شیطان کا دامن پکڑا اور اللہ تعالے سے خواہ انکار کیا یا ایسے طور پر از راہ ایسے فعل کیے کہ وہ در حقیقت اللہ تعالے سے انکار ہین یا اللہ تعالے کی شان سے انکار ہین تو جسکا دامن پکڑا اُسکے ساتھ پہونچ جائیگا اور شیطان کا مقام جہنم ہی پس یہ بھی وہین گیا۔ شیخ امام رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ اس آیت کے سبب نزول مین مصعب بن ثابت سے روایت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے یارون کے ایک جماعت پر گزرے وہ لوگ ہنستے تھے تو فرمایا کہ یاد کرو جنت کو اور یاد کرو دوزخ کو پس یہ آیت نازل ہوئی رواہ ابن ابی حاتم یعنی یہ حدیث مرسل ہی اور ابن جریر کی روایت مین ہی کہ مکہ مین اصحاب سے فرمایا کہ کیا مین نے تمکو نہین دیکھا کہ تم ہنستے تھے (وقتادہ ابن المنذر) پھر واپس ہو گئے اور حجر اسود تک ہم پہونچے ہونگے کہ اُلٹے پاؤن لوٹ آئے اور فرمایا کہ جبرئیل نے آکر مجھے پیغام پہونچایا کہ رب تعالے فرماتا ہی کہ کیا تم میرے بندون کو مجھ سے ناامید کرتے ہو پھر یہ آیت وحی کی پڑھی۔ قتادہ رحمہ اللہ تعالے سے روایت ہی کہ ہمکو حدیث پہونچی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالے کے عفو کا اندازہ بندے کے علم مین آوے تو وہ کبھی حرام سے بھی پرہیز نہ کرے اور اگر اللہ تعالی کے عذاب کا اندازہ اسکے علم مین آوے تو خوف سے اسکی جان نکل جاوے۔ مترجم کہتا ہی کہ صحیح بخاری و مسلم مین ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے جب رحمت کو پیدا کیا تو سو رحمتین فرمائین اُنمین سے ننانوے اپنے یہان رکھین اور تمام مخلوقات مین ایک رحمت بھیجی پس اگر کافر کو معلوم ہو جاوے وہ سب رحمت جو اللہ تعالے کے یہان ہی تو وہ کبھی رحمت سے مایوس نہو اور اگر مومن کو معلوم ہو جاوے وہ تمام عذاب جو اللہ تعالے کے یہان ہی تو وہ دوزخ سے مامون نہو۔ مترجم کہتا ہی کہ دوسری روایت صحیحین و مسند امام احمد وغیرہ مین تصریح ہی کہ رحمت کے سو حصہ سے ایک حصہ جو دنیا مین ظاہر فرمایا اسی رحمت کا اثر ہو کہ ماں اپنے بچہ پر اور تمام جانور بوجہ مذکور اپنی اولاد پر کرتے ہین اور باہم لوگ شفقت کرتے ہین اور آخرت مین اللہ تعالے مومنون پر پورے سو حصہ رحمت نازل فرماویگا۔ واضح ہو کہ اس آیت مین تمام بندون کو نہایت ترحم و شفقت کے خطاب سے فرمایا کہ نبی عبادی یعنے میرے بندون کو خبردار کردے پس جو شخص کفر کرکے اس خطاب سے سرفرازی نہ لیوے اُسپر ہزار افسوس ہی اور یہان سے ظاہر ہو گیا کہ اس کرامت کے مصداق وہی بندے ہین جو ایمان سے مشرف ہوئے اور واضح ہو کہ عربی زبان سے جو شخص واقف ہو وہ جانے کہ اس آیت مین کامل لطف ہی اول انی انا الغفور الرحیم مین ایک حرف ان تحقیق و تاکید ہی دوسرے انا سے تاکید بلیغ تیسرے الغفور معرفہ باللام چوتھے الرحیم کے ساتھ پانچوین جملہ اسمیہ

کہ دوام و استمرار کے ساتھ تاکید ہو اور دوم ان عذابی ہو العذاب الالیم۔ مین بھی سب تاکیدات موجود ہین سوائے دو باتون کے ایک یہ کہ اسمین عذاب کو
اپنی طرف نسبت نہین فرمایا یعنی انا اسمین نہین ہو دوسرے یہ نہین فرمایا کہ انی انا المعذب بالعذاب الالیم۔ پس اپنے آپ کو عذاب کرنے والا نہین
فرمایا بلکہ خبر دیدی کہ میرا عذاب ایسا سخت ہو اس سے ظاہر ہوا کہ رحمت کا پلہ بہت بھاری ہو اور عذاب جو اللہ تعالے کے بندون پر ہو وہ مقصود نہین ہو
اسی سے کہا گیا کہ دوزخ کافرون کے لیے اصلی ٹھکانا ہو اسی واسطے اللہ تعالے نے دوزخ کی نسبت فرمایا کہ اعدت للکافرین وہ خاصکر کافرون کے لیے
مہیا فرمائی گئی ہو حالانکہ بعضے گنہگار مومن بھی اسمین جاوینگے تو انکے واسطے خاص نہین ہو بلکہ انکا خاص ٹھکانا جنت ہو۔ ایک لطیفہ یہ ہو کہ حضرت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ میرے بندون کو خبردار کردے تو گواہی کردے کہ اللہ تعالے نے مغفرت ورحمت اپنے فضل پر لازم کردی ہو اور یہ بھی
ظاہر کردیا کہ خاص بندے اس راہ امید وبیم کے وہی میرے بندے ہین جو رسول کے مطیع ہین اور انکی بشارت پر یقین کرتے ہین اور واضح ہو کہ جو
شخص ذرا غور سے نظر کرے وہ جانتا ہو کہ اسی مین دعوے وقطعی دلیل دونون موجود ہین کیونکہ کمال اعلے شان الٰہی ہو پس جب سب سے اعلے وہی
اللہ تعالے ہو تو قدرت ورزق دینے وپیدا کرنے وعلم رحمت وغیرہ سب مین بے انتہا کمال جسکا ہو وہی ایک اللہ تعالے ہو تو اسکا کوئی شریک
نہ ٹھہرا تو سب باطل کفر وشرک کے عقیدے ومذہب مٹ گئے اور فقط دین توحید سچا وصحیح رہا جسکو محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے بتلایا پس وہی اللہ تعالے
کے سچے رسول ہین الٰہی رب ارحم الرحمین مجھے سچے ایمان ومغفرت پر وفات دیجیو آمین والحمد للہ رب العالمین **ف** واضح ہو کہ اوپر بیان ہوا تھا
کہ تقوے کے مراتب بہت ہین ادنے درجہ یہان مراد ہو اور اعلے درجہ تک درمیان مین مراتب ہین پھر ان مراتب تقوے کے لیے ہر درجہ مین خاص آثار
ہین چنانچہ ایک ادنی درجہ کا ایمان والا ایک عالم باعمل کے مقابلہ مین اپنے آپ کو برابر نہین کرسکتا ہو اور ہر ایک عمل صالح یہان ثواب جنت کا محل ہو
لہذا عرائس مین لکھا کہ قولہ ان المتقین فی جنات وعیون الآیہ متقی وہ ہین جنھون نے اپنی چشم اسرار کو دونون جہان وکون ومکان سے اٹھا کر بند کرلیا
اور حضرت الرحمن جلشانہ پر مقصور کیا یعنے ہر چیز جو عالم مین ہو سب سے مشاہدہ صنعت وظہور قدرت حق سبحانہ تعالے انکو نظر آتا ہو اور وہی جنات
مشاہدہ ذات وصفات مین ہین چشمہاے محبت ومعرفت سے سیراب ہین انکو بشارت پہونچتی ہو کہ یہان تمکو خوف فراق نہین ہو اور نہ ابلیس کے
مانند ملعون ہونے کا خوف ہو یہ شاہراہ مستقیم وصال ہو مترجم کہتا ہو کہ سوائے وحی انبیاء علیہم السلام کے مومنون کو بھی بشارت ملتی ہو
لقولہ تعالے ان الذین آمنوا ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا الآیہ یعنے جو ایمان لائے پھر نیک اعتقاد ونیک اعمال پر مستقیم
ہوگئے تو انپر ملائکہ اترتے ہین کہ تم خوف نہ کرو اور رنجیدہ غمگین مت ہو آخر آیت تک۔ شیخ رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ بعض بزرگون کا قول ہو کہ جو کوئی شرک
سے بچا وہ جنت کے باغون ونہرون مین ہو اور جس نے اعلے درجہ کا تقوے پایا اسکو حضرت باری تعالے کے قرب منزلت اعلی کا مقام حاصل ہو
جیسے قولہ تعالے فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر۔ شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ جس نے ثواب کے واسطے تقوے کیا اسکو وہ ثواب
دیدیا جاویگا جسکی امید کرتا تھا اور عذاب سے بےخوف کردیا جائیگا اور جس نے نیک اعمال کو اس نیت سے نہین کیا بلکہ خالص اللہ تعالی کے واسطے
کیا تو حق تعالے عزوجل ہی انکا عوض ہو مترجم کہتا ہو کہ جسکا عوض حق تعالے جلشانہ ہو اسی کے لیے سب کچھ ہو اور واضح ہو کہ جو کچھ
شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا ہو یہ بالکل حدیث شریف کا مضمون ہو کہ قیامت مین اہل جنت کے تین گروہ ہونگے ایک جنھون نے جنت کی
خواہش مین اعمال کیے دوم جنھون نے جہنم کے خوف سے اعمال کیے سوم جنھون نے رضائے الٰہی عزوجل کیواسطے اعمال خالص کیے اور ثواب کی
اسی طرح تقسیم مذکور ہو جسطرح مجمل شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالے کے کلام سے ظاہر ہوئی اور یہ حدیث سابق مین کسی پارہ مین گزرچکی ہو فتذکر۔ شیخ
استاذ رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ متقی وہ ہو جسکو اللہ تعالے نے اپنے فضل سے تقوے دیا یعنے شرک وبد اعمال سے بچالیا اور وہ نہین ہو جو بناوٹ سے

متقی بنا ہی نہین بلکہ اپنے بنا کے بھی بن نہین سکتا جب تک اللہ تعالی اسکو اپنے فضل سے نہ بچاوے اور جنات کے درجات ہین بعضے اونچے اور بعضے
نیچے ہین اور ہر درجہ کی نعمت متفاوت ہو اسی طرح ہر متقی کے لیے یہان درجات ہین بعضے تو خدمت وطاعت مین حلاوت پاتے ہین اور بعضے بسط
وراحت مین - بعضے لوگ امید ورغبت مین اور بعضے انس وقربت مین غرضکہ ہر ایک کے لیے ایک مشرب خاص ہو جیسا کہ آج یہان ہو ویسا ہی کل
وہان ہوگا - اور قولہ ادخلوہا مین شیخ استاد نے نکتہ بیان کیا کہ اسمین یہ نہین فرمایا کہ مُنسے کون کہیگا کہ جنات مین داخل ہو - تو اُسکی یہ وجہ ہو کہ بعضون سے
ملائکہ کہینگے کہ ادخلوہا - اور بعضون سے حق تعالی فرماویگا اور کہتے ہین کہ شاید ملائکہ کے کہنے سے وہ لوگ داخل نہون کیونکہ محبوب کے ہاتھ سے شرف کا
مشتاق غیر کے خلعت پر کیا خوش ہو اگرچہ تمام دنیا کی بادشاہت بخشدے - قولہ ونزعنا ما فی صدورہم من غل الآیہ - اس آیت مین بیان ہو کہ حسد وکینہ
متقین کے دلون مین میل رہنے نہین پاتا کیونکہ وہ جمال الرحمن کے واسطے مخصوص ہین اور بحکم قولہ علیہ السلام قلوبہن اصبعین من اصابع الرحمن الحدیث
انکو اللہ تعالی اپنی مشیت وحکمت کے موافق لوٹ پوٹ فرماتا ہو - واضح ہو کہ ارواح اصل مین دریاے وحدت مین غرق اور قدم مین تسبیح کرتی تھین
وہان دنیا کے غبار اور شیطانی ہوا جس کو دخل نہ تھا ولیکن جب حق تعالی نے انکا امتحان چاہا تو اجسام کو پیدا کر کے انمین شہوات کے بڑے بڑے جنگل اور
ہزارون قسم کے خار پیدا کردیے اور قلوب کو مکانات ارواح بنایا اور ارواح کو مکانات عقول کیا اور عقول کو مکانات اسرار کیا اور اسرار کو معادن
لطائف معرفت وحکمت کردیا اور یہی مواضع تجلی جمالی وجلالی ہین پھر سب کو مواضع فطرت اجسام مین رکھا پس جب یہ لشکران اجسام مین آیا اور متواتر
اسپر تجلی حق ہوئی تو سینون کو ان کدورات سے جو بتقضاے بشریت ہین صفائی ہوئی اور شیطانی دروازے اسپر بند ہوگئے پس بیماری وبدخلقی
وہان نہ رہی اور وسواس کو دخل نہ رہا جب وہ بوصف تقوے متصف ہوکر متقی ہوئے تو انھین کے واسطے تصریح کردی کہ اُنکے سینون سے غل کو
خارج کردیا قبل اسکے کہ وہ جنات مین داخل ہون پہلے خود اُنکے دلون سے غل وغش کو دور کردیا پھر اپنے کرم سے انکو جنات مشاہدہ مین داخل فرمایا
اور قرب منزلت مین جگہ دی کہ باہم ایک دوسرے کو نظر محبت سے دیکھتے ہین ہر ایک دوسرے کے چہرہ سے آثار ظہور الوہیت کو مشاہدہ کرتا ہی اور اگر
غل اُنکے دلون مین معاذ اللہ رہتا تو کیسا بُرا حال ہوتا کہ اُنکے دلون مین ایسی بُری چیز موجود رہتی معاذ اللہ معاذ اللہ حاشا ہم اللہ تعالی تجھے ہرگز
یہ گمان اُنکی نسبت روا نہین ہوسکتا او رحال یہ ہو کہ اللہ تعالی نے اُنکی ارواح کو اُنکے اجسام مین ڈالنے سے پہلے اپنی قدرت سے ان غلول کے واسطے
اُنکے دلون مین جگہ نہین رکھی تھی اور یہ کیونکر ہوسکتا ہو کہ جو مقام واسطے محبت آلہی وانس وتسبیح وتقدیس حق کے ممتاز ہو وہ مخشوش بغل طبیعت ہو
حالانکہ یہ اوصاف اہل ہوا سے ہین اُن لوگون کی شان نہین ہو جو اللہ تعالی کے واسطے باہم الفت ومحبت رکھتے ہین تو نہین دیکھتا کہ اُنکی تخصیص
آخرت کے لیے فرمائی ہو ہان قدرت آلہی سے یہ بعید نہین کہ بعض اولیا کے دلون مین کچھ غل واسطے امتحان کے رکھے تاکہ ولی اُسکے دفع مین
اور اپنے اسرار کے پاک کرنے مین اور حق تعالے سے پناہ مانگنے مین مشغول ہو اور یہین اسکے واسطے درجات رفیعہ ہون کہ اُس نے نفس سے
محاربہ اور شیطان سے مدافعہ کیا اور یہ اُسکے حق مین نقص نہین بلکہ کمال ہو تو نے نہین دیکھا قول اسد اللہ علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کا کہ آپ نے
اس آیت مین فرمایا کہ مجھے امید ہو کہ مین اور عثمان اور طلحہ وزبیر انھین بندون مین سے ہون - شیخ ابو جعفر علیہ السلام نے کہا کہ کیسے غل ان دونون مین باقی
رہیگا جنکو اللہ تعالے کے ساتھ باہم الفت ہوگئی اور اُسی کی محبت پر دونون نے اتفاق کیا اور اُسی کی مودت پر باہم دوست ہوئے اور اسی
کے ذکر سے باہم مانوس ہوئے کوئی شبہہ نہین کہ یہ دل بالکل صاف ہونگے ہوائے نفس سے وطبیعت کی تاریکیون سے بلکہ نور توفیق سے انکو سرمہ
لگایا گیا تو باہم ایک دوسرے کو بھائی بھائی دیکھتے ہین - شیخ استاد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اللہ تعالے نے حضرت خلیل علیہ السلام کو خانے
کعبہ کا حکم دیا اور کہا کہ اسکو پاک رکھے - اور جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ قلب مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کو پاک کیا اور بذات خود اپنے بندون متقین کے

دلون کی تطہیر فرمائی جیسا کہ اس آیت مین مذکور ہو اور یہ انبیاء علیہم السلام پر انکو مقدم نہین کیا بلکہ ان ضعیفون کی تطہیر دوسرون سے مشکل تھی پس خود ہی تطہیر فرمائی اور اللہ تعالے کبھی ضعیف کے حال پر ایسا رحم فرماتا ہو کہ قوی اس سے تعجب مین آتا ہو اور شیخ استاد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ کہا گیا ہو کہ اللہ تعالے عزوجل نے صدور کا کلمہ اس آیت مین فرمایا اور قلب نہین فرمایا کیونکہ قلوب اسی کے قبضۂ قدرت مین ہین جسطرح چاہتا ہی منقلب فرماتا ہی قولہ لایمسہم فیہا نصب وماہم منہا بمخرجین۔ انکو انوار بقا مین ومشاہدہ جمالی مین جگہ دیکر سلطان کبریاء سے محروس کردیا کیونکہ اگر سطوت قدم کا ظہور اینپر کبھی ہو تو تمام لذت بلکہ تمام جنتون سمیت انکو فنا کردے کیونکہ حادث اگر قدیم سے سطوت عظمت کے ساتھ مقترن ہو تو ایک لحظہ مین زائل وفانی ہوجاوے اسی وجہ سے جب قیامت کے روز ظہور جلال ہوگا تو سب فنا ہوکر پھر جلکہ پیدا ہونگے پس اگر ان بندون کو نور بقاء سے لباس نہوتا تو فنا ہوجاتے اور یہ بھی ہو کہ اگر فضل ورحمت کا ظہور تمام اینپر نہوتا تو وسعت جلال وعظمت کے سطوات مین فنا ہوجاتے اور ہیبت سے زائل ہوتے۔ مترجم کہتا ہی کہ بیہقی وغیرہ کی حدیث مین ہو کہ مابین القوم وبین ان ینظروا الی ربہم الا رداء الکبریاء علی وجہہ فی جنۃ عدن۔ حدیث صحیح ہو اور معنے یہ ہین کہ کوئی چیز حائل نہوگی درمیان قوم کے یعنے اہل جنت کے اور درمیان دیدار اپنے رب تبارک وتعالی کے مگر چادر کبریائی انکے رب پر جنت عدن مین۔ یعنے جنت عدن مقام اعلی ہی اور وہان کے جنتی بندون کو دیدار رب تبارک وتعا[illegible] سے کوئی چیز مانع نہین غیر ازینکہ ردا ر کبریائی۔ بیہقی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اسکے یہ معنے ہین کہ ردائے کبریائے الٰہی سے یہ لوگ اسکو نہین دیکھیگے اور جسوقت دیدار نصیب ہوگا اسوقت یہ پردہ اٹھا دیا جاویگا پس یہ پردہ اس قوم پر حائل ہی۔ مترجم کہتا ہو کہ معنی یہ نہین ہین کہ قوم پر ہیبت وعظمت کبریائی کا ظہور ہوگا ورنہ سب فنا ہوجاوین اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دیدار کے واسطے اینپر ظہور کمال رحمت سے ہوگا اور ہیبت وعظمت سے نہوگا قولہ ماہم منہا بمخرجین یعنی یہ ہین کہ وہان مقام امتحان وتربیت نہین ہی اور جہان امتحان تھا یعنی دنیا مین تو وہان اس بندے نے حالت غضب الٰہی مین رضاء وتسلیم رکھی اب سراسر رحمت ہی۔ نصرآبادی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ کون تکلیف اسکو نہین ہی جو کارگاہ امتحان مین اللہ تعالی سے غافل ہی یعنے تربیت سے محروم ہی اور کون راحت اسکو ہو جو بیدار ہوشیار ہی کہ قدم سے حدوث کے اقتران مین فقط تعذیب وہلاک ہی یعنے جو مالک ہوا وہ باقی ہی اور بقاء صفت قدیم عزوجل ہی اسکو فنا نہین ہی۔ پھر حق تعالے عزوجل نے محل امتحان کی طرف بندون کو ارشاد کیا کہ مقامات ودرجات حاصل کرین یعنی مریدون کو ترغیب اور سالکون کو خوف عتاب سے ترہیب ہی بقولہ تعالے نبی عبادی انی انا الغفور الرحیم وان عذابی الآیہ۔ جب عارف مواضع خطر مین یہ سمجھتا ہو وہی اپنے فضل سے اسکی مغفرت فرماتا ہو وہی اُنکی تضییع اوقات پر ندامت کا تدارک فرماتا ہو یعنی انکے اسرار کو انواع ذکر صفائی سے معمور فرماتا ہو اور یہ رحمت [illegible] یہ ہی کہ انواع کشف ومشاہدات سے مسرور اور عذاب فراق وحجاب سے دور کردیتا ہو واضح ہو کہ ان اسرار کی خبر شاید کہ قولہ لایمسہم فیہا نصب مین ہو کیونکہ اسکے واسطے خاص رحمت یہ تھی کہ طبائع بشری سے نکالکر انکو لباس رحمت وبقاء پہنایا کہ بلازوال باقی ہوئے اور اگر یون ہی چھوڑے جاتے تو غضب کبریائی مین سوختہ ہوجاتے پس انکو حجاب وفراق سے دور کرکے رحمت مین مستغرق کرنے کا ذکر کردیا کہ یہی غفران حقیقی ہی۔ دو وصف بیان فرمائے او صفت مغفرت ورحمت صفات حقیقیہ قدیمہ مین سے ہین اور رہا عذاب تو یہ صفت فعلی ہی اور جب صفت کو فعل سے مفروق کیا جاوے تو فعل اس صفت مین زائل ہوجاتا ہی جبھی تو مقام امید کو مقام خوف پر غلبہ ہی کیونکہ امید شاخ انس وبسط ہی اور وہ بندہ کے ساتھ ہمیشہ باقی رہیگی کیونکہ اسی صفت حقیقیہ کا یہ اثر ہی اور خوف کبھی زائل ہوجاتا ہی کیا تو نہین دیکھتا کہ قرب رب العالمین مین خوف زائل ہوگا بدلیل قولہ تعالے لاخوف علیہم ولاہم یحزنون۔ اسی سبب سے کہ عذاب زائل ہوگا اور صفت مین فعل گم ہوگا۔ ابن عطا رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ مراد یہان یہ ہی کہ بندون کو خوف وامید مین رکھا جاوے تاکہ راہ ایمان پر مستقیم رہین

کیونکہ جبپر امید غالب ہو وہ بیکار ہوجاتا ہی اور جبپر خوف غالب ہو وہ مایوس ہوجاتا ہی شیخ جنید رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین کہا
کہ ان بندون کے واسطے آگاہی پہلے سے دیدی جب دنیا مین موجود ہین کہ آخرت مین مجتمع کیے جاوینگے اسی واسطے تو انکو شکوہ نہوگا اور بلا و محن
مین کمزور نہونگے بلکہ اسکو خوشی سے اُٹھا وینگے پس وہ ہر حال مین خوشی کے ساتھ بسر کرتے ہین اسوجہ سے کہ انکا علم اپنے رب کے ساتھ وسیع ہوگیا اور
اللہ تعالیٰ کے وعدون پر انکو سکون ہو تو اُسکی طرف سے احکام برداشت کرتے ہین اور جو بات غیرون پر پوشیدہ ہی اُنکو ظاہر ہی اور جو اللہ تعالیٰ
کیواسطے اُنپر ہی اور جو اُنکے لیے اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہی سب جانتے ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ حدیث صحیح مین ہی کہ اللہ تعالیٰ کا حق بندون پر
یہ ہی کہ اُسکے ساتھ شرک نہ کرین اور اللہ تعالیٰ نے بندون کے لیے اپنے فضل سے لازم کیا کہ وہ ایسا کرین تو انکو عذاب نہ فرماوے واضح ہو کہ مترجم
نے اس حدیث کی تفسیر مین تامل کیا ولیکن تنبیہ یہ ہی کہ جہان تک بندہ سے ہوسکے شرک کو پہچانے پھر اُسکو ترک کرنے کی فکر کرے اور اکابر اولیاء اللہ
تو یہی شرک جانتے ہین کہ زید نے مجھے ناحق مارا اور عمرو نے میرا روزینہ مجھے نہین دیا اور فلان شخص کے پاس جاتے تو نوکری ملجاتی تو نے بہت
بُرا کیا پھر جو باتین کھُلی شرک ہین اُنکا ترک کرنا تو ایمان کے واسطے ضرور ہی فافہم واللہ تعالیٰ ہو الغفور الرحیم۔ ابن عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا
کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک شان کو فضل و عدل سے وصف فرمایا اور جس بندے کو اسکا فضل پہونچا وہ تو ہر بلا سے نجات پاگیا اور جبپر اُسنے اپنا
عدل رکھا وہ ہلاک ہوا دیکھو ابلیس نے غرور کیا کہ اسکی اسقدر طویل عبادت اُسکی نجات و تقرب کے واسطے کافی ہی جب عدل مین لایا گیا تو مطرود
اور ملعون کرکے نکالا گیا اور ہمیشہ کے لیے اسکو خوار کردیا اور دیکھو اپنا فضل اُسنے حضرت موسےٰ علیہ السلام کے مقابل ساحرون کو پہونچایا جو عمر بھر
بڑے کامون مین گرفتار رہے اور فرعون کی عزت کی قسم کھاتے تھے پس دم بھر مین انکو ساحت فتنہ سے اپنے فضل سے نکال لیا اور اعلےٰ
منزلت اہل سعادت پر پہونچا دیا اُنکے گناہ اور کفر سب جاتے رہے۔ ان قصون کو عبرت سے دیکھو لہذا اللہ تعالیٰ جلشانہ نے اگلون کے

واقعات بیان کیے بقولہ تعالیٰ

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَۘ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ

اور احوال سنا انکو ابراہیم کے مہمانون کا جب چلے آئے اسکے گھر مین اور بولے سلام وہ بولا ہمکو تمسے

وَجِلُوْنَ ۝ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۝ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى

ڈر آتا ہے بولے ڈر مت ہم تجکو خوشی سناتے ہین ایک ہوشیار لڑکے کی بولا تم خوشی سناتے ہو مجکو

اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ۝ قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ

جب پہونچ چکا مجکو بوڑھاپا اب کاہے پر خوشی سناتے ہو بولے ہمنے تجکو خوشی سنائی تحقیق سو مت ہو تو

الْقٰنِطِيْنَ ۝ قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ۝ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ

ناامیدون مین بولا اور کون آس توڑے اپنے رب کی مہر سے مگر جو راہ بھولے ہین بولا پھر کیا مہم ہے تمہاری

اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ۝ۙ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ اِنَّا

اے اللہ کے بھیجے بولے ہم بھیجے آئے ہین ایک قوم گنہگار پر مگر لوط کے گھر والے ہم

لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ۙ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝ فَلَمَّا جَآءَ

انکو بچا لینگے سب کو مگر ایک اسکی عورت ہمنے ٹھہرالیا وہ ہے رہ جانے والون مین پھر جب پہونچے

آلَ لُوطٍ الْمُرْسَلُونَ ۝ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنكَرُونَ ۝ قَالُوا بَلْ جِئْنَاكَ بِمَا كَانُوا

لوط کے گھر وہ بھیجے ہوے بولا تم لوگ ہو گے اوپری بولے نہین پر ہم لاے ہین تجھ پاس

فِيهِ يَمْتَرُونَ ۝ وَأَتَيْنَاكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ۝ فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ

جس مین وہ جھگڑتے تھے اور ہم لاے ہین تجھ پاس مقرر بات اور ہم سچ کہتے ہین سو لے نکل اپنے گھر والون کو

مِّنَ اللَّيْلِ وَاتَّبِعْ أَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنكُمْ أَحَدٌ وَامْضُوا حَيْثُ

رات رہے سے اور آپ چل انکے پیچھے اور مڑکر نہ دیکھے تم مین کوئی اور چلے جاؤ جہان تمکو

تُؤْمَرُونَ ۝ وَقَضَيْنَا إِلَيْهِ ذَٰلِكَ الْأَمْرَ أَنَّ دَابِرَ هَٰؤُلَاءِ مَقْطُوعٌ مُّصْبِحِينَ

حکم ہے اور چکادیا ہمنے اسکو وہ کام کہ انکی جڑ کٹی ہے صبح ہوتے

وَجَاءَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ يَسْتَبْشِرُونَ ۝ قَالَ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ ضَيْفِي فَلَا تَفْضَحُونِ ۝

اور آئے شہر کے لوگ خوشیان کرتے بولا یہ لوگ میرے مہمان ہین سو مجکو رسوا مت کرو

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزُونِ ۝ قَالُوا أَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعَالَمِينَ ۝ قَالَ هَٰؤُلَاءِ

اور ڈرو اللہ سے اور میری آبرو مت کھوو بولے ہمنے تجکو منع نہین کیا جہان کی حمایت سے بولا یہ حاضر ہین

بَنَاتِي إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ ۝ لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝ فَأَخَذَتْهُمُ

میری بیٹیان اگر تمکو کرنا ہے قسم ہے تیری جان کی وہ اپنی مستی مین مدہوش ہین پھر پکڑا انکو

الصَّيْحَةُ مُشْرِقِينَ ۝ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ ۝

چنگھاڑ نے سورج نکلتے پھر کرڈالی ہمنے وہ بستی اوپر تلے اور برسائے انپر پتھر کھنگر کے

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِينَ ۝ وَإِنَّهَا لَبِسَبِيلٍ مُّقِيمٍ ۝ إِنَّ فِي

بیشک اسمین پتے ہین دھیان کرنے والون کو اور وہ بستی ہے سیدھی راہ پر البتہ

ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝

اسمین نشانی ہے یقین کرنے والون کو

ان صحیح واقعات مین جو بیان فرماے ہین عجائب عبرت و علوم ہین غور سے دیکھو کہ اللہ تعالے کا فضل باطنی اس دنیا مین کسطرح اپنے بندون متقیون کو شامل رہتا ہے اور کبھی انپر خوف بھی آتا ہے ورانجام اسکا فضل و بشارت ہے اور جو لوگ محض نڈر و بیخوف ہوتے ہین انکا انجام عذاب و خواری ہے اور کسطرح اہل تقوے کو امتحان مین مبتلا کیا جاتا ہے اور آخرت انھین کے لیے ہوتی ہے اور اہل تقوے کو فراست نور الٰہی و عقل و دانائی ہوتی ہے اور اللہ تعالے بڑا غفور رحیم ہے اور جب اسکا عذاب آتا ہے تو پھر عذاب سخت ہے اُس سے چھٹکارا بہت دشوار ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بھتیجے لوط علیہ السلام دونون ایک وقت مین پیغمبر تھے مگر ابراہیم مقدم تھے انپر ایمان لاکر لوط پیغمبر ماتحت کیے گئے۔ فافہم۔ اب مترجم اس مقام کی تفسیر کو مفصل واقعات سے جو دیگر آیات مین مذکور ہین مزید کرکے بیان کرتا ہے۔ واضح ہو کہ حضرت خلیل اللہ علے نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دستور تھا کہ مسافر وغیرہ کی مہمانی بہت خوشی سے جاہا کرتے ایک روز اتفاق سے بارہ خوبصورت شریف لڑکے انکے یہان آکے جنکو بھون نے

مہمان سمجھکر خوشی سے لیا ہی اللہ تعالے نے فرمایا۔ وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ اور آگاہ کر دے انکو یعنے سب بندون کو مہمانان ابراہیم سے۔ چونکہ ضیف دراصل مصدر ہی لہذا جمع کرنا ضرور نہ تھا ورنہ مروی ہو کہ بارہ یا دس یا تین تھے جنمین جبرئیل بھی بصورت اطفال خوبصورت تھے پس فرمایا۔ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا یعنی آگاہ کر دے وہ ماجرا جب وے داخل ہوئے ابراہیم پاس تو انھون نے سلام کیا جیسے سنت طریقہ ہو اگرچہ اسی زبان مین سلام کیا پس ابراہیم نے انکو سلام کا جواب دیا چنانچہ سورہ ہود مین آیا ہو پھر اسپر غور نہ کیا اور دیر نہین لگائی کہ جا کر ایک موٹا تازہ بچھڑا ذبح کر کے بھون کر لائے اور مہمانون کے آگے رکھا اور انکی بی بی سارہ یا مع ہاجرہ کے خدمت کو کھڑی ہو گئین۔ مگر انھون نے اسمین ہاتھ نہین ڈالا تب غور سے دیکھکر فراست سے کچھ پہچانا۔ قَالَ إِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُونَ کہا کہ ہم لوگ تم سے ڈرے ہوئے ہین۔ ظاہرا فراست سے انہین مشاہدہ کیا کہ عذاب کرنا بھی انسے ٹپکتا ہی اگرچہ خوشی بھی ملی ہوئی ہی اور وجل کی کیفیت بھی ایسی ہی ہوتی ہو اسی واسطے اللہ تعالے نے خالص مومنون کو جو اللہ تعالے سے اشد محبت کرتے ہین وجل سے قولہ اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم مین موصوف فرمایا ہو پس ایسا خوف ازجانب حق تعالے ہوتا ہی اور ظاہر مین اُنسے کہدیا کہ ہکو تم سے خوف ہو قَالُوا لَا تَوْجَلْ بولے کہ کچھ خوف مت کرو یعنے ہم اللہ تعالے کے بھیجے ہوئے فرشتہ ہین ہماری غذا یہ نہین ہی اس سبب سے ہم نہین کھاتے إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ہم تجھے بشارت دیتے ہین ایک لڑکے علم والے کی۔ یہ بشارت اسحق ؑ کی تھی قَالَ أَبَشَّرْتُمُونِي عَلَىٰ أَنْ مَسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُونَ بولا کہ کیا تم بشارت دیتے ہو مجھے اس حال پر کہ مجھے بڑھاپا پہونچ گیا ہو سو کس چیز کے ساتھ بشارت دیتے ہو۔ اور دوسرے مقام پر یہی کہا کہ میری جورو بانجھ ہی اور شاید یہ ہو کہ یہ غلام علیم حضرت اسمعیل ہون پھر سارہ رضہ خدمت کرنے کو کھڑی تھین وہ ہنسین تو انکو بشارت دی اسحق کی ولیکن صحیح یہی ہو کہ یہ بشارت حضرت سارہ رضہ کو دینے آئے تھے اور اُنھون نے کہا کہ مین تو بوڑھی ہون اور میرا یہ شوہر بھی بوڑھا ہو اور ابراہیم ؑ نے بھی ایسا ہی کہا اسپر انھون نے اُنکی زندگی مین وسعت اسقدر بیان کی جو سورہ ہود مین مذکور ہی کہ سارہ رضہ کو بشارت دی اسحق کی پھر اسحاق کے بعد یعقوب کی یعنے بیٹے کا بیٹا بھی دیکھوگی ہ اور سارہ رضہ کو کہا کہ کیا تم تعجب کرتی ہو اے اہل بیت نبوت اللہ تعالی کی قدرت سے کہ اللہ تعالی کی تیرے رحمت و برکت ہی۔ ابراہیم ؑ وانکی بی بی کا تعجب بوجہ قدرت کے نہ تھا بلکہ بطریق عادت تھا لہذا جب۔ قَالُوا بَشَّرْنَاكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْقَانِطِينَ ملائکہ کہنے لگے کہ ہم نے تجھکو سچی بشارت پہنچائی ہو سو تو نا امید ہونے والون مین سے مت ہو جیو یعنے اللہ تعالے کی قدرت سے جو بغیر ماں و باپ کے پیدا کرتا ہی تجھکو تعجب و مایوسی نہو تو قَالَ وَمَنْ يَقْنَطُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ ابراہیم نے کہا کہ قدرت و رحمت سے مایوسی نہین ہی اور کون شخص اپنے رب کی رحمت سے مایوس ہوگا سوائے گمراہون کے یعنے اللہ تعالے کی رحمت سے وہی مایوس ہین جو اُس سے منکر ہین اور کفر و شرک کرتے ہین لہذا معلوم ہوا کہ اللہ تعالے کی رحمت سے مایوسی بھی کفر ہی۔ یہانتک ابراہیم ؑ کی دلجمعی ہوئی بلکہ انکو بعد خوف کے ایسی بڑی خوشخبری اللہ تعالے کی طرف سے پہونچی اب انکو یقین ہو گیا کہ یہ فرشتہ ہین اور یہ تو ظاہر تھا کہ ابراہیم ؑ کی مہمانی مین نہین بلکہ انکو بشارت دینے آئے تھے۔ اب انھون نے مطمئن ہو کر ملائکہ سے پوچھنا شروع کیا۔ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ پوچھا کہ پھر تمھارا بڑا کام کیا ہی اے اللہ تعالے کے بھیجے ہوئے فرشتو۔ انھون نے فراست سے انہین دیکھا تھا کہ عذاب و رحمت ملے ہوئی رکھتے ہین قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُجْرِمِينَ بولے کہ ہم لوگ بھیجے گئے ہین قوم بدکار کی طرف۔ جب یہ معلوم کیا تو جیسے اللہ تعالی نے فرمایا فلما ذہب عن ابراہیم الروع وجاءتہ البشری یجادلنا فی قوم لوط۔ کہ جب ابراہیم سے خوف جاتا رہا اور اسکو بشارت پہونچی تو اُس نے

شروع کیا ہم سے جھگڑا کرنا دربارہ قوم لوط کے۔ روایت ہو کہ کہا کیا تم ایسے گانون کو ہلاک کرو گے جسمین اتنے مسلمان ہون کہا کہ نہین تو پھر اگر اسمین اتنے ہون
بولے کہ نہین آخر کہا کہ اگر ایک گھر ہو تو بولے کہ نہین تب کہا کہ پھر اسمین تو لوط ہی بولے کہ ہم جانتے ہین جو اسمین ہی اور اے ابراہیم اسمین زیادہ حجت
بیکار ہو تیرے رب کا حکم آچکا اور اس مجرم قوم کو ضرور عذاب پہنچیگا تو کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہو کہ تم لوط کو ہلاک کرو انھون نے کہا۔ اِلَّآ اٰلَ
لُوْطٍ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ سوائے آل لوط کے کہ مجرم نہین ہین
اور ہم ان سب کو نجات دینے والے ٹھہرائے گئے ہین سوائے انکی بی بی کے کہ ہم نے مقدر کر دیا ہو کہ وہ گانون مین رہ کر باکانون والون کے ساتھ
مین ہلاک ہو گی۔ اللہ تعالے نے دوسری آیت مین فرمایا کہ ملائکہ نے اس ملک کو تمام تلاش کیا کہ وہان کون مومن ہین سو کوئی نہ ملا سوائے ایک
گھر مسلمانون کے یعنے باوجود اسقدر وعظ ونصیحت و دوہرے پیغمبرون کے صرف حضرت لوط یعنے پیغمبر کا گھر مسلمان تھا باقی سب بدکار فاجر تھے۔ فَلَمَّا
جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ِالْمُرْسَلُوْنَ پھر جب ملائکہ ابراہیم کے پاس سے روانہ ہو کر لوط پاس پہونچے۔ پس نہایت خوبصورت اطفال کی شکل مین تھے
انکو دیکھکر دل تنگی سے سلام وجواب ہوا اور حضرت لوط ڈرے کہ یہ لوگ میرے مہمان بنتے ہین اور یہ قوم لڑکون وغیرہ سے اغلام کرنے مین مشہور
اور نہایت سخت حریص ہین اور مجھ مین قدرت ظاہری نہین کہ انکو دفع کرون خواہ مخواہ فضیحت ہونا پڑا اور یہ بھی نہین معلوم کہ ایسے خوبصورت شکل وجمال کے
اس شان سے کس قبیلہ وقوم کی ہین قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ کہا کہ تم ایک جماعت انجان ہو مین تمکو پہچانتا نہین ہون یا شاید
یہ مراد ہو کہ تم سے مجھے خوف ہو کہ مکروہ وناگوار بات تمھاری طرف سے پہونچے اور یہ بھی بنور الٰہی تفرس تھا۔ اور تفسیر مین ہو کہ لوط علیہ السلام نے
انسے معذرت کی کہ یہ قوم سخت بدکار وعجیب ناہنجار ہو تم شاید یہان سے واقف نہ تھے نادانی مین بغیر جانے یہان چلے آئے ہو۔ قَالُوْا
بَلْ جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ بولے بلکہ ہم لائے ہین تیرے پاس حق وہ چیز جسمین وہ شک
کرتے تھے۔ یہان درمیان مین قوم کا آنا وشورش اٹھانا وغیرہ بیان مین موخر کر دیا اور ملائکہ نے یہیں اپنے آپ کو لوط کی تشفی کے لیے ظاہر کر دیا
کہ ہمارا آنا کسی برائی کے ساتھ تیرے حق مین نہین ہو یا کہا کہ ہم آدمی نہین ہین بلکہ بھیجے ہوئے رسول ہین کہ تیرے پاس حکم حق لائے ہین۔
وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ اور لائے ہین ہم تیرے پاس حق کو۔ یعنے یقینی عذاب اس قوم بدکار کا لائے ہین جسمین کچھ شک نہین ہو
وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ اور ہم اس خبر دینے مین بالکل سچے ہین۔ ظاہرا درمیان مین قوم کے شورش کا جو حال آگے آتا ہو وہ سب واقع ہو مگر
ملائکہ نے ظاہر نہین کیا تا کہ اس قوم بدکار کی بے حیائی اور بھی زیادہ اسپر وبال ہو اور لوط جیسے انبیاء نرم ورحیم ہوتے ہین انکی بیہودگیون اور
حرکتون سے نہایت دل تنگ ہو جاوین اور خود انکو ثواب عظیم ملجاوے اور قوم کی طرف سے نالان ہو جاوین آگے جیسا کہ آتا ہو اسکے بعد
ملائکہ نے اپنے آپ کو ظاہر کر دیا کہ ہم عذاب لائے اور ہم بالکل سچ کہتے ہین ہماری ظاہری صورت پر مت جاؤ یہ سب سچ ہو۔ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ
بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ سو تم روانہ ہو جاؤ تھوڑی رات سے گئے قرطبی رح نے لکھا کہ لوط اور انکی دونون بیٹیان نکلین اور ملائکہ کے کہنے کے موافق کر
وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ اور پیچھے ہو جانا اپنے لوگون کے انکو ہانکتے چلنا کہ لوگ تیرے کہنے کے موافق چلین وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ
اور تم مین سے کوئی مڑکر نہ دیکھے۔ ظاہرا اسی واسطے انکو خود پیچھے رہنے کا حکم دیا تھا۔ یا عدم التفات سے مراد یہ کہ ایسے جلد روانہ ہونا کہ کوئی
مڑکر بھی نہ دیکھنا۔ وَامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ اور چلے جانا جدھر تمکو حکم دیا گیا۔ کہا گیا کہ ملک شام کی طرف حکم تھا۔ بعض نے
کہا کہ مصر کا۔ کہا گیا کہ اسی قوم لوط کے بعض گانون اطراف کا۔ کہا گیا کہ حضرت خلیل اللہ کے پاس چلے جانے کا۔ قرطبی رح نے کہا کہ اللہ تعالی نے
لوط کے واسطے زمین کو لپیٹ دیا کہ ایسے جلدی سے وہ قوم ظالم کے شہرون سے باہر ہو گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تک پہونچ گئے

وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اور وحی کردیا ہم نے لوط کو یہ حکم کہ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ آخر تک یہ قوم
بدکار قطع کردیجائیگی ضرور مُّصْبِحِيْنَ جب یہ لوگ صبح کرینگے شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ ملائکہ نے لوط کو کہا کہ کچھ رات گئے اپنے
اہل کو لیکر چلے جاؤ اور تم اُنکے پیچھے پیچھے چلنا ہمین اُنکی خبرگیری زیادہ ہو اور لکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی جہاد مین اسی طرح لشکر کے ساتھ
بازو پر چلتے کہ کمزور کو سمیٹے لاتے اور جو چھوٹ گیا اسکو اُٹھا لیتے۔ اور یہ جو حکم دیا کہ کوئی التفات نہ کرے یعنے جب صبح ہوتے تم اس قوم بدکار کی
چیخ پکار یا کرخت آواز سنو تو اُنکی طرف متوجہ نہونا کیونکہ ہلاکت پر خوش ہونا بھی بعید ہو اور انکو اسی حال مین عذاب وخواری نکال مین چھوڑ دینا
اور تمکو جدہر کا حکم ہو چلے جانا۔ اب درمیانی واقعہ بیان فرمایا جس سے اس قوم کی بدکاری و اللہ تعالے سے بیخوفی و لوگون کی ایذا بہت ظاہر ہو
وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ مدینہ سے مراد لغوی معنے شہر کے ہین اور یہ شہر سدوم بسین مہملہ و ذال منقوطہ ہو قوم
لوط علیہ السلام کے شہرون مین سے ایک شہر تھا۔ یہ لوگ خوشی مناتے اسوجہ سے آئے کہ لوط کی عورت نے انکو ایسے مہمانون کی خبر دی تھی
اور یہ لوگ خوبصورت اطفال کی صورت پر تھے پس خوش ہوئے کہ جمع ہو کر ان لوگون سے افعال قبیحہ کا ارتکاب کرینگے قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ
ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ لوط نے اس قوم بدکار سے کہا کہ یہ لوگ میرے مہمان ہین سو تم لوگ مجھے فضیحت مت کرو۔ یہی وجہ تھی
کہ حضرت لوط علیہ السلام انکے اول ہی ملنے سے ملول اور دلگیر ہوئے تھے کہ قوم بدکار سے مجھے بڑی رسوائی ہوگی اگر انسے کوئی بدکاری ہوئی
اور ڈرو اللہ تعالے سے اور مجھے خوار مت کرو۔ شیخ امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ یہ بات اس قوم سے اسوقت کہی تھی جب یہ نہین
معلوم ہوا تھا کہ یہ لوگ فرشتہ ہین جیسا کہ سورۂ ہود مین مذکور ہو اور یہان یہ امر پہلے ذکر فرما دیا کہ یہ لوگ اللہ تعالے کے بھیجے فرشتے تھے بعد اسکے
قوم کی بدکاری اور لوط کو ایذا دینا و جھگڑا کرنا اور حضرت لوط علیہ السلام کا پریشان و حیران ہو کر رہ جانا۔ واو عطف سے بیان فرمایا اور واو مقتضی
ترتیب نہین ہو یعنے موافق قول حنفیہ و جماعت علماء کے واو سے یہ بات نہین معلوم ہوتی کہ معطوف علیہ پہلے اور معطوف پیچھے ہوا ہو بلکہ خالی جمع
مضامین ہو بالخصوص جبکہ کوئی دلیل ایسی موجود ہو جس سے معلوم ہو کہ ترتیب مراد نہین ہو پس قوم بدکار نے لوط علیہ السلام کو جواب دیا
قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ کہنے لگے کہ کیا ہم نے تجھے نہین منع کر دیا تھا عالمین سے یعنے تجھ سے پہلے کہدیا تھا کہ
جب ہم کسی سے یہ فعل کرنا چاہین اہل عالم سے تو تو ہمکو مانع مت ہونا۔ یا یہ معنی کہ ہم نے تجھے نہین منع کر دیا تھا کہ عالمین سے کسی کو مہمان مت
بنایا کر یعنے جو مسافر اسطرف آجائیگا ہم اسکے ساتھ اپنا مطلب پورا کرینگے اور تجھے منع کر دیا تھا کہ اسکو مہمان نہ بنا لینا اور تجھکو اسی شرط پر
اس شہر مین چھوڑ دیا تھا ورنہ بحکم قولہ اخرجوا آل لوط من قریتکم انہم اناس یتطہرون۔ نکال دو اہل لوط کو اپنے شہر سے یہ لوگ پاک بننا چاہتے ہین۔
تمہارے واسطے نکال دینے کی تجویز ہو رہی تھی۔ پس حضرت لوط علیہ السلام نے انکو اسوقت انکی فطرے جوڑے یعنی عورتون کی طرف ارشاد کیا کہ
بطریق مباح ملنے توالد و تناسل کرین چنانچہ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ لوط نے کہا کہ یہ تمام شہر کی عورتین جو
میری بیٹیان ہین موجود ہین اگر تم کرنے والے ہو تو انسے کرو۔ اسکے جواب مین لوط سے کہا کہ تجھے تو معلوم ہو کہ تیری بیٹیون مین ہمارا کچھ حق نہین یعنے
انسے ہمکو کچھ علاقہ نہین ہو اور جو ہماری خواہش ہو تجھے معلوم ہو پھر لوط علیہ السلام نے اُن اپنے مہمانون کے واسطے عاجزی و الحاح کیا مگر
ان بدبختون نے کسی عاجزی پر توجہ نہ کی اور آخر لوط علیہ السلام تمنا کرنے لگے کہ کاش میری قوم و قبیلہ زبردست ہوتا یا مجھے قوت و شوکت ہوتی
تو تمکو ایسی مجال مجھے خوار سمجھنے و بدزبانی کرنے و عاجز کرنے کی نہوتی اور حدیث مین آیا ہو کہ بعد لوط علیہ السلام کے اللہ تعالے نے ہر پیغمبر کو
اسکی قوم و قبیلہ بزرگ مین سے بھیجا۔ غرضکہ رات ہوگئی اور یہ قوم مردود نے اسوقت آپس مین کہا کہ اسوقت جانے دو راستہ بند ہین صبح اسکا کام

بفراغت پورا کرینگے۔ جب لوط علیہ السلام کو اسوقت نجات ملی تو مہمانون سے چاہا کہ نکل جاوین تب انھون نے لنکو آگاہ کر دیا کہ ہم ملائکہ اللہ ہین
ہم تک یہ نہین پہونچ سکتے تو مت غم اُٹھا بلکہ کچھ رات گئے چلا جا اور یہ قوم صبح کو ہلاک ہونگے۔ یہ سب حال تھا اور وہی کمبخت غافل تھے کہ انکے
حق مین کیا غضبناک حکم آیا ہے انکو کس ہیبتناک عذاب نے گھیرا ہے صبح کو کس سختی مین گرفتار ہونگے کہ کبھی اس سے رہائی نہین ہے لہذا اللہ تعالی نے
اپنے حبیب کریم محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا۔ لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ قسم ہے مجھے تیری عمر
یا تیرے عیش کی ای محمد کہ وہی لوگ یعنی قوم لوط کس درجہ اپنے نشہ مین وجوش شہوت مین اندھے ہو رہے تھے۔ لعمرک بفتح لام وعین۔ اگرچہ عمر
بالضم ہے مگر قسم مین مفتوح آتا ہے اور یہ قسم تعجب دلانے کو ہے۔ اور یعمہون از عمہ ہے اور یہ دلی بینائی زائل ہونے کو کہتے ہین اور عمی ظاہری اندھا پن ہے
پس عمہ زیادہ سخت ہے کہ فرمایا کہ لاتعمی الابصار ولکن تعمی القلوب۔ یعنی آنکھین ظاہری اندھی نہین ہوتی ہین ولیکن دل کی آنکھین اندھی ہو جاتی ہین
شیخ امام ابن کثیر وایک جماعت مفسرین نے اپنی تفاسیر مین یہان سے آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام عالم وجملہ مخلوقات سے افضلیت پر
تنصیص فرمائی ہے چنانچہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اہل تفسیر یعنے صحابہ وتابعین وسلف وخلف نے اور علماء وائمہ نے اجماع کیا ہے
کہ یہ اللہ تعالے جل شانہ نے مدت حیات محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی قسم کھائی ہے۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ بہت بڑا مرتبہ وکمال بزرگی وکمال رفعت ہے
اور ابو الجوزاء نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ نہین پیدا کیا اللہ تعالے نے کسی جان کو اپنے یہان زیادہ بزرگ سب سے بہ نسبت محمد صلعم
کے اور مین نے نہین سنا کہ اللہ تعالے نے کسی کی زندگی کی قسم کھائی سوائے محمد صلعم کے بقولہ لعمرک الآیہ۔ رواہ ابن جریر علی بن ابی طلحہ رح نے
ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی لعمرک یعنی بعیشک (تیری زندگانی یا دنیا کی قسم اے محمد) انہم لفی سکرتہم یعمہون قال یترددون (اپنی مستی مین بہکتے ہین)۔ شیخ ابوبکر بن العربی نے لکھا کہ مفسرین نے
بالاجماع کہا ہے کہ اللہ تعالے نے اس کلام مین محمد صلعم کی حیات کی قسم اپنے حبیب صلعم کی کامل بزرگی ظاہر فرمانے کے لیے یاد فرمائی ہے۔ ابن عباس
نے کہا کہ لعمرک الآیہ۔ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ قسم تیری حیات کی ای محمد و تیری عمر کی اور دنیا مین تیری بقا وعیش کی۔ ابن مردویہ نے ابن عباس سے
یہ روایت مرفوع اسناد کی کہ اللہ تعالی نے کسی کی حیات کی قسم نہین کھائی سوائے حیات محمد صلعم کے فی قولہ لعمرک الآیہ۔ شیخ سیوطی رحمہ اللہ تعالی نے
اسی طرح درمنثور مین ذکر کیا ہے۔ شیخ ابن العربی (ابوبکر) نے کہا کہ کون چیز اللہ تعالی کو مانع ہے کہ وہ حیات لوط کی قسم کھاوے اور جسقدر چاہے لوط کی
تشریف بڑھاوے اور جو کچھ فضل اللہ تعالے لوط ع کو عطا فرماوے اسکا کئی گونہ محمد صلعم کو عطا فرماویگا کیونکہ محمد صلعم کا مرتبہ اللہ تعالی کے نزدیک لوط سے
بہت بڑھا ہوا ہے تو نہین دیکھتا کہ اسنے ابراہیم کو خلت سے یعنی خلیل بنا کر اور موسی کو تکلیم سے شرف عطا فرمایا اور محمد صلعم کو حبیب کر کے اشرف فرمایا پس جب
اللہ تعالی حیات لوط ع کی قسم کھاوے تو حیات محمد صلعم کی قسم اس سے زیادہ ارفع ہے۔ قرطبی رحؒ نے کہا کہ یہ قول عمدہ ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہان بعض مفسرین کو
دغدغہ ہوا کہ قصہ لوط ع مین حیات محمد صلعم کی قسم جملہ معترضہ ہے پس شاید کہ قسم حیات لوط ع کی ہو تو ابن العربی رحؒ نے کہا کہ اس سے بھی ظاہر ہوا کہ حیات محمد صلعم
کی قسم بدرجہ اولی اس سے زیادہ ارفع ہے اور مین کہتا ہون کہ یہ توہم کچھ نہین ہے بلکہ قصہ لوط واصرار فجور انکی قوم کا ایسا عجیب ہوا کہ اللہ تعالی نے تعجب دلانے کو
محمد صلعم اپنے حبیب کو مخاطب کر کے قوم لوط ع کی شدت عمہ کو بیان کر دیا اور یہین سے تجھے معلوم ہوا کہ جو بعض مفسرین نے کہا کہ اگر قسم لعمرک مین خطاب
آنحضرت صلعم کو ہو تو انہم کی ضمیر غائب راجع بجانب قریش ہے یہ وہم کچھ نہین ہے اسواسطے کہ بیان ہو چکا کہ شدت ناہنجاری وگمراہی قوم لوط پر متنبہ کر دیا۔ اگر
کوئی کہے کہ اللہ تعالی نے والتین والزیتون اور والعصر اور واللیل والضحے اور والشمس وغیرہ اقسام کی قسم یاد فرمائی ہے اسمین کچھ شرف نہین ہے تو جواب یہ ہے کہ
ہرگز نہین بلکہ جس قسم کی قسم کھائی ہے وہ چیز اپنی نوع مین اشرف ہے پس آنحضرت صلعم اس نوع انبیاء وملائکہ مین اشرف ہین علاوہ برین یہ وہم خلاف اجماع
مفسرین واہل بلاغت ہے ومخالف قول ترجمان القرآن ابن عباس حبر الامہ بلکہ معارض نص حدیث ابن مردویہ ہے اور جس شخص نے یہ وہم کیا کہ

سوائے اللہ تعالیٰ کے دوسرے کی قسم مکروہ ہی لہذا ہر قسم مین مضاف محذوف ہی مثلاً والشمس یعنی وخالق الشمس یعنی قسم ہی پیدا کرنے والے آفتاب کی یہ وہم نہایت دور اور بالکل واہی ہی اسواسطے کہ بندون کو روا نہین ہی کہ وہ شریعت الٰہی سے خلاف کرین اور اللہ تعالیٰ پر کوئی شریعت و بندگی و تابعداری نہین ہو وہ پاک معبود جل شانہ ہی جو وہ چاہے کرے اسکی درگاہ کبریائی کسی واہی مخلوق کے اعتراض کے لائق نہین ہو۔ بالجملہ قسم یاد فرمائی حضرت کبریا عز وجل نے اپنے حبیب محمد صلعم کے عیش حیات کی کہ قوم لوط ع جو اسطرح مست بادہ شہوت اور اسقدر اللہ تعالیٰ سے بیخوف و اسقدر اسکے پیغمبر لوط ع کو تنگدل کرنے والی تھی اندھی ہو رہی تھی کہ انکو اپنی حد درجہ کی بدکاری نہین سوجھتی تھی۔ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ پس ناگاہ انکو پکڑ لیا ایک سخت آواز نے سورج نکلتے۔ علماء نے کہا ہو کہ فجر کے وقت لوط ع کا گھر گھیر کر اندر کود دے تھے اور ملائکہ الٰہی شدید القوی و ذو مرہ کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا کہ حضرت جبرئیل ع نے بفرمان قہر سلطان العزۃ جلشانہ کے سخت آواز سے انکے پردہائے گوش پھاڑ دیے۔ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا پس کر دیا ہم نے اس قریہ کے اونچے کو نیچا۔ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ اور برسا دیے اسپر پتھر سجیل سے یعنی جہنم کے گرم پتھر جس صفت پر دنیا کے واسطے حکمت الٰہیہ مقتضے ہو برسا دیے کہ سب بالکل تباہ ہو گئے۔ لوط ع کی جورو بھی انھین مین تھی وہ لوط ع کے ساتھ نہین گئی یا اسکو لے نہین گئے۔ اور بعض نے کہا کہ وہ ساتھ گئی تھی ولیکن اُسنے آواز سخت ہیبتناک کیوقت دیکھکر فریاد کی کہ ہائے میری قوم پس ایک پتھر اسکو بھی پہونچا اور وہ بھی انھین مین شامل ہو گئی۔ واضح ہو کہ بعضے جہال کا خیال ہو کہ وہان آتشی پہاڑ تھا یا زمین کے اندر گوگرد و کوئلہ کی کان تھی وہ باہم مل کر تو گڑ سے آگ پیدا ہو گئی اور تمام قریہ اڑ گیا اور تہ و بالا ہو گیا اور یہ جہالت بھی قوم لوط ع کی نابکاری سے کم نہین ہی اسلیے کہ بدلیل قطعی جب آخری قدرت اللہ تعالیٰ جلشانہ کو ہی تو اس جاہل کو یہ تردد ناحق ہو کہ ایسے اسباب پیدا ہو گئے اور حق تعالیٰ کے افعال اس دنیا مین عجائب قدرت و اسباب کے ہین اور ہر گمراہ کے لیے انکی گمراہی موجود ہو اور یہ بیہودہ اوہام بلا دلیل بلکہ مخالف قطعی دلیل قدرت الٰہی تعالیٰ کے انکی گمراہی کی قوی دلیل ہین نعوذ باللہ من ذلک۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ایسے واقعات مین نشانیان ہین ان لوگون کے لیے جو فراست رکھتے ہین۔ یا جو اہل فکر ہین کہ واقعہ مین غور کرکے اُس سے صحیح استدلال و فہم حاصل کرتے ہین۔ قتادہ رح نے کہا کہ اہل عبرت کے لیے۔ بعض نے کہا اہل تامل کے لیے گویا ظاہر رسم و علامت دیکھکر باطن کی طرف غور سے معرفت حاصل کرتے ہین۔ مجاہد رح نے کہا کہ اہل فراست کے واسطے آیات ہین۔ ابو سعید خدری رض سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ ثم قرأ ان فی ذلک لآیات للمتوسمین یعنی ڈرو مومن کی فراست سے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہی پھر پڑھی آپ نے یہی آیت۔ اخرجہ البخاری فی التاریخ والترمذی وابن جریر وابن ابی حاتم وابن السنی وابو نعیم وابن مردویہ والخطیب۔ بعض نے کہا کہ فراست دو قسم ہی ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ صالح بندون کے دلون مین ڈالدیتا ہی تو لوگون کے احوال کو صحیح حدس سے دیکھتے ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ اسنے یہ الہام کی تعریف بیان کی اور وہ بھی ناقص۔ پھر کہا کہ دوسری قسم یہ کہ تجربہ وغیرہ سے لوگون کے احوال جانتا ہی اور انھین لوگون کی نیکی برائی تصانیف ہین انتہی۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ اسنے اوہام و بدگمانی کی اقسام مین سے ایک قسم بیان کی۔ اور حدیث مین مومن کے قید ہی اور صاف تصریح ہو کہ وہ اپنے اختیار و قدرت سے نہین بلکہ نور الٰہی سے دیکھتا ہی اور مومن جب کامل ہو اور قرب النوافل کا درجہ اسکو ہوتا ہی اور قرب النوافل کی حدیث صحاح مین موجود ہی۔ اور بیان فراست کی مثال ایک واقعہ سے بیان کرکے چھوڑتا ہون واضح ہو کہ زمانہ خلافت حضرت عثمان رض مین ایک شخص نے راستہ مین ایک عورت اجنبیہ پر نظر بد کر ڈالی پھر حضرت عثمان رض کی خدمت مین حاضر ہوا آپ نے مجلس کے لوگون کو عام خطاب کرکے فرمایا کہ یہ کیا ہی کہ تم مین کا آدمی میرے پاس آتا ہی اس حال سے کہ انکی آنکھون نے زنا کیا ہی اگر ایسا ہی ہوا تو مین

حدیث جیسا کہ یہ روایت سنن وغیرہ مین موجود ہی اس شخص نے دوسرے موقع پر بعد توبہ کے تنہا حاضر ہو کر پوچھا کہ یا خلیفہ رسول اللہ کیا بعد رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی وحی آتی ہی فرمایا کہ نہین ولیکن فراست ہی یعنی جو فراست مومن کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمائی ہی۔ بالجملہ
ان آیات مین جو شخص بنور توفیق الٰہی سبحانہ تعالے نظر یاوے اُسکو عجائب شان قدرت حضرت ذوالجلال والاکرام نظر آتی ہی۔ وَاِنَّهَا
لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ اور یہ گانون البتہ راستہ پر ثابت ہین۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے کہا یعنے راستہ نشاندار پر ہین۔ قتادہ رحمہ اللہ تعالی
نے کہا راستہ واضحہ پر ہین۔ فی تفسیر الشیخ الحافظ رحمہ اللہ تعالے یعنے قریۂ سدوم جسکو انقلاب صوری ومعنوی وسنگساری پہونچا حتی کہ بحیرہ
گندہ خبیثہ ہو گیا وہ راستہ واضحہ پر ہی آجتک اُودھر سے راستہ جاری ہی مانند قولہ تعالے وانکم لتمرون علیہم مصبحین وباللیل۔ یعنی تم انپر گذرتے ہو
صبح کو اور رات مین۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ اس واقعہ مین نشانی ہی مومنون کے لیے یعنے جو لوگ کہ اللہ تعالے
وانبیاء ومرسلین پر ایمان لائے وہی جو آثار دیکھتے ہین اُنسے عبرت اُٹھاتے ہین اور پہچانتے ہین کہ یہ اللہ تعالے قادر قوی عزیز کا انتقام تھا اس قوم کبر
سے اور جو لوگ کہ ایمان نہین لاتے اور اللہ تعالے واُسکی قدرت کے محیط ہونے کو نہین پہچانتے وہ اسکو حوادث عالم پر محمول کرتے ہین اور
ستارہ کی گردش یا زمین کے اندر گوگرد و کوئلہ کی کان کی یا اسم رگڑ کے مشتعل ہونے وغیرہ پر محمول کرتے ہین غرضکہ اُنکل سے ایک سبب مستقل
زعم کر لیتے ہین اور نہین سمجھتے کہ موثر فی الحقیقۃ اللہ تعالے ہی۔ پھر واضح ہو کہ مومنین عام کے لیے اسمین ایک عبرت فرمائی اور متوسمین کے لیے
آیات فرمائین تو اہل توسّم خاص ہین اور ابن جریر نے اپنی اسناد سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ اللہ تعالے
کے بندے ہین جو لوگون کو توسم سے پہچان لیتے ہین اور اسی کو ابو بکر البزار رحمہ اللہ تعالے نے بھی روایت کیا ہی۔ واضح ہو کہ اکابر اولیاء سے
منقول ہی کہ وہی آدمیون کی صورت باطنی پہچان لیتے ہین اور بات یہ ہی کہ حدیث مین وارد ہی کہ اس امت مین بھی خسف ومسخ ہی یعنے اُنکی صورتین
بدل جاوینگی تو علمائے ظاہر نے کہا کہ شاید یہ آخر زمانہ مین کسی وقت واقع ہوگا اور اولیاء نے کہا بلکہ یہ واقع ہو گیا یعنے اللہ تعالے نے کافرون و
بدکارون کی نسبت تصریح فرمائی ہی کہ وہی جانورون سے بدتر ہین پس باطنی صورت مین ہر ایک اپنی خصلت کے موافق اسی خصلت کے جانور پر ہو جاتا ہی
حتے کہ کافر ظالم بے رحم قاتل زبردست بصورت گرگ اور حریص دنیا حرام خور مغضوب بشکل خوک اور ایسے ہی کُتے و بلی وغیرہ کی صورتون پر ہو جاتے
ہین مگر ظاہر مین اُنکو نہین دیکھتا مگر وہی جو متوسمین مین سے ہی یعنی توسم رکھتا ہی۔ ف ۔ فی العرائس قولہ قال ابشرتمونی علے ان مسنی الکبر
الآیہ۔ اسمین اشارت ہی کہ جب اللہ تعالے کسی حالت مین ابواب فراست کو انبیاء وصدیقین پر کسی وقت مسدود فرماتا ہی تو انکو بھی مرقومات مقدر اور
معلومات غیب نہین معلوم ہوتے ہین چنانچہ خلیل جلیل علیہ السلام سے دیدار روح اسحاق ویعقوب مخفی رہی حتے کہ بطریق عادت اپنے بڑھاپے پر
نظر کرکے اُسکو بعید جانا اور اگر پردہ تقدیر سے اس غیب پر اُنکو معرفت دیدی جاتی تو یہ بات نہ کہتے اور تو جہالت نہ کرنا کہ انکو قدرت الٰہیہ مین شک تھا
بلکہ مقدورات الٰہی تعالے کے اسرار غیب مین انکو اس بات کے وقوع کی اطلاع نہوئی۔ مترجم کہتا ہی کہ نظیر اسکی قصہ حضرت زکریا علیہ السلام کا ہی
کہ فرمایا۔ ھنالک دعا زکریا ربہ قال رب ھب لی من لدنک ذریۃ طیبۃ انک سمیع الدعاء۔ پہلے تو فرزند پاکیزہ مانگا اور جب اسکی بشارت دی گئی
تو استعجاب کیا قال رب انی یکون لی غلام وقد بلغنی الکبر وامرأتی عاقر الآیہ۔ یعنے اے رب میرے فرزند کہان سے ہوگا اس حال مین کہ مجھے
بڑھاپا پہونچ گیا اور میری جورو بانجھ ہی۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بالدلیل حضرت زکریا علیہ السلام سے افضل ہین اور خلیل علیہ السلام نے یہ کہا
کہ مجھے بڑھاپا پہونچ گیا ہی پس شک قدرت مین نہ تھا جو کفر ہی بلکہ عادت کے اوضاع مین تھا فافہم۔ شیخ نے اسمین ایک دوسرا اشارہ نکالا کہ حضرت
خلیل علیہ السلام اس زمانہ پیری مین بسبب غلبۂ شوق ومشاہدہ مین غرق ہو کر احکام وصال وانتقال کے لیے مستعجل تھے تو وقت تربیت فرزند نہ دیکھا کیونکہ

کرفہم تبشرون۔ جوزجانی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ بڑھاپے کا زمانہ دنیا و مافیہا سے نا امید ہوکر اللہ تعالے پر بھروسا کرنے و آخرت کی خواہش کا ہی
اسی واسطے جب ملائکہ نے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو اللہ تعالے کی طرف سے بشارت دی تو اللہ تعالے پر انکی توکل کا بھروسا کیا اور بنوت سے
خوش ہوئے۔ قولہ لعمرک انہم لفی سکرتہم یعمہون یعنی قسم تیری حیات روح کی جسکو عدم سے تجلی قدم پیدا کرکے اپنے مشاہدہ غیب مین رکھا ہی میرے
زائد تھی اور دہر و فلک کچھ نہ تھا اور اسکے زمانہ کا احصار بلکہ خیال نہین ہو سکتا کیونکہ زمانہ و مکان کچھ نہ تھا اور اسمین دیگر تطورات و نقلیات بھی
شامل ہین مانند مشاہدۂ نور صفات و ذات کے اور منازل قرب و تجلی حیات حق کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اسی ظہور سے حیات دی گئی پس لوگ
تیری حیات و دیدار سے حجاب گمراہی و اندھی حالت مین پڑے ہین بعض نے کہا کہ عمر یعنی عمارت تیرے سر باطن کی کہ اپنے مشاہدہ سے زندہ
اور تمام ماسواے سے منقطع کر دیا ہی۔ نوری رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ تیری حیات کی قسم جس سے تو ہی تمام مخلوق مین سے مخصوص کیا گیا ہی پس
مخلوقات با رواح زندہ کئے گئے ہین اور تجھکو میری بقا سے بقا حاصل ہی۔ شیخ ابو جعفر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ ای محمد تیری حیات کی قسم کہ سب
تشنہ غفلت و دوری مین ہین سواے اسکے جسکا تو وسیلہ ہو گیا۔ قرشی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اللہ تعالے نے حیات محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی
قسم کھائی کیونکہ حیات محمدی حیات بحق عزوجل تھی اور وہ قبضۂ حق و بساط قرب مین مشرف۔ پس تیری ایسی حیات کی قسم کہ سب زیغ و طغیان
و سوال کرنے سے نہین بچے سواے تیرے کہ تو نے سوال تک نہین کیا ہے کہ ہم نے تیرے سوال سے پہلے اجابت فرمائی پس تیری ہی یہ حیات ہی
کہ جسکے ساتھ خلق کی زندگی ہی خواہ تیری ظہور دنیاوی سے پہلے کی مخلوق ہو یا تیرے بعد کی مخلوق ہو کیونکہ اصل حیات جو کہ حیات الحی القیوم ہی اسکا
ظہور تجھ پر ہی۔ شیخ خراز رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اللہ تعالے نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کا وصف اس مخلوق کے واسطے کیا پھر اسکو
خلق سے مستور فرمایا۔ قولہ تعالے ان فی ذلک لآیات للمتوسمین۔ حق سبحانہ تعالے نے فراست کو مرہون بمشاہدۂ آیات و شواہد فرمایا چنانچہ دوسرے
مقام پر قولہ تعرفہم بسیماہم۔ کہا ہی اور یہ اوصاف فراست کے واسطے ابتدائی خیالات مین ہین جب تک علامات پر نظر کرنے کی ضرورت ہوتی ہی
اور اصل فراست یہ ہی کہ ٹھیک ہو جانا نظر روح کا مقدورات غیب پر بلا علامت کے اور بدون علت و سبب کے بلکہ یہ فراست متعلق ہوتی ہی
بانکشاف اُس چیز کے جو غیب سے ظاہر ہو بنور غیب و سر مقدور و خفیات ضمائر و مکنونات سرائر پس یہ روح ناطق بحق و سامع آواز غیب
و مشاہد حق بحق ہوتی ہی پس نور حق سے بعد موصوفی بصفات حق کے حکمت حق کے واسطے دیکھتی ہی پس جو بنظر حق دیکھے اور بسماع حق سنے اور
بکلام حق متکلم ہو اسپر مخفی کچھ نہوگا مگر جسقدر اللہ تعالے چاہے کیونکہ حدوث کو تحمل قدم کسی حال مین نہین ہی۔ اقول اسی وجہ سے حضرت یعقوب
علیہ السلام پر یوسف کا چاہ کنعان مین ہونا پوشیدہ رہا اور مصر سے بوے پیراہن سونگھنے مین آئی۔ شیخ نے کہا کہ جاننا چاہیے کہ فراست کے
دس مرتبہ ہین از انجملہ بعض فراست بچشم ظاہر حاصل ہوتی ہی اسطرح کہ منقلبات آیات و افعال کو عالم صورت مین دیکھتا ہی اور یہ تصرف حق بمقام
آیات ہی تاکہ جو خلق کی نظر سے پوشیدہ فرمایا ہی وہ اسکو ظاہر ہو اور یہ تصرف فراست ظاہر پر مقرون بعلم عقل و قلب و روح و نفس و سر و سر السر ہی
اقول یعنی ان چیزون کی معرفت حاصل ہو تو ظاہر مین جو افعال و تغیرات واقع ہوتے ہین اور انپر پردۂ امتحان و حجاب ہوتا ہی جس سے مخلوق انکو
منوط باسباب وغیرہ دیکھتی ہی اہل حق اسکے مکنون سری سے واقف ہوتا ہی۔ دوم بسمع ظاہر کہ عارفون کے کان سنتے ہین عالم کی حرکات کو
اور جو ملائکہ بزبان خلق بولتے ہین اور یہ بگوش ظاہر ہو اور یہ فراست متعلق باسماع ظاہرہ ہی اور وہ بھی فراست ہی جو بگوش باطن و قوے باطنیہ
سنتے ہین۔ قسم سوم فراست یہ ہی کہ وہ ہی جو متفرس کی صورت مین اشکال تصرف حق سے ظاہر ہوتے ہین مثلاً اسکی زبان نے کوئی بات نکالی حتی کہ مختلف
زبانون سے اسکے بدن کے تمام بال براہ تصرف حق بولتے ہین پس وہ اپنے نفس سے دیکھتا و سنتا ہی ظاہر ہین دلائل ان امور کے جو غیب سے

واقع ہونگے اور یہ قسم بھی متعلق بہ بینائی وسماعت وحرکت فطرت بباطن وایصال اثر بظاہر ہو۔ چہارم قسم وہ ہے جو بجواس باطن حاصل ہوتی ہو جبان کہ اُسکی لطافت سے غائب چیزوں کے اوائل علامات بدلالت واضحہ لائح ہوتے ہیں پنجم قسم وہ کہ نفس امارہ کی طرف سے حاصل ہوتے ہیں اسطرح کہ اسمین تمنا وجنبش ظاہر ہوتی ہو اور یہ ایک سرعجیب ہو کہ جب اللہ تعالے باب الغیب کا انفتاح چاہتا ہو تو اُسکے ابتدائی آثار کو نفس امارہ مین ڈالدیتا ہو خواہ محبوب کرکے کہ وہ تمنا کرنے لگتا ہو اور خواہ مکروہ کرکے کہ اسکو گھبراہٹ ظاہر ہوتی ہو مگر یہ کوئی پہچانتا نہین مگر وہی جو ربانی یعنی بندۂ حق ہو کہ اعمال شرع ظاہر پر اور حلم وعلم ورضا وتسلیم وغیرہ اعمال باطنہ پر مستقیم اور اپنی خواہشات کا مغلوب نہو قسم ششم وہ ہو جو قلب کو حاصل ہوتی ہو خواہ اسطرح کہ الہام سے اُس نے سن لیا اور خواہ بطریق فعل کہ اسمین جو واقع ہوگا اسکی ٹھنڈک ظاہر ہونے لگی اور یا بطور کشف کے کہ دیکھکر جان لیتا ہو ہفتم قسم وہ ہو کہ عقل کو حاصل ہوتی ہو اور یہ اسطرح ہو کہ وحی غیبی کا بوجھ اسپر طاری ہوتا ہو پس وجود وحی والہام سے اُسکو جان لیتا ہو جو حق عزوجل کا تصرف عنقریب واقع ہونے والا ہو اور یہ بھی اُسکو از راہ سمع وبصر حاصل ہوتا ہو۔ قسم ہشتم وہ ہو کہ روح کو فراست حاصل ہوتی ہو کیونکہ وہ اپنے اندر تصرفِ حق تعالے کو دیکھتی ہو اور جو غیب سے ظاہر کیا جاوے اُسکو خاص نظر سے دیکھتی اور حق تعالے سے سنتی ہو خواہ طریق واسطہ یا بلا واسطہ نہم وہ قسم ہو کہ بشیم سر باطن وسماع سر باطن ہوتی ہو کہ سر باطن تصرف صنعت کو دیکھتا ہو اور حالت کو نور صفت مین ہونے کی علامت معائنہ کرتا ہو۔ دہم وہ ہو کہ سر السر مین اسکا حصول ہوتا ہو اور وہ ظہور قدرتہائے غیبیہ کا باشکال ربانیہ روحانیہ ہو پس دیکھتا ہو تصرف ذات صفات مین اور سنتا ہو صفات کو بوصف حدیث وخطاب از ذات بلا واسطہ اور اسی حد پر کشف کی انتہا ہو اور فراست حقیقتہ جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خلق کو ڈرایا ہو اس کلام سے کہ اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ یعنی ڈرو مومن کی فراست سے کہ وہ اللہ تعالے کے نور سے دیکھتا ہو وہ یہی فراست ہو اور جب ایسی فراست سے خوف واجب ہوا جو بنور حق دیکھتا ہو تو کیونکر ایسے شخص کی فراست سے خوف نہوگا جو بحق دیکھتا ہو نہ بغیر حق۔ واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ سرائر مت اللہ مین اور اپنے حظوظ کے ساتھ ہین اپنی اوقات سے پھیرے ہوئے ہین انکا صدق اپنی جنبش مین اسپر زیادہ ظاہر ہو بہ نسبت اُسکے صدق کے لئے تعبد مین (عبادت کرنا) اور سرائر سے ہمیشہ بطریق قہر ظاہر ہوتی ہو ایسی چیز کہ مجھے اسپر واقف کردے بطریق عفو پس متفرس اسپر مطلع ہوکر انکی اوقات مین فراست سے واقف ہو جاتا ہو۔ قال المترجم اس کلام کے معنی جہانتک مجھے ظاہر ہوتے ہین یہ ہین کہ سرائر اپنے قبضۂ اختیار وقدرت مین نہین ہین بلکہ متصف بصفات الٰہیہ ہوکر اپنے حظوظ مین مشغوف اور اپنے ذاتی اوقات سے پھیرے ہوئے ہین اور اُنکی حرکت چونکہ بقبضۂ قدرت الٰہیہ ہو تو اُنکی تعبدی حرکت سے اسمین زیادہ صدق ہو کیونکہ شاید تعبدی حرکت مین خود سرائر کا حظ ہو بخلاف اس حرکت کے بغیران سرائر سے غیر اختیاری طریقہ سے یعنے اللہ تعالے عزوجل کے اختیار سے ہمیشہ ایسی بات ظاہر ہوتی ہو کہ کبھی بطریق نامداز حاجت وبخواہش تجھکو وقوف ہوتا ہو کہ متفرس بلحاظ اُنکی اوقات کے اسپر مطلع ہوکر معلوم کرلیتا ہو پھر شیخ واسطی کا تتمہ کلام یہ ہو کہ اللہ تعالے نے فرمایا ان فی ذلک لآیات للمتوسمین واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ متوسمین وہ ہین جو تفحص سے تفرس حاصل کرتے ہین۔ بعض نے کہا کہ مراد متفرس بندے ہین جنکو فراست عطا ہوتی ہو اور وہ تین قسم ہین فراست بنظر وسماعت وعقل اور اُنسے بڑھکر حال کشف ومشاہدہ ہو بشرطیکہ جسکو یہ دونون عطا ہوئے ہون کہ اُسکی فراست غائب وحاضر دونون مین صحیح ہوتی ہو قال المترجم۔ مخلوقات الٰہی دو قسم کی ہین اول وہ جو ظہور مین محسوس یا غیر محسوس موجود ہین اور دوم جو پردۂ غیب مین ہین۔ بجز ظہور کے غیر محسوس کی بھی فراست بعقل کلی ہو اور محسوس کی فراست بعقل جزئی ہوسکتی ہو اور اسی قسم کو لوگون نے عوام کی سمجھ کے موافق بیان کیا ہو اور بعضے رسمی علوم کے پابند بھی اسی کو فراست سمجھتے ہین اور روشن ہو کہ اسمین بھی دو صورتین واقع ہوئی ہین ایک یہ کہ عقل جزئی کو پہچانتا ہو اور

دوم یہ کہ نہین اور علوم معرفت سے یہ مراد ہی کہ کثرت سے اس زمانہ مین عوام لوگ عقل جزئی اُسکو سمجھتے ہین جو حواس ظاہرہ و باطنہ کے مجتمع کرنے سے ایک کیفیت بطور مزاج کے انکشافی پیدا ہو جاتی ہی اور یہ درحقیقت حواس ہین انکو عقل سے کچھ تعلق نہین ہی اور بعضے حکماے اسلامیہ اشراقیہ مانند شیخ شہاب الدین مقتول کے بنا بر قول بعضے اکابر کے جنکا بیان نفحات وغیرہ مین ہی تصریح کرتے تھے کہ اُس نے نادانی سے فلاسفہ کی اتباع مین غلو کیا اور وہ عالم عقل جزئی کو پہونچا اور وہین توقف کرگیا اور ہنوز عالم عقل کلی دور رہی تو عالم روحانی کا ذکر کیا ہی واللہ تعالے اعلم بعبادہ ہو العلیم الخبیر۔ بعض نے کہا کہ متوسم وہ ہی جو سرائر کا متفرس ہو پس اگر تجھے چاہیے کہ فی الحقیقہ بواطن سے واقف ہو تو اُنکی گردش اخلاق اور مواقیت کو معائنہ کرکے معلوم کرلے۔ شیخ محمد بن الحنیف رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ فراست کی تین قسم ہین اوّل دریافت کرلینا ایسی بات کا جو آفات سے محفوظ اور نفوس مین پوشیدہ قائم ہی اور وہ احوال عوام خلق سے بالکل مخفی ہین اور یہ قسم مخصوص بانبیا و رسل ہی جیسا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عبد بن زمعہ کے حق مین کہا تھا کہ اس عورت کا حکم ظاہر ہی اگر اللہ تعالے کا حکم نہوتا۔ مترجم کہتا ہی کہ شاید نقل مین سہو ہوا ہی واللہ اعلم کیونکہ یہ امر شریک بن سحمار کے طفل کے حق مین فرمایا تھا کہ اُسکی ایسی صورت ہو تو اُسی کا ہی اور ایسا ہی ہوا تو فرمایا کہ لعان حکم آلہی ہوچکا ورنہ مین اُسکو سزا دیتا لکمانی الصحاح واللہ تعالے اعلم۔ دوم تجلی اُن احکام غیبیہ کی جو نفوس مین اللہ تعالے نے ودیعت رکھے ہین جنکو وہ جانتا ہی اور یہ کشف بعضے خاصان حق کو صدیقین و اولیاء مین سے بھی بعد انبیاء کے ہو سکتا ہی جیسے ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا تھا کہ یہ دونون تیرا بھائی و بہن ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ ظاہر اقصہ زنانے نظری جسکو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیان فرما دیا تھا وہ تیسری قسم مین سے ہی۔ قسم سوم اطلاع قلوب وقت کشف کے اگرچہ بعید ہو اور یہ مقرون بالہام آلہی تعالے ہی جیسے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یا ساریۃ الجبل الجبل فرمایا تھا۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ قصہ بسند صحیح اصطلاح مرقوم و مروی ہی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ خلافت مین جمعہ کے روز منبر پر مدینہ مین خطبہ پڑھتے تھے اور جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نماز مین حاضر تھی کہ ناگاہ آپ نے بلند آواز سے یہ کہنا شروع کیا کہ ای ساریہ پہاڑ کو دیکھ پہاڑ دیکھ یعنے پہاڑ سے ڈرایا۔ پھر خطبہ بدستور پڑھنے لگے اور یہ ساریہ ایک شخص کا نام ہی جو نہاوند مین آپ کی طرف سے ایک لشکر کے سردار تھے جو وہان کفار پر جہاد کرتا تھا اور واقعہ یہ ہوا تھا کہ کافرون نے پہاڑ پر کمین کی تھی جس سے غفلت ہونے مین تمام لشکر ہلاک ہوا جاتا تھا پس آپ کی آواز وہان ساریہ رضی اللہ عنہ کو اور تمام لشکر کو یکسان پہونچی اور وہ مکر دشمن سے بچ گئے پھر انکو یہ معلوم نہوا کہ آواز دینے والا کون تھا یہان تک کہ بعد فتح کے جب غنیمت کا حصہ بیت المال لیکر ایلچی آیا تو اُس نے یہان قصہ بیان کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام خلیفۃ الرسول صلے اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کی آواز تھی فافہم۔ شیخ جنید رحمہ اللہ تعالے سے فراست کو دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ فراست آیات ربانیہ ہین یعنے پروردگار عز وجل کیطرف سے علامات بزرگی ہین عارفون کی پیشانی و چہرون پر پس اُنکی زبانین موافق ان آیات کے کلام کرتی ہین اور وہ بھی پڑھتی ہین۔ حسین رحمہ اللہ تعالے سے جب پوچھا گیا تو کہا کہ فراست نظر حق ہی کہ بندہ اسی کی نظر سے دیکھتا ہی کہ حقیقت حال سے جو خبر دیتا ہی وہی ہوتا ہی جب اللہ تعالے نے قوم حضرت لوط علیہ السلام کا حال بیان کردیا کہ بستی تہ و بالا کردی اور جو اس قوم سے کسی مقام خارجی مین تھے وہ پتھرون کی مار سے مرے تو حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا مختصر حال بیان فرمایا جنکا ملک سرسبز گنجان درختون کی وجہ سے ایکہ کہلاتا تھا اور باوجود فراخی کے یہ لوگ مال کے واسطے فاجر و فاسق کافر تھے ناپ تول مین ڈنڈی مارتے اور دیہاتیون سے خریدنے مین انکو دھوکا دیتے اور موقع پاکر راستہ مین لوٹ مار کرلیتے غرضکہ نہایت دنی و کمینہ و جیوقرے احمق تھے

ہرچند حضرت شعیب علیہ السلام نے انکو نصیحت کی کسی طرح نہ مانے ایسے ہی اصحاب حجر کی بدکاریاں و دنیاوی ثروت کے پیچھے تھیں وہ بھی ہلاک ہوئے قال اللہ تعالیٰ

وَإِنْ كَانَ أَصْحٰبُ الْأَيْكَةِ لَظٰلِمِينَ ۝ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِينٍ ۝ وَلَقَدْ

اور تھے ایکہ والے بے شبہ ظلم کرنیوالے لوگ سو ہمنے اُنسے سزا کا بدلا لیا اور دونوں شہر کھلے راستہ پر ہیں اور ضرور

كَذَّبَ أَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ ۝ وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ۝ وَكَانُوا يَنْحِتُونَ

جھٹلایا تھا حجر والوں نے رسولوں کو اور ہمنے انکو دی تھیں اپنی نشانیاں سو وے ان نشانیوں سے منھ موڑتے اور تھے کہ تراشتے تھے

مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا اٰمِنِينَ ۝ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِينَ ۝ فَمَا أَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوا

پہاڑوں سے اپنے امن سے رہنے کا گھر سو انکو پکڑا ایک سخت آواز نے لشکر صبح کے وقت سو کچھ فائدہ نہ دیا انکو جو کچھ وے

يَكْسِبُونَ ۝ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ ۗ وَإِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ

کماتے تھے اور ہمنے نہیں پیدا کیا آسمانوں وزمین کو اور جو کچھ دونوں کے بیچ میں ہے مگر حق کے ساتھ اور قیامت تو ضرور آنیوالی ہے سو اچھی طرح

الصَّفْحَ الْجَمِيلَ ۝ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيمُ ۝ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي

اسنے تجاوز کر تیرا رب وہی پیدا کرنیوالا دانا ہے اور ہمنے تجھے عطا فرمائی سبع از مثانی

وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيمَ ۝ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ

اور قرآن بزرگ ست دوڑائیو اپنی آنکھیں اُس چیز کی طرف جو ہمنے انکو متاع دی ہے اُنمیں سے ازواج کو اور مت انپر غم کھائیو

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ وَقُلْ إِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْمُبِينُ ۝ كَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى

اور پست رکھیو اپنا بازو مومنوں کے لیے اور کہہ کہ میں بیشک کھلا ڈر سنانیوالا ہوں مثل عذاب کے جو اُتارا ہمنے

الْمُقْتَسِمِينَ ۝ الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِينَ ۝ فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ عَمَّا كَانُوا

اہل کتاب پر جنھوں نے کر دیا کتاب کو ٹکڑے ٹکڑے سو قسم ہے تیرے رب کی ہم ضرور پوچھینگے ان سب سے جو

يَعْمَلُونَ ۝ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ۝ إِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِينَ ۝

وے کرتے تھے سو تو ظاہر کر دے جسکا تجھے حکم ہوا اور منھ موڑ لے مشرکوں سے ہمنے کفایت کر دیا تجھکو ٹھٹھا کرنیوالوں سے

الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ

جو بناتے ہیں اللہ کے ساتھ دوسرا خدا سو نزدیک ہے جان لینگے اور ہم بیشک جانتے ہیں کہ تیرا

يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِينَ ۝

سینہ بھچتا ہے اس سے جو وے کہتے ہیں سو تسبیح پڑھ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور رہ سجدہ کرنیوالوں میں سے

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ۝

اور عبادت کر اپنے رب کی یہانتک آوے تجھے یقین یعنے موت۔

وَإِنْ كَانَ: اور بیشک تھے۔ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ: ایکہ والے۔ لَظَالِمِينَ: ظالم لوگ۔ یہ قوم شعیب علیہ السلام کی

ضحاک وقتادہ وغیرہ نے کہا کہ ایکہ درخت گنجان کو کہتے ہیں اور ظلم انکا یہ تھا کہ اللہ تعالے سے شرک کرنے اور رہزنی کرتے اور ناپ تول مین کمی کرتے۔ کذا فی تفسیر الشیخ اور شعیب علیہ السلام کی تکذیب کرکے اس ظلم کو قابل عذاب دنیاوی کرلیا اور انکا قصہ سابق مین گذرچکا ہی اور ابن مردویہ و ابن عساکر نے ابن عمرو سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل مدین اور اصحاب ایکہ دو قوم تھے دونوں کیطرف شعیب علیہ السلام بھیجے گئے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اصحاب الایکہ قوم شعیب علیہ السلام ہی۔ ملخص۔ علے ہذا شاید کہ دونوں قومین شرک وبدکاری مین قریب قریب ہون۔ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ پس ہم نے اُنسے انتقام لیا یعنے دنیا مین اپر عذاب استیصال طاری کردیا اور یہ اسطرح ہوا کہ سات روز تک انپر سخت حرارت طاری ہوئی یہان تک کہ انکے دم گھُٹ گئے مگر کچھ مائل بایمان نہوئے آٹھوین روز ایک ٹکڑا ابر کا انکی طرف بھیجا گیا تو میدان مین نکلکر اُسکے سایہ مین جمع ہوئے کہ اپر پانی برساوے پس اُس سے آگ برسی کہ سب جلکر خاک ہوگئے۔ وَاِنَّهُمَا اور یہ دونون قوم یعنے قوم لوط جو اوپر مذکور ہوئی اور قوم ایکہ اور شاید کہ شعیب کے دونون گروہ مراد ہون۔ لَبِاِمَامٍ البتہ راہ۔ مُّبِيْنٍ کشادہ پر ہین یعنے اہل عرب براہ مدینہ شام کو جاتے ہین ان قومون کی بستیون کی طرف سے راہ مین گزرتے ہین اور اب تک اُنکے آثار ظاہر ہوتے ہین۔ قوم ایکہ بعد قوم لوط علیہ السلام کے انسے قریب زمانہ ومکان کی راہ سے تھے چنانچہ قولہ وما قوم لوط منکم ببعید۔ سے مدین والون کو شعیب علیہ السلام نے سمجھایا و عبرت دلائی تھی۔ راستہ کو اسواسطے امام کہتے ہین کہ مسافر اسکی تتبع سے مقصود کو پہونچتا ہی۔ امام مبین۔ راہ ظاہر جیسا کہ ابن عباس ومجاہد وضحاک وغیرہم سے مروی ہی۔ پھر قوم ثمود کے واقعہ پر اللہ تعالے نے یہان ختم فرمایا بقولہ وَلَقَدْ كَذَّبَ اور بیشبہہ جھٹلایا اَصْحٰبُ الْحِجْرِ حجر والون نے۔ ثمود کے دیس کا نام حجر ہی۔ قتادہ نے کہا کہ وہ پہاڑون کے درمیانی وادی کے رہنے والے تھے ابن جریر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ حجاز وشام کے درمیان ہی تبوک کو جاتے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس مقام سے مع لشکر گزرے تھے اور اُنکے کچھ آثار ابتک قائم ہین۔ غرضکہ یہ قوم عرب کی تھی اور انھین کی نسبت فرمایا کہ جھٹلایا حجر والون نے۔ الْمُرْسَلِيْنَ رسولون کو یعنی صالح علیہ السلام اپنے خاص رسول کو جھٹلانے مین سب رسولون کا جھٹلانا لازم آیا۔ جب صالح علیہ السلام نے انکو معجزات دکھلائے اور سمجھایا تو انھون نے انکار کیا مگر اس طور پر کہ اس پہاڑ سے ابھی ایک اونٹنی ایسی ایسی نکلے پس صالح علیہ السلام نے انکو روکا کہ ہٹ مت کرو اللہ تعالی تو اسپر قادر ہی کیونکہ پھر ایمان نہ لائے تو عذاب سے ہلاک کیے جاوٗگے نہ مانا اور اسپر اصرار کیا تو صالح علیہ السلام کی دعا سے اللہ تعالے نے معجزہ دیدیا کہ یکایک پہاڑ کو جنبش ہوئی جیسے حاملہ اونٹنی پس اسمین سے شق ہوکر ایک اونٹنی نکلی اور اس اونٹنی سے اسی وقت ایک بچہ ہوا اور وہ بچہ بھی بڑا ہوکر ماں کے برابر ہوگیا۔ اسقدر دیکھ لیا مگر پانچ یا زیادہ سردارون مین سے فقط ایک سردار مسلمان ہوا باقی جاہلون نے جادو وغیرہ پر محمول کرکے انکار کیا۔ شاید کہ ایک کی وجہ سے عذاب بالفعل موقوف ہوگیا یہی فرمایا۔ وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا اور ہم نے دین قوم ثمود کو اپنی نشانیان۔ حتے کہ اس اونٹنی کی کیفیت تھی کہ اُسکے اسقدر دودھ تھا کہ تمام قوم اپنے برتن اسکے دودھ سے بھر لیتی اور وہ کم نہوتا تھا۔ فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ مگر یہ قوم ان آیات سے منھ موڑے تھی کچھ عبرت نہین حاصل کرتی اور نہ اللہ تعالے پر ایمان لاتی تھی۔ وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ اور تھے کہ تراشتے تھے۔ مِنَ الْجِبَالِ پہاڑون سے۔ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ اپنے رہنے کے گھر درحالیکہ مامون ہوتے یا درحالیکہ وہ گرنے سے بخوف ہوتے یا چورون کی نقب یا چھت گرنے وغیرہ سے نڈر ہوتے بعض نے کہا کہ عذاب سے نڈر ہونے کے لیے بناتے اپنی طاقت و قوت ومکان کی مضبوطی پر بھروسا کرتے اور بعض نے کہا کہ پہاڑون کو کاٹکر گھر بنانے کی عادت بلا ضرورت نہو۔ شیخ امام ابن کثیر نے ضمیر ينحتون سے حال قرار دیا اور معنے بتلائے کہ نڈر ہوکر پہاڑون کو کاٹتے وگھر بناتے تھے۔

یعنی بدون خوف کے اور بدون ضرورت کے ایسا کرتے تھے اور یہ اترانا و بیہودہ عبث دنیاوی تھا چنانچہ وادی الحجر میں اُنکے مساکن دیکھنے
سے ظاہر ہوا جہاں حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تبوک جاتے ہوئے گذرے تھے اور وہاں پہونچنے پر آپ نے سر نیچا فرمایا اور سواری کو
تیز کر دیا اور اپنے اصحاب کو منع فرمایا کہ مت جاؤ ایسی قوم کی آبادی میں جو عذاب آلٰہی سے ہلاک کی گئی ہیں مگر اسطرح کہ تم روتے ہوئے جاؤ
اور اگر رونا نہ آوے تو خوف یاد کرو اور قوم کی حالت یاد کر کے رونے والے بنو اس خوف سے کہ ایسا نہو جو انکو پہونچا وہ تمکو پہونچے۔ اقول بعض
اصحاب نے وہاں جانے میں جلدی کی تھی اور بعضوں نے قوم ثمود کے کنوئیں سے ہانڈیاں چڑھائی تھیں پس آپ نے پھنکوا ہانڈیاں لوٹا دیں
اور آٹا گوندھا جانوروں کو کھلوا دیا اور کوچ کا حکم دیا پھر آگے جا کر مومنوں کا جہاں کنواں تھا اسپر اُترے اور تالاب جھیل پر ناقہ کی آمد و رفت کا
تا کہ دکھلایا و تمام الحدیث فی الصحاح۔ ظاہر یہ ہے کہ نڈر و بیخوف ہونے کو بناتے جبکہ پیغمبر علیہ السلام نے اُنکو ڈرایا فَاَخَذَتۡهُمُ الصَّيۡحَةُ
پس اُنکو پکڑا سخت آواز نے۔ مُصۡبِحِيۡنَ جب وہ صبح کے وقت میں تھے اور سابق میں جسقدر مذکور ہوا ہے ظاہر آگے پیچھے ملے ہوئے دونوں
واقع ہوئے اور بات یہ ہوئی کہ اونٹنی پیدا ہونے پر جب باقی ایمان نہ لائے تو حضرت صالح نے افسوس کیا اور تاکید کی کہ اچھا اس
اونٹنی کو کچھ ایذا نہ دینا شاید تم عذاب سے بچو چنانچہ عرصہ تک وہ اونٹنی جاڑوں میں وادی کے اوپر رُخ میں دھوپ میں چرتی تو اُسکی
درازی جسم و خوفناک ہیبات کلاں سے انکے جانور بھاگ کر وادی کے اندر رُخ میں ہو جاتے اور سردی کھاتے پھر گرمیوں میں وہ اندر رُخ
میں آجاتی تو انکے جانور بھاگ کر وادی کے اونچے رُخ میں جاتے اور پانی بطور چشمہ کے وسیع تالاب میں جمع ہوتا تیسرے روز اونٹنی مع
بچہ کے سب پی جاتی تو دوسرے روز کا پانی قوم کو ملتا آخر نڈر ہو گئے اور اپنے لوگوں میں سے شقی بدتر کو آمادہ کیا کہ اونٹنی کو قتل کر دے۔
حدیث میں ہے کہ یہ اشقی شخص ایسا تھا کہ لوگ اسکی عزت کرتے اور اُسکے کہنے پر چلتے اور کسی کا صدمہ اُسکو نہیں پہونچ سکتا تھا جیسے قریش میں
عبد بن زمعہ یا فرمایا جیسے ولید ہو پس اُس شقی نے اونٹنی کی راہ میں موقع پا کر اسکی پچھلی ٹانگوں پر تلوار ماری کہ وہ آسانی سے زمین پر گری اور
لوگوں نے جمع ہو کر دیکھا کہ عذاب تو نہیں آیا پس دلیر ہو گئے اور صالح علیہ السلام سُنکر فوراً آگئے اور دیکھکر روئے اور قوم سے کہا کہ تین روز تمکو
مہلت ہے چوتھے روز ہلاک کیے جاؤ گے اور تمہارے منہ سرخ و زرد و سیاہ ہوتے جاوینگے جب دوسرے روز سے یہ شروع ہوا تو گھبرا کر
صالح سے دعا چاہی اُنھوں نے کہا کہ قبول نہو گی مگر اسطرح کہ تم اُسکے بچہ کو لا کر اُسکی خدمت کرو مگر جسوقت اونٹنی ماری گئی بچہ اُسی وقت
بھاگ کر پہاڑ پر چلا گیا اور مروی ہے کہ وہ شخص جس نے ایسا کیا تھا وہ اُسکی تلاش میں پھرا مگر ثابت ہوا کہ جسوقت ماری گئی وہ بچہ پہاڑ پر چلا گیا
اور چلاتے وقت کی آواز سے اپنی ماں کو پکارا پھر پہاڑ شق ہوا اور وہ اسمیں سما گیا جب نہ ملا تو صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ تین روز تک عیش کر لو چوتھے
روز عذاب ہو پس اپنے چہروں کا بگڑنا دیکھکر یقین کر لیا اور شام سے کفن پہنکر بیٹھے اور واویلا کرتے تھے یہانتک کہ صبح ہو گئی اور عذاب نہ آیا
تو کچھ مطمئن ہوئے اور سمجھے کہ صالح علیہ السلام کی طرف سے نہیں بلکہ اونٹنی کے گوشت کی تاثیر ہو یہ بیجونی اللہ تعالے کی طرف سے پیدا ہوتا کہ
یکایک زلزلہ سخت آیا کہ سب گھبرا کر گھٹنوں کے بل جھکے اور ساتھ ہی ایک سخت دل پھاڑنے والی آواز نے سب کو ہلاک کر دیا اور یہیں تک
آگیا ہے کہ صالح علیہ السلام مع مومنین کے اس صدمہ سے محفوظ رہے اور کافروں کا کنواں بھی علیحدہ تھی اور مومنوں کا کنواں اور بستی
علیحدہ تھی جیسا کہ حدیث صحاح میں غزوہ تبوک جاتے ہوئے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے دکھلایا اور تابعین و پچھلوں نے
متواترا اسکو دیکھا ہے۔ واضح ہو کہ جب اپنی ہٹ سے کافروں نے اونٹنی مانگی اور دیے جانے پر ایمان نہ لائے تو بعض کے ایمان سے عذاب
رفع ہوا تھا مگر یہ شرط کر دی تھی کہ ناقہ کو کوئی نہ ستاتا اور اسکا پانی نہ روکتا ان لوگوں نے باوجود اس راحت و منفعت کے جو اونٹنی سے

پہونچتی تھی کہ سب درندے بھاگ گئے تھے اور دودھ وغیرہ کثرت سے ملتا تھا ان کافرون نے تھوڑی تکلیف بھی گوارا نہ کی اور چند روز کے بعد بالکل بیخوف ہوکر اسکو قتل کرایا اور قاتل کو اللہ تعالےٰ نے اشقے یعنے سب سے زیادہ بدبخت فرمایا حالانکہ وہ اونٹنی ایک عجیب معجزہ تھا جسکا باقی رکھنا عین فرض تھا ولیکن لوگون نے دنیاوی مال بمتاع وشہوات پر مغرور ہوکر اسکو قتل کیا فَمَآ اَغْنٰی عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ سو کچھ بھی دفع نہ کیا اُنپر سے اس چیز نے جسکو کماتے تھے یعنے قوت ومال پہاڑون کے مکان اور سب سامان وبدکاری کے افعال جنپر مغرور تھے کوئی کام نہ آیا اور انکے گمانی خدا اون نے اُنپر سے عذاب کچھ دفع نہ کیا بلکہ جب گرفتار ہوئے تو افسوس ہی کہ برابر دائمی عذاب مین پڑ گئے اور اسوقت اُنکی آنکھ کھلی جب دوبارہ پیدا نہین ہوسکتے اور نہ کچھ تدارک کرسکتے ہین۔ اور واجب ہی کہ آدمی اُنکی عبرتناک حالت کو دیکھکر خوف الٰہی سے تھرا وے کیونکہ ہر شخص کچھ نہ کچھ خطاواری مین ہی اور ہم لوگ تو سراسر خطاوار ہین اور کون شخص ہی کہ حضرت رب العزة جلشانہ کی معرفت اُسکے لائق اور اُسکی عبادت اُسکی شان کے لائق کرسکتا ہی اسی واسطے حدیث ابن مردویہ رحمہ اللہ تعالےٰ مین حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہی کہ آنحضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک جاتے ہوئے حجر مین قریب مکانات ثمود کے اُترے پس لوگون نے ان کنوؤن سے پانی لیا جن سے ثمود پیا کرتے تھے اسی پانی سے آٹا گوندھا اور ہانڈیان چڑھائین (جب آپ پیچھے سے وہان پہونچے تو یہ دیکھکر) اُنکو حکم دیا کہ ہانڈیان بہادو اور آٹا اونٹون کو کھلادو (حالانکہ لشکر مین بہت تنگی وتشنگی تھی) پھر وہان سے کوچ کرکے اس کنوئین پر پڑاؤ کیا جس سے ناقہ پانی پیتا تھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو منع کردیا کہ ثمود کے مکانات مین مت جاؤ جو قوم عذاب کی گئی ہی کہ مجھے خوف ہی کہ ایسا نہو کہ تمکو ویسا ہی پہونچے جو انکو پہونچا سو تم اُنکے یہان مت جاؤ۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ کمال شفقت تھی اور اسمین بعض اسرار ہین فافہم اور صحیح بخاری مین حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حجر والون کے حق مین صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرمایا کہ تم اس قوم کے وہان مت جاؤ مگر اس صورت سے کہ روتے ہوئے ہو اور اگر ایسے نہو تو اُنکے وہان مت جاؤ ایسا نہو کہ تمکو وہی پہونچے جو اُنکو پہونچا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ سورہ ہود مین یہ قصہ مفصل احادیث سے گزرا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم موافق عادت شریف کے لشکر کے پیچھے چلتے اور لڑائی کے وقت آگے ہوتے تھے پس جب تک آپ پہونچین کچھ لشکر پہلے پہونچ گیا اور بعضے لوگ متفرق ہوکر کام مین مشغول ہوئے اور بعضے لوگ قوم ثمود کے کھنڈلون مین دیکھنے گئے تھے جب آپ پہونچے تو ان سب کو بُلوایا اور یہی ارشاد فرمایا فتدبر وتفکر۔ پھر اللہ تعالیٰ نے عقول سلیمہ والے اپنے بندون کو ارشاد فرمایا کہ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ اور نہین پیدا کیا ہم نے آسمانون اور زمین کو اور جو کچھ ان دونون کے بیچ مین ہی مگر حق کے ساتھ یعنی یہ سب مخلوقات باطل نہین ہی بلکہ انتہا کے حکمت پر ہی اور سب کے نتائج وفوائد ہین سو اسی حکمت کا اقتضا تھا کہ ایسی قوم جیسے سدوم والے یا ایکہ والے یا حجر والے تھے ایک قسم عذاب سے ہلاک کیے جاوین کہ انکے افعال دیکھا دیکھی تمام زمین پر نہ پھیلین بلکہ انکا فساد دفع ہوجاوے اور انکی عبرتناک حالت سے دوسرون کی اصلاح ہو اور یقین ہو کہ جزا وسزا واقع وثابت ہی۔ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ۔ اور ضرور قیامت آنے والی ہی پس اگر دنیا سے کسی پر عذاب شروع نہوا تو ضرور قیامت مین اسکو سزا ملیگی اور یہ بالکل باطل خیال ہی کہ ہم خاک ہوجاوینگے یا دوسرا جنم ہوگا بلکہ جس نے پیدا کیا وہ انکو جسطرح چاہے رکھے اور جسطرح جتنے بار چاہے پیدا کرے تو جب اُس نے مقرر کردیا کہ قیامت میعاد مقرر ہی تو باقی خیالات خام ہین پس وہ کافرون سے انتقام بعذاب فرماویگا اور نیکوکارون پر رحمت وفضل واحسان فرماویگا۔ واضح ہو کہ جو شخص مرا اُسکی قیامت آگئی کیونکہ اُسپر آثار عذاب یا ثواب مترتب ہوجاتے ہین اور بعد موت کے اسکے لیے کوئی موقع ایمان کا نہین رہا اور دنیا کی چند روزہ زندگی غنیمت ہی

جبکہ اللہ تعالے ایمان و توفیق خیر عطا فرمادے اور نیکوکار چند روز تنگ ہر حال سے نیک طور پر زندگی بسر کرتے ہین۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کو آپ کی قوم قریش وغیرہ کی طرف سے ایذا پہونچی تو اللہ تعالے نے تسلی دی کہ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ سو تو اُنسے درگذر کر اور نیک
طریقہ سے اُنسے اعراض کر یعنے انپر عذاب کی خواہش مین جلدی مت کر اور ایسا برتاؤ کر جیسے باوقار حلیم درگذر فرماتا ہی۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالے
نے کہا یہ حکم اُسوقت تک کے لیے تھا کہ جہاد کا حکم نہین دیا تھا۔ اور ایسا ہی عکرمہ رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہی اور دیگر علماء نے کہا کہ اس آیت مین
تو نیک خلق کے ساتھ برتاؤ کا حکم ہی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بحکم قولہ تعالے انک لعلی خلق عظیم۔ کمال درجہ خلق نیک پر تھے اور جہاد تو ایک
طاعت عظیم ہی وہ خلق نیک سے منافی نہین ہی بلکہ مراد یہ کہ ہر نیک و بد کے ساتھ اچھا برتاؤ موافق رضاے حق تعالے کے ہو اور ہر ایک جس چال چلین پر ہی
اُمین اُسکے واسطے بھلائی چاہے اور باقی حال کو اللہ تعالے کی مشیت پر چھوڑے۔ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيمُ تیرا رب وہی
اچھا پیدا کرنے والا اور خوب جاننے والا ہی۔ اس مقام پر کمال معرفت یہ کہ حق تعالے خالق ہی اور خالق اپنی مخلوق کے پیدا کرنے مین ہر طرح
قادر ہی اور اسکی ذرہ ذرہ ماہیت وحقیقت سے اور جس لائق وہ ہی اور جو اس سے ہوگا سب جانتا ہی تو اس نے اپنی قدرت واختیار سے
باوجود علم قدیم کے ہر ایک کو پیدا کیا ہی اور چونکہ اُسکی بے انتہا وسیع سلطنت مین تمام زمین بلکہ جو کچھ نظر آتا ہی ذرہ سے بھی کم ہی کیونکہ کسی عدد کو
بے انتہا کے ساتھ ذرہ برابر بھی نسبت نہین ہی تو اس ذرہ سے بدتر زمین مین آدمی کا وجود تو ذرہ کا کئی کروروان حصہ بلکہ محض بے بنیاد ہوا اسکو یہ
طاقت نہین ہی کہ اللہ تعالے کی بے انتہا حکمت بالغہ کا بھید دریافت کرسکے کہ یہ کیا شان ہی پس سراسر جہالت اسکی جو حق کو نہ مانے اور اپنی راے
وخیال مین سرگردان ہوکر آخر خوار وندامت سے شرمسار ولاچار ہو اور البتہ عادت الٰہی سبحانہ بلحاظ اکثریت کے جاری ہی کہ جو لوگ آخرت کو
اختیار کرین اُنکو وہ بخوبی وخود مختاری دنیا مین نہو جو آخرت سے منکرون اور دنیا کے لینے والون کو ہو فلہذا دنیا والون سے تجاوز واعراض کرنا
اور اُنپر رحم کرنا ضروری ہی ولیکن اسقدر دیکھنا ضرور ہی کہ انکا خیر ہو اور یہ بات بدتر ہی اور ہر بشر قبضہ تقدیر مین اپنے اپنے حال پر ہی۔ پھر
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس نعمت کی طرف توجہ دلائی جو انکو عطا فرمائی اور اُنکے طفیل مین ہم سب مسلمانون کو عطا فرمائی الٰہی یہ نعمت ہم پر
عمل کر دیجیو کہ ہم ایمان پر وفات پاوین اور وہ یہ ہی وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ
اور البتہ ہم نے تجھے دی سبع از مثانی اور قرآن عظیم لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ مت دوڑا تو
اپنی آنکھیں اس چیز کی طرف جو ہم نے لوگون کو اُمین سے نفع دیا ہی اقسام مال سے جوڑی جوڑی۔ خلاصہ یہ کہ اپنے حبیب صلی اللہ
علیہ وسلم کو خطاب کرکے آپ کے امتی بندون کو جو ایمان کے نور سے سرفراز ہوگئے ہین توجہ دلائی کہ ہم نے سبع مثانی وقرآن عظیم سی نعمت تجھے دی
اب تو ہرگز دنیاوی اموال جو چند روزہ متاع اُنکو دی ہی اسطرف توجہ مت کر یعنے ہر ایک کو دیکھ کہ کافرون کو جو کچھ دیا وہ محض ہیچ پوچ ہی اور جو تجھکو
دیا ہی وہ بے انتہا نعمت ہی۔ شیخ امام حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ قولہ تعالے سبعا من المثانی والقرآن العظیم۔ مین دو قول ہمکو
پہونچے ہین اول یہ کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود وعبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اور مجاہد وسعید بن جبیر وضحاک وغیرہم
تابعین رحمہم اللہ نے کہا کہ سبع طوال مراد ہین یعنے سبع مثانی سبع طوال ہین اور باقی قرآن عظیم یا سب قرآن عظیم ہین سے سبع مثانی سبع طوال ہین
اور مراد سبع طوال سے سورہ بقرہ وآل عمران وسورہ نساء ومائدہ وانعام واعراف ویونس ہین اور ابن عباس وسعید بن جبیر نے سورہ یونس کو
صریح بیان کردیا ہی اور شعبہ رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ ان سورتون مین فرائض وحدود اور قصص واحکام مکرر بیان فرمائے ہین اور ابن عباس
نے کہا کہ انمین امثال واخبار وعبرت کو مکرر فرمایا ہی اور ابن ابی حاتم نے روایت کی کہ سفیان رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ مثانی وہ وصدی

ابن عیینہ ۱۲

سورتین ہین بقرہ وآل عمران ونساء ومائدہ وانعام واعراف اور ایک سورہ انفال وبراءۃ ملاکر ہین - ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سوائے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سب مجموعہ کسی اور پیغمبر کو نہین دی گئین اور حضرت موسے علیہ السلام کو صرف دو انمین سے دی گئین - یہ روایت
سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالے نے نقل کی ہے اور ایک روایت مین ہے کہ حضرت موسے علیہ السلام کو چھ انمین سے عطا ہوئین تھین جب انھون نے
الواح کو ڈالدیا تو چار اٹھالی گئیں اور دو باقی رہین - قال المترجم بعضے راویون سے وہم ہوا کہ انھون نے دو اٹھائی اور چار باقی روایت
کین اور مقصود ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ ہے کہ اللہ تعالے نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر فضل عظیم ظاہر فرمایا کہ ہم نے تجھے ساتون مثانی
دیدین یعنے اور کسی کو جملہ ہفت نہین دین اور مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ سبع مثانی یہ سبع طوال ہین اور کہا جاتا ہے کہ یہی قرآن عظیم ہین - مترجم
کہتا ہے کہ حاصل معنے یہ ہوئے کہ عظیم قرآن جو سبع طوال ہین ہم نے سب تجھے عطا فرمائین اور مترجم کا گمان ہے کہ یہی قول ارجح واصح ہے اگرچہ ایک جماعت
علمائے شافعیہ نے قول دوم کو ترجیح دی ہے چنانچہ شیخ امام نے بھی نقل کیا کہ قول دوم یہ ہے کہ سبع مثانی وہ سورہ فاتحہ ہے اور وہ سات آیات ہین
اور یہ قول بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ وحضرت عمر وابن مسعود وابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور ساتوین آیت بسم اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ
نے مومنون کو اس سے مخصوص فرمایا ہے اور یہی ابراہیم نخعی وعبد اللہ بن عبید بن عمیر وابن ابی ملیکہ وشہر بن حوشب وحسن بصری ومجاہد کا قول ہے
اور قتادہ رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ ہم سے بیان کیا گیا کہ سبع مثانی وہ فاتحہ کتاب ہے اور وہ سات آیات ہر رکعت فریضہ مین مکرر اور ہر نفل مین
مکرر کیجاتی ہین - مترجم کہتا ہے کہ بلاشبہہ اس بارہ مین احادیث کثیرہ ہین کہ سورہ الحمد مین سے بسم اللہ الرحمن الرحیم ایک آیت ہے اسی واسطے
ایک جماعت علمائے حنفیہ مین سے اسطرف گئی ہے کہ بسملہ سورہ فاتحہ کا جزو ہے اگرچہ وہ ایک آیت تنہا اتری تھی اور مقصود اس سے فصل درمیان
سورتون کے تھا مگر وہ بالاتفاق ایک آیت قرآن سے ہے تو اسمین مضائقہ نہین کہ وہ سورہ الفاتحہ سے جزو کر دی گئی اور احادیث اس بارہ مین
بھی صریح ہین کہ سورۃ الفاتحہ کی قراءت فرائض ونوافل کی ہر رکعت مین ضرور ہے اگرچہ معروف متون فقہ مین فرض قراءۃ فقط اول دو رکعت مین بطریق
اختیار اول دو رکعت یا آخر دو رکعت مین مذکور ہے اور باقی مین نہین اور فاتحہ تمام کی قراءۃ واجب کہتے ہین سورہ بھی فقط دو رکعت مین ولیکن مقتضائے
دلیل یہی ہے کہ قراءۃ فاتحہ ہر رکعت مین واجب ہے خواہ حقیقۃً یا تقدیراً اور جس نے ترک کیا اسکی نماز دیانت واجب الاعادہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
(جیسے امام کے پیچھے ہو یا رکوع مین شامل ہوا)
بالجملہ قول دوم یہ لکھا کہ مراد سورۃ الفاتحہ ہے پھر شیخ نے کہا کہ اسی کو ابن جریر رحمہ اللہ تعالے نے اختیار کیا اور حجت ان احادیث سے لایا جو سورۃ الحمد
کے فضائل مین ہم نے اول مین نقل کر دی ہین اور بخاری رحمہ اللہ تعالے نے اس مقام پر دو حدیثین لکھی ہین اول ابو سعید بن المعلی رضی اللہ عنہ سے
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میری طرف گذرے اور مین نماز مین تھا پس آپ نے بلایا تو مین نہ آیا یہان تک کہ نماز پڑھ لی پھر آیا تو فرمایا کہ تجھے کون چیز
مانع ہوئی میرے پاس آنے مین تو مین نے عرض کیا کہ مین نماز پڑھتا تھا فرمایا کہ اللہ تعالے نے نہین فرمایا ہے کہ یا ایہا الذین آمنوا استجیبوا للہ وللرسول
اذا دعاکم - پھر فرمایا کہ مین تجھے نہ بتلاؤن ایک سب سے بڑی سورۃ قرآن مین قبل اسکے کہ مسجد سے نکلون (مین نے عرض کیا کہ جی ہان ضرور فرمائیے)
پھر آپ باہر جانے لگے تو مین نے یاد دلایا پس فرمایا کہ الحمد للہ رب العالمین یہی سبع مثانی و قرآن عظیم ہے جو مین دیا گیا ہون - دوم ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ام القرآن وہی سبع مثانی و قرآن عظیم ہے - پس یہ تنصیص ہے کہ سورۃ الفاتحہ یہی سبع مثانی وقرآن عظیم ہے
ولیکن اگر یہی وصف سبع طوال وغیرہ کا بھی ہو تو کچھ منافی نہین ہے کما قال تعالے اللہ نزل احسن الحدیث کتابا متشابہا مثانی جیسے کہ قولہ تعالی لمسجد اسس
علی التقوی الآیہ کا شان نزول مسجد قبا ہے ولیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجد شریف کی طرف اشارہ کیا انتہے کلامہ مترجما اور مترجم
کہتا ہے کہ یہ جزم وتنصیص محل تامل ہے اسواسطے کہ جب اکابر صحابہ مثل حضرت علی وحضرت عمر رضی اللہ عنہما سے دونون قول مروی ہین تو انھین سے

قول ثانی کو حقیقت اور اول کو مجاز قرار دینا بدلیل فضائل سورۃ الفاتحہ کے بعید ہے کیونکہ حقیقت مین سبع طوال اُسکی مصداق ہین اور سورہ فاتحہ
مطلق بطریق فضیلت ہے اور کیون نہین کہا جاتا کہ آیت مین مراد سبع طوال ہین اور بوجہ اشتراک فضیلت کے فاتحہ کو اس سے موسوم فرمایا اور تحقیق
میرے نزدیک یہ ہے کہ اللہ تعالے عزوجل نے قرآن پاک کی تفاصیل کو سورہ فاتحہ مین مجمل فرمایا اور سورہ فاتحہ کو آیہ بسملہ مین جیسا کہ حسن بصری وغیرہ
سے تفسیر سورہ فاتحہ مین مذکور ہوا پس جیسے قولہ تعالے ھو الذی انزل علیک الکتاب منہ آیات محکمات ھن ام الکتاب مین ام الکتاب سے
سورہ فاتحہ مخصوص نہین ہے بلکہ محکمات آیات جسقدر ہین سوائے متشابہات کے سب ام الکتاب ہین ولیکن سورۃ الفاتحہ کے فضائل سے
ثابت ہوا کہ وہ ان ام الکتاب آیات کی جو تفصیلاً آئی ہین اجمالاً جامع ہے پس اس سورہ کو ام الکتاب کہا گیا پس فرق باجمال و تفصیل ہے اسی طرح
سبع مثانی و قرآن عظیم بھی سبع طوال ہین جیسا کہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یعنے تفصیلاً سبع مثانی یہ سبع طوال ہین اور انھین کی اجمال
یہ سورۃ الفاتحہ ہے پس خلاصہ یہ کہ آیت کریمہ مین یہ تخصیص کرنا کہ مراد سورۃ الفاتحہ ہے بعید ہے اور حق یہ ہے کہ سبع مثانی و قرآن عظیم بطریق تفصیل تو وہ قول
اول یعنی سبع طوال ہین اور بطریق اجمال سورہ فاتحہ ہے اور یہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے آئی ہے کہ مثانی سے مراد کل قرآن ہے بدلیل قولہ کتابا
مثانی تقشعر الآیہ اور یہی قول ضحاک وطاؤس وابومالک کا ہے پس ان اکابر رضی اللہ عنہم کے قول مین تخالف وتسامح بمجاز نہین ہے کیونکہ اگر تخصیص
مراد سبع مثانی سے فاتحہ لیتے ہو تو بطریق صدق الوصف کے سبع طوال کو انھون نے سبع مثانی کہا اور یہ مجاز ہوگا پس ارجح یہ ہوا کہ دونون قول
ان کے متفق صحیح ہین اور فرق باجمال و تفصیل ہے اور جو احادیث دربارہ فضیلت سورۃ الفاتحہ کے وارد ہین اور جنمین یہ وہم ہوتا ہے کہ یہی سبع مثانی
ہے تو اس سے یہ معنی لینا کہ سبع طوال مراد نہین بلکہ بطریق صدق الوصف داخل ہین بعید ہے اور حق یہ ہے کہ مجمل و مفصل مین سے جسکی نسبت کہو
گے وہی صحیح ہے فافہم والحمد للہ رب العالمین۔ اور یہ جو بعض نے حجت کی کہ یہ سورہ مکی ہے اور سبع طوال اکثر مدنی ہین تو ہنوز وہ دینا بصیغہ ماضی
نہ ہوا پس مراد فاتحہ ہے تو جواب یہ ہے کہ سورہ فاتحہ بھی مدنیہ ہے بقول مجاہد باوجودیکہ انھون نے سبع طوال سے تفسیر کی ہے علاوہ برین ترتیب علم الٰہی
مین مقدم تھی فافہم۔ پھر قولہ لاتمدن عینیک۔ آسمین ابن عباس نے کہا کہ آدمی کو منع کیا گیا ہے کہ دوسرے کے مال کی طرف نظر ڈالے۔ مترجم
کہتا ہے کہ اشارہ ہے کہ خطاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے اور مقصود امت والے ہین کیونکہ آنحضرت صلعم پر خزائن زمین اور تمام بادشاہت
پیش کی گئی اور آپ نے منظور نہ کی اسی واسطے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالے نے اس آیت مین کہا کہ جسکو قرآن دیا گیا پھر اُس نے کسی ایسی چیز پر
نظر ڈالی جسکی تحقیر قرآن مین مذکور ہے تو اُس نے قرآن کی مخالفت کی۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ قولہ لاتمدن عینیک الآیہ کے معنے یہ ہین
کہ تو قرآن عظیم کی نعمت جلیلہ لیکر بالکل بے پروا ہو جا اُس چیز سے جو متاع دنیا و اصناف اموال لوگون کو دیے گئے ہین۔ اور واضح ہو کہ حدیث مین
آیا ہے کہ لیس منا من لم یتغن بالقرآن۔ ہم مین سے نہین جس نے قرآن پاک کے ساتھ تغنی نہین کی۔ شیخ ابن عیینہ رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ استغناء
کیا یعنے قرآن مجید کے ساتھ باقی ہر چیز سے استغناء و بے پروائی ہو۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ آیت کی دلیل سے یہ معنے حدیث کے صحیح ہین
لیکن یہ نہین کہا جا سکتا کہ صرف یہی معنے مراد ہین۔ پھر اسکا شان نزول اسطرح ہے کہ ابن ابی حاتم نے اپنی اسناد سے روایت کیا کہ ابو رافع صحابی رض
نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے یہان مہمان آئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اتنا نہ تھا کہ آپ اصلاح حال کرتے پس آپ نے
ایک یہودی کے پاس بھیجا کہ محمد رسول اللہ تجھ سے کہتا ہے کہ مجھے آٹا قرض دے بوعدہ رجب کے چاند دیکھے جانے کے۔ اس نے کہا کہ نہین مگر رہن
کے ساتھ دونگا پس مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آیا پس آپ نے فرمایا کہ یہ تو قطعی ہے کہ مین اُسکا جو آسمان مین ہے اور اُسکا جو زمین
مین ہے امین ہون اور اگر مین سے قرض دیا ہوتا یا میرے ہاتھ بیچا ہوتا تو مین اسکو ضرور ادا کرتا پھر جب مین آپ کے پاس سے نکلا اسی وقت

یہ آیت نازل ہوئی لاتمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا الآیہ گویا اللہ تعالے نے اپنے حبیب علیہ السلام کو دنیا سے جدا کیا۔ عوفی رحمہ اللہ تعالے نے ابن عباس سے لاتمدن عینیک مین روایت کی کہ آدمی کو منع کیا گیا کہ دوسرے کے مال کی تمنا کرے اور مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے ازواج کو کہا کہ وہ اغنیار ہین۔ پھر اللہ تعالے نے جیسے اُنکے اموال سے اعراض کا حکم دیا ویسے ہی اُنکی ذات سے اعراض اور عدم التفات کا حکم دیا بقولہ۔ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ اور ان کافرون پر غمگین مت ہو۔ یعنے جسطرح یہ لوگ کفر وعناد پر عزم مضبوط کر چکے ہین اور تو حریص اُنکے ایمان کا ہے بقولہ حریص علیکم بالمومنین تو تجھے چاہیے کہ اللہ تعالے پر بھروسا کرکے جو راہ محبوب ہے وہ سب کو سکھلادے و سُنادے تاکہ آنے والے اس راہ پر آوین۔ بعضون نے کہا کہ ہم نے جو کچھ ان اقوام کو دنیا سے دیا ہے تو اسکی فوت ہونے پر غمگین نہو۔ معالم التنزیل مین باسناد خود ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو کسی بدکار کو تونگر دیکھکر خوش نہو کیونکہ تجھے یہ نہین معلوم کہ اپنی موت کے بعد وہ کس چیز سے ملنے والا ہے اور اسکے لیے اللہ تعالے کے یہان ایسی قاتل چیز ہے کہ اُسکے ساتھ کبھی مرنے والا نہوگا عرض کیا گیا کہ وہ کیا چیز ہے فرمایا کہ آگ ہے۔ صحیح مسلم مین ہے کہ دیکھو اپنے سے چھوٹے کو اور مت دیکھو اسکو جو تم سے بڑا ہو پس یہی اچھا طریقہ ہے کہ تم اللہ تعالے کی نعمتون کا انکار نہ کرو۔ شیخ عوف نے کہا کہ مین تونگرون سے مصاحبت رکھتا تھا تو کوئی شخص مجھ سے زیادہ انمین غمناک نہوتا تھا مین اپنے سے اچھا سواری کا جانور دیکھتا اور اپنے سے اچھا کپڑا دیکھتا پس جب مین نے اس حدیث کو سُنا تو فقیرون کے ساتھ ہمنشین ہو گیا پس مجھے راحت حاصل ہو گئی۔ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ اور پست رکھیو اپنا بازو واسطے ایمان والون کے۔ یعنے اپنا بازوے شفقت اپنے تابعین کے واسطے نرم رکھنا اور اُنکے ساتھ بتواضع پیش آنا۔ اسی سے کہا گیا کہ مومن اگرچہ کثیر المال ہو فقیر ہے اس لیے کہ اُس نے اپنی جان ومال کو اللہ تعالے کے واسطے فروخت کر دیا ہے اور جو کچھ اُسکے پاس ہے سب مین وہ اللہ تعالے کی طرف سے امانت دار ہے کہ موافق حکم الٰہی تعالے کے اپنی ذات پر اور اہل وعیال واہل استحقاق پر خرچ کرتا ہے۔ وَقُلْ إِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْمُبِينُ اور کہدے کہ مین بس صاف ڈر سُنانے والا ہون یعنی اس غفلت کی جگہ مین جسقدر لوگ عذاب سے نڈر ہین انکو صحیح سچی صاف خبر دیتا ہون کہ اُنکے پیچھے عذاب ہولناک ہے اور یہ ظاہر ہے کہ عذاب ہولناک سے جو چھوٹا وہی تمام راحت وآرام مین ہے۔ پس ڈرو اس عذاب سے جو سامنے ہے صرف چند انفاس کا پردہ حائل ہے۔ كَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِينَ جیسا عذاب ہم نے اُتارا ہے ٹکڑے کرنے والون پر یعنے تو ویسے عذاب سے جیسا ہم نے اقتسام والون پر اُتارا۔ اور کرخی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ کلام مین مقدر جملہ ہے ای انزلنا الیک کما انزلنا الخ یعنے ہم نے تجھپر کتاب اُتاری جیسا اگلون پر اُتاری تھی جنھون نے اُسکے ٹکڑے کر دیے یعنے بعض باتون پر ایمان لائے اور بعض سے انکار کیا۔ زمخشری کے نزدیک سابق آتیناک سے متعلق ہے شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ اللہ تعالے اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم فرماتا ہے کہ لوگون سے کہدے کہ مین تمکو صاف ڈر سُناتا ہون عذاب الیم سے کہ اگر میری تکذیب کرو تو تمپر ضرور عذاب ہوگا جیسے تم سے اگلی امتون پر ہوا جنھون نے اپنے پیغمبرون کو جھٹلایا اور اللہ تعالے کے احکام پر ایمان نہ لائے پس اللہ تعالے نے انپر عذاب وانتقام اُتارا۔ مقتسمین وہ لوگ جنھون نے قسم کھائی باہم کہ انبیاء کی مخالفت کرین اور اُنکی تکذیب کرین اور اُنکو اذیت دین جیسے قوم صالح کے حال سے آگاہ فرمایا کہ تقاسموا باللہ لنبیتنہ واہلہ الآیہ یعنے باہم ملکر قسم کھائی کہ رات بیچ اگر صالح و اُسکے لوگون کو قتل کر دین۔ اور مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ باہم قسم کھائی مانند قولہ واقسموا باللہ جہد ایمانہم لا یبعث اللہ من یموت اور قولہ اولم تکونوا اقسمتم من قبل الآیہ یعنے نہایت سخت قسم کھائی کہ اللہ تعالے نہین اُٹھائیگا جو مر گیا اور جیسے کہا کہ کیا نہین تم قسم کھاتے تھے پہلے کہ تمکو زوال نہین ہے غرضکہ گویا کسی چیز کا انکار نہ کرتے تھے مگر اُنکہ اسپر قسم کھاتے تھے تو مقتسمین انکا نام ہوا۔ انتہے۔ اور معالم وغیرہ مین قریش وغیرہ

سے مقتسمین کو لکھا کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوئے اور دعوت کی تو موسم حج مین کفار قریش نے باہم جمع ہو کر قسم کھائی کہ ہم سب ایک بات پر متفق ہو جاوین کہ تمام دور دور سے عرب کے آنے والے ہمکو مختلف نہ پاوین پس ولید بن المغیرہ نے سولہ آدمیون کو بھیجا جو رستون و پہاڑون پر مکہ کے گرد ہو گئے جو عرب آتے اُنسے کہتے کہ تم اس شخص کی بات پر جو ہم مین پیدا ہوا ہی دھوکا نہ کھانا کہ وہ مجنون ہی حالانکہ خود کبھی شاعر کبھی ساحر و کبھی کاہن کہتے تو اس حالت پر سب نے متفق ہو کر مجنون کہا تاکہ عرب اُنکو مختلف نہ پاوین اور آپس مین کہا کہ شاعر و ساحر وغیرہ در حقیقت وہ نہین ہی تو عرب ہمکو جھوٹا سمجھینگے۔ واضح ہو کہ ابن عباس وغیرہ سے مروی ہی کہ وہ اہل کتاب ہین جنھون نے اپنی کتابون کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پریشان کر دیا اور اسمین تحریف کر دی۔ مترجم کہتا ہی کہ ہان انھون نے اقتسام اُسکی تحریف و اخفاء امر پر کر لیا تھا یہ عضین کی تفسیر کو شامل ہی۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ صحیحین مین ابو موسے اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے مَثَل اور جسکے ساتھ مجھے اللہ تعالے نے بھیجا ہی اُسکے مثل ایسی ہی جیسے ایک مرد اپنی قوم پاس آیا اور کہا کہ ای قوم مین نے اپنی دونون آنکھون سے لشکر آتے دیکھا ہی اور مین ننگا[1] ڈر سنانے والا ہون ای قوم خلاصی ڈھونڈھو خلاصی ڈھونڈھو پس اُسکی قوم مین سے ایک ٹکڑے نے اُسکا کہنا مانا پس رات سے اندھیاری مین اُٹھکر کوچ کر گئے اور مہلت کے وقت مین سامان کر کے نجات پا گئے اور دوسرے ٹکڑے نے اُسکو جھوٹا جانا اور اپنے مکانون مین رہے صبح ہوتے اُنکو لشکر نے گھیر لیا اور سب کو قتل و غارت کر دیا پس یہ مثال اُسکی جس نے میری اطاعت کی اور جو مین لایا ہون اُسکی پیروی کی اور مثل اُسکی جس نے مجھے جھٹلایا اور جو حق بات لایا ہون اُسکو جھٹلایا ہی۔ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ یہ مقتسمین کی شناخت فرمائی کہ ایسے لوگ ہین جنھون نے قرآن کو عضین کر لیا یعنے اپنی بے ایمانی سے اپنے گمان پر ایسا کر لیا۔ واضح ہو کہ عضین جمع عضۃ اور اصل مین عضوۃ بحذف واو تھا اور عرب بولتے ہین کہ عضا الشاۃ یعنے عضو عضو و پارہ پارہ کر دیا بکری کو۔ بعض نے کہا کہ اصل مین عضھۃ تھا بحذف ہاء اور عرب بولتے ہین کہ عضھتہ یعنے اسپر بہتان باندھا اور نظیر اسکی لفظ شفۃ کہ در اصل شفھۃ تھا اور لفظ سنۃ کہ در اصل سنھۃ تھا۔ بالجملہ عضین جمع ہی خواہ عضوۃ کی یا عضھۃ کی اور بہر تقدیر مانند سنین جمع سنہ کے عضین بھی عقلاء کی جمع کے مانند جمع کیا گیا ہی اور قرآن سے مراد یا تو یہی قرآن پاک ہی یا توریت و انجیل وغیرہ مراد ہین کہ وہ بھی قرآن یعنے قرات کی گئی اور اللہ تعالے کی طرف سے اُتاری گئی تھین۔ اب ہر ایک معنی پر اسکی تفسیر یہ ہی کہ عضین بمعنے اجزاء و قرآن بمعنے یہی قرآن تو مقتسمین سے مراد قریش کے کفار جنھون نے قرآن پاک کو اجزاء کر دیا کہ بعض پر اقرار اور بعض پر انکار یا بمعنے بہتان کہ بعض کو شعر و بعض سحر و بعض کہانت و بعض اساطیر الاولین وغیرہ کہا اور کسائی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ عضہ کذب و بہتان ہی یا بمعنے عضاۃ جو ایک درخت خاردار زہر آمیز ہوتا ہی اور مجروح کرتا ہی یعنی قرآن کو ایسا سمجھا کہ بتون کی مذمت سے کافرون کو ایذا دیتا ہی۔ بعض نے کہا کہ عضہ بزبان قریش جادو ہی اور عورت ساحرہ کو عاضھۃ کہتے ہین اور حدیث مین ہی کہ انہ علیہ السلام لعن العاضھۃ والمستعضھۃ۔ یعنے جادو کرنے والی عورت اور جادو کرانے والی دونون پر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہی۔ واضح ہو کہ معانی باہم قریب یا مشترک بسبب ہین خواہ بہتان سے اجزاء ہون یا جادو کی نسبت کرنے سے یا دیگر اسباب سے بہر حال یہ لازم ہی کہ سالم نہ رکھا تو اسلام سے خارج ہین۔ اور ظاہر یہ ہی کہ موجودہ لوگون کو عذاب سے خوف دیا کہ جیسا عذاب اگلون پر نازل فرمایا تھا جنھون نے یہ حرکت کی کہ قرآن پاک کو اجزاء و کذب و بہتان وغیرہ کے ساتھ پارہ پارہ کیا پس مراد اگلے لوگ اور قرآن سے مراد اگلی کتابین ہین۔ شیخ امام حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ جعلوا القرآن عضین یعنے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اُن کتابون کو جو اُنپر اُتاری گئی تھین پس بعض پر ایمان لائے اور بعض سے کفر و انکار کیا۔ بخاری رحمہ اللہ تعالے نے سعید بن جبیر و ابو ظبیان سے ابن عباس سے۔

[1] لہ عرب بولتے ہین نذیر عریان تھا کہ ای قوم کو ڈر سنانے والا لشکر ... تھا

روایت کی کہ وہ اہل کتاب ہین کہ بعض پر ایمان لائے اور بعض سے کفر کیا۔ اور ایک روایت مین مقتسمین کہا ابن عباس نے کہ بعض پر ایمان
لائے اور بعض سے کفر کیا یہود و نصاریٰ ہین۔ ابن ابی حاتم نے کہا کہ اسی کے مانند مجاہد و حسن و ضحاک و عکرمہ و سعید بن جبیر وغیرہم سے مروی ہی
اور عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ عضین کہا یعنے سحر اور عکرمہ نے کہا کہ عضہ زبان قریش مین سحر ہی۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اسکو
اعضاء اعضاء کر دیا کہا کہ سحر ہی اور کہا کہ کہانت ہی اور کہا اساطیر الاولین ہی اور عطاء نے کہا کہ ساحر و کاہن و مجنون کہا یہی عضین ہی۔ محمد بن اسحق
نے عن محمد بن ابی محمد عن عکرمہ او سعید بن جبیر عن ابن عباس روایت کی کہ ولید بن المغیرہ کے پاس چند قریش مجتمع ہوئے اور وہ ان مین صاحب شرافت
تھا اور موسم حج آگیا تو بولا کہ ای گروہ قریش یہ موسم آگیا اور عرب کے گروہ ہمارے یہان آنے والے ہین اور تم مین اس شخص کا حال سن چکے ہین پس
تم اُسکے بارہ مین ایک راے پر متفق ہو جاؤ اور اختلاف مت کرو کہ تم مین سے بعض کی بعض تکذیب کرین بولے کہ ہان صحیح ہی اور ای ابو عبد شمس تو ہی ہمارے
لیے ایک راے قائم کر دے بولا کہ نہین تم کہو اور مین سنون تو کہنے لگے کہ ہم کہدینگے کہ کاہن ہی بولا کہ وہ تو کاہن ہی نہین۔ بولے کہ کہینگے مجنون ہی بولا
کہ وہ مجنون تو ہی نہین۔ بولے کہ شاعر کہینگے بولا کہ شاعر بھی نہین ہی بولے ساحر بولا کہ یہ بھی نہین ہی بولے کہ پھر تو بتلا کہ ہم کیا کہینگے بولا کہ واللہ
اُسکے کلام مین ایسی حلاوت ہی کہ تم اسمین سے کچھ ہی کہو مگر پہچان لیجائیگی کہ یہ جھوٹ بات کہتے ہو اور اقرب یہ ہی کہ ہم اسکو ساحر بتلاوین پس اسی پر قسم کھا کے
علٰحدہ ہوگئے پس اللہ تعالے نے اُنکے حق مین نازل فرمایا۔ کما انزلنا علی المقتسمین الذین جعلوا القرآن عضین۔ یعنے اصنام۔ فَوَرَبِّكَ پس قسم ہی
تیرے رب کی لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ البتہ ہم سرزنش و غضب کے ساتھ سوال کرینگے ان کافرون مقتسمین سے سب کے سب سے یعنے
قیامت کے روز۔ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ اُس چیز سے جسکو وہ کرتے تھے۔ یعنے دنیا مین جو گمراہیان و عضہ و بہتان کماتے تھے قیامت
مین غضب الٰہی کا اثر سوال ہوگا اور حساب مین ماخوذ ہو کر سزائے سخت کے مستوجب ہونگے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہی ولید بن المغیرہ
و اُسکے ساتھی لوگ جنھون نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق مین کہا تھا۔ چونکہ ان افعال و حرکات مین اُنھون نے خود لا الہ الا اللہ سے انکار
کیا اور لوگون کو بھی اس سے مانع ہوئے کیونکہ اصل مقصود رسالت و قرآن یہی کلمہ توحید الٰہی تعالے ہی اسی واسطے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا
کہ یعنے کلمہ توحید لا الہ الا اللہ سے سوال سب سے ہوگا۔ مصنف عبد الرزاق مین مجاہد رحمہ اللہ تعالے سے یہی تفسیر مروی ہی اور امام ترمذی و
ابو یعلی الموصلی و ابن المنذر و ابن جریر و ابن ابی حاتم نے انس بن مالک سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فوربک لنسألنہم الآیہ
مین فرمایا کہ لا الہ الا اللہ سے۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ انس رضی اللہ عنہ سے یہ موقوف روایت بھی ہی اور ترمذی وغیرہ نے مرفوع
(موقوف بر قول انس)
روایت کی ہی۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قسم اسکی جسکے سواے کوئی معبود نہین ہی کہ تم مین سے کوئی نہین ہی گا مگر انکہ اللہ تعالے اُسکے ساتھ
(یعنی مسلمانون مین سے)
تنہائی فرماویگا جیسے چودھوین رات کے چاند سے ہر ایک تنہا دیدار پاتا ہی پس فرماویگا کہ ای ابن آدم تجھے کس چیز نے مجھ سے دھوکا دیا تھا۔ ابن آدم
تو نے کیا عمل کیا جو جانا۔ ای ابن آدم تو نے رسولون کو کیا جواب دیا۔ ابو العالیہ نے کہا کہ قیامت کے روز سب بندون سے دو باتون کا سوال ہوگا
کہ کیا تم نے عمل کیا اور رسولون کو کیا جواب دیا۔ ابن عیینہ نے کہا کہ سب سے سوال ہوگا اسکے اعمال و مال سے۔ ابن ابی حاتم نے معاذ بن جبل
سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ای معاذ قیامت کے روز آدمی سے اُسکے ہر کام کا سوال ہوگا حتے کہ آنکھ مین جو سرمہ لگایا
اور اُنگلی سے مٹی کے ڈھیلے سے پس نہ پاؤن مین تجھے قیامت کے روز اس حال مین کہ کوئی اور تجھ سے زیادہ سعید ہو اس چیز مین جو اللہ تعالی
نے تجھے دیا ہی۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فوربک الآیہ پوچھی اور پوچھا کہ اللہ تعالے فرماتا ہی فیومئذ لا یسأل عن ذنبہ انس
و لا جان۔ یعنے سو اس روز نہ پوچھا جائیگا اپنے گناہ سے کوئی آدمی و نہ جن تو ابن عباس نے فرمایا کہ ایسے پوچھ نہوگی کہ تم نے یہ کام کیا ہی

کیونکہ اللہ تعالے اسکو خوب جانتا ہو ولیکن یون فرماویگا کہ تم نے ایسا ایسا کیون کیا- واضح ہو کہ بعض علمار نے کہا کہ اس سوال مین تمام مومنین بیگناہ وگنہگار اور تمام کفار شریک ہین یعنے ان سب سے سوال ہوگا- مترجم کہتا ہو کہ قولہ ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم یعنے پھر تم پوچھے جاؤگے اس روز نعمتون سے- یہ بھی عموم پر دلالت کرتا ہو اور تائید اسکی اس حدیث صحیح سے ہو کہ ایک روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم برآمد ہوئے یعنی رات کو تو آپ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ ملے پس آپ نے پوچھا تو فرمایا کہ یا رسول اللہ مجھے بھوک نے نکالا ہو پھر عمر رضی اللہ عنہ ملے انھون نے بھی یہی عرض کیا اور خود مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی فرمایا پس آپ ایک صحابی کے مکان کو گئے اُنھون نے طعام حاضر کیا اور ٹھنڈا پانی بھر لائے ان سب صاحبون نے بھی کھایا اور پیا اور آپ نے دعاے برکت دی پھر دونون صاحبون سے فرمایا کہ تم قیامت کے روز اس نعیم سے پوچھے جاؤگے- یعنے آیت مذکورہ کے حکم کے موافق سوال ہوگا- واضح ہو کہ مومنون سے یہ سوال بطور مواخذہ نہوگا بلکہ بطریق تجاوز وعفو ہوگا جیسا کہ حدیث حساب سے ظاہر ہوتا ہی اور جس سے مواخذہ ہوا وہ پکڑا گیا اور کفار سے سرزنش وملامت ومواخذہ ہوگا واللہ تعالے اعلم اور بعض علمار نے کہا کہ آیت کریمہ مین عموم فقط کفار کے حق مین ہو اور اس سے یہ لازم نہین کہ اورون سے سوال نہو اور مترجم کہتا ہی کہ یہ اقرب وارجح معلوم ہوتا ہو واللہ تعالے اعلم بالصواب-

فَاصْدَعْ پس صاف ظاہر کر جیسے صدیع یعنے صبح ظاہر ہوتی ہی- بِمَا تُؤْمَرُ جس چیز کا تجھکو حکم دیا جاتا ہی- واحدی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ علمای تفسیر کا قول ہو کہ اس آیت مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اظہار امر کا حکم دیا- ابن عباس رضی کے قول سے ثابت ہوتا ہو کہ برابر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم استخفا کرتے تھے یہان تک کہ یہ آیت اُتری تو آپ اور آپ کے اصحاب ظاہر کرنے لگے- اقول شاید مشرکون کے سخت انکار کرنے اور امور حق سے ٹھٹھا کرنے کی وجہ سے اور ممکن ہو کہ بخیال بعضے ضعیف لوگون کے کہ ایذار کو برداشت نہ کرسکین ایسا کرتے تھے اور حق یہ ہو کہ مشیت ایزدی ہر کام کے لیے ایک شان کے ساتھ متعلق ہی- شیخ امام نے لکھا کہ اسکی نظیر ہو قولہ تعالے یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس- چنانچہ اسکی تفسیر گزر چکی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اسوقت تک حراست کیجاتی تھی پھر بعد اس حکم کے آپ نے لوگون کو حکم دیدیا کہ جاؤ اللہ تعالے نے مجھے اپنی حفظ مین لے لیا- اس مقام پر بعد ذکر اظہار کے فرمایا- فَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ اور التفات مت کر اور مُنھ موڑ مشرکون سے- یعنے اُنکی رعایت مت کر اور اُنکے ضحکہ واستہزار پر متوجہ ہو کر دلگیر مت ہو- اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ٹھٹھا کرنے والے مشرکون کو ہم نے تجھے کفایت کر دیا یعنے اُنکے شر وٹھٹھا کرنے کے برباد اور ہلاک کر دینے کے واسطے ہم کافی ہوئے- اب یہ خوف تو جاتا رہا کہ یہ لوگ بوجہ استہزار کے ہلاک ہونگے کیونکہ اللہ تعالے نے موافق علم قدیم کے ان بدبختون کو اسی گمراہی مین ہلاک کیا- یہ لوگ قریش مین سے سردار اور سرگروہ تھے اور وہی پانچ شخص تھے ولید بن المغیرہ وعاص بن وائل واسود بن المطلب واسود بن عبد یغوث وحارث بن الطلاطلہ- یہ قول قرطبی کا ہو اور دوسرون نے اسی کی متابعت کی ہو- پھر ان استہزار کرنے والون کی شناخت انکی بدخصلت سے بیان فرمائی کہ- اَلَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ایسے گمراہ ہین کہ اللہ تعالی کے ساتھ دوسرا شریک بناتے ہین سو عنقریب جان لینگے- یعنے اپنا بدانجام وشرک کی خراب عاقبت جلد تر انکو معلوم ہو جائیگی شیخ امام نے کہا کہ حافظ ابوبکر البزار رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ حدثنا یحیی بن محمد آخر اسناد تک انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم گذرے تو ان ٹھٹھا کرنے والون مین سے بعض نے آپ کو غمز کیا پس حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر ان بدبختون کو غمز کیا تو یہ انکے جسمون مین ضرب نیزہ کے مانند اثر کر گیا چنانچہ وہ سب مر گئے اور محمد ابن اسحاق نے اپنی اسناد کے ساتھ عروۃ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ پانچ شخص قریش مین سے صاحب شوکت تھے پھر ہر بطن سے ہر ایک کو بیان کیا اور وہی ہین جنکا ذکر اوپر ہوا ہو اور اسود بن المطلب یہی ابو زمعہ ہو پس سبب

ان لوگون نے شرک بن اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ٹھٹھا کرنے مین حد سے تجاوز کیا تو اللہ تعالے نے صاف ظاہر کرنے اور مشرکون سے اعراض کرنے کا حکم دیا اور ان مستہزئین کو ہلاک کر دیا۔ پھر محمد بن اسحاق نے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم طواف کرتے تھے کہ جبرئیل ع آکے پس کھڑے ہوئے اور آنحضرت صلعم بھی کھڑے ہوئے پس اسود بن عبد یغوث گزرا تو جبرئیل ع نے اسکے پیٹ کی طرف اشارہ کیا پس اسکو استسقا ہو گیا اور وہ مر گیا اور ولید بن مغیرہ گذرا اُسکے پانون کے ٹخنہ کے پاس زخم کے اثر کی طرف اشارہ کیا پس پھوٹ نکلا اور اُسی مین مر گیا حالانکہ اس سے کئی سال پہلے اسکو یہ زخم اسطرح پہونچا تھا کہ وہ خزاعہ مین سے ایک شخص کی طرف گزرا جو اپنے تیر کا پھل اسکے کانسی مین لگا رہا تھا تو اسکے ازار مین اُلجھ گیا اور اس مغرور نے جھکنے کو عار سمجھا چنانچہ اسی طرح چلا گیا اسی سے خفیف سا زخم ہو گیا اور وہ کچھ نہ تھا اب وہ پھوٹ نکلا اور اسی مین مر گیا اور عاص بن وائل کے اخمص قدم کی طرف اشارہ کیا چنانچہ وہ طائف کو جاتے گدہے سے گرا اور اسکے اخمص قدم مین کانٹا گڑا جس سے وہ مر گیا اور حارث بن طلاطلہ گزرا اسکے سر کی طرف اشارہ کیا وہ پیپ کی رینٹ سے مر گیا۔ اور محمد بن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ان سب کا سردار ولید بن المغیرہ تھا۔ اور یون ہی سعید بن جبیر و عکرمہ نے بھی مانند قول عروہ رضی اللہ عنہ کے روایت کیا ولیکن سعید بن جبیر نے حارث بن طلاطلہ کی جگہ حارث بن غیطلہ کہا اور عکرمہ نے حارث بن قیس کہا ہے امام زہری رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ انھین دونون نے صحیح کہا کیونکہ اسکی مان کا نام غیطلہ تھا اور باپ کا نام قیس تھا سوا اسکے مجاہد و مقسم و قتادہ و بہتون نے پانچ ہی روایت کیے ہین مگر شعبی نے سات بیان کیے و مشہور قول اول ہی پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تشفی و تسلی و اپنی طرف توجہ کی تاکید کی بقولہ۔ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ اور ہم ضرور جانتے ہین کہ تیری شان یہ ہے کہ تنگ ہو جاتا ہے تیرا سینہ بوجہ انکے قول کے۔ یعنے انکار کرنے و اللہ تعالیٰ سے شرک کرنے اور سحر و جنون و کہانت و کذب وغیرہ کہتے ہین اس سے تو دلگیر ہوتا ہے۔ اہل تفاسیر نے کہا کہ یہ بمقتضاے بشریت و جبلت انسانی تھا اور بعض کا خیال ہے کہ یہ بکمال شفقت تھی کہ ان لوگون کی طرف متوجہ اور انپر ترس کھاتے کہ عذاب سخت مین چلے جاتے ہین اور ڈرتے کہ جسقدر اظہار کرو اسی قدر زیادہ تکذیب کرینگے تو غضب الٰہی مین پڑینگے ولیکن مشیت الٰہی اپنی مخلوق کے حق مین جاری ہے اور وہی خوب جاننے والا ہے لہذا مستہزئین کو ہلاک کر دینے سے انکا قصہ طے کر دیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کہ ایمان پر حریص تھے تسلی و تسکین فرمائی کہ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ پس تسبیح پڑھ اپنے رب کی پاکی کے ساتھ یعنے اللہ تعالےٰ پاک اور بڑا علیم و حکیم ہے اُسکے علم و حکمت کے موافق جو واقع ہوتا ہے خوب ہے پس جب اسطرف توجہ ہوئی تو ہر ایک دلگیری رفع ہو گئی اور زیادہ تقرب فرمایا کہ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ اور ساجدین سے ہو یعنی اللہ تعالیٰ کی تسبیح و نماز مین مشغول ہو کہ وہ اپنی حکمت سے مخلوقات کا انتظام فرماتا ہے اسمین کسی کو دخل نہین ہے اور نہ علم الٰہی سے کوئی واقف ہے پس مشرکون کی بیہودہ گوئی کو خالق عزوجل کی طرف سونپ دے اور تو اللہ تعالیٰ کی تسبیح و نماز پر قائم و کامل ہو اور برابر اسی پر ثابت رہ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ اور عبادت کرتا رہ اپنے رب کی یہان تک کہ تجھکو موت آجاوے۔ یہان سے صریح معلوم ہوا کہ عبادت پروردگار موت سے پہلے ساقط نہین ہوتی ہے اور جو بعضے جاہلون نے زعم کیا کہ فقیر عارف سے ساقط ہو جاتی ہے یہ پوری جہالت ہے بلکہ جسقدر قرب زیادہ اُسی قدر بندگی زیادہ ہوتی ہے ہان یہ ممکن ہے کہ زیادہ عبادت پر انکو شعور نہو و لیکن کسی شخص بے عبادت پر کمال کا گمان فقط وہم و خطرناک ہے اور بے شریعت ہونا اس سے صاف ظاہر ہے مقصود آیت یہ ہے کہ موت سے پہلے کسی وقت مین عبادت سے غافل نہونا چاہیے پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر و نماز و دوام عبادت سے دلون کو تسکین ہوتی ہے وقد قال تعالیٰ فی سورۃ مریم واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ما دمت حیا یعنی مجھے وصیت کر دی ہے یعنی مجھپر عہد کر دیا ہے نماز و زکوٰۃ کا جب تک مین زندہ ہون سعید بن منصور و ابن المنذر و تاریخ حاکم اور ابن مردویہ و دیلمی نے

مرفوع روایت کی کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے یہ وحی نہیں فرمائی کہ مال جمع کر اور تاجرین مین سے ہو بلکہ تسبیح کر اور ساجدین مین سے ہو۔ شیخ امام
نے نماز کے بارہ مین مسند احمد کی روایت نقل کی کہ آنحضرت فرماتے تھے کہ حضرت خالق عزوجل نے فرمایا کہ ای ابن آدم اول روز مین چار رکعت
عاجز مت ہو مین آخر روز مین تجھے کفایت کرونگا رواہ ابوداؤد والنسائی۔ اقول اسی کو صلوٰۃ الضحیٰ کہتے ہین اور حدیث مین ہی۔ کہ آنحضرت صلعم پر
جب کوئی کلام سخت یا گران ہوجاتا تو نماز پر قائم ہوجاتے کما فی الصحاح وغیرہ اور لکھا کہ یقین سے مراد موت ہی۔ بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا
کہ سالم یعنے ابن عبداللہ بن عمر نے کہا کہ یقین موت ہی اور یہی قول مجاہد و حسن و قتادہ و عبدالرحمن بن زید کا ہی۔ بدلیل قولہ تعالےٰ وکنا
نکذب بیوم الدین حتےٰ اتانا الیقین۔ یعنے کافران جہنم کہینگے کہ ہم لوگ دنیا مین قیامت کو جھٹلایا کرتے تھے یہان تک کہ ہمکو موت آگئی۔ اور
صحیح مین ام العلاء الانصاریہ سے مروی ہی کہ جب عثمان بن مظعون نے انتقال کیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُنکے پاس آئے پس ام العلاء نے کہا
نے کہا کہ تجھپر اللہ تعالےٰ کی رحمت ای ابوالسائب یعنے عثمان بن مظعون پس میری گواہی ہی تجھپر کہ اللہ تعالےٰ نے تجھکو بزرگی دیدی۔ آنحضرت صلعم نے یہ سُنکر فرمایا کہ
اری تجھے یہ کس نے بتلادیا کہ اللہ تعالےٰ نے اسکا اکرام کیا ہی مین نے عرض کیا کہ میرے مان باپ آپ پر فدا ہون یارسول اللہ پھر کون بزرگی
کیا جائیگا تو فرمایا کہ بات یہ ہی کہ فقد جاءہ الیقین یعنے عثمان بن مظعون کی موت آگئی اور مین اُسکیلیے بہتری کی امید کرتا ہون۔ مترجم
کہتا ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مدفن مین عثمان کو دفن کرکے اُنکے سرہانے پتھر رکھا اور فرمایا کہ مین نے تجھے لوگون کا امام بنایا اور یہ
بڑی بزرگی ہی اور پیچھے ایک خواب کے جو اُسکے بارہ مین دیکھا گیا تھا اُسکی تعبیر مین فرمایا کہ یہ اسکے اعمال صالحہ ہین۔ غرضکہ مقصود یہ تھا کہ کوئی
شخص اپنے قیاس سے بدون قطعی علم کے اللہ تعالےٰ کے علم غیب مین جرأت نہ کرے اور امید کرنا صحیح ہی۔ شیخ امام ابن کثیر رح نے لکھا
کہ اسی آیت کریمہ سے استدلال کیا گیا ہی کہ عبادت مثل نماز وغیرہ کے آدمی پر واجب رہتی ہی جب تک اُسکی عقل ثابت ہو پس اپنی حالت کے
موافق نماز پڑھے چنانچہ صحیح بخاری مین عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز پڑھو کھڑے
ہوکر پھر اگر یہ قدرت نہو تو بیٹھکر پھر اگر نہوسکے تو کروٹ سے۔ اسی سے استدلال کیا گیا کہ بعض ملحدون نے جو یقین کے معنے معرفت کے لیے ہین
کہ جب بندہ معرفت پہونچے تو آدمی سے تکلیف شرعی ساقط ہوجاتی ہی تو یہ قول غلط اور کفر و ضلال ہی اور کمال جہالت پر مبنی ہی کہ انبیاء
علیہم السلام سب سے زیادہ عارف و اعلم تھے باوجود اسکے سب سے زیادہ عبادت پر قائم تھے اور تا وقت موت نیک کامون کی مواظبت
پر مستقیم تھے بلکہ مراد یہان یقین سے فقط موت کے معنے ہین کذا فی تفسیر الحافظ اور واحدی نے جماعت مفسرین سے موت کی تفسیر نقل کی
اور توجیہ یہ لکھی کہ موت یقینی واقع ہونے والی ہی اسمین کسی کو شک نہین ہی اور ابو حیان نے کہا کہ موت کے نامون مین سے ایکنام یقین ہی
اور موت آنے پر شک ہر طرح کا زائل ہوجاتا ہی اور عبادت کو انتہاء وقت موت تک بیان کرنے مین اعلام ہی کہ عبادت کسی وقت موت
سے پہلے ساقط نہوگی یعنے جن شرائط کے ساتھ ادا کرنا چاہیے جب شرائط موجود ہون تو ساقط نہوگی ومن اللہ تعالےٰ التوفیق۔ ف
فی العرائس قولہ فاصفح الصفح الجمیل۔ یہ اسوقت ہوتا ہی کہ تقدیر ازل کو بصفت شہود غیب دیکھے بوصف سر اور اسباب کو محل مین لاوے اور جمال
مین رحیم بحق ہو اور جو کچھ بواسطہ جاری ہو وہ امر الٰہی ومشیت پر راجع کرے ۔ من از حق شناسم نہ از عمرو زید۔ ایسی صورت مین واسطہ
ساقط ہو نیپر ملامت کسی پر نہ کریگا اور سر لابند تقدیر پر سکو رحمت وشفقت ہوگی چنانچہ دلالت کرتا ہی اسپر قولہ ان ربک ہو الخلاق العلیم۔ اس سے
بشارت اور تسلی نکلی کہ قوم سے جو انکار و ایذا و استہزاء تجھے پہونچے وہ قوم اپنے خالق محیط قاہر کی مخلوق ہی اور مقصود تربیت ہی کہ اولوالعزم کے مرتبہ
پہونچایا جاوے اور وہی خوب جانتا ہی جو اُس نے مقدر کیا اور تجھے خلق عظیم عطا کیا۔ اور اسمین ایما یا ہی کہ تیرا خلق عظیم نمونہ اوصاف پاک

حضرت خلاق علیم ہووے کہ عفو و کرم سے امت والون سے تجاوز ہو۔ عمرو بن دینار نے بواسطہ محمد بن الحنفیہ کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ صفح جمیل یہ ہی کہ بلا عتاب کے رضامند ہو۔ بعض نے کہا کہ جی مین ملامت نہو اور بعد کو کینہ نہ رہے ویسا ہی حال ہو جیسا پہلے تھا اور نعمت آلہیہ و سرفرازی تامہ والون کو ہوتا ہی کما قال تعالے ولقد اتینٰک سبعا من المثانی الآیہ ظاہر تفسیر تو گزر چکی اور اسمین اشارت ہی کہ تجھکو خلعت سبع مثانی عطا ہوئی ہی یعنے تیرا لباس صفات ہفتگانہ سے اس لیے ہوا کہ متصف بخلق آلہیہ ہو کر ربانی و ملکوتی و جلالی و جمالی ہوا و رایسی ہی قدسی و رحیم و عارف و ذات صفات ہو۔ اور ایسا شخص آئینہ جمال ذات الوہیت ہوتا ہی یس ہو جاتا ہی عالم بعلمہ تعالے و قادر بقدرتہ تعالے اور سمیع بسمع آلہی و متکلم و بصیر بتکلم و بصیر قدیم ہوتا ہی پس علم آلہی سے گذشتہ و آیندہ کا علم حاصل کرتا ہی اور خواطر کی شہوات و حرکات دیکھتا اور تمام چیزون کی انقلابات دیکھتا ہی اور دل کی خطور کرنے والی چیز(ان) مین سے لوگون کے دلی اسرار پر واقف ہوتا ہی اور ہر کام کو بارادہ آلہی کرتا ہی اور دلہاے مردگان سے ملکر اُسکے واسطے انکو مدد دیتا ہی اور عالم کے اجسام کو غذا دیتا ہی اور اجسام کو حیات سے اور جس کسی کا دل کسی طرف مائل ہو وہ اس نعمت کیطرف متوجہ ہو کر ماسواے سے آنکھ اُٹھا لیگا۔ اور لکھا کہ اوصاف باری تعالے مع متقابلات کے ہین جیسے قدم و بقاء اور جلال و جمال اور دیدار و صمدیت و ربوبیت پس صفات اولے مع ان صفات سبعہ کے ملکر مثانی ہو گئین پس مشاہدہ قدم و اُسکے اتصاف سے تمام حادثات سے مجرد ہو جائیگا اور مشاہدہ بقا و اُسکے اتصاف سے مقام بیداری مین متمکن ہوگا اور مشاہدہ جلال و اتصاف سے وہ مہیب یعنی ہیبت والا ہو جائیگا تمام آسمانون و زمین مین۔ اور جمال کے مشاہدہ و اتصاف سے عاشق وجہ قدم اور آئینہ حق براے عالم ہوگا۔ اور مشاہدہ دیدار و اتصاف سے شوق و محبت ازل مین غرق ہوگا اور مخلوق کے دلون کے لیے محبوب ہو جائیگا۔ اور مشاہدہ صمدیت و اسکے اتصاف سے صمدانی ہوگا جسکا کھانا پینا مشاہدہ ہی اور حدیث صحیح ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی۔ اسکے واسطے اشارت صریح ہی اور اسکی صفات مین سے یہ ہوگا کہ جو کوئی اسکو دیکھے اسکی بھوک و پیاس کو تسکین ہو جائیگی۔ مشاہدہ ربوبیت و اُسکے اتصاف سے حق عزوجل کے ملک و بندون مین متصرف ہو جاتا ہی تو نے حدیث صحیح مین نہین دیکھا کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کی درخت نے کسطرح تعمیل کی کہ دور سے پاس چلا آیا اور جس حالت مین کہ آپ قضاے حاجت کے واسطے بیٹھے تھے درختون نے پردہ کر لیا۔ اور بطور معجزات کے قمر شق ہوا اور درختون نے حاضر ہو کر گواہی دی اور یہی تھا کہ ہر درخت و پتھر آپ کو سلام و سجدہ کرتے اور اونٹ جانور بھی چنانچہ احادیث و آیات اسمین صریح ہین مانند قولہ وسخرنا مع داود الجبال الآیہ۔ پس اللہ تعالے نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ان صفات قدسیہ مثانیہ کے انوار سے مخصوص فرمایا تھا اور قرآن عظیم اسپر زیادہ کیا جسمین جمیع اسماء و نعوت و صفات سے خبر دیدی ہی جو آپ کو نہین پہونچی ہین کیونکہ جمیع صفات تو غیر متناہیہ ہین پس قرآن شریف نے معرفت ذات و صفات سب کے علم و نور سے مشرف کیا اور عظمت قرآن پاک کی بعظمت متکلم عزوجل ہی اور اللہ تعالے نے خود اپنی عظمت سے کلام فرمایا براہ عظمت ذات اور اُسکی عظمت سے یہ ہی کہ قرآن مجید کے حروف مین سے ہر حرف کے نیچے علوم ازلیہ ابدیہ کا ایک سمندر ہی اور کلمات آلہی کو کوئی چیز مخلوقات مین سے نہین احاطہ کر سکتی ہی اور واضح ہو کہ مثانی کی صفت یون بھی مفہوم ہی کہ ہر صفت کے لیے صفات سے ثانی از عینیت الذات ہی پس صفت ثانی الذات اور ذات ثانی الصفات ہی مگر کچھ افتراق و اجتماع کی راہ سے نہین ہی یعنے یہ امر قیاس بشری سے باہر ہی یہ نہین ہی کہ ذات و صفات دونون علحدہ دو ہین اور باہم مجتمع ہین بلکہ وہ واحد ہی ہر طرح سے اور وہ ہر تفرقہ و جمع سے پاک ہی بلکہ وحدت کو بھی وہان دخل نہین ہی اسی واسطے کہا جاتا ہی کہ توحید یہ کلمہ ہی لا الٰہ الا اللہ اور (ہو) وہی ہی لیکن ضمیر و مرجع کسی امر کا وہان اعتبار نہین ہی کیونکہ یہ سب باتین حادث ہین اور قدیم ذات ان سب کی خالق ہی وہ پاک ہی مخلوق کی صفات و قیاس و گمان و وہم سے پس حاصل یہ ہی کہ یہان اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم پر فضل فرمایا کہ

بمعانی ذات وصفات دیدیے اور معرفت دی بعد ازانکہ خود ہی عارف بخلوق ہو گویا عرفان علمی جو صفت متعالیہ سے ہو اسکا لباز ز اپنے بندہ
رسول کریم کو پہنایا اسی واسطے آنحضرت علیہ السلام نے کہا کہ جس نے مجھے دیکھا حق دیکھا اور مروی ہو کہ جس نے مجھے پہچانا حق پہچانا۔ واضح ہو کہ
قرآن عظیم تعلیم شان ربوبیت ہو جس سے حقائق کی معرفت دی اور علوم غیب سے سرفراز فرمایا و احکام عبودیت تعلیم کیے (مترجم) کہتا ہو کہ
غیب سے یہاں وہ حقائق مراد ہین جنپر لوگ آگاہ نہیں ہو سکتے ہین اور جہانتک اللہ تعالے نے سب سے اعلے و افضل جانا اپنے حبیب صلی اللہ
علیہ وسلم پر ختم فرمایا اور کلی علم غیب غیر متناہی ہو وہ سوائے حق عزوجل کے کوئی نہیں جانتا ہو اور جسقدر سے آگاہ کردیا وہ جسکو آگاہ کیا اُسکی نسبت
علم غیب نہین رہا۔ شیخ نے لکھا کہ زیادہ دقیق اشارہ اسمین یہ ہو کہ سبع مثانی یہی صفات قائمہ ہین اور تاثیر اُنکی از راہ اتصاف ہو کہ قلب مصطفے
صلے اللہ علیہ وسلم مین انکا اثر ظہور ہوا گویا وہ مظہر کامل سبع صفات کے ہوئے کیونکہ وہ عالم قادر سمیع بصیر متکلم مرید حی القیوم ہو اور یہ صفات آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم مین ان صفات قائمہ بالذات سے موالید ہین جو ہر طرح کی علت و انکی تاثیر سے پاک ہین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا
مرتبہ تو اللہ تعالے کے نزدیک بہت بڑا ہو تو نے نہیں دیکھا کہ حدیث قرب النوافل مین آیا ہو کہ جب بندہ کو محبوب کرلیا تو خود ہی اسکی سمع
و بصر و لسان و دست ہوتا ہو اور معنے اسکے یہی ہین جو مذکور ہوئے اور اللہ تعالے حلول و اتصال اور ہر طرح کے خیال و تشبیہ سے پاک ہو
اسی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ خلق آدم علے صورتہ۔ اور درصورتیکہ ظاہر کلام سے یہ معنے ہون کہ آدم کو اُسکی صورت پر
پیدا کیا تو یہ تصویر پیدائش الٰہی بروجہ کامل ہو جسمین آثار صفات پاک کے ظاہر ہین۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہو کہ قرآن عظیم کے ساتھ صفات عامہ و خاصہ کا
اشارہ ہو یعنے صفات عامہ و خاصہ سے آگاہ فرمایا اور قرآن عظیم سے معانی صفات عامہ و خاصہ کے ظاہر فرمائے جس سے تو صفات کے دیدار کے
محب مشتاق بدیدار صفات خاصہ ہوا جو متشابہ ہین کیونکہ وہی معدن جمال و جلال ہین اور تو بواسطہ صفات عامہ کے تمام حادثات سے خالص توحید
کے لیے منفرد ہو گیا۔ اور ظاہر آیت سے سبع مثانی یعنے چودہ خصال عطا فرمائی مثل رحمت و شفقت و عفو و صفح و کرم و ظرافت و لطافت و حسن
و جمال و ہیبت و حیا و سخاوت و وفا و ولایت و نبوت و رسالت۔ اور اسی کے مانند علی بن موسے الرضا نے بواسطہ اپنے والد ماجد کے جعفر صادق
علیہم السلام سے روایت کیا ہو اور اسمین مودت و شفقت و الفت و نعیم و سکینت مذکور ہو اور کہا کہ قرآن عظیم مین اسم اعظم ہو۔ پھر جب یہ نعمت عظیم
دیدی تو تمام جہان اول و آخر اپنے حبیب کی نظر مین خوار کردیا بدین معنے کہ پیروان طریقہ حبیب صلے اللہ علیہ وسلم اسوقت صادق ہونگے کہ
اسی شان پر ہون فقال عزوجل لاتمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منہم۔ یعنے اے صاحب اوصاف مذکورہ جسمین یہ معانی عظیمہ و صفات ربانیہ
ہون تجھے لائق نہیں ہو سکتا کہ اصناف اہل دنیا کی طرف نظر کرے جو اللہ تعالے سے غافل اور فانیات مین مشتغل ہین کیونکہ ہیچ سے متعلق
خود ہیچ ہو سہ دنیا ہیچ است و کار دنیا ہمہ ہیچ + ہمت صحیح و بلند ایسی نابود چیز سے متعلق نہیں ہوتی اور یہ اشارہ ہو کہ فطرت نفسانی اپنی خلقت مین
شہوات کے واسطے مجبول ہو چنانچہ ہر حال مین شہوت اسمین رہتی ہین اگر ظاہر نہون تو مخفی ہوتی ہین پس سلامت قلب و نعمت دائمی کے ساتھ
سوائے حق عزوجل کے غیر کی طرف نظر نہیں ہوتی اور اس مقام مین اہل اخلاص کو خطر اور یہ محل امتحان ہو اور عارف تو ماسوائے حق تعالے
کے دوسرے وسایط سے مشاہدہ مین بھی خطرہ رکھتا ہو کیونکہ خالص مشاہدہ وہ ہو جو واسطہ سے خالی ہو پس خلیل اللہ علے نبینا و علیہ السلام
کے آخر کلام پر نظر صحیح ہو کہ انی وجہت وجہی للذی فطر السموات الآیہ۔ اور اول کلام انکا مقام عشق ہو اور آخر کلام افراد قدم از حدوث ہو پس
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر فضل عظیم ظاہر فرمایا کہ آپ کا اول مقام وہ رکھا جو خلیل علیہ السلام کا آخر مقام تھا اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے دو جہان سے بھی چشم پوشی فرمائی پس اللہ تعالے نے وصف فرمایا کہ ما زاغ البصر و ما طغی۔ اور حدیث مین مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

جب اہل دنیا کے اموال دیکھتے تو آستین سے آنکھین بند کر لیتے یعنے لوگون کی تعلیم کے واسطے اور کہتے کہ میرے رب نے مجھے ایسا ہی حکم دیا ہے پھیرا
غیر کی طرف سے ہمت پھیر لینے مین مزید تاکید فرمائی بقولہ تعالے ولا تحزن علیہم - اور شاید کہ عالم تقدیر عین نظر بمشیت آلٰہیہ ہے پس کافرون پر حزن
گویا مشیت سے ناموافقت ہے کہ غیرون کی طرف نظر ہے پھر بندگان مخلصین کے واسطے خلق عظیم استعمال کرنے کا حکم فرمایا بقولہ واخفض جناحک للمؤمنین
اور اسمین لطیف اشارہ ہے کہ یہ لوگ تیرے بازوے رحمت کے سایہ مین پرورش پاتے ہین اور تیرا بازوے ہمت دونون جہان سے بلند ہو کر مقام
قاب قوسین او ادنے تک پہونچا ہے کیونکہ یہ آنچہ ربوبیت قیومیہ ہین تو اس درجہ سے بازو کو اہل عبودیت کے واسطے سایہ ہما کر دے کہ تیری
جناح رسالت تک بقوت بازوے ربوبیت پرواز کرین اور یہ بلبل گلستان قدس تیرے گل کے عشق مین اپنے مقام تک واصل ہون پس
تیری متابعت و ہمت سے مقامات شریفہ و ولایات رفیعہ پاوین اور باوجود اسکے تیرا کلام براہ کمال نہو ولیکن یون ہو کہ جیسے تو مقام عبودیت
مین ہے - وقل انی انا النذیر المبین - مین از جانب ربوبیت کچھ نہین ہون بلکہ تمہارے مثل بشر ہون مجھے وحی بھیجی جاتی ہے پس وحی کی راہ سے
مین تمکو عظیم جلال الٰہی و قہر کبریا ربی سے آگاہ کرتا ہون اور مین تمکو اسکے فراق کے دردناک عذاب سے متنبہ کرتا ہون مین شاہد ہون اور
اس نے انوار عزت و جلال و جمال سے مجھے لباس دیا کہ مجھ سے تمکو معجزات باہرہ دکھلا دیے اور تم نے معائنہ کر لیا - بعض مشائخ نے قولہ لا تمدن
عینیک - مین کہا کہ غیرت قدم نے حبیب الٰہی کو نہ چاہا کہ سوائے اسکے دو جہان مین سے کسی چیز کی طرف نظر اٹھاوے اور ایک دم غافل ہو کیونکہ
اس تمتع سے کچھ حاصل نہین ہے اور چاہا کہ اسکے اوقات حیات مصروف بکمال عروج ہون اور شیخ یوسف بن الحسین نے کہا کہ اللہ تعالی نے
نذیر مبین کی خبر دینے کا حکم دیا کہ مین سفیر عظیم الشان و مبین نشان بے نشان بشافی بیان ہون - قولہ فوربک لنسألنہم اجمعین عما کانوا یعملون -
ظاہر تفسیر مین جن لوگون سے سوال ہوگا وہ تو ظاہر ہین اور یہ بھی ظاہر ہے کہ والذین آمنوا اشد حبا للہ - پس اشد محبت کے دعوے مین قیس مجنون سے
کمی لائق سوال ہے پھر کمی نہو تو ادب باطن و روحی کے دونون درجات جو قیاس سے باہر ہین قابل سوال ہین اور حق عزوجل کو کچھ حاجت نہین
کہ اپنے اہل معرفت سے اُنکے اعمال کا سوال کرے ولیکن انکو آگاہ فرماویگا مقامات خطرات سے اور ہمتون کی کجی سے اور میلان طبیعت سے اور
نفس و شیطان کے باریک مکرون سے تاکہ اُسکی عظمت کے سامنے حیا و شرم سے پانی ہو کر دریاے خجالت مین غرق ہو جاوین اور یہ بھی
مراد ہے کہ مشقت و مجاہدہ مین جو رنج و کلفت انھون نے اُٹھائی اُسکی مواسات فرمائی جاوے کہ محل امتحان سے کیونکر چھوٹے - واسطی رحہ نے
کہا کہ انبیا و اولیا سے ذرہ برابر کا بھی سوال ہوگا کیونکہ اُنکے مراتب بلند و قربت ارجمند ہے اور عوام سے اسکا سوال نہوگا کیونکہ مصادر اسرار سے
یہ لوگ دور پڑے ہین اور کہا کہ عوام اس چیز سے بھی غافل ہین جس سے اہل الحق سے سوال ہوگا از انجملہ حرکات اطراف و خطرات قلب ہے جو بھی
اسرار ہین مترجم کہتا ہے کہ اسی قبیل سے ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کو واقع ہوا کہ قیدی ساقی سے کہا تھا کہ اذکرنی عند ربک - بادشاہ
سے میرا حال بیان کرنا - اتنی بات پر سات سال قید مین رکھے گئے حالانکہ قید ہونے کی درخواست خود کی تھی اور اسمین بھی یہ فتنہ ہوا کہ قید سے
چھٹکارا کی درخواست کی فافہم - شیخ جنید رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اہل حقائق سے سخت سوال یہ بھی ہوگا جو انھون نے عوام کے سامنے دعوی
ظاہر کیے یا ایسے طور پر ظاہر ہوئے جس سے لباس فریب ہو - اور مجھے خبر پہونچی کہ بعضے اہل اللہ نے اپنے بعضے شاگرد و مرید سے فرمایا کہ خبردار ہو
ایسے دعوون سے کہ اللہ تعالے تجھ سے انکا سوال فرماویگا - مرید بندہ خالص تھا اتنا کہا کہ یا شیخ اگر مجھے یقین ہو جاوے کہ رب العزۃ مجھ سے
قیامت مین کلام فرماویگا اور ایسا مجھ سے سوال فرماویگا تو مجھ سے عمر بھر اور کچھ نہو سکتا سوائے ایسے ہی دعوون کے اور کیا مین اس لائق ہون
کہ حق عزوجل سے مخاطبہ مین شمار ہون اور اسکی حضوری مین حاضر کیا جاؤن - یہ کہا اور گر کر جان بحق تسلیم ہوا - مترجم کہتا ہے حدیث صحیح

مین ہی کہ جو کوئی ایسی بات کا دعوے کرے جو اسمین نہین ہی تو ایسے شخص کے مانند ہی جو فریب کا جوڑا پہنے ہو۔ قولہ ولقد نعلم انک الی قولہ من الساجدین
اللہ تعالے نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کی مواسات فرمائی بعوض اسکے جو اعدا سے سُنا۔ اور اشارت ہی کہ تو ہمارے روبرو مقام
عزت مین ہی جو کچھ جاہل لوگ جہالت سے بشان کبریائی کہتے ہین انکے اٹھانے سے تیرا سینہ منقبض ہوتا ہی یعنے کلمات جہال کے لائق تسبیح شان
کبریائی نہین ہین پس تو ہماری تسبیح بیان کر بجائے انکے کیونکہ تو ہی اس لائق ہی سوائے تیرے کفار جہال اس لائق نہین بنائے گئے ہین اور ساجدین
کہ بوصف معلوم تجھے دیدار قرب نصیب ہو اور مشاہدہ جمال کے استغراق مین ضیق الصدر سے نکلجاوے۔ مترجم کہتا ہی کہ مفاد اس کلام کا
یہ ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تنگدلی اپنے نفس کے واسطے نتھی اور حدیث مین بھی آپکے شمائل کریمہ و اخلاق عظیمہ مین سے بیان ہوا ہی
کہ کبھی اپنے واسطے انتقام نہ چاہتے اور عفو کرتے اور کبیدہ نہوتے ولیکن اللہ تعالے کی شان مین اگر گستاخی و بے ادبی دیکھتے تو غضب مین
آجاتے تھے اور تمام فضائل کا احاطہ محال ہی فافہم۔ خلاصہ یہ کہ جب نماز و سجدہ مین دیدار بیچون و چیرا حضرت کبریا حاصل ہوگا تو یہ ضیق صدر
جاتا رہیگا۔ **واسطی** رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ تنگدلی اُن کافرون کے قول سے ہی کہ اللہ تعالے کی جناب مین شریک و مثل و ہمسر وغیرہ کہتے ہین پاک ہی
اللہ تعالے سب ایسی نالائق باتون سے پس حکم دیا کہ تو ہماری پاکی بیان کر تیرا ضیق الصدر کھل جائیگا کہ تیری زبان پاک بلبل بوستان لم یزل
اور اعلے منزل قدس کا طائر فرخ ہی۔ بعض نے کہا کہ ضیق اُنکی طرف رجوع کرنے مین ہی تو ہماری تسبیح کی طرف رجوع کر کہ انفتاح مشاہدہ ہی
واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اسمین ان علماء کے لیے بھی مواسات ہی جنکے ساتھ اہل الفسق والجہل حسد کرکے اُنکے حق مین بدگوئی کرتے ہین
اور علماء کو حکم ہی کہ بمتابعت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی تسبیح مین مشغول ہون۔ **شیخ استاد** رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ آیت مین
صدر فرمایا اور قلب نہین فرمایا کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم محل شہود مین تھے اور سوائے لقاء الٰہی کے مومن کو راحت نہین اور لقائے
الٰہی کے ساتھ پھر کچھ وحشت نہین ہوتی ہی۔ پھر اللہ تعالے نے اپنے حبیب کو خالص عبودیت کا جو پاک از کدورت مخلوقات ہی حکم دیا بقولہ
واعبد ربک حتے یاتیک الیقین۔ یقین سے ہر تفسیر مین مراد موت ہی کہ تا موت عبادت پر قیام ہوا اور اشارت بحقیقت وہ کمال کامل و مشاہدہ
صرف ہی کہ فنائے حدوث و بقائے حقیقی وہی ہی پس جب حقیقت دیدار و مشاہدہ ازل مین واصل ہوا اور بحر الابد مین استغراق ہوا تو ظاہری
رسوم کی حفاظت بقبضۂ قدرت الٰہیہ ہی کما قال یتقلبک فی الساجدین۔ اور مقام مشاہدہ مین عبادت کی طرف شغل ہونا ترک ادب ہی اور
ہم نے اس بیان سے یہ ارادہ نہین کیا کہ اہل معرفت کی گردن سے عبودیت کا طوق نکل جاتا ہی بلکہ ہماری مراد یہ ہی کہ عارف نے جب حق عز و جل کا
مشاہدہ پایا تو اسکی شان مین ایسے جذب مین ہوجاتا ہی کہ صرف حق اسکا مطلوب ہی اور وہان یہ بھی غرور محجوب ہی اور شغل اسکو کسی اور طرف نہین
ہوتا مگر حق عز و جل کی بقائے حقیقی سے اسکو بقا ہوتی ہی تو وہ طاعات مین بدرجہا تمام اقسام سے بڑھا ہوا ہوتا ہی اور اس سے بڑھکر درجہ عبادت
کرنے والے کو نہین ہوسکتا کہ اس حالت مین اسکی متابعت و طاعت مراد حق عز و جل کی لیاقت پوری ہوئی جسمین سوائے خلوص کے کچھ
دخل نہین ہی اور یہ البتہ ممکن ہی بعض اہل جذب اس استغراق مین ظاہری رسوم کے ادا کرنے پر قدرت نہ دیے جاوین حتے کہ طعام و شرب
وغیرہ پر بھی تو ایسی سُکر کی حالت مین جب تک یہ حالت ہی معذور ہین اور بعد اسکے اسیر عبودیت کے اوقات کی حفاظت تا دم موت لازم ہی اور یہ
طریقہ یاران بندگان خاص کا ہی جنکو تمکین عطا ہوئی ہی۔ **واسطی** رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اوقات مین غیر کا ملاحظہ نہو یہان تک کہ یقین آجاوے
کہ تمام رویت و جذبہ از حق عز و جل ہی۔ **فارس** رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ یہ مرتبہ ہوجاتا ہی کہ یقین آجاتا ہی کہ حق عبادت الٰہی عز و جل نہین
ادا کرسکتا۔ یہ بھی فارس رحمہ اللہ نے اشارہ کیا کہ جس نے معبود عز و جل کو دیکھا وہ عبادت سے ساقط ہوا اور جس نے عبادت کو دیکھا وہ

معبود سے ساقط ہوا۔ مترجم کہتا ہی کہ مراد شیخ رحمۃ اللہ تعالےٰ کی یہ ہی کہ اگر کسی کی نظر اپنی عبادت کے افعال اور اُنکی تحسین پر ہو تو یہ شخص خلوص سے ساقط و عجب مین گرفتار ہو اور معبود عز و جل سے ساقط ہی اور اگر اپنی عبادت کو ہیچ و نابود سمجھے اور یہ بھی جانے کہ عبادت مجھ سے ناممکن ہی تو اُس نے شان معبود کی درگاہ مین اپنی عاجزی سے جگہ پائی اور خلاصہ یہ ہی کہ بندہ کو لازم ہی کہ جسطرح فرائض و واجبات و سنن و مستحبات کا حکم ہو اُنمین پوری کوشش کر کے عبادت پر قیام کرے اور پھر یہ سمجھے کہ یہ سب میرے افعال ہین اور میرے افعال ہرگز اُسکی جناب مین لائق نہین ہو سکتے پس تمنا اور استدعا اسکی رضا و عبودیت کی اُسی سے رکھے واللہ تعالےٰ اعلم۔ شیخ حسین رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ یہانتک کہ یقین ہو جاوے کہ کوئی حق تعالےٰ جل شانہٗ کی عبودیت اُسکی شان کے لائق نہین کر سکتا ہی نہ ابتدا مین اور نہ انتہا مین۔ پس لاچار عاجزی سے تضرع و الحاح عفو تقصیرات کرے۔ شیخ ابن عطاء رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے برگزیدہ نیک خالص بندون کو حکم دیدیا کہ اُنکو دنیا سے سواے اس حال کے نہین نکالیگا کہ طوق عبودیت اُنکی گردنون مین ہو اور لباس خدمت اُنکے بدن پر ہو اسی واسطے اپنے خلق کے سردار اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے۔ یاتیک الیقین۔ شیخ حسین نے کہا کہ عبودیت تمام و کمال شریعت ہی اور ربوبیت تمام و کمال حقیقت ہی۔ شیخ استاد رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ ادب سے قائم ہو فرش عبودیت مین ہمہ تن خدمت ہو کر یہانتک کہ تجھکو اُٹھا لیا جاوے اور مسند قرب پر جگہ دیجاوے اور حجلۂ وصال سے شرافت عطا ہو اور کہا جاتا ہی کہ التزام شرائط عبودیت اسوقت تک لازم ہی کہ قید سے آزادی دیجاوے واللہ اعلم

سورۃ النحل مائۃ وثمان وعشرون آیۃ

سورۃ النحل مین نحل یعنی شہد کی مکھی کے ساتھ شان الٰہی عز و جل بھی مذکور ہی اور اسمین ایک سو اٹھائیس آیات ہین۔ اور حسن و عطاء و عکرمہ و جابر کے قول مین یہ سورہ مکیہ ہی اور ابو الزبیر اور ابن عباس سے مروی ہی کہ سب مکہ مین نازل ہوئی سواے اسکے آخر کی تین آیات کے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُحد سے واپس ہوئے ہین تب وہ نازل ہوئی ہین یعنے قولہ ولا تشتروا بعہد اللہ ثمنا قلیلا الی قولہ تعلمون۔ اور قتادہ نے کہا کہ مکیہ ہی سواے پانچ آیات کے اور وہ قولہ والذین ہاجروا فی اللہ من بعد ما ظلموا۔ اور قولہ ثم ان ربک للذین ہاجروا من بعد ما فتنوا۔ اور قولہ ان عاقبتم فعاقبوا سے آخر سورہ تک۔ اور مقاتل رحمہ اللہ تعالےٰ نے قولہ من کفر باللہ من بعد ایمانہ الآیہ اور ضرب اللہ مثلا قریۃ۔ انکو بھی استثنا مین بڑھایا ہی۔ اور بعض نے اسکو مدنیہ کہا اور یہ ضعیف ہی واللہ اعلم اور اس سورہ کو سورۃ النعم بھی اسوجہ سے کہتے ہین کہ اللہ تعالےٰ نے نعمتون کا شمار فرمایا ہی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ تعالےٰ کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور مہربان ہی

اَتٰۤی اَمۡرُ اللّٰہِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡہُ ؕ سُبۡحٰنَہٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ ۝ یُنَزِّلُ الۡمَلٰٓئِکَۃَ بِالرُّوۡحِ

آگیا حکم اللہ کا سو تم لوگ اسکے جلدی مت کرو وہ پاک ہی اور برتر ہی ہر اس چیز سے جسکو تم اسکا شریک بناتے ہو اتارتا ہی اللہ تعالیٰ فرشتون کو وحی کے ساتھ

مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا

اپنے حکم سے جس شخص پر چاہتا ہی اپنے بندون مین سے یہ کہ تم ڈر سناؤ اس بات کا کہ نہین ہی کوئی معبود مگر مین

فَاتَّقُوْنِ ۝

سو تم اس سے ڈرو

اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ آگیا حکم اللہ تعالےٰ کا۔ بعض نے کہا کہ حکم سے مراد مشرکون پر جہاد کا اور انکے مقہور ہونے کا حکم آیا ولیکن یہ ضعیف ہی کیونکہ فرمایا۔ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ تم اسکی جلدی مت کرو یعنے اسکے واقع ہونے مین جلدی مت کرو۔ اور ظاہر ہی کہ مشرکین جہاد کے لیے جلدی نہین کرتے تھے پس ارجح یہ ہی کہ امر اللہ سے مراد قیامت ہی اور یہی جمہور مفسرین کا قول ہی اور شیخ امام رحمہ اللہ تعالےٰ نے اسی کو ذکر کیا کیونکہ مشرک لوگ قیامت سے منکر اور طعن سے کہتے کہ کہان ہی آوے کما قال تعالےٰ یستعجل بہا الذین لا یؤمنون بہا والذین اٰمنوا مشفقون منہا یعنی جلدی مانگتے ہین قیامت کو وہ لوگ جو اسپر ایمان نہین لائے اور جو ایمان لائے ہین وہ اُس سے ڈرتے ہین۔ رہی یہ بات کہ اتیٰ فعل ماضی یعنے آگیا اور قیامت ابھی واقع نہین ہوئی تو قیامت کیونکر مراد ہی اسکا جواب ایک یہ ہی کہ بلاغت مین بیان ہوا کہ جو چیز قطعی واقعی ہونے والی ہو اسکو بصیغہ ماضی تعبیر کرنے سے جزم ویقین دیا جاتا ہی چونکہ قیامت لا محالہ واقع ہوگی اسکو بوجہ قریب ہونے اور قطعی ہونے کے ماضی سے تعبیر کی جیسے حدیث مین لوگون کو نصیحت مین کہا کہ جاء الموت بما فیہ یعنے آگئی موت مع اپنے سکرات وغیرہ کے یعنے آئی جانو۔ اور جیسے قولہ تعالےٰ اقتربت الساعۃ وانشق القمر۔ پاس ہوگئی قیامت۔ قولہ اقترب للناس حسابہم۔ پاس ہوگیا لوگون سے انکا حساب یعنے قیامت۔ اور دوسرا یہ ہی کہ امر اللہ حکم الٰہی ہی پس قیامت کا حکم الٰہی تو قرآن پاک مین آگیا یعنے بہت نزدیک ہی جیسے سارا دن گزر کر قریب غروب کے آفتاب ہوتا ہی اور قیامت اپنے قریب وقت مین واقع ہوگی اسی واسطے جب یہ آیت اُتری تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین بھیجا گیا ہون اس حال سے کہ قیامت میرے ساتھ یون ہی اپنی دونون انگلیان کلمہ کی اور بیچ والی ملا مین۔ یہ حدیث صحیحین مین سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہی۔ اور بعض نے کہا کہ قیامت آنے سے اُسکے ابتدائی آثار واقع ہونا مراد ہی اور مترجم کو اس تکلف کی ضرورت ظاہر نہین ہوئی بلکہ آثار قیامت تو سب واقع نہین ہوئے ہین وہ تو بالکل وقوع تک قریب ہوتے رہینگے چنانچہ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے لکھا کہ ابن ابی حاتم نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے نزدیک تم پر مغرب سے ایک ٹکڑا ابر سیاہ کا ظاہر ہوگا بقدر ڈھال کے پھر وہ ابر آسمان کو بلند ہوتا جائیگا پھر اسمین سے ایک پکارنے والا پکاریگا کہ یا ایہا الناس یعنے اے لوگو پس لوگ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہونگے کہ کیا تم نے کچھ سُنا تو بعض کہینگے کہ ہان ہمنے تو سُنا اور بعض اسمین شک کرینگے پھر دوبارہ آواز دیگا کہ اے لوگو پھر آپس مین متوجہ ہونگے کہ کیا تم نے کچھ سنا پس بعض کہینگے کہ ہان ہم نے سُنا پھر تیسری بار آواز دیگا کہ اے لوگو اتیٰ امر اللہ فلا تستعجلوہ۔ یعنے آگیا امر الٰہی سو جلدی مت مانگو۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اُسکی جسکے قبضہ مین میری جان ہی کہ دو آدمی اپنے درمیان کپڑا پھیلائے ہونگے سو کبھی اُسکو تہ نہین کرینگے اور آدمی اپنا حوض درست کریگا مگر اُسمین سے کچھ نہ پینے پاویگا اور آدمی نے اپنی اونٹنی کا دودھ دوہا ہوگا سو اُسکو کبھی نہ پینے پاویگا اور فرمایا کہ لوگ مشغول ہو جاوینگے۔ مترجم کہتا ہی کہ شاید اسقدر جلد قیامت قائم ہو جاویگی یا ایسے آثار ظاہر اور واقع ہونگے کہ کسی کو کسی کام کی مطلق فرصت نہ ملیگی اور معنے اول اظہر ہین کیونکہ دوسری روایت مین آیا ہی کہ دو آدمی بازار مین کپڑا خرید و فروخت کرتے ہونگے وہ اسی طرح اُنکے ہاتھون مین رہ جائیگا کہ صور کے پھونکے جانے سے سب مر جاوینگے۔ قال المترجم قدرت حق

خالق عزوجل ہر چیز پر نہایت واضح و بدیہی ظاہر و چشم دید ہی پس قیامت سے انکار بلکہ حق عزوجل سے انکار نہایت بعید ہو۔ سُبْحَانَهٗ
وَتَعَالٰی عَمَّا يُشْرِكُوْنَ وہ بہت ہی پاک ہی اور نہایت اعلے ہی ہر ایسی چیز سے جو اسکے ساتھ شرک کرتے ہین۔ آدمی مین یہ بھی بڑا شرک ہی
کہ اپنے آپ کو خالق و ہر کام کا کرنے والا سمجھتا ہی بلکہ حق یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ اپنی قدرت سے آدمی کی مرادات و مقاصد پیدا کر دیتا ہی۔ اور اس سے
یہ مت سمجھو کہ آدمی مثل پتھر کے مجبور رہی یا آدمی اپنے کام کی تدبیر نہ کرے بلکہ مقصود یہ ہی کہ جہالت چھوڑ دے کیونکہ وہ سخت جاہل ہی کہ لایعنی چیزون
کے پیچھے اسقدر غافل ہی کہ اسکی سمجھ بوجھ جاتی رہی ہی اور اپنے خالق جل شانہٗ کو نہین پہچانتا اور اپنے آغاز و انجام سے بالکل غافل ہی حالانکہ حق سبحانہٗ تعالےٰ
نے اپنے خاص بندون مین سے اپنے اختیار و قدرت سے اپنے علم قدیم مین جہان سب کو مخلوق فرمایا اُنہین رسول مقرر فرمائے اور اُنپر وحی
نازل فرما کر عام مخلوق کو آگاہ کر دیا کما قال تعالےٰ يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ نازل فرماتا ہی اللہ تعالےٰ اپنی مخلوق ملائکہ کو
روح کے ساتھ یعنی وحی کے ساتھ جو کہ مخلوق کے واسطے حیات و زندگی ہی کیونکہ جسکو یہ روح حاصل نہین وہ درحقیقت مردہ ہی۔ ملائکہ سے
مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہین اور تکریم کے واسطے بلفظ جمع ارشاد فرمایا۔ اور روح سے مراد وحی ہی چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے
مروی ہی اور ابن عباس نے یہ بھی فرمایا کہ روح ایک مخلوق ہی اللہ تعالےٰ کی مخلوقات مین سے اور روح کی صورت آدمیون کی صورت
کے مثل ہوتی ہی لقولہ تعالےٰ یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا۔ ظاہر ایہان مراد معنے اول ہین پس حاصل یہ ہوا کہ اللہ تعالےٰ نازل فرماتا ہی جبرئیل کو
وحی کے ساتھ۔ مِنْ اَمْرِهٖ اپنے حکم سے یا روح جو اسکے حکم سے مخلوق ہی یا نازل فرماتا ہی اپنے حکم سے۔ عَلٰی مَنْ يَّشَآءُ
مِنْ عِبَادِهٖٓ اس شخص پر جسکو چاہتا ہی اپنے بندون مین سے یعنے قیامت قریب ہونے اور اللہ تعالےٰ جبشانہٗ کی وحدانیت
کا علم بذریعہ وحی الٰہی کے ہوا اور اللہ تعالےٰ اپنی وحی بذریعہ جبرئیل علیہ السلام کے جسپر چاہتا ہی نازل فرماتا ہی چنانچہ حضرت محمد صلے اللہ
علیہ وسلم کو سرفراز فرمایا اور حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام تک بکثرت انبیا پہلے بھیجدیئے اَنْ اَنْذِرُوْٓا نازل کر
اس حکم کے ساتھ کہ ڈر سنا دو مشرکون و کافرون کو۔ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا یہ کہ نہین کوئی معبود مگر مین یعنے الوہیت فقط اللہ تعالےٰ
کے واسطے ہی۔ فَاتَّقُوْنِ سو تم مجھسے ڈرو اس بات سے کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ شرک کرو یا اسکی نافرمانی کرو پس آیت مین اصل توحید

اعتقادی بتلا دی اور اعمال طاعت بھی بتلا دیے

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ تَعٰلٰی عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

اسنے پیدا کیے آسمان اور زمین حق کے ساتھ وہ پاک ہی اس سے جو شرک کرتے ہین

پھر انکو دلیل بھی بتلائی بقولہ۔ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ اُسی نے پیدا کیا آسمانون و زمین کو حق کے ساتھ یعنے
یہ مخلوقات کچھ نظربندی و باطل چیز نہین ہی اور اسمین سے ایک پتّی بھی کوئی شخص نہین پیدا کر سکتا ہو تَعٰلٰی عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ وہ پاک سے بزرگ ہی
اس چیز سے جو شرک لاتے ہین۔ خلاصہ یہ کہ جب ایک پتی نہین پیدا کر سکتے ہو تو ضرور اُسکا کوئی خالق ہوا اور انتہا یہ ہوگی کہ آخر مین ایک
خالق ان تمام مخلوقات سے باہر ہوگا جسکا کوئی پیدا کرنے والا نہین ہی اور وہ سب سے اعلےٰ ہوا اور کسی چیز کا محتاج نہوا کیونکہ جو محتاج
یا عاجز ہو اُسکے اوپر کوئی ہونا چاہیے تو سب سے اعلےٰ وہ ہو جسمین کچھ احتیاج نہین ہی اور جب کامل قوی قدرت والا ہو جو چاہے کرے تو
وہی پھر سب کا خالق ہوا پس جو کچھ شرک لاتے ہین وہ اس جہالت کی وجہ سے ہی کہ اللہ تعالےٰ کو سب بات کا علیم یا ہر چیز پر قادر نہین جانتے
بلکہ بیوقوفی سے نادان و عاجز سمجھتے ہین حالانکہ وہی دانا اور سب قدرت والا ہی ف۔ فی العرائس قولہ تعالےٰ بسم اللہ الرحمن الرحیم

اتی امر اللہ فلا تستعجلوہ۔ امر الٰہی کے آنے مین اشارہ یہ ہی کہ اللہ تعالے قدیم ہی اور اسکا ارادہ بھی قدیم ہی اور علم بھی قدیم ہی اور ارادہ و علم مین وجود عالم تھا پس سر ارادت نے وجود کو چاہا پس امر قدیم سے حق تعالے نے وجود کو پیدا کر دیا پس امر الٰہی بغیر زمانہ و مکان کے واقع ہوا پس وجود ابدی ہوا بغیر سوال عیز و انتظار و تعجیل کے پس امر اسکے ساتھ قائم اور ماموراسکے ساتھ متعلق ہی اور جو ہونے والا ہی قلم پورا کر چکا پس اب سوال و جلدی دونون ساقط ہین کیونکہ یہ دونون فی الحقیقت داخل امر ازلی اور ایسے شخص کے صفات ہین جو اللہ تعالے کی معرفت سے جاہل ہی اور اسکا رسے واقف نہین ہی اور اگر حادث مخلوقات کی خواہش پر امر الٰہی آتا ہوتا تو یہ وحدانیت الٰہی مین بڑا نقص ہوتا۔ یہی وجہ ہی کہ اپنی ذات کی پاکی وجلی بیان فرمائی بقولہ سبحانہ وتعالے عما یشرکون۔ ای شخص اسکو سمجھ لے کہ امر الٰہی صفت قدیمہ قائمہ ابدیہ ہی اور حق تعالے بتمام صفات قدیم ہی ظہور اسکا من حیث الغیب ہی اور ظہور اسکا از خود برائے خود از ازل تا ابد ہی پس امر الٰہی آنے کے کیا معنے ہین درحالیکہ امر کا حکم دہندہ قدیم مین قدم سے ہی ولیکن یہی کہ ظہور بارادہ واسطے قدیم کے وجود حادث کا ہوا پس استعجال تو واسطے شئے غیر قائم کے ہی اور امر اسکا قبل وجود العالم کے قائم ہی اسمین اشارہ معرفت یہ ہی کہ جو شخص کہ رحمت الٰہی سے عارف صادق عاشق شائق ہی وہ ہمیشہ جلدی چاہتا ہی کہ مقامات و واردات آوین اور مشاہدے مکشوف ہون کیونکہ وہ لقائے الٰہی جلشانہ کے لیے شوق مین اپنے کو فنا کرتا ہی [illegible] اسکا بالاختصاص ہی اور یہ خاصیت بلا سبب و بغیر علت آئی اور وہ پاک سبحانہ ازل مین اپنے ایسے بندون کی لقا کا مشتاق تھا پس قبل وجود اولیا کے انکو ولایت کے واسطے مخصوص کر دیا تو استعجال کا کون موقع ہی بعض مشائخ نے کہا کہ کیا تم نے کوئی امر بھی بدون اُسکے حکم کے دیکھا ہی اور کیا سوائے اسکے ایجاد کرنے یا معدوم کرنے کے تم نے کوئی چیز دیکھی پس فرحت کے واسطے جلدی مت کرو کیونکہ نصرت منوط بصبر ہی۔ شیخ نصر آبادی نے کہا کہ حق تعالے کے امور طرح طرح کے ہین ایک حکم تو ظاہری عبادات رسوم کا ہی دوم امر باطنی دائمی مراعات کا ہی سوم حکم قلب پر دائمی مراقبات کا ہی چہارم امر اسرار کو ہمیشہ مشاہدات کا ہی پنجم امر روح کو دائمی حضور خلوات کا ہی۔ شیخ استاد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اصحاب التوحید کی یہ شان ہوتی ہی کہ کسی امر کے لیے اپنے اختیار سے خواہش نہین کرتے ہین اس لیے کہ اُنکے ارادہ خواہش ساقط ہین یعنے اُنکی خواہش وہی حق عزوجل کی مشیت ہی پس جسطرح تقدیرات جاری ہین اُسی پر راضی ہین پس اُنکا خود کوئی اختیار نہین ہی اور حق تعالے کے امور حکمت بالغہ مین سے ہی کہ جو وہ چاہتا ہی جسطرح چاہتا ہی اپنے اولیا کے دلون مین الہام فرماتا ہی اور صریح دلیل اسپر قولہ تعالے ان ہو الا وحی یوحی۔ ہی اور اسی معنے مین فرمایا۔ قولہ تنزل الملائکۃ بالروح من امرہ الآیہ۔ ولیکن مقامات وحی کے اقسام مین بعض وحی ذاتی ہی اور بعض وحی صفاتی اور بعض وحی فعلی اور اسی قسم سے لمۃ الملک ہی اقول یہ اشارہ ہی جو حدیث مین وارد ہوا کہ ہر آدمی کے ساتھ لمۃ الملک ولمۃ الشیطان ہی اور خلاصہ یہ کہ لمۃ الشیطان تو القائے شر و بدکاری و نافرمانی ہی اور لمۃ الملک الہام خیر و طاعت ہی اور یہ الہام از قبیل وحی فعلی ہی فافہم۔ اور جسطرح جو وحی اُکین سے آتی ہی وہ اہل دل کے مراتب قلبی کے اقسام پر ہی پس ایک وحی بمقام عبودیت ہی اور ایک وحی بطریق تمیز یعنے حق کو باطل سے شناخت کرنے مین ہی اور ایک یہ کہ مطرود ہونے کے خوف سے لیے ہی اور ایک حصول وصال کی بشارت کے واسطے ہی اور ایک یہ اسرار کو عیوب نفس سے آگاہ کرنے کے لیے مع اُسکے علاج کے اور شیطان کے مکائد دفع کرنے کے اور ایک عقل کو فکر سے تربیت کرنے کے لیے اور ایک قلب کو ذکر سے آراستہ کرنے کے لیے اور ایک اسرار باطن کو نور فراست سے منور کرنے کے لیے ہی یا وہ خبر غیب اس چیز کی ہی جو مقدرات مین سے ہونے والی ہی اور ہنوز وہ دلون مین مخفی ہی یا وہ خبر کشف عالم ملکوت سے ہی یا خبر از اختصاص ربانیہ از تجلی انوار ذات و صفات ہی پس اہل القلوب کو ملائکہ ان اسرار سے جو ہم نے بیان کیے ہین موافق استعداد اور درجات کے آگاہ کرتے ہین اقول ولیکن وحی انبیاء علیہم السلام اعلے و ادق ہی بالخصوص وحی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بلکہ اتمام وحی

ہو احادیث سے ظاہر ہین وہ سب اقسام ایسے نہین ظاہر ہوتے کہ مخصوص ہون البتہ قرآن مجید مخصوص ہی بدلیل قولہ علیہ السلام وتی اوحاہ اللہ
الی فارجو ان اکون انا اکثرہم تابعا یوم القیامۃ۔ یعنے مجھیر جو وحی فرمائی اور معجزہ دیا وہ وحی خالص ہی جسمین مراتب تنزلیہ کا لگاؤ نہین ہی پس مجھے امید ہی
کہ سب پیغمبرون سے میرے اتباع زیادہ ہونگے۔ مترجم کہتا ہی کہ اس سے تجھے اشارہ ملگیا کہ اس حدیث صحیح کا مطلب یہی ہی کہ دیگر انبیا علیہم السلام
کو جو وحی بھیجی گئی وہ مراتب تنزلات کے ساتھ تھی مثلا توریت مکتوب عطا ہوئی اور یہ نہین ہوا کہ وحی خالص ہو یعنی وہ کلام الٰہی صحیح بلاریب ہی لیکن ظہور بکا
بمراتب نزول ہی اور قرآن مجید خالص وحی ہی۔ شیخ نے لکھا کہ تو نہین دیکھتا کہ اللہ تعالے نے فرمایا نزل بہ الروح الامین علے قلبک۔ یعنے وحی قلبی
ہوئی اور اس سے معلوم ہو گیا کہ نزول خالص وحی تھی کہ اللہ تعالے نے آپ پر وحی فرمائی فافہم۔ شیخ نے لکھا کہ پھر وحی صفاتی کے بھی اقسام بمراتب
صفات ہین ارواح کو جسقدر سیر صفات مین میسر ہوئی اُسی قدر حسب مراتب ہوتی ہی اور وحی ذاتی تو اسرار ہی کے ساتھ ہوا کرتی ہی اور وہان
صفات کو تنزل و افعال کو تغیر و رسوم کو اضمحلال و وسائط کا سقوط ہو جاتا ہی۔ ان حدیث السر بالسر از براے سر ہوتی ہی اور جو سر مین ہوتا ہی
وہ سر باطن کے لیے ظاہر ہوتا ہی حدیث مین ہی ان فی امتی محدثین و مکلمین و عمر منہم۔ یعنے میری امت برگزیدہ مین ایسے بندے ہین کہ حدیث
انکین آتی ہی اور کلام ظہور کرتا ہی اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی انھین بندون مین سے ہی۔ پس محدث تو وہ ہی جس سے ملائکہ باتین کرتے
ہین اور مکلم وہ ہی جس سے اللہ تعالے کلام فرماتا ہی اور محدث سے بھی جائز ہی کہ اللہ تعالے حدیث فرماوے۔ اقول حدیث مین روایت
محدث بدون تشدید دال ہی اور بظاہر شیخ نے اسکو بتشدید لیا ہی اور تجھکو چاہیے کہ اللہ تعالے سے ہدایت کی التجا کر کے اسرار سے واقف ہو
اور علماے حدیث نے منصوص کے موافق یہ معنے بیان کیے کہ امر حق انھین احداث پاتا ہی پس کلام انکا کلام حق ہی اور فعل و ارادہ انکا فعل و ارادہ
حق ہی یعنے موافق ارادہ حق تعالے کے کرنے کو کہتے ہین فافہم واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ اور اسی کا موید ہی کلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ وافقت
ربی فی ثلاث الحدیث یعنے مین نے اپنے رب سے تین باتون مین موافقت پائی ازانجملہ مین نے کہا کہ یا رسول اللہ اگر ہم لوگ مقام ابراہیم کو
مصلے بناتے پس نازل ہوا قولہ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلے الآیہ۔ تا آخر حدیث۔ اور بعض دیگر احادیث سے پانچ باتین یا کم و بیش ظاہر ہوتی ہین
اگرچہ اس روایت مین تین مذکور ہین اور یہ تین باتین وہ ہین جنکے واسطے قرآن پاک مین حکم نازل ہوا فتدبر۔ شیخ نے لکھا کہ قولہ بالروح من امرہ
یہان روح سے مراد وحی ہی اور اسکو روح اسواسطے فرمایا کہ کلام الٰہی کا صدور از ذات پاک ہی اور وہ مکلمین و محدثین کے دلون کی حیات ہی اور
وہی مومنون کے دلون کے لیے حیات ہی لقولہ تعالے اذا دعاکم لما یحییکم۔ پس انکو زندہ فرماتا ہی اپنے علم سے کہ جہالت کی موت سے رہا ہو کر اولیا ربکی
خبر دینے سے وحی کے ساتھ زندہ ہوتے ہین اور یہ وحی انکی توحید عظمت و کبریائی کا وصف ہی جس سے انکے خیال و اوہام زائل ہو جاتے ہین
چنانچہ فرمایا قولہ ان انذروا انہ لا الٰہ الا انا فاتقون۔ پس مخلوقات کو وہ بدتر انکی حالت و اسکا بدانجام سنا دیا گیا کہ جو سواے اللہ تعالے کے
دیگر بھی وخیالی خطرات و اوہام سے انکے خیالات نے بنا رکھے تھے اور انکو ڈر سنا دیا جاوے کہ حق جلشانہ کی عظمت و کبریائی سب کو محیط ہی
وہ ہر ایک کے خطرات و اوہام سے اگرچہ اسرار باطنی ہون خوب آگاہ ہی۔ بعض مشائخ نے کہا کہ جو عالم کہ مخلوق کو خوف و ڈر سناوے اور انکو
پرہیز کرنے کے لیے ناصح ہو وہ انبیاء علیہم السلام کی جگہ کھڑا ہوا تو کبھی اُسکے امر سے محنت و بلا آویگی اور کبھی رحمت ہوگی پس ہر حالت مین صابر ہو
اور حکم الٰہی پر راضی رہے اور یہ ایسے عالم سے ممکن ہی جو اللہ تعالے ہی کی طرف رجوع لایا اور اوقات کی محافظت رکھتا ہو اور ضائع نہ کرے
ابن عطاء رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ بندون مین سے محدث وہ ہوتا ہی جس سے فرشتہ اسکی سر باطن مین کلام کر کے اُسکو خصائص وجود پر مطلع
کرے اور اسکی روح کے واسطے موت کی جانب گردن اُٹھا کر تاکنے کا راستہ کھولدے۔ شیخ استاد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ روح کا نزول

انبیاء علیہم السلام پر ہوتی ہے اور ارباب توحید مین سے محدثین کے اسرار پر ہی تو الہام و کرامت کے طریقہ پر اولیاء کے دلون پر ملائکہ کا نزول مسدود نہین ہی ولیکن انکو بطور وحی کے کلام کرنے کا حکم نہین اور نہ کوئی ایسی وحی ہوتی ہی جسکا بطور رسالت پہونچانا مخلوق پر لازم کیا گیا ہو۔ مترجم کہتا ہی کہ بحکم قولہ تعالےٰ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا الآیہ یعنے جن بندون نے کہا کہ رب ہمارا اللہ ہی پھر مضبوط جمے رہے تو انپر ملائکہ اترتے ہین کہ تم مت ڈرو اور غمگین نہو۔ اس سے ظاہر ہی کہ نزول ملائکہ کا اولیاء الٰہی پر جو خالص توحید پر ثابت قدم ہین ہوا کرتا ہی مگر یہ وحی رسالت و نبوت نہین ہی بلکہ پیغمبر علیہ السلام کی سچی پیروی کی برکت بلکہ پیغمبر علیہ السلام کے واسطے بزرگی و منزلت کا ظہور اسطرح پر ہی کہ اُسکی امت کی سچی پیروی کرنے والے پر نزول ملائکہ بشارت سے پیغمبر علیہ السلام کی صدق رسالت صاف ظاہر ہو فافہم ۔

حق سبحانہ تعالےٰ نے مخلوقات کی عجائب قدرت مین سے انسان وغیرہ کے دلائل دیے

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ ۝ وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا

بنایا آدمی ایک بوند سے پھر تبھی ہو گیا جھگڑتا بولتا اور چوپائے بنا دیے

لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ۝ وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ

تمکو انمین جڑاول ہی اور کتنے فائدے اور بعضون کو کھاتے ہو اور تمکو انسے رونق ہی جب

تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ ۝ وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَىٰ بَلَدٍ لَمْ تَكُونُوا

شام کو پھیر لاتے ہو اور جب چراتے ہو اور اُٹھا لے چلتے ہین بوجھ تمہارے ان شہرون تک کہ تم نہ

بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنْفُسِ ۚ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ۝

پہونچتے وہان مگر جان توڑ کر بیشک تمہارا رب بڑا شفقت والا مہربان ہی

وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً ۚ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

اور گھوڑے بنائے اور خچرین اور گدھے کہ اُنپر سوار ہو اور رونق اور بناتا ہی جو تم نہین جانتے

وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ ۚ وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ۝

اور اللہ پر پہونچتی ہی سیدھی راہ اور کوئی راہ کج بھی ہی اور وہ چاہے تو راہ دے تم سب کو

ع

خَلَقَ الْإِنْسَانَ یعنے پیدا کیا اللہ تعالےٰ نے انسان کو یعنے جنس انسان کو۔ مِنْ نُطْفَةٍ نطفہ حقیر ضعیف سے یعنے ابتدا اسکی ایسے نطفہ مرد و عورت سے مرکب کر کے اُسکو پوری خلقت کا اس عالم مین ظاہر کر کے بڑا کر دیا۔ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ پس وہ نکلا بڑا جھگڑالو کھلا ہوا یعنے بجائے طاعت و شکر گذاری رب عزوجل کے اُس نے ایسی حرکات اختیار کین جیسے مخاصم ہوتا ہی اور نعمت الٰہی تعالےٰ کو بھول گیا۔ اگر یہ وہم ہو کہ انبیاء و اولیاء بھی انسان و مخلوق از نطفہ ہین مگر خصیم مبین نہین ہوتے تو جواب یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ نے جنس انسان کو فرمایا ہی اور ہر فرد کو نہین فرمایا پس اس جنس مین کوئی ایسا ہو تو صحیح ہو گیا جیسے کہتے ہین کہ عورت سے مرد اچھا ہوتا ہی تو یہ باعتبار نوع کے ہی ورنہ صریح معلوم ہی کہ بعضے جاہل بیوقوف بے ایمان فاسق بدکار مردسے عورت مومنہ پڑھی ہوئی نیک عفیفہ بہتر ہوتی ہی اور بیان انسان کی خصومت مین سے یہ ہی جو اللہ تعالےٰ نے فرمایا وضرب لنا مثلا ونسی خلقہ قال من یحیی العظام وہی رمیم قل یحییہا الذی انشاہا اول مرۃ۔ یعنے انسان نے ہمارے واسطے مثلین کہین اور اپنی پیدائش بھول گیا بولا کہ کون زندہ کریگا ہڈیان درحالیکہ وہ گل گئی ہی

تو کہدے ہڈیان وہی زندہ کریگا جس نے اُسکو پہلی بار پیدا کیا تھا- حدیث امام احمد و ابن ماجہ مین بشر بن جحاش رضی اللہ عنہ سے روایت ہی
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہتھیلی پر تھوک دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالے فرماتا ہی کہ ای آدمی تو مجھے کہان عاجز کرسکتا ہی اور مین نے
تو تجھے اسی چیز کی مثل سے پیدا کیا جب تجھے ٹھیک استوار کیا تو اپنے جوڑے کپڑے مین ٹہلتا چلا کہ زمین تجھ سے کمزاتی ہی تو نے جمع کیا اور
روکا جب تیرے حلقوم پر دم پہونچا تو نے کہا کہ مین اب صدقہ کرتا ہون اور اب وقت صدقہ کرنے کا کہان باقی ہی- ذکرہ الشیخ الامام اور
معالم وغیرہ مین مذکور ہی کہ آیت کا نزول دربارہ ابی ابن خلف کے ہی یعنے جو قریش کے مشرکون مین بڑا سرکش تھا اور اُحد کے معرکہ مین رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے زخم خفیف اُٹھا کر واپسی مین لبطن رابغ مین مرگیا اور سخت عذاب مین مبتلا ہوا کیونکہ حدیث صحیح مین آیا ہی کہ
سخت غضب اللہ تعالے کا اُسپر جس نے کسی پیغمبر کو قتل کیا ہو یا اُسپر جسکو کسی پیغمبر نے قتل کیا ہو- کما فی الصحاح اور کرخی رحمہ اللہ تعالے
نے اس آیت کا سبب نزول دربارہ اُبی مذکور ہونے مین تردد کیا کیونکہ یہ آیت تو اللہ تعالے کی قدرت و انعام بیان کرنے مین ہی لوگون کی سرکشی
و گمراہی مین نہین ہی اور مین کہتا ہون کہ سبب نزول کے عام معنے یہان مقصود ہین یعنے آیت مین دلالت سے کافرون کی سرکشی پر عتاب
نکلتا ہی جیسے قریش مین یہ شخص مذکور تھا اور آیت اپنے عام معانی پر ہی شیخ سیوطی رحمہ اللہ تعالے نے اسکی مثل آیت سورہ یٰس یعنے
قولہ اولم یر الانسان انا خلقناہ من نطفۃ فاذا ہو خصیم مبین مین البتہ اقوال نقل کیے اور مبہمات مین کہا کہ عاصی بن وائل کے حق مین نازل
ہوئی اخرجہ ابن ابی حاتم عن مجاہد اور عکرمہ و سدی رحمہم اللہ تعالے نے کہا کہ ابی بن خلف کے حق مین اور شیخ ابن جریر نے ابن عباس
سے روایت کی کہ عبد اللہ بن ابی کے حق مین نازل ہوئی اور ابن عساکر رحمہ اللہ تعالے نے ذکر کیا کہ امیہ بن خلف کے حق مین نازل ہوئی
انتہی مترجما- اور مین کہتا ہون کہ درحقیقت بحسب معنی یہ سب اقوال صحیح ہین اور تعیین ہر ایک نے باعتبار باطنی صفات خصومت کے
بیان کی اور ضرور ہی کہ اسمین نظر فراست مانند سلف صالحین کے ہونا چاہیے ورنہ آیت تو قیامت تک کی بشمار ایسے خصومت والے
لوگون کو شامل ہی فافہم- پھر جانورون کی پیدائش سے قدرت کی دلیل اور آدمی پر پورا احسان بیان فرمایا بقولہ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا
چوپائون پر نظر کرو جنکو پیدا کیا- اور مراد انعام سے یا تو مطلق چوپایہ ہین یا خاص اونٹ و گائے و بکری جنمین بھینس و بھیڑ بھی داخل ہین
جیسے کہ عرب کی بولی ہی اور باقی چوپایہ خواہ حلال ہون یا حرام ہون اُنکے ساتھ بالتبع داخل ہین اور اُنسے بھی قدرت الٰہی اور آدمی کا نفع
اُٹھانا بعض وجوہ سے معلوم ہی- لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ تمھارے لیے ان جانورون مین دفاء اور منافع ہین- واضح ہو کہ
بعض اہل تفسیر نے لکھا کہ کلمہ لکم- اوپر سے متعلق ہی یعنے خلقہا لکم- معنے یہ ہوئے کہ انعام کو پیدا کیا تمھارے نفع کے لیے- اور واحدی
رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ لکم سے کلام شروع ہی یعنے انعام کی پیدائش مین عبرت دلائی پھر فرمایا کہ تمھارے حق مین اُنسے انتفاع طرح طرح کا ہی
یہی عمدہ و بہتر ہی- پھر لکم ضمیر خطاب ہی حالانکہ اوپر انسان کا ذکر تھا پس بلاغت کی صنعت التفات ہی گویا خصیم مبین ہونے سے منع کیا- پھر
جب راہ پر آیا تو مخاطب کرکے اسپر انعام ظاہر کیے اور لکم سے جملہ انسان مراد ہین- دفاء- ایسی چیز کو کہتے ہین جس سے استدفاء ہو یعنی سردی گرمی
سے بچاؤ کیا جاوے اور یہ ان جانورون کے اون اور ریشم و بالون وغیرہ سے ہوتا ہی- ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کمل و دوشالہ
و چادرین وغیرہ ہین اور منافع ان جانورون کے دودھ وغیرہ سے انتفاع ہی- بعض نے کہا کہ دفاء دودھ و سواری و اُنکے بچہ وغیرہ اور
ہل جوتنے و سینچنے کے کام ہین اور صحاح جوہری سے یہ معنے بھی ظاہر ہین لیکن عمدہ وہی ہی جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کیونکہ فرمایا
وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ اور تم ان جانورون سے کھاتے ہو یعنے اُنکے گوشت و چربی وغیرہ کو- من تبعیضیہ ہی کیونکہ ہر جزو

جائز نہین مانند کھال وگھری ہڈی کے بلکہ بعض جائز ہین اس سبب سے فرمایا کہ انہین سے کھاتے ہو۔ یہان کلمہ منہا مقدم ہونے سے عربی زبان مین
یہ معنی ہو جاتے ہین کہ انہین مین سے کھاتے ہو یعنے حصر نکلتا ہی تو بعض اہل بلاغت نے کہا کہ یہ کھانے کے مقصود کے ساتھ متعلق ہی اور اشارہ ہی
کہ ان جانورون سے تمھارا کھانا ہی اصلی مقصود ہی اور دیگر منافع اُسکے تابع ہین اور یہ غرض نہین ہی کہ تمھاری غذا انہین مین منحصر ہی اور بعض نے کہا
کہ آیت کے فواصل کی رعایت سے مقدم ہی حصر کے لیے نہین ہی اور بعض نے کہا کہ گوشت کی غذا انہین مین منحصر ہی اور دیگر گوشت مانند مرغی و بط
و پرند و چرند بمنزلہ ذائقہ خوش کرنے کے ہین۔ اور منفعت لباس وغیرہ کو جو ان جانورون سے حاصل ہوتی ہی بہ نسبت کھانے کے زیادہ کثیر النفع
ہونے سے مقدم کر کے پھر کھانے کی منفعت بیان فرمائی کیونکہ لباس و دودھ اور کھیتی وغیرہ کی منفعت ان جانورون سے بآسانی ہی اور
غذا اور بھی ہو سکتی ہی اور دیگر نفع یہ کہ۔ وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ اور تمکو ان جانورون مین تجمل حاصل ہی۔ حِينَ تُرِيحُونَ جسوقت
انکو چرائی سے واپس لاتے ہو۔ یعنے تر و تازہ زیادہ خوبصورت وَحِينَ تَسْرَحُونَ اور جسوقت اُنکو چراگاہ لیجاتے ہو اگرچہ
اسوقت اُنکے پیٹ خالی ہوتے ہین مگر ہر ایک شخص کے لیے اپنے جانورون سے تجمل ہی اور یہ سب ایسے لوگون کے لیے جیسے عرب تھے اور
جو لوگ زیادہ مالدار و ہوسات دنیا مین گرفتار ہین اُنپر احسان آگے بیان ہی وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ اور یہ جانور اُٹھاتے ہین تمھارے
بوجھ یعنے اموال تجارت و زاد راہ سفر کو یا تمھارے جسمانی بوجھ کو۔ إِلَىٰ بَلَدٍ لَّمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنفُسِ
ایسے شہر کی طرف کہ نہ تھے تم وہان پہونچنے والے مگر اپنی جانون پر مشقت اُٹھا کر۔ یعنے ضروری سامان سفر یا اسباب تجارت
لاد کر وہان بلا مشقت نہین پہونچ سکتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہی کہ بلد مکہ کو بعض نے کہا کہ بلاد شام و مصر و یمن۔ ولیکن
ظاہر یہ ہی کہ کوئی شہر ہو سب کو شامل ہی وقال تعالے ولکم فیہا منافع ولتبلغوا علیہا حاجۃ فے صدورکم وعلیہا وعلے الفلک تحملون ویریکم آیاتہ فای
آیات اللہ تنکرون۔ اور یہان فرمایا۔ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ بیشک تمھارا رب بہت شفقت والا مہربان ہی۔ اقول حدیث
مین آیا ہی کہ آدمی کو چاہیے کہ جانور پر سوار ہو کر ایسے مقام کو جاوے جہان کچھ مشقت سے پہونچ سکتا ہو۔ یعنے ہر جگہ سوار جانا تکبر یا اترانے مین
شمار ہی والحدیث فے المشکوۃ۔ فتاوے مین ہی کہ جو کوئی اپنے جانور کو پیٹ بھر کھانا پانی نہ دیتا ہو حکم دیا جاوے کہ اچھی طرح دے ورنہ فروخت
کرے ورنہ امام اُسکو سزا دیوے۔ اور جانور کو بے وجہ تکلیف دینا حرام ہی اور حدیث صحیح مین ہی کہ ہر جاندار کی پرداخت کرنے مین ثواب ہی
اور حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک باغ مین گئے وہان ایک اونٹ آپ کو دیکھکر رونے لگا اور اُسکی آنکھ سے پانی جاری ہوا تو آپنے
فرمایا کہ کہان ہی اُسکا مالک یہ اونٹ مجھ سے شکایت کرتا ہی کہ اسکو چارہ پانی پیٹ بھر نہین دیا جاتا اور کام بمشقت لیا جاتا ہی تمام حدیث مشکوۃ
وغیرہ مین صحیح سے منقول ہی۔ واضح ہو کہ پرندون کے چھوٹے بچے نکالکر بیچنا و خریدنا اور ہر ایسے کام جن سے جانورون کو ایذا ہی تحریماً مکروہ ہین
اور غذا کے واسطے پرندون کو حلال کرنا جائز ہی۔ فتاوے مین ہی کہ جاندار کو نشانہ بنانا حرام ہی اس سے معلوم ہوا کہ بٹیر لڑانا و بلبل پالنا
بالغ کو اور جو جانور کہ بالطبع مانوس نہون ایذاء ہی اور بٹیر کو چھتا بنانا حرام نکلا۔ واضح ہو کہ اونٹ جو گم گیا ہو کوئی اُسکو نہین پکڑ سکتا بخلاف
بکری کے کہ بکری کو بھیڑیا کھا جائیگا۔ بالجملہ ان جانورون سے نفع اُٹھاوے مگر شفقت و رحمت کے ساتھ اور انپر بیرحمی نہ کرے جیسے اللہ تعالیٰ نے
آدمی پر اُنکی شفقت کے لحاظ سے رحم فرمایا ہی۔ پھر اللہ تعالے نے فرمایا۔ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ یعنے اور پیدا کیا خیل کو
یعنی ہر قسم کے گھوڑے اور بغال کو یعنے خچرون کو اور حمیر یعنے گدھون کو۔ لِتَرْكَبُوهَا تاکہ تم ان جانورون پر سوار ہو۔ وَزِينَةً اور
زینت کے لیے یعنے اسمین زینت تمھارے لیے حاصل ہی یہان تین باتین جاننا چاہیے۔ اول سواری۔ دوم زینت۔ سوم اُنکے گوشت کا حکم

امر اول سواری سو خیل و بغال کی سواری مین کلام نہین ہو اور حمیر یعنے گدہے کی سواری بھی عامۂ علمار کے نزدیک جائز بلکہ مسنون ہو اور یہی قولہ تعالےٰ وانظر الیٰ حمارک الآیہ جو قصہ عزیز علیہ السلام مین واقع ہو اسپر دلیل ہو اور نیز بعض احادیث صحاح صریح دلیل ہین اور شیخ ابن ملک رحمہ اللہ تعالےٰ نے مبارق الازہار مین لکھا کہ ہندوستان کے بعضے لوگون نے جو اسکو ناگوار جانا ہو وہ خلاف سنت و طریقہ صالحین ہو۔ اقول یہ آیت بھی صریح دلیل ہو کہ حمار واسطے سواری کے مخلوق فرمایا۔ اور قولہ ان انکر الاصوات لصوت الحمیر یعنے آوازون مین سے زیادہ ناگوار گدھون کی آواز ہو۔ اور جیسے حدیث مین ثابت ہو کہ وہ شیطان کے دیکھنے سے رینگتا ہو اور اُسکا گوشت حرام ہو تو یہ امر کچھ اسکی دلیل نہین ہو سکتا کہ اُسپر سواری مکروہ ہو۔ کیونکہ خچر کا گوشت بھی حرام اور اونٹ کی مُبارک مین نماز مکروہ یا کو ہان شتر محل شیطان آیا ہو حالانکہ خچر و اونٹ کی سواری مین کچھ کراہیت نہین ہو۔ واضح ہو کہ گھوڑے کے بارہ مین حدیث مین ہو کہ تین حال سے پالا جاتا ہو ایک تو اللہ تعالےٰ کی راہ مین جہاد کے لیے تو اُسکا دانہ چارہ و برداخت و ہر چیز ثواب ہی ثواب ہو دوم جس نے سواری کے لیے رکھا مگر جس مجاہد نے جہاد کے لیے مانگا دریغ نہ کیا یا خود جہاد کیا تو وہ بھی غنیمت ہو اور سوم جس نے فخر و ریا وغیرہ کے واسطے رکھا تو وہ وبال ہو اور اصل حدیث صحاح مین ہو اور دوسری حدیث مین ہو کہ خیل کی پیشانی مین قیامت تک بھلائی باندھی گئی ہو کما فی الصحاح مسئلہ گھوڑے کی سواری کا کھیل جبکہ اسمین بازی جوا وغیرہ کوئی ممنوع نہو جائز ہو۔ گھوڑے کو مضمر کرنا و دم خم بڑھانا جائز بلکہ مستحب ہو۔ دو سوارون سے تیسرے نے کہا کہ جو تم مین سے آگے نکلجاوے اُسکو اسقدر دونگا مباح ہو ولیکن نہ دیوے تو دعوے نہین ہو سکتا۔ امر دوم زینت اس سے مراد فخر وغیرہ کے لیے نمود نہین ہو بلکہ جیسے چوپاؤن مین تجمل ہو اسی طرح کا تجمل ہو اسی واسطے یون نہین فرمایا۔ لترکبوہا وتزینوا بہا۔ کیونکہ رکوب تو اُنکو جائز ہو اور نمود داری کرنا اُنکو نہین جائز بلکہ جو چیز اللہ تعالےٰ نے دی اس سے بندہ کو خود جمال حاصل ہوا جیسے کنگھی کرنا و صاف کپڑے پہنا ستھرائی و تجمل ہو مگر آرائش و زیبائش دکھلانے کو مکروہ ہو۔ امر سوم اُنکے گوشت کا حکم تو حمیر کے بارہ مین حدیث صحاح مین مصرح ہو کہ پالو حرام کر دیا اور آگے آتی ہو اور ائمہ علماء کا ان دونون خچر و گدھے پالو کے حرام ہونے مین اختلاف نہین ہو صرف گھوڑے کے گوشت مین اختلاف ہو اور پیدا دونون کا بھی ظاہر ہو۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے لکھا کہ قولہ والخیل والبغال الآیہ۔ یہ دوسری قسم مخلوقات کی ہین سے ہو جنکا احسان بندون پر رکھا کہ اُنکو سواری و زینت کے لیے پیدا کر دیا اور انکے مقاصد مین سے سواری سب سے اعلےٰ مقصود ہو اور جبکہ ان جانورون کو فضیلت دی اور علحدہ کر کے اُنکو ذکر فرمایا تو اسی سے ان علما رحمہم اللہ تعالےٰ نے استدلال کیا جو قائل ہوئے ہین کہ گھوڑے کا گوشت حرام ہو جیسے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالےٰ اور دیگر فقہاء جو اُنکے موافق ہوئے ہین اقول صاحب فتح البیان نے نقل کیا کہ یہی قول امام مالکؒ و اُنکے اصحاب کا اور امام ابو حنیفہؒ و اُنکے اصحاب کا و امام اوزاعی و حضرت مجاہد و ابو عبید وغیرہم کا ہو ولیکن مترجم کو اس نقل مین تامل ہو۔ پھر شیخ نے لکھا اور یہ فقہاء کہتے ہین کہ اللہ تعالےٰ نے خیل کو بغال و حمیر کے ساتھ ملا دیا حالانکہ یہ دونون حرام ہین جیسا کہ سنت نبویہ مین ثابت ہو اور اسی طرف اکثر علماء گئے ہین اور امام ابن جریرؒ نے کہا کہ حدثنی یعقوب ثنا ابن عیینہ انبانا ہشام الدستوائی حدثنا یحیےٰ بن ابی کثیر عن مولیٰ نافع بن علقمہ عن ابن عباس انہ کان الخ یعنے ابن عباس رضی اللہ عنہما مکروہ رکھتے خیل کے گوشت کو اور بغال و حمیر کے گوشت کو اور کہتے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا والانعام خلقہا لکم فیہا دفء ومنافع ومنہا تاکلون پس یہ جانور تو کھانے کے لیے ہین اور فرمایا والخیل والبغال والحمیر لترکبوہا وزینۃ۔ پس یہ سواری کے لیے ہین۔ سعید بن جبیر وغیرہ کے واسطہ سے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یون ہی مروی ہو اور حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ تعالےٰ نے بھی ایسا ہی کہا ہو اور اس قول کے واسطے استیناس ہو اس حدیث سے جو امام احمد رحمہ اللہ تعالےٰ نے مسند مین خالد بن الولید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نہی فرمائی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھانے گوشت خیل و

بغال وحمیر سے۔ رواہ ابو داؤد والنسائی وابن ماجہ اور انکی اسناد مین صالح بن یحییٰ بن المقدام راوی مین کلام ہو اور امام احمد نے اسکو دوسری وجہ سے بھی روایت کیا اور اسمین آیا ہو کہ حرام ہی تمپر گوشت پالو گدھے اور خیل وبغال کا اور ہر کچلے دانتون والا درندہ اور ہر تیز پنجون والا پرندہ۔ پھر شیخ نے لکھا کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو تو گھوڑے کا گوشت حرام ہونے مین صریح نص ہوگی ولیکن یہ حدیث مقابلہ نہین کرسکتی اسکا جو صحیحین مین جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ نہی فرمائی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پالو گدھون کے گوشت سے اور اذن دیا گھوڑون کے گوشت مین۔ اور امام احمد وابو داؤد نے دو اسنادون سے ہر ایک بشرط امام مسلم ہی جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم نے خیبر کے روز ذبح کیا خیل وبغال وحمیر کو پس ہمکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع کردیا بغال وحمیر سے اور منع نہین کیا خیل سے اور صحیح مسلم مین اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہو کہ ہم نے زمانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مین ذبح کیا ایک گھوڑا پس ہم نے اسکو کھایا اور ہم مدینہ مین موجود تھے۔ شیخ نے لکھا کہ یہ احادیث زیادہ قوی ومثبت ہین اور یہی جمہور علماء وامام مالک وشافعی واحمد وانکے اصحاب واکثر سلف وخلف کا مذہب ہو واللہ اعلم انتہی کلامہ۔ اور صاحب فتح البیان نے شوکانی سے نقل کیا کہ اگر اس آیت سے ان جانورون کے گوشت کی حرمت نکلتی تو پھر خیبر کے روز پالو گدھون کے گوشت حرام کرنے کی ضرورت نہوتی۔ مترجم کہتا ہو کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے خیل کے گوشت کی حرمت مروی ہو لیکن وجہ اسکی نجاست ہو یا کرامت تو صحیح یہ ہو کہ تحریم بوجہ کرامت کے ہو اور اسی وجہ سے بغل وحمار کے ساتھ مقترن کردیا کہ خیل کے گوشت سے وہی منفعت باقی رہی جو ان دونون سے ہو اور اس طریق سے قول ابن عباس مع حدیث خالد رضی اللہ عنہ پر اور دیگر احادیث صحیحہ پر دونون پر عمل ہوگیا اور حدیث خالد رضی اللہ عنہ اسقدر ضعیف نہین ہو کہ ایسے مقام پر ساقط کیجاوے خصوص جبکہ توفیق ممکن ہو اور احادیث جابر واسماء رضی اللہ عنہما سے ایک واقعہ فعلی کا حکم نکلتا ہو اور قولی تحلیل نہین ہو پس ممکن ہو کہ گھوڑون کا ذبح واقع ہوجانے کے بعد آپ نے بوجہ ضرورت کے جبکہ جنس نہ تھا ضائع نہونے کے لیے خاص اجازت دی ہو کیونکہ دائمی اجازت پر دلیل نہین ہو اور حدیث خالد رضی اللہ عنہ دائمی تحریم پر نص ہو اور یہی اصول ہو کہ جس سے تحریم نکلے اسکو مقدم کرینگے اس نص پر جس سے تحلیل نکلتی ہو حالانکہ یہان تو دونون مین توفیق ہوگئی پس کیا یہ آسان نہین ہو کہ واقعہ خیبر کو جو واقعی خاص واقعہ تھا خاص فعل پر محمول کرین اور حدیث خالد رضی اللہ عنہ کو عام رکھین نسبت اسکے کہ اسکو ترک کردین اور یہ بات ثابت ہو کہ خیل کی نسل باقی رکھنے اور اسکی پرداخت کے لیے اہتمام کیا گیا۔ اور ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ عبد الرزاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ خیل پہلے وحشی تھے پھر اللہ تعالیٰ نے انکو اسمعیل بن ابراہیم علیہما السلام کے لیے مذلل کردیا اور لکھا کہ ایک خچر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ بھیجا گیا تھا اسپر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سوار ہوتے تھے باوجودیکہ آپ نے اس بات سے منع فرمایا ہو کہ گھوڑی پر گدھا پھندایا جاوے اسوجہ سے کہ نسل منقطع ہو اور امام احمد نے دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا مین گدھے کو گھوڑی پر پھنداؤن کہ خچر پیدا ہو جسپر آپ سوار ہون تو فرمایا کہ یہ تو ایسے لوگ کرتے ہین جنہین دانائی نہین ہی۔ مترجم کہتا ہو کہ تجھے کامل غور کرنا چاہیے اور کم عقل لوگون کی طرح جلدی سے امامون کی خطا پر جزم نکرنا چاہیے پس یہ دیکھو ابن عباس رضی اللہ عنہ کو کہ انھون نے اسی آیت سے سمجھا کہ خیل کا گوشت مکروہ ہو اور کہا کہ اللہ تعالیٰ جلشانہ نے انکو علیحدہ ذکر کیا کہ واسطے رکوب کے ہین

وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اور وہ پیدا کرتا ہی جو تم نہین جانتے ہو۔ اور ظاہر یہ ہو کہ مخلوقات کے اصلی فوائد کثیرہ جو اس نے پیدا کیے اور ہم نہین جانتے ہین یا خود مخلوقات بہت انواع پیدا کین جو ہمکو معلوم نہین ہین جیسے اقسام کیڑے و دریائی جانور یا جو پہاڑون کے غارون مین ہین یا ایسے سمندر جہان جانا ممکن نہین یا دیگر ستارون وغیرہ مین ہون یا جنت و دوزخ وغیرہ غرضکہ اقسام مخلوقات کو وہی خوب

جاتا ہی اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ جو اللہ تعالے نے پیدا کی از انجملہ ایک زمین ہی سپید موتی کی آخر
حدیث تک اسکے سب اوصاف بیان کیے بعضون نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ روایت بنائی ہی۔ وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا
جَائِرٌ ۚ اور اللہ تعالے پر وسط راہ ہی اور بعض راہون مین سے کج ہی یہ بیان ان راہون کا ہی جنپر لوگ چلتے ہین پس بیان فرمایا کہ حق
انہین سے وہ ہی جو اللہ تعالے تک پہونچے جیسے قولہ تعالے ان ہذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ اور مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ
یعنی طریق حق اللہ تعالے پر ہی اور سدی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ وہ اسلام ہی اور ابن عباس سے علی بن ابی طلحہ وعوفی نے روایت کی کہ یہ
معنی ہین کہ اللہ تعالے پر بیان ہی یعنے اللہ تعالے نے ہدایت وگمراہی دونون کو صاف بتلا دیا۔ قتادہ وضحاک ومجاہد کا بھی یہی قول مروی ہی شیخ
ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ سیاق کی راہ سے یہی زیادہ قوی ہی کیونکہ اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا کہ یہان راہین ہین جنپر لوگ چلتے ہین مگر اللہ تعالے
تک کوئی نہین پہونچتی سواے حق راہ کے اور وہ راہ توحید ہی جو اللہ تعالے نے بندون کے لیے مقرر فرمائی اور سواے اسکے سب مسدود ہین اور انپر جو
اعمال ہین سب مردود ہین۔ اسی واسطے کہا کہ منہا جائر۔ یعنے حق راہ سے مڑی ہوئی۔ ابن عباس رضی اللہ تعالے نے کہا کہ وہ مختلف راہین اور
متفرق رائین ہین جیسے یہودیت ونصرانیت وغیرہ یعنے جیسے مجوسیت ونیچریت وبت پرستی اور مانند انکے اور حدیث مین اسکی تشبیہ مذکور ہی کہ ایک
خط مستقیم کے داہنے بائین خطوط کھینچے اور فرمایا کہ مستقیم راہ حق ہی اور داہنے بائین کج راہین ہین ہر ایک پر اسطرف بلانے والے ہین جو گیا گمراہ ہوا اور بلانے والے
خواہ گمراہ آدمی ہون یا خواہشہاے نفسانی ہون یا وساوس شیطانی ہون سب کو شامل ہی پھر اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا کہ یہ سب کچھ اللہ تعالی کی قدرت
ومشیت وعلم بے انتہا کے ساتھ واقع ہی بقولہ وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ اور اگر وہ چاہتا تو ہدایت دیریتا راہ حق کی تمکو سب کو
جیسے فرمایا۔ ولو شاء ربک لآمن من فی الارض کلہم جمیعا۔ یعنے حکمت کاملہ الٓہیہ کو آدمی اپنی عقل ناقص سے کہان دریافت کر سکتا ہی اللہ تعالے خلاق علیم ہی
[اگر تیرا رب چاہتا تو ایمان لے آتا ہر وہ شخص جو زمین مین ہی سب کے سب ۱۲]

ف۔ فی العرائس قولہ تعالے ولکم فیہا جمال حین تریحون وحین تسرحون۔ عوام کے واسطے زینت ظاہری ہی اور اہل معرفت ان جانورون کے
سراج وروح مین صفت الٓہیہ دیکھتے ہین جو عین الجمع مین اسکے فعل سے ظاہر ہوتی ہی چنانچہ انس دیدار سے انکی محبت وکمال شوق بلقاء اللہ سبحانہ
وتعالے حاصل ہوتی ہی اور ارواح وقلوب واسرار کو رغبت عالم ملکوت ورياض جبروت پیدا ہوتی ہی اور یہ سواریان مثال ہیں ملکوت ہین کہ بار شوق کو
حضرت جبروت تک لیجاتے ہین اور اسرار صفات کو میدان عبودیت مین لوٹتے ہین اقول شاید لطیف اشارت ہی کہ اجسام کی ترکیب عالم کو شامل ہی
اور قطعات بچھڑی گویا گوسالہ پروری ہی الذین اتخذوا العجل سینالہم غضب من ربہم الآیہ۔ قال تعالے وتحمل اثقالکم الی بلد الآیہ۔ جب حق تعالے
چاہتا ہی کہ ابواب غیب کو اہل قلب پر کشادہ فرمادے تو انکے دلون پر رواحل انوار عنایت ارسال فرماتا ہی کہ بقوت فیض مشاہدہ انکو عالم غیب مین لیجاکر
اسرار عجائب ملک وملکوت پر مطلع کرتے ہین اور وہی اصحاب جذب وواردات ہین کہ ملک مشاہدات تک پہونچ گئے ورنہ اگر اہل سلوک ہوتے تو بدون
لزوم مراقبہ ومقامات کے نہین پہونچ سکتے تھے ہمیشہ طاعات انپر لازم ہین۔ قولہ ان ربکم لرؤف رحیم مجذوب محض فیض سے ملک مشاہدہ مین پہونچا ہی
پس بعض محمول بنور فعل ہین اور بعض محمول بنور صفت اور بعض محمول بنور ذات ہین پس اول کا مقام خوف ورجا ہی اور محلہ یقین ہی اور ملک شہود ہی
اور قسم دوم کا مقام معرفت اور محلہ خلت وملک مودت ہی اور قسم سوم کا مقام توحید اور محلہ فنا اور ملک بقا ہی۔ شیخ رویم رحمہ اللہ تعالے [مشہور بزرگ ہین ۱۲]
نے کہا کہ محمول مسند رفاہ پر اور حامل میدان مشقت مین سو جو محمول ہوا اسکو کفایت ہوئی اور جو چھوڑا گیا اسپر تنگی کی گئی۔ اور اکثر ہوتا ہی کہ بعضے بندون پر
سیر مین کوئی تعب ومشقت نہین پڑتی ہی۔ ابن عطاء رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ نفس ان مشقتون کو نہین اٹھا سکتے ہین ولیکن دل اٹھاتے ہین
جب جلتے ہین کہ کہان جاتے ہین اور کس کے حکم کی فرمانبرداری سے کیا چاہتے ہین شیخ جنید رحمہ اللہ تعالے نے اسی آیت سے فرمایا کہ

مقصود تک پہونچنے کے واسطے واجب ہی کہ ابتدا میں مشقت و کوشش کرے جسکی برکت سے واصل بمراد ہو۔ قولہ ویخلق مالا تعلمون یعنی عقلون و فہمون کو متحیر کردیا کہ اسکے افعال و بدائع حکمت و صنعت کے ادراک سے قاصر ہین اور ہر فعل کے لطائف و عجائب قدرت دریافت کرنے مین عاجز و متحیر ہین یعنے جب تم کسی مخلوق کی پوری کیفیت و حکمت ادراک نہین کرسکتے ہو تو کسقدر جہالت ہوگی کہ خالق عزوجل کے فعل کا احاطہ کرسکو اور بدرجہ غایت اُسکے فعل کی حکمت سے عاجز ہوگے اور اُسکو قدرت ہی کہ ایک چیونٹی کی پیٹھ پر لاکھون عرش و کرسی پیدا کردے پرندو وحوش و بہائم مین اُنکی خواہشین عجیب پیدا کین اور آدمی و جن مین دوسری طور پر ہین اور ملائکہ کے دلون مین تسبیح و تہلیل ہی اور اہل معرفت و اہل محبت و اہل الحق کے دلون مین حکمت و معرفت وغیرہ و اُنکے اسباب شوق و مناجات و طاعات وغیرہ عجائب اقسام و انواع سے پیدا فرمائین۔ ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ عرش کے داہنی جانب نہر نور ہی جسکا طول و عرض مثل ہفت آسمان و زمین کے ہی جبرئیل امین ہر سحر داخل ہو کر غسل کرتا ہی کہ نور علے نور و جمال بجمال و عظم پر عظم بڑھتا ہی اور جو قطرہ اُس سے ٹپکتے ہین اللہ تعالے ہر قطرہ سے جو اُسکے بازو سے ٹپکتے ہین اُتنے لاکھ فرشتے پیدا کرتا ہی انھین مین سے ستر ہزار فرشتے ہر روز بیت المعمور مین اور خانہ کعبہ پر ستر ہزار داخل ہوتے ہین کہ پھر دوبارہ لوٹ کر نہین آتے ہین اسی طرح قیام قیامت تک ہوتا رہیگا۔ بعض مشائخ نے کہا کہ جب مخلوقات الٰہیہ سے تجھکو وقوف دیا جاوے جو تیری راے سے باہر ہو تو ہرگز اُسکا انکار مت کر کیونکہ اُس نے جو کچھ پیدا کیا ہی کوئی مخلوق اُس سے واقف نہین ہی جبکہ تو اپنی خلقت سے پوری طور پر واقف نہین تو مخلوقات الٰہی کا انکار تیری نادانی کی دلیل ہوگی۔ قاسم علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ تمہارے افعال مین سے بہتیرے مقدر مین کہ جب تم سے سرزد ہوتے ہین تب جانتے ہو ورنہ واقف نہین ہوسکتے ہو اور اللہ تعالے سب مخلوق کا علیم ہی۔ واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ تم مین افعال ایسے پیدا کرتا ہی کہ تم یہ نہین جانتے کہ وہ تمکو نافع ہین یا مضر ہین قولہ و علے اللہ قصد السبیل الآیہ۔ اللہ تعالے پر ہی راہ مستقیم کہ ازل مین جسکو اپنی محبت و ولایت و ایمان و ایقان بمعرفت ربوبیت کے لیے پسند کرلیا ہی اُسکو پہنچا دے یعنے ہدایت اللہ تعالے ہی کے قبضۂ قدرت مین ہی کسی غیر کی طرف حوالہ نہین ہی عرش سے تحت الثرے تک کوئی اُسکو نہین کرسکتا یعنے الوہیت کی صفات مین اُسکا کوئی شریک نہین ہی حتے کہ بغیر اسکے ارادہ و مشیت کے کسی کو اُسکی طرف راہ نہین اور کسی کو اُسکی معرفت سے بہرہ نہین اور کسی سبب و علت و تدبیر سے اُسکا حصول نہین ہوسکتا ہی و قولہ ومنہا جائر۔ یعنی راہون مین غضب کی کج راہین ہین جو راہ صواب سے مڑی ہوئی ہین سب وادی طغیان و جہنم کو جاتی ہین سرے پر شیخ الضلال یعنی شیطان و اسکے اتباع کو بٹھا دیا ہی پس جسکو راہ مستقیم سے مردود کیا اُسپر شیخ ملعون کو مسلط کردیا یہ ملعون اُسکو شہوات کے جنگلون و ظلمات کے بیابانون مین بھٹکاتا ہی اور ہدایت و ضلالت دونون کا تعلق اللہ تعالے کے قہر و لطف کے ساتھ ہی اگر وہ چاہتا کہ سب کو رحمت کی تحت مین لاوے تو ایسا ہی ہوجاتا جیسا وہ چاہے ولیکن جسکو چاہتا ہی گمراہ کرتا ہی اور جسکو چاہتا ہی راہ دیتا ہی و قد قال تعالے و لو شاء لہدیٰکم اجمعین۔ اور شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اللہ تعالے پر بہنمائی قصد سبیل کی ہی اور سبیل مین سے بعض جائر ہی اور اللہ تعالے سبب الجائر ہی اور سبیل القصد یہ ہی کہ رفتار بانوار یقین ہو اور سبیل الجائر وہ رفتار بطریق توہم و دعادی ہی یعنے بغیر برہان یقینی و وحی سے قطعی کے اپنے اوہام و ظنون سے استدلال کرکے یا بطور باطل دعوے کے اُسکو رواج دیکر اُسپر جم جاوے اور سواے اہل التوحید کے باقی ملتین و مذاہب سب اسی مین گرفتار ہین۔

پھر دوسری نعمتون کو شمار فرمایا بقولہ

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ۝

وہی ہی جسنے اُتارا آسمان سے پانی تمھارا اس سے پینا ہی اور اس سے درخت ہین جنمین چراتے ہو

يُنۢبِتُ لَكُمۡ بِهِ الزَّرۡعَ وَالزَّيۡتُوۡنَ وَالنَّخِيۡلَ وَالۡاَعۡنَابَ وَمِنۡ كُلِّ
اگاتا ہے تمہارے واسطے اس سے کھیتی اور زیتون اور کھجورین اور انگور اور ہر قسم کے

الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِيۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ ۝ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيۡلَ
میوے اسمین نشانی ہے اُن لوگون کو جو دھیان کرتے ہین اور کام لگائے تمہارے رات

وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوۡمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمۡرِهٖ ؕ اِنَّ فِيۡ
اور دن اور سورج اور چاند اور تارے کام مین لگے ہین اسکے حکم سے

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ۝ وَمَا ذَرَاَ لَكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ مُخۡتَلِفًا
اسمین نشانیان ہین ان لوگون کو جو بوجھ رکھتے ہین اور جو بکھیرا ہے تمہارے واسطے زمین مین کئی

اَلۡوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِيۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّذَّكَّرُوۡنَ ۝
رنگ کا اسمین نشانی ہے ان لوگون کو جو سوچتے ہین

هُوَ الَّذِيۡۤ وہی رب تمہارا ہے جس نے **اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً** اُتارا اونچی طرف سے پانی - مراد ابر ہے جو اوپر ہوتا ہے کما فی البیضاوی وغیرہ اور بعض نے سماء سے آسمان مراد لیا اور ابتدائے سورۂ بقرہ مین مترجم نے دونون قول مین توفیق بیان کردی ہے یعنے اول معنے تو عام فہم ہین اور دوسرے معنے اہل معرفت وعلماء کی فہم کے لائق ہین اور دونون صحیح ہین اور حدیث ہے صحیح مین کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اُتارا ایس صبح کی دو فریق نے ایک مومن و ایک کافر جس نے کہا کہ فلان ستارے کی وجہ سے پانی برسا وہ اللہ تعالیٰ سے کافر اور ستارہ کا مومن ہے اور جس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اپنی قدرت ورحمت سے برسایا وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا - **لَكُمۡ مِّنۡهُ** تمہارے لیے اس پانی سے **شَرَابٌ** پینے کی چیز ہے - کیونکہ شراب ہر ایسی چیز کا نام ہے جو پی جاوے جیسے طعام جو چیز کھائی جاوے اور یہ حرام چیز نشہ والی جسکو ہماری زبان مین شراب بولتے ہین اسکو عربی مین خمر کہتے ہین ولیکن اگر کوئی شخص اردو زبان مین قسم کھاوے کہ اگر زید شراب پیے تو اسکی جورو کو طلاق ہے تو اس سے شراب نشہ والی یعنے خمر مراد لیجاویگی حتے کہ پانی پینے سے اُسکی جورو پر طلاق نہوگی معلوم ہوا کہ ہماری عرف مین شراب کا لفظ خمر کے لیے حقیقت ہوگیا - **وَّمِنۡهُ شَجَرٌ** اور اسی پانی سے شجر ہین یعنے ہر قسم کے درخت پیدا ہوتے ہین کبھی عرب والے گھاس کو نجم کہتے ہین جسکی ڈنڈی نہو جیسے کلا ہوتی ہے اور شجر ڈنڈی دار کو کہتے ہین اور ظاہر ایہان مراد عام ہے کہ سبزہ پیدا کیا - **فِيۡهِ تُسِيۡمُوۡنَ** اسی شجر مین تم چراتے ہو یعنے اپنے جانورون کو اس سے چارہ دیتے ہو - زجاج رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جو زمین سے اُگے وہ شجر ہے - الحاصل آسمان سے پانی نازل فرمایا جس سے تم نے خود پیا اور اُس سے سبزہ پیدا کیا جس سے اپنے چارپائے چراتے ہو جنکے منافع اوپر فرمائے ہین - بعض مفسرین نے کہا کہ اسمین ایک خلق عمدہ سکھلایا کہ آدمی اپنے مملوکہ جانور وغیرہ پر بھی زیادہ خیال رکھے چنانچہ پہلے یہان جانورون کا چارہ پانی مقدم کیا پھر آگے آدمیون کی ذاتی غذا بیان فرمائی - اقول حدیث مین ہے کہ تمہارے لیے ہر جگر تر والے جانور مین ثواب ہے اگر کہا جاوے کہ حدیث مین تو آیا کہ آدمی پہلے اپنی ذات پر خرچ کرے پھر اپنے عیال سے شروع کرے - جواب یہ ہے کہ آیت مین اہتمام رکھنے کا بیان ہے اور خرچ کرنے کا طریقہ حدیث مین مذکور ہے - آدمی پر لازم ہے کہ جانور رکھے تو اُسکے کھانے پانی کی اچھی خبرگیری کرے ورنہ جدا کردے پھر منافع بیان فرمائے - **يُنۡۢبِتُ لَكُمۡ بِهِ الزَّرۡعَ** پیدا فرماتا ہے تمہارے لیے اسی مینھ سے کھیتی یعنے اناج کیونکہ خوراک مین وہ اکثر

واصل ہی یعنے کثرت سے اسی پر مدار ہی - اگر کہو کہ حدیث مین ہی کہ جس گھروالون مین خرما نہو وہ بھوکے ہین کما فے الصحیحین تو جواب یہ ہی کہ اس حدیث کے یہ معنے ہین کہ جن لوگون کے پاس خرما بھی نہون وہ فاقہ سے ہونگے انکو سوال حلال ہی کیونکہ دوسری حدیث سے ثابت ہی کہ وہ گھر خوراک سے خالی نہوا جہان خرما موجود ہون - اور یہ معنے نہین ہین کہ اناج ہو اور خرما نہو تو فاقہ ہی فاحفظہ - وَالزَّيْتُوْنَ اور اُگاتا ہی اس سے زیتون کو جسکے تیل کو زیت کہتے ہین عرب اسکو روٹی کے ساتھ کھاتے اور زیادہ برکت کی چیزون مین سے ہی - وَالنَّخِيْلَ وردرختان خرما کو جن سے خرما پیدا ہوتے ہین اور وہ غذا بھی ہی اور انگور کے ساتھ الطف ہوتا ہی - واضح ہو کہ خرما کو پانی کے ساتھ غذا مقرر کرنا چند روز مین سخت امراض پیدا کرتا ہی ولیکن اللہ تعالے نے مکہ معظمہ و حجاز مین اسکا ضرر نہین رکھا اور یہ اللہ تعالے کی قدرت بدعاے حضرت خلیل علیہ السلام وہان کے لوگون مین ظاہر ہی جنکو پھلون سے رزق عطا ہوا ہی - وَالْاَعْنَابَ اور انگورون کو یعنے مختلف قسمون کے انگور پیدا کیے وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ اور ہر قسم کے پھلون سے جنکا شمار کرنا تیر متعذر ہی بلکہ اللہ تعالے کی قدرت و نعمت دیکھنے کو مذکور ہوئے ہین غور کرو اور شکر و احسان مانو - اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ یعنے پانی نازل کرنے اور اسطرح اُگانے مین آیت عظیمہ ہی جو دلیل ہی اللہ تعالے کی کمال قدرت پر اور فقط اسی کی ربوبیت پر ایسی قوم کے لیے جو فکر کرتی ہین اور ادنے درجہ یہ کہ ایک بیج جو اللہ تعالے نے پیدا فرمائی اسکا مثل ناممکن ہی اور واضح ہو کہ اس سورہ مین آیت کا سات جگہ ذکر ہی پانچ جگہ مفرد اور دو جگہ جمع ہی - کرمانی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ مفرد سے اشارہ بوحدانیت مدلول ہی کیونکہ آیت دلیل ہی یعنے اللہ تعالے اور جہان جمع ہی وہ بمناسبت مسخرات ہی - انتہے -

اور فکر عام و خاص ہی اور عام یہ کہ دانہ زمین مین غائب کیا گیا اور تری سے پھول کر پھٹا اور کلا نکلا اور ہوا کی طرف بڑھا اور زمین مین جڑین پھیلین اور اوپر شاخین و پتے و رنگین و خوشہ و پھل پھول قسم قسم کے خوشبو و مزہ و اقسام منافع و انواع آثار ظاہر ہوئے پس جس نے اسمین فکر کی اسپر اللہ تعالے کی کمال قدرت و الوہیت و وحدانیت مین شبہہ بھی نہین رہتا - اور خاص فکرین نہایت اعلے ہین - پھر سماوی مسخرات بیان فرماے بقولہ - وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اور مسخر کردیا تمھارے لیے رات کو اور دن کو - یعنے دونون کو ایسے طور پر کردیا کہ جسطرح اُنکے حق مین نافع ہی اور اُنکی ضرورتین پوری ہوتی ہین اسی طرح یکے بعد دیگرے ہمیشہ آتی رہتی ہین اور اُنکا اوقات و آثار مین پرورش پاتے ہین - وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اور مسخر کردیا سورج اور چاند کو - یہ دونون بھی اسی طرح مسخر ہین - وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌ بِاَمْرِهٖ حفص رحمہ اللہ تعالے کی قراءت عاصم رحمہ اللہ تعالے سے بالرفع ہی یعنے نجوم مسخرات ہین اللہ تعالے کے حکم سے یعنے ایسی چال پر برابر چلتے ہین کہ آدمی انسے اوقات و فصول معلوم کرتے ہین اور اس کلام سے فلاسفہ و منجمون کا قول مردود ہو گیا جو کہتے ہین کہ سیارے و ستارے اس عالم سفلی مین تصرف کرتے ہین اور انھین کی تاثیرات سے فصول و خنگی وغیرہ آثار ہوتے ہین پس اللہ تعالے نے آگاہ فرمادیا کہ یہ سب اللہ تعالے کی ارادت کے موافق مقہور و مسخر ہین پس جہل اس مقام پر فقط یہ ہی کہ انکے واسطے تاثیرات قرار دی اور یہ ظاہر ہو کہ جسطرح اللہ تعالے نے انکو مسخر کردیا اسطرح جاری ہین پس اگر رفتار کا حساب رکھا جاوے تو وقت معلوم ہوتا رہیگا ولیکن اللہ تعالے جب تک چاہے ہوگا اور جب اُس نے چاہا فرق ہوگا اور یہی معنے حدیث صحیح سے ماخوذ ہین کہ نجومی کے قول پر انکی تاثیرات اختیاری کا یقین کرنا کفر ہی اور یہین سے معلوم ہوا کہ بعضے مشائخ کا جو قول مروی ہی کہ نجومی اپنے حساب چاند پر روزہ رکھے اگرچہ چاند نظر نہ آیا ہو یہ قول بالکل ضعیف بلکہ باطل ہی دو وجہ سے ایک یہ کہ رفتار اختیاری نہین ہی تو فرق ہوجانا ظاہر ہی اور یہ تجربہ ہوگیا کہ بارہا جنتری مین چاند لکھا مگر اُس دن نہوا حالانکہ مطلع بالکل صاف تھا اور دوم یہ کہ احکام کا مدار ہر عام و خاص کے لیے یکسان ہی تو جبھی حکم متعلق ہوگا جب سب دیکھین تو نجومی کے حساب پر کوئی حکم متعلق نہوگا فافہم - غرضکہ

یہ سب سیارے و ستارہ سخر بامر الٰہی ہین۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ یعنی اہل عقل ان آیتون مین عقل نورانی کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ کی وحدانیت و الوہیت پر اور کوئی شریک نہونے بلکہ شریک ممکن نہونے پر دلائل پاتے ہین۔ تفسیر کبیر و ابوالسعود و بیضاوی وغیرہ سے مفہوم ہو کہ یہان قوم ذیعقل کے واسطے اس لیے آیات فرمائین کہ آثار علوی مین قدرت پر دلالات کثیر و ظاہر ہین اور وہ عقل سے معلوم ہوتے ہین اور یہ عقل اسوقت تربیت یافتہ ہوتی ہو کہ آثار سفلی سے ایمان لاکر فکر سے قلب منور و عقل پرورش پاوے اور بعضے گمراہ خالی حواس کو عقل تصور کر کے حیران و سرگردان ہوتے ہین۔ بالجملہ عالم علوی کی آیات بعد عقل کے حاصل ہو کر پھر عالم سفلی کے آثار سے نور افعال و صفات الٰہی اہل معرفت کو زیادہ ظاہر ہوتے ہین لہٰذا فرمایا وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ اور مسخر کر دیا تمھارے لیے جو پیدا کیا زمین مین درحالیکہ انکے رنگ مختلف ہین۔ قتادہ رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ چوپایہ و درخت پھل طرح طرح کے اللہ تعالےٰ کی نعمتین تیرہ ہین انکا شکر ادا کرو۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ اس سب مین آیت ہو ایسی قوم کے لیے جو بیدار ہین جس نے تذکر کیا اُن نے عبرت پائی اور عبرت سے اصل مقصود پر راہ پائی۔ اور غافل اپنی عمر کو غفلت مین ختم کر کے ایک روز مرجاتا ہی۔ بالجملہ اُنکی ذاتی ضرورات کی نعمتین و آسمانی و زمینی نعمتین ذکر کر کے سمندر کے انعام ذکر فرما

وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً

اور وہی ہے جسنے کام لگایا دریا کہ کھاؤ اسمین سے گوشت تازہ اور نکالو اُس سے گ

تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ

جو پہنتے ہو اور دیکھے تو کشتیان پھاڑتی چلتی اُسمین اور اسواسطے کہ تلاش کرو اُسکے فضل سے اور شاید

تَشْكُرُوْنَ ﴿١٤﴾ وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا

احسان مانو اور ڈالے زمین مین بوجھ کہ کبھی جھک پڑے تمکو لیکر اور ندیان بنائین اور راہین

لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿١٥﴾ وَعَلٰمٰتٍ ۚ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿١٦﴾ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ

شاید تم راہ پاؤ اور بنائے پتے اور تارے سے لوگ راہ پاتے ہین بھلا جو پیدا کرے

كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ۚ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿١٧﴾ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۚ

برابر ہے اُسکے جو کچھ نہ پیدا کرے کیا تم سوچ نہین کرتے اور اگر گنو نعمتین اللہ کی نہ پورا کر سکو

اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٨﴾

بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ رب وہی ہو جس نے مسخر کر دیا سمندر یعنے ایسی حالت پر کر دیا کہ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا تاکہ تم اس سے کھاؤ گوشت طراوت والا۔ مراد مچھلی ہو اور اس سے معلوم ہوا کہ مچھلی مین فوائد کثیر ہین اور مچھلی کے واسطے گوشت یہان صریح مذکور ہو پس اس سے ایک مسئلہ کا حکم نکلا کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاؤنگا تو مچھلی کھانے سے قسم جھوٹی ہو گی اور یہی امام مالک و انکے اصحاب کا قول ہو لیکن علماے حنفیہ و شافعیہ کے نزدیک جھوٹا نہو گا اس لیے کہ قسم کا مدار قسم کھانے والے کی نیت پر ہوتا ہو اور لوگون مین گوشت وہی کہلاتا ہو جو خون سے پیدا ہو تو اس معنے مین مچھلی مین گوشت نہین ہو جتے کہ اگر اس قسم کھانے والے کی نیت مین

یہ بھی گوشت ہو تو جھوٹا پڑ جائیگا - اس تقریر کے موافق اگر یہ قسم کھاوے کہ جو واقع مین گوشت ہو اُسکو نہ کھاؤنگا تو مچھلی کھانے سے جھوٹا ہونا چاہیے کیونکہ آیت سے معلوم ہوا کہ واقع مین مچھلی مین تر و تازہ گوشت ہو اگرچہ لوگون کی بول چال مین اُسکو گوشت نہ کہتے ہون - اسکی نظیر یہ ہو کہ تن زیب پہنونگا تو نہین سکھ پہننے سے جھوٹا نہو گا کیونکہ اسکو عرف مین تن زیب نہین کہتے لیکن اگر اس نے یہ معنے لیے کہ جس سے تن کی زیب و زینت ہو تو جھوٹا پڑ جائیگا کذا سخ للمترجم - وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ اور تاکہ نکالو سمندر سے حِلْيَةً زیور یعنے موتی و مرجان - تَلْبَسُونَهَا جسکو تم پہنتے ہو - واضح ہو کہ سب سمندرون سے موتی نہین نکلتے ہین تو مراد یہان شور سمندر ہی اور امام بزار رحمہ اللہ تعالےٰ نے عبد اللہ بن ابی عمرو سے موقوف روایت کی کہ غربی سمندر نے خواہش کی کہ آدمیون کو غرق کرے جب قابو پاوے تو اللہ تعالےٰ نے آدمیون کے لیے اپنی قدرت سے حفظ دیا اور صید و حلیہ سے اسکو محروم فرمایا اور شرقی سمندر نے خواہش کی کہ انکو مثل والدہ کے پرورش کرے تو اسکو صید و حلیہ نصیب کیا گیا - بعضے لوگ اسکو حدیث بیان کرتے ہین مگر صحیح نہین ہو اور اس سے معلوم ہوا کہ موتی نکالنا اور اُسکی اجرت وغیرہ کے مسائل فقہی جائز ہین مگر اجارہ مین کوئی تعداد موتی کی نہو اور واضح ہو کہ موتی حاصل ہونے سے پہلے خالی تخمینہ پر ٹھیکہ و بیع باطل ہو کیونکہ یہ قمار ہو - مسئلہ موتی زیور ہو تو جواب یہ کہ ظاہر آیت مین زیور ہو - اگر کہا جاوے کہ پھر مردون کو کیونکر روا ہوا کہ فرمایا تلبسونہا - جواب یہ کہ یہان مراد تم سے آدمی ہین جنمین عورتین شامل ہین یا کہا جاوے کہ تمھاری عورتین پہنتی ہین - غرضکہ فتوے یہی ہو کہ موتی زیور ہین اور مردون پر انکا پہننا حرام ہو - بعضے علماء نے کہا کہ زیور کی حرمت عام نہین ہو بلکہ ایسے زیور حرام ہین جو عورتون کے ہون یا عورتون سے مشابہت پیدا کرین اور فقہائے حنفیہ نے رد کر دیا کہ ہمارے یہان بڑا زیور عورتون کے یہی موتی ہین سو اگر وہ مردون پر حلال ہو تو فرق کیا ہو - تم پہنتے ہو اس لفظ سے جواز نہین نکلتا جبکہ یہان آدمیون پر احسان بیان فرمانا منظور ہو اور عورتین انمین داخل ہین یا یون کہو کہ تمھارے لیے عورتین پہنتی ہین بہرحال مردون پر جائز نہین ہو - مسئلہ موتی مین زکوٰۃ ہو تو ابن ابی شیبہ نے اپنی اسناد سے حضرت ابو جعفر رحمہ اللہ تعالےٰ سے روایت کی کہ انھون نے اس آیت کو پڑھکر فرمایا کہ زیور مین زکوٰۃ نہین ہو - اقول ظاہر مذہب حنفیہ اسکے موافق ہو کہ زیور مین زکوٰۃ نہین اور جواہرات مین زکوٰۃ نہین ہو اور انواع جواہر مین سے کسی کے بارہ مین زکوٰۃ کا حکم وارد نہین ہوا - بالجملہ جواہر مین زکوٰۃ نہونا معروف ہو اور زیور کی زکوٰۃ مین اختلاف ہو کیونکہ صحیح کی حدیث سے ثابت ہوتا ہو کہ ایک عورت کو فرمایا کہ تو اپنے ان سونے کے کنگنون کی زکوٰۃ دیتی ہو الخ اور اس حدیث مین ہو کہ اس نے دونون کو صدقہ کر دیا پس اس سے ظاہر ہوا کہ زکوٰۃ ہوتی ہو لہذا متاخرین مشائخ حنفیہ نے زکوٰۃ کا فتوے دیا و تمام کلام فقہ مین ہو - وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ اور تو دیکھتا ہو کشتیون کو پھاڑنے والیان اسمین یعنے قدرت الٰہیہ سے ہو کہ سمندر کو کشتیان پھاڑتی چلی جاتی ہین - اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہو کہ سمندر مین چلی جاتی ہین ضحاک رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ ہوا کے موافق مین چلتی ہین واضح ہو کہ اسمین لطیف اشارت ہو کہ بندون کے افعال مخلوق الٰہی ہین - وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ یعنے تاکہ تم سوار ہوا ور تاکہ تجارت کرو اور فضل الٰہی سے نفع کماؤ - وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ اور تاکہ تم اللہ تعالےٰ عز و جل کی شکر گزاری کرو - قولہ تعالےٰ وَأَلْقَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَن تَمِيدَ بِكُمْ مشہور یہ ہو کہ زمین کو لرزہ تھا اسپر پہاڑ قائم ہوئے اور معنے اسکے یہ ہین کہ گوشت کی طرح پھڑکتی تھی او ریہ لرز بسبب خوف الٰہی کے تھا چنانچہ ابن جریر رحمہ اللہ نے باسناد حسن حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب اللہ تعالےٰ نے زمین کو پیدا کیا تو اس نے عرض کی کہ اے رب تو مجھپر بنی آدم پیدا فرماویگا کہ میرے اوپر گناہ کرین اور بدکاریان کرین اور فرمایا کہ پھر اللہ تعالےٰ نے اسپر پہاڑ قائم کر دیے جو تمکو نظر آتے ہین اور جو نہین نظر آتے ہین اور جنبش اسکی جیسے گوشت پھڑکتا ہو - اور عبد الرزاق نے بسند جید حسن بصری رحمہ اللہ تعالےٰ سے روایت کی کہ جب

زمین پیدا کی گئی تو موج مارتی تھی پس ملائکہ نے کہا کہ یہ تو کسی کو اپنے اوپر نہ رہنے دیگی پھر ایک صبح کو دیکھا کہ اسپر پہاڑ قائم ہین پس ملائکہ کو یہ معلوم نہوا کہ پہاڑ کس چیز سے پیدا ہوئے ہین۔ سعید رحمہ اللہ تعالے کی روایت مین حسن رحمہ اللہ تعالے نے مانند اسکے قیس بن عبادہ سے روایت کیا ہے اور رواسی کے معنے ثوابت ہین یعنے ایسے پہاڑ جو جمے ہوئے ہین اور انھین کو اوتاد یعنے میخین فرمایا۔ اور ظاہر ا پہاڑون کی خلقت زمین کے ساتھ ایسے جوہر سے ہی جو سخت ہی کیونکہ زمین کو یہ اضطراب بسبب نرمی کے تھا جو پہاڑون کی سختی سے زائل ہوا یہان ایک نکتہ ہی کہ اہل معرفت و خاص بندون مین سے بعضے اوتاد ہوتے ہین کہ جیسے اپنی ذات مین مستقیم و ثابت قدم ہوتے ہین ویسے ہی اللہ تعالے کی قدرت و قضا مقدر مین ثابت و راسخ ہوتے ہین حتے کہ اگر کوئی قوم ہلاک کیجاوے اور کوئی جہاز غرق کیا جاوے یا کسی شخص پر عذاب و سختی ہو اسکو بغیر اضطراب و جنبش کے دیکھتے ہین اور پہاڑون کی سختی اس سے ثابت ہی جو فرمایا ثم قست قلوبکم من بعد ذلک فہی کالحجارۃ او اشد قسوۃ الآیۃ اور قرآن و احادیث مین بکثرت ثابت ہی کہ پہاڑ تسبیح کرتے ہین جیسے قولہ سخرنا مع داود الجبال یسبحن والطیر۔ اور جیسے حدیث مین ہی کہ احُد کا پہاڑ ہمکو دوست رکھتا ہی اور ہم اسکو۔ اور بعضے پہاڑ کی نسبت کہا کہ وہ ہمکو دشمن رکھتا ہی اور واضح ہو کہ بعضے جاہل اسکو بعید سمجھتے ہین حالانکہ انکے پاس کوئی دلیل نہین کیونکہ جسم ہونے مین جیسے یہ لوگ ویسے پہاڑ اور باقی خصال مین مختلف ہین تو یہ کیونکر معلوم ہوا کہ انمین تسبیح کی لیاقت نہین ہی ہان اسقدر ظاہر ہی کہ آدمیون کی طرح منھ و زبان سے نہین ہی فافہم۔ وَاَنْهٰرًا اور پیدا کردین زمین مین نہرین یعنی دریا جیسے نیل و فرات و سیحون و جیحون اور اکثر دریا پہاڑون سے نکلتے ہین۔ وَّسُبُلًا اور پیدا کردین راہین کہ ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہونچو۔ لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ یعنی تاکہ تم عبرت حاصل کرو اور اپنے رب عزوجل کی توحید اور دار آخرت کی راہ پاؤ۔ وَعَلٰمٰتٍ اور پیدا کردیے اسمین نشانات چنانچہ ان نشانون سے خشکی و تری کے راستون مین سیدھے اور ٹیڑھے کی شناخت کرتے ہو۔ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ اور نجم یعنے ستارہ سے وہ راہ پر آجاتے ہین۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہی کہ دن مین پہاڑ و دریا وغیرہ علامات ہین اور رات مین ستارے ہین۔ قتادہؒ رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اللہ تعالے نے ستارون کو تین فائدون کے لیے پیدا کیا یعنے ہمکو یہ فائدے بتلا دیے ہین ایک یہ کہ آسمان کی زینت ہو دوم یہ کہ راستون کی علامات اور تیسرے یہ کہ شیاطین کے لیے رجوم ہون سو جس نے ان باتون کے سوائے گفتگو کی اس نے ایسی بات کا تکلف کیا جسکا اسکو علم نہین ہی پھر مشرکون و غافلون کو ملامت فرمائی بقولہ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ یعنے جس نے ایسی مخلوقات نادرہ و انعامات کثیرہ و منافع جلیلہ تمہیں پیدا کردیے ہین کیا وہ ویسا ہی جو کچھ نہین پیدا کرتا یعنے بت وغیرہ جو کوئی مخلوق ہو اسکو اللہ تعالے کے ساتھ شرک نہین ہی۔ واضح ہو کہ ظاہر یہ تھا کہ یون کہا جاوے کہ کیا بت وغیرہ جنکے ساتھ شرک لایا جاتا ہی جو کچھ پیدا نہین کرسکتے ہین ایسے ہین جیسے اللہ تعالے جس نے تم سب کو پیدا کیا اور اسقدر حیوان و انواع اجرام علوی و اجسام سفلی پیدا کردیے اور وہی پیدا کرتا ہی۔ ولیکن یون نہین فرمایا بلکہ تشبیہ کو برعکس کردیا تو اسمین مشرکون و کافرون پر سخت ملامت ہی کہ جس نے پیدا کیا اسکی عبادت و احکام سے منھ موڑے ہوئے ہین اور اپنے مانند مخلوق کو اپنا معبود بنایا ہی۔ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کیا تمکو تذکر اور سوجھ بوجھ نہین ہی یعنے کسقدر غفلت و جہالت ہی کہ کچھ فکر نہین کرتے۔ واضح ہو کہ جو خالق ہی اسمین اعلے درجہ کی جملہ صفات واجب ہین اور بالکل کسی چیز مین عاجزی یا محتاجی نہونا تو ضروری ہی پس بندہ کے واسطے سوائے اپنے رب تبارک و تعالے کے کسی چیز کی طرف حاجت نہ رہی تو جملہ شرک منقطع و عدم ہی پس جملہ طاعت اسی کے واسطے ہی اور جملہ نعمت بھی اسی کی طرف سے ہی۔ اور توفیق طاعت و سمجھ و ہدایت و صحت و فراغت سب اسی کی نعمتین ہین اگر ایک صحت کو دیکھا جاوے تو اسکے استدلال

وانعام ہین کہ کبھی شمار مین نہین آسکتے کہ وتعالے کسطرح اُسکی مناسبت ولائق تدبیر سے اُسکو صحت کے ساتھ پالتا ہی پھر دوسری نعمتون
وانکی اقسام کا شکر کہانسے ادا کریگا اور شکر کی توفیق خود نعمت ہی اور جس زبان سے ادا کرے وہ بھی نعمت ہی پس توفیق وزبان کا شکر علیحدہ واجب ہوا
اور ہنوز کچھ ادا نہوا تو معلوم ہوا کہ ادا ے شکر محال ہی لہذا فرمایا۔ وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا اور اگر تم
اللہ تعالے کی نعمتین شمار کرو تو کبھی نہین گھیر سکو گے اسی واسطے کہا گیا کہ آدمی پر فرض ہی کہ یہ جان لے کہ نعمہاے الٰہی کا شکر ادا نہین ہوسکتا
اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ بیشک اللہ تعالے غفور و رحیم ہی کیونکہ اگر ان نعمتون کے شکر کا مطالبہ فرماوے تو بجا ہی اور ضرور ہی
کہ بندے عاجز ہونگے پھر عذاب کرے تو بجا ہی ولیکن وہی اور نعمت فرماتا ہی کہ بخشتا ہی اور رحم فرماتا ہی۔ کذا قال الشیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ
اور شیخ ابن جریر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ تم سے جو تقصیر ان نعمتون کے شکر ادا نہونے مین ہوتی ہی اُسکو بخشتا ہی جب تم اُسکی طرف توبہ کرکے
رجوع کرتے رہو اور رحیم ہی کہ جب طاعت و مرضیات مین لگے رہو تو تم کو عذاب نہین فرماتا ہی۔ واضح ہو کہ شکر آلٰہی تو ادا ہو نہین سکتا کیونکہ
بندہ جہانتک کوشش کرے تو اللہ تعالے اُسی قدر عظیم ثواب عطا فرماتا ہی پھر اُسکا شکر و چند بھاری ہوا حالانکہ اُس نے پہلے انتہائی
کوشش صرف کردی تھی مگر یہ معلوم ہوا کہ انتہاے کوشش مین عظیم ثواب ہی پس حدیث مین آیا کہ یون حمد کرے اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ حَمۡدًا يُّوَافِيۡ نِعَمَهٗ وَيُكَافِيۡ مَزِيۡدَهٗ
یعنی حمد ہی اللہ تعالے کے واسطے ایسی حمد کہ اسکی نعمتون سے جو بیشمار ہین اسی طرح بیشمار ملتی جاوے اور مزید نعمتون کے ساتھ بھی کفایت مانگی
جاوے۔ غرضکہ علماء نے کہا کہ یہ کلمہ حمد کا نہایت جامع ہی اور بندہ کو اس سے بار بار بے انتہا ثواب ہی۔ ف عرائس مین بعض اشارت
آیات کے اسطرح بیان کیے کہ قولہ والقی فی الارض رواسی ان تمید بکم الآیہ جسطرح زمین پر تو انوار فیض ایجاد رب تبارک و تعالے کے
فعل سے منور ہوکر اسکی طاعت و عبادت کے لیے لرزتی تھی کہ اسپر پہاڑ سے سکون دیدیا اسی طرح قلب ایک زمین ہی جسمین طرح طرح کے معارف
اُگتے ہین اور جب یہ زمین انوار عظمت ازلی و ابدی سے اور روشنی ذات و صفات کی تاب سے منور ہوکر لہرانے لگی اور اسکو زلزلہ و اہتزاز ہوا
اور قریب آیا کہ ہواے ہویت مین پرواز کرے تو حق سبحانہ تعالے نے اُسپر علوم غیبی و معارف سرمدی کے پہاڑ ایسے قائم کردیے کہ اپنے اشباح
و اورواح کے ساتھ طیران نہین کرسکتی اور جن بندون مین ایسے قلوب ہوتے ہین وہ تمام کون و مکان و عالم انس و جان کے واسطے خود پہاڑ ثابت
و قائم ہوتے ہین اگر یہ نہون تو عالم کون و مکان غیب مین اور غیب الغیب مین پرواز کرے و معدوم ہوجاوے پھر ان قلوب کی زمین مین حق تعالے
نے حکمت بالغہ سے دریاہاے معرفت و مکاشفہ و محبت و شوق و عشق و حکمت و فطنت جاری فرمائے ہین اور اسمین راستہ ارواح و عقول و
اسرار کے واضح کردیے جنکا وصول درگاہ قدس تک ہی اور یہ سب راستہ حد شمار سے باہر و بے نہایت ہین اسواسطے کہ اللہ تعالے کی طرف
راہین غیر متناہیہ ہین کیونکہ حق تعالے خود اپنی شان پاک سے غیر متناہی ہی پس بعض راہین تو عقول کے واسطے ہین جو انوار آیات کو پہونچتی ہین
اور بعض راہین ارواح کے انوار صفات تک ہین اور بعض راہین اسرار کے لیے انوار الذات تک ہین اور اللہ تعالے اپنے جمال و جلال سے
ان راہون سے بطریق کشف و عیان کے اسرار قلوب پر ظاہر ہوتا ہی اور اگر یہ کشف نہوتا تو عقول و ارواح و اسرار کو اس پاک سبحانہ و تعالی تک
رسائی نہین ہوسکتی۔ قال المترجم شیخ عارف سہروردی رحمہ اللہ تعالے اور شیخ عارف سید الاولیا جنید رحمہ اللہ تعالے کا قول
معروف ہی کہ الطرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق وکلہا مسدودۃ الا علی من اقتفی اثار الرسول صلے اللہ علیہ وسلم۔ یعنے اللہ تعالے کی طرف
راہین خلائق کی تعداد پر ہین یعنے ہر نفس کے واسطے اسکی طرف راہ ہی اور یہ سب راہین بند و مسدود ہین مگر اُس شخص پر کشادہ ہوتی ہین جو
رسول علیہ السلام کے قدم بقدم روان ہو۔ یہ کلام صحیح اور پاکیزہ و دقیق ہی اور یہ سب صراط مستقیم ہی اور ہر نفس کے لیے راہ ہونا اس معنے

ہین ہو جسکی توضیح شیخ مصنف رحمہ اللہ تعالے نے اوپر بیان فرمائی فافہم ۔ پھر اللہ تعالے نے سبب عرفان مین مزید فرمایا اسطرح کہ کشف ملکوت وجبروت سے انوار مشاہدہ وعلامات معرفت لوگون کو دکھلائے فقال تعالے وعلامات وبالنجم ہم یہتدون ۔ علامات ظاہر ہین عام کے واسطے انوار افعال الٰہی ہین اور عالم مین زیادہ خاص علامات اولیاء واہل معرفت ہین کہ بدوام وسرمد مین اُنکے اسرار سیر کرتے ہین جو کوئی اُنکی اقتدا کرے وہ وصل بمراد ہو ۔ کیا تو نے نہ دیکھا کہ کیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم ۔ یعنے میرے اصحاب مانند ستارون کے ہین تم جسکا اقتدا کرو راہ پاؤگے ۔ مترجم کہتا ہو کہ صحیحین کی حدیث مین بھی اسی طرح تشبیہ ظاہر ہو جسمین فرمایا ۔ النجوم امنۃ الحدیث اور آہم لوگون کے واسطے اسمین معارف جلیلہ بیان کر دیے ہین ۔ قال الشیخ صدیقین کے چہرون پر قدوسی انوار کسقدر روشن ہوتے ہین اور اُنکے اسرار کے آگے آفتاب کو ذرہ برابر نسبت نہین ہو جو کوئی اُنکے چہرون پر درحقیقت دیکھلے وہ انوار حق کے مشاہدہ سے مستفیض ہوگا ۔ شیخ مکی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ راہ ہدایت پر علامات وتود ہوتے ہین جس نے ان علامات سے راستہ اختیار کیا وہ ہدایت پر پہونچ گیا اور معدن قرب اُسکو کشف ہوا اور جس نے نجوم معرفت سے راہ ڈھونڈھی وہ راہ ہدایت پر روانہ ہوا اور انتہاے مقصود کو پہونچا اور حق تعالے پر سواے حق کے کوئی دلیل نہین ہو اور نہ کوئی علامت ہو جو اُس سے آگاہ کرے بلکہ خود وہی اپنی ذات پاک کیواسطے دلیل ہو اور کسی کو اسکی طرف راہ نہین ہو اور نہ کسی مخلوق کو اسکی طرف راہ ہو پس جو اُسکی طرف واصل ہوا اسی کے فضل سے واصل ہوا اور جو اس سے منقطع ہوا تو سابق مشیت سے منقطع ہوا ۔ پھر اللہ تعالے نے نعمتہاے غیر متناہی کو بیان فرمایا بقولہ وان تعدوا نعمۃ اللہ لاتحصوہا ۔ اُسکی نعمتین سب سابقہ نعمت عنایت ہین وہ ازلی ابدی ہو اور حوادث اسکے حصر سے قاصر ہین ۔ اعاظم نعمتون سے اصباغ تک اپنے مبدء سے یکسان ہین اسکی نعمت معرفت عارفون کے دلون مین ہو اسکی نعمت توحید موحدون کے دلون مین ہو اسکی نعمت محبت قلوب محبین مین ہو اسکی نعمت شوق قلوب مشتاقین مین ہو اور نعمت انس قلوب مستانسین مین اور نعمت ارادت قلوب مریدین مین اور نعمت ایمان قلوب مومنین مین و نعمت اسلام قلوب مسلمین مین ہو اور ان نعمتون مین سے ہر ایک کا معدن ذات وصفات ہو کہ ہر نعمت بزیادہ کشف زائد ہوتی ہو تو زبان کہان ہو جو اسکی نعمتون کا شمار کرے اور مخلوق تو اُسکے ایک قطرہ آب زلال کے شکر سے عاجز ہو پھر بھلا اُسکی نعمت مشاہدہ کے شکر سے کیون عاجز نہ رہیگی یہ اسکی رحمت ومغفرت ہو کہ خود ہی حمد وشکر اپنا بیان فرمایا کیونکہ وہی علیم ہو کہ بندے اُسکے شکر سے بالکل عاجز ہین اسی واسطے فرمایا ۔ ان اللہ لغفور رحیم ۔ اور شیخ ابن عطا رحمہ اللہ تعالے نے اس مقام پر کہا کہ آدمی کا نفس وقلب وروح وعقل ہو اور محبت ومعرفت ودین ودنیا ہو اور طاعت ومعصیت وابتدا وانتہا ووقت واصل ووصل وفصل ہو پس نفس کی نعمت طاعات وراہ ان کا مرتبہ قرب ہو وہ ان نعمتون مین عیش کرتا ہو اور روح کی نعمت خوف وامید ہو وہ ان نعمتون مین عیش کرتی ہو اور نعمت قلب کے یقین وایمان ہو جسمین عیش کرتا ہو اور نعمت عقل کی حکمت بیان ہو جسمین سرور وحوش ہو اور نعمت معرفت کی ذکر وقرآن ہو وہ ان نعمتون مین عیش کرتی ہو و نعمت محبت الفت ومواصلت اور امن از طرد وہجران ہو وہ انھین سے مسرور ہو اور ہر ایک کے اسباب ومواقع وتوفیق سب بے شمار ہین انکا شمار بالکل حد بشری سے خارج ہو فافہم ۔ پھر حق تعالے نے لوگون کے وسوسہ وشرک وانکار پر ملامت ووعید فرمائی بقولہ تعالے ۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اور اللہ جانتا ہو جو چھپاتے ہو اور جو کھولتے ہو اور جنکو پکارتے ہو اللہ کے سواے

لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُونَ ۝ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُونَ

کچھ پیدا نہین کرتے — اور آپ پیدا ہوتے ہین — مردے ہین — جنمین جان نہین — اور خبر نہین رکھتے

اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ

کب اٹھائے جائینگے — معبود تمھارا — معبود ہے اکیلا — سو جو — یقین نہین رکھتے — پچھلے دن کی زندگی کا

قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ

اُنکے دل — نہین مانتے — اور وہ — مغرور ہین — ٹھیک بات ہے کہ اللہ — جانتا ہے — جو چھپاتے ہین

وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ۝

اور جو — جتاتے ہین — بیشک وہ نہین چاہتا غرور کرنیوالون کو

اللہ تعالے نے بیشمار نعمتون کو ثابت کرکے آگاہ فرمایا کہ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ یعنے
جو اعتقادات وخیالات تمھارے دلون مین پوشیدہ ہین یا پوشیدہ اعمال کرتے ہو وہ بھی اور جو ظاہر کرتے ہو وہ بھی اللہ تعالے سب
جانتا ہے پس نیک و بد ہر ایک کو ویسی ہی جزا و سزا دیگا۔ اسمین ریاکاری وبدنیتی کا حکم بھی نکل آیا اور حدیث صحیح مین ہے کہ اللہ تعالے
فرماتا ہے کہ جس نے کوئی فعل وعمل کیا جسمین میرے ساتھ کسی کو شریک بنایا تو اُسکو مین چھوڑ دیتا ہون اور شرک کے ساتھ کر دیتا ہون یعنے اللہ تعالی
غنی ہے اُسکو بندہ کے اعمال سے پروا نہین ہے تو مشرک کا عمل اسکے شرک کے ساتھ رہ گیا۔ دوسری حدیث سے ثابت ہے کہ قیامت مین شرک
اور ریا کے ساتھ عمل کرنے والے جسکے دکھلانے یا سُنانے وغیرہ کے واسطے کرتے تھے اُسی کے پاس رفع کیے جاوینگے کہ دیکھو تم اس سے کچھ لیتے
ہو یعنے محض محروم وشدت حاجت کے وقت مایوس وخوار ہونگے۔ اسمین کافرون پر ملامت وتنبیہ ہے کہ جسکی عبادت کیجاوے وہ خالق مالک
اور پوشیدہ وظاہر اور دلی بھید سے آگاہ ہو تاکہ اُس سے ثواب کی امید وعذاب کا خوف ہو اور بتون وغیرہ کے مانند نہو کہ جنکو کچھ بھی شعور
نہین خود پوجنے والے سے بدتر ہین۔ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ یعنے جو لوگ کہ اللہ تعالے کے سوا اور غیرون
کو پرستش کرتے ہین ہر ظاہر و باطن انکا محکوم بناتے ہین تو وے لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا اُنکے معبود ایسے ہین کہ کچھ چیز بھی نہین پیدا
کرتے حتے کہ ایک پتی بھی نہین بنا سکتے ہین۔ خود آدمی اپنے نفس کے خیالات پر چلتا ہے اور اللہ تعالے سے منکر وغافل ہوتا ہے حالانکہ خود بھی کوئی
چیز نہین وَهُمْ يُخْلَقُوْنَ اور وے پیدا کیے جاتے ہین حتے کہ بت اور جتنی چیزین ہین ظاہر مین آدمی کے فعل سے تراشی وبنائی
جاتی ہین مگر خالق درحقیقت وہی ہے جس نے بندے کا فعل پیدا کیا لہذا ہر چیز مخلوق الٰہی ہے اسی واسطے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول بیان فرمایا
اتعبدون ما تنحتون یعنے اے بت پوجنے والو کیا تم معبود بناتے ہو ایسی مورتون کو جنکو تم خود تراشتے ہو۔ چونکہ اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ آدمی نے
خود ان مورتون کو موجود کیا ہے تو آگے فرمایا۔ واللہ خلقکم وما تعملون۔ اور حال یہ ہے اللہ تعالے نے پیدا کیا تمکو اور جو تم عمل کرتے ہو۔ پس ظاہر
ہوا کہ اللہ تعالے نے ہمکو پیدا کیا اور ہمارے اعمال کو ہمارے واسطہ سے پیدا کیا تو ہمارے اعمال سے جو ظاہر ہوا مثلاً بت تراش کر بن گیا
اسکو بھی اُسی نے پیدا کیا جیسے مینھ سے ظاہر کھیتی اُگتی ہے لیکن حقیقت مین مینھ کو وہی پیدا کرتا ہے اور کھیتی کو وہی اُگاتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوا
کہ بت وغیرہ آدمیون سے بھی زیادہ بدتر درجہ کی مخلوق ہین کہ آدمی کے واسطہ سے پیدا ہوئی ہین پس جو آدمی خود انکا بندہ بن جاوے اور
انکو اپنا معبود قرار دے وہ اشد جاہل واندھا ہے کہ بت تو خود اسکے واسطہ سے بنائے ہوئے ہین۔ اَمْوَاتٌ مردے ہین یعنے انمین

روح تک نہین ہی جو انسان مین ہوتی ہی - غَيْرُ أَحْيَاءٍ زندے نہین ہین یعنے جس حیات سے انسان مشرف ہی وہ ان بتون مین موجود
نہین ہی اگرچہ مخلوقیت کی حالت موجود ہی پس نہ دیکھتے ہین نہ سنتے ہین نہ انمین عقل ہی اور نہ شعور - وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ
اور کچھ انکو شعور نہین کہ وہ کب اُٹھائے جاوینگے - مفسرین نے یہان کئی معنی بیان کیے - ایک یہ کہ معنے یہ ہین کہ ان بتون وغیرہ کو یہی معلوم
نہین کہ قیامت کب ہوگی تو بھلا ایسی چیزون سے تم ایسی حالت مین کیا امید رکھتے ہو کہ تمکو کچھ نفع ہوگا اور ثواب ملیگا یا ضرر و عذاب دور ہوگا
دوم وہ جو بیضاوی رحمہ اللہ تعالے وغیرہ نے لکھا کہ یہ معنے ہین کہ بتون کو یہی نہین معلوم کہ کب قیامت ہوگی اور وے کب اُٹھائے جاوینگے
اس سے معلوم ہوا کہ بت بھی مثل آدمیون کے حشر مین اُٹھائے جاوینگے - اور اسکے مؤید حدیث مین بھی ہی کہ اللہ تعالے بتون کو بھی حشر
فرماویگا جنکے ساتھ شیاطین ہونگے پس سب کو دوزخ مین ڈالے جانے کا حکم فرماویگا - اسکے مؤید آیت کریمہ بھی ہی کہ انکم وما تعبدون من دون اللہ
حصب جہنم - یعنے تم اور جن چیزون کو تم پوجتے ہو سواے اللہ تعالے کے سب جہنم کا ایندھن ہین سوم یہ کہ نہین شعور رکھتے یہ بت کہ کب اُٹھائے جاوینگے
انکی عبادت کرنے والے اور یہ بت پرستون کے اعتقاد پر بطور ملامت کے ہی ورنہ بت تو کچھ بھی نہین شعور رکھتے ہین - چہارم بعضون نے کہا کہ مخلوقون
تک کلام ختم ہوا اور اموات غیر احیاء سے بت پرستون کی مذمت ہی یعنے بت پوجنے والے حیات جسمانی کے سواے اصلی حیات نہین رکھتے ہین مردہ
دل ہین انکو حشر و بعث کا اعتقاد نہین ہی - قول دوم احسن ہی واللہ اعلم - پھر اللہ تعالے نے واقعی اعتقاد ارشاد فرمایا - إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ
تمہارا معبود اللہ واحد ہی ہر فعل مین و تمام صفات کمال مین وہی فرد احد صمد ہی اُسکے سواے کوئی معبود ہو نہین سکتا ہی - لیکن کفار و
بت پرست اس سے تعجب کرتے ہین لہذا فرمایا - فَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ قُلُوبُهُم مُّنكِرَةٌ سو جو لوگ کہ
آخرت سے منکر ہین انکے دل اس سے انکار کرتے ہین - وَهُم مُّسْتَكْبِرُونَ اور وہ اس سے تکبر کرتے ہین - استکبار سے مشتق مستکبرون
ہی اور تکبر سے زیادہ اسمین مبالغہ ہی گویا تکبر کو اپنے اندر پیدا کرتے ہین جب سنتے ہین کہ ایک اللہ وحدہ لاشریک ہی - جب غور سے دیکھو تو جو
لوگ اللہ تعالے کی وحدانیت پر ایمان نہین لاتے ہین اگر وہ کسی کو نہین مانتے تو ہر ایک اپنے نفس کی بات کو مانتا ہی اور ہزارون خواہشون
کے واسطے مطیع ہو رہا ہی ہر خواہش کے حکم پر سر جھکائے ہی اور اگر اس سے شرع الٰہی کو کہا جاوے تو چڑھ جاوے اور غرور سے اپنے آپ کو
آزاد بتلاوے اور یہ کسقدر جہالت ہی - اور جو لوگ اللہ تعالے کے سواے بتون وغیرہ کو مانتے ہین اُنھون نے بھی دنیاوی زندگی کے واسطے
ہر ایک نے علیحدہ ایک اپنا بت بنایا اور اسی سے ہر ایک اس فناگاہ مین اپنی بہتری کا طالب ہی حالانکہ اُسے کچھ بھی شعور نہین ہی اور اللہ تعالی
وحدہ لاشریک کی طرف رجوع کرنے سے سخت ناخوش و متکبر ہی چنانچہ اللہ تعالے نے کفار قریش کا قول فرمایا - اجعل الآلهة الها واحدا ان
هذا لشيء عجاب - یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کہتے کہ کیا اس نے اتنے آلہۃ کو ایک خدا کر دیا یہ تو انوکھی بات لایا ہی اور فرمایا واذا ذکر اللہ وحدہ
اشمأزت قلوب الذين الآیہ - یعنے جب ذکر کیا جاوے اللہ تعالے اکیلا تو بھڑکتے ہین دل اُن لوگون کے جو نہین ایمان لاتے آخرت کا
اور جب ذکر کیے جاتے ہین اسکے سواے دوسرے لوگ تو یکایک وے خوش نظر آتے ہین - غرضکہ یہان مراد یہ ہی کہ اللہ تعالے کی توحید سے
انکار کے باوجود یہ لوگ اُسکی عبادت سے تکبر کرتے ہین - لَا جَرَمَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ بے شبہہ
صحیح ہی کہ اللہ تعالے جانتا ہی جو چھپاتے ہین اور جو ظاہر کرتے ہین - تو وہ اُنکو اُنکے اعمال کا پورا بدلا دیگا یعنے ایسے کافرون کو اُنکے اعمال کا بدلا
ملیگا اور وہ جہنم ہی جو کہ عذاب سخت ہی - واضح ہو کہ لاجرم در اصل بمعنے لابد ہی ولیکن اب بمعنی تحقیق ہی خلیل نحوی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ لاجرم کلمہ
تحقیق ہی اور ہمیشہ جواب واقع ہوتا ہی - ابو مالک رضی اللہ تعالے نے کہا لاجرم ای حقا - ضحاک رحمہ اللہ تعالی نے کہا کہ لاکذب یعنی کچھ دروغ نہین ہی

اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ اللہ تعالے تکبر کرنے والون کو دوست نہین رکھتا یعنے عذاب فرمادیگا واضح ہو کہ اقسام تکبر مین سے زیادہ مذموم وہ ہی جو اللہ تعالیٰ کی توحید وعبادت سے اور اُسکے رسولون کی فرمانبرداری سے تکبر ہو اور باقی اقسام تکبر کے درجہ بدرجہ ہین اور حدیث مین حضرت ابن مسعود رضہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جنت مین نہ داخل ہوگا وہ شخص جسکے دل مین بقدر ذرہ کے غرور ہو اور جہنم مین نہ داخل ہوگا وہ شخص جسکے دل مین بقدر ذرہ کے ایمان ہو ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آدمی پسند کرتا ہی کہ اسکا کپڑا اچھا ہو اسکا جوتا اچھا ہو تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جمیل ہی وہ جمال کو پسند کرتا ہی اور تکبر تو حق پر اترانا اور لوگون کو حقارت سے دیکھنا ہی رواہ الامام مسلم وابن ماجہ والترمذی وابو داؤد۔ مترجم کہتا ہی کہ خلاصہ یہ ہو کہ تجمل وستھرائی و پاکیزگی تو اللہ تعالے کو محبوب ہی اور تکبر یہ ہو کہ حق سے اتراوے جیسے مثلاً اللہ تعالے کے آگے بندہ ہونے اور رسول کی طاعت سے سرکشی کرے یا مثلاً موٹا کپڑا پہننے سے غرور کرے یا مثلاً خچر وگدھے کی سواری مین تکبر کرے حالانکہ اسپر انبیاء علیہم السلام سوار ہوئے ہین یا مثلاً نوالہ گر پڑا اُسکو اُٹھا کر کھانے مین تکبر کرے اور یہ کہ لوگون کو حقارت سے دیکھے اور یہ مت سمجھو کہ دنیا مین لوگون کے درجے ہین ہر ایک کا درجہ آدمی پہچانتا ہی تو یہ صحیح ہو ہر ایک سے اُسکے درجہ کے موافق برتاؤ کرے لیکن ہر ایک پر اللہ تعالے کی نعمت سمجھے اور یہ نہین کہ کسی مین بہ نسبت دوسرے کے ذاتی بُرائی سمجھے خصوص جبکہ اپنے آپ کو کسی سے بڑا سمجھے اسطرح کہ دوسرون کو حقیر سمجھے تو یہ تکبر مذموم ہو حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہو کہ آپ سوار جاتے تھے راستہ مین چند مسکین لوگون کو دیکھا کہ اُنھون نے روٹی کے ٹکڑے نکالکر جمع کیے اور کھانے بیٹھے ہین اُنھون نے کہا کہ اے ابو عبد اللہ نواسہ رسول اللہ یہ اول وقت کا کھانا موجود ہو پس سواری سے اُتر پڑے اور اُنکے ساتھ بیٹھ گئے اور پڑھا انہ لا یحب المتکبرین یعنے بحکم آنکہ اللہ تعالے مغرورون سے راضی نہین ہی پس مجکر اُنکے ساتھ کھایا جب فارغ ہو گئے تو فرمایا کہ تم نے میری دعوت کی مین نے قبول کی اب مین تمھاری دعوت کرتا ہون تم بھی مہربانی کرکے قبول کرو پس وہ بھی آپ کے ساتھ آپ کے گھر کی طرف اُٹھکر چلے پس حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے انکو کھانا کھلایا اور پانی پلایا اور کچھ کچھ نقد دیکر رخصت کیا۔ تواضع کی خوبی وتکبر کی مذمت مین بہت کثرت سے روایات ہین مثلاً ثابت ہو کہ جس نے تکبر کیا اللہ تعالے اسکو ذلیل کر دیتا ہی اور جس نے تواضع کی اللہ تعالے اسکو بلند کر دیتا ہی اور حدیث سے ثابت ہو کہ جو لوگ دنیا مین تکبر کرتے تھے اللہ تعالے قیامت کے روز انکو چیونٹیون کے مانند کر دیگا کہ لوگ انکو اپنے پیرون سے روندینگے۔ قرطبی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ محشر مین انکے اجسام اسقدر صغیر کر دیے جاوینگے جہان چھوٹا ہونا اسقدر مضر ہوگا اور جب آگ مین ڈالے جاوینگے تو بہت بڑے کر دیے جاوینگے جہان اسقدر مضر ہوگا۔ اقول یعنے حدیث صحیح متعدد ہین کہ جہنم مین کافرون کے اجسام بہت بڑے بڑے ہونگے حتے کہ کافر کی داڑھ برابر احد پہاڑ کے ہوگی اور اسکی کھال اسقدر موٹی ہو جائیگی کہ تین روز کی مسافت مین طی ہووے شیخ سیوطی رحمہ اللہ نے درمنثور مین اس مقام پر بہت احادیث ذکر کی ہین۔ علماء نے کہا کہ غرور ایسی بدتر چیز ہی کہ سب گناہون کو آدمی پوشیدہ کر سکتا ہی مگر غرور پوشیدہ نہین ہوتا ہی اور اسکو اعلان اظہار لازم ہی اور وہ سب گناہون کی جڑ ہی۔ واضح ہو کہ دنیا کی محبت بھی سب گناہون کی جڑ ہی تو لازم آیا کہ جسکو دنیا کی محبت ہو اور دنیا حاصل ہو وہ مغرور ہو گا نعوذ باللہ من الکبر۔ ف — فی العرائس قولہ تعالے اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون۔ جس شخص کو اللہ تعالے نے اپنی محبت ورضا سے محروم کیا ہو اور وہ خزی وبلاے کفر مین مبتلا ہو اور معرفت کی زندگی اسکو نہ دی ہو اسکو کب ایسی زندگی حاصل ہو سکتی ہی جسمین موت کا خوف ہی نہین ہی پس جو لوگ کہ حق تعالے کی معرفت سے جاہل ہین وہ جہالت کی موت مین بیجان ہین اور جنکو اللہ تعالٰی نے اپنے فضل سے ایمان دیا وہ مشاہدہ وصل مین دائمی زندہ ہین۔ کافرون وجاہلون کو بارگاہ لطف سے مطرود ومقہور کر دیا تو وہ قہر کی تاریکیون مین ٹاپتے پھرتے ہین انکو نجات وزندگی کی راہ نہین سوجھتی وہ پس مثال انکی جیسے میت کہ اینمین روح نہین ورنہ

حیات کی قابل استعداد ہو ایسے ہی جاہل لوگون کا حال ہو کہ اُنہین حیات معرفت وقبول محبت کی استعداد نہین ہو اسی واسطے بتون کے
حق مین اموات کہنے کے بعد بطور تاکید کے غیر احیاء فرمایا یعنے نہ انہین اصلی حیات ہو اور نہ حیات کی قابلیت ہو کیونکہ انکو جمادات پیدا
کیا ہو تو ایسے ہی کافر و جاہل لوگ ہین کہ ایمان ومعرفت والون کی زندگی سے مردہ دل ہین اور انہین معرفت حق سبحانہ تعالےٰ کی قابلیت بھی
نہین ہو۔ اہل المعرفتہ البتہ زندہ ہین پس عارفین بارواح معرفت زندہ ہین اور محبین بارواح محبت اور مومنین بانوار مشاہدہ اور صدیقین
بارواح لقائی اور مقربین بارواح صفاتی اور موحدین بانوار ذاتی زندہ ہین اور عارفان سر الغیب کا یہ حال ہو کہ بحیات قدیمہ زندہ ہین
اور سب تغرق وصل قدم ہین کبھی اُنکو موت نہین ہو کیونکہ ارواح معرفت اُنکے اسرار مین مستقر ہین اور ارواح بقا رنے انکو زندہ کردیا ہو اُنکی
زندگی یہ فانی زندگی نہین ہو کیونکہ سطوات عظمت وجلال سے یہ فانی حال فنا ہو گیا کیونکہ حدوث کو قدم کے ساتھ کوئی راہ نہین ہو اور لحظہ
شہود قدم سے حلاوت اوقات حیات مین دائم ہین اور جب صبح وحدانیت طلوع فرماوےگی اور شمس الذات وقمر الصفات کا ظہور ہوگا تو اُسکے ساتھ
بعفت حیات باقیہ وعلم ربوبیت قائم ہونگے ولیکن انکو یہ نہین معلوم ہو کہ اس برزخ مین کب پہونچینگے کیونکہ اوقات تو وہان ایک وقت ہوگا کہ
ازل سے ابد تک ہو لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علےٰ کل شئی قدیر۔ اور شیخ جنید رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ جو چیز
فنا رکے دونون کنارے ہو وہ فانی ہو اور جو چیز کہ عدم کے دونون طرف ہو وہ معدوم ہو اور باقی وہی ہو جو ہمیشہ سے ہو اور ہمیشہ رہے
بعض مشائخ نے کہا کہ اموات ہونا اس معنے مین کہ وصول حق سے مردہ ہین اور انکو یہ شعور بھی نہین کہ جسکے لیے حیات بحی القیوم کا مقام
کشف ہوتا ہو وہ کس حال مین ہوتا ہو۔ شیخ حسین رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ حیات کے اقسام ہین حیات بکلمات حق اور حیات بامر حق
اور حیات بقرب حق اور حیات بنظر حق اور حیات بقدرت حق یہ سب حیات ہین اور ایک حیات جو موت ہو یعنے حرکات مذمومہ اور
یہی اس مقام پر مراد ہو۔ شیخ سہل رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ حق تعالےٰ عزوجل نے خلق کو پیدا کیا پھر انکو بنام پاک الحی زندہ کیا اور پھر اُنکو
اُنکے نفوس سے جاہل کر کے مردہ کر دیا پس جو کوئی علم سے زندہ ہوا وہ تو زندہ ہو ورنہ جہالت مین مردہ ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ حضرت علی مرتضےٰ
کرم اللہ وجہہ سے جو مروی ہو کہ الناس موتی واہل العلم احیاء۔ لوگ مردے ہین اور زندے اہل العلم ہین قول شیخ سہل رح کیواسطے نص صریح ہو
اور مراد علم سے یقین ومعرفت ہو فافہم۔ واسطی رح نے کہا کہ میت وہ ہو جو اپنے خالق مالک بیشمار احسان کرنے والے سے غافل ہوا اور زندہ
وہ ہو جو حی القیوم کے ساتھ زندہ ہوا۔ شیخ ابو عمرو الزجاجی نے فرمایا کہ تم زندے کیونکر ہوگے حالانکہ تمنے حی قیوم کو دیکھا ہی نہین۔ شیخ نصر آبادی
نے کہا کہ اہل دنیا و جہالت کے مردہ ہین کیونکہ سوائے حق عزوجل کے دوسری چیزون سے مشغول ہین اور جو بندے کہ حضوری خدمت وطاعت مین
حاضر ہین وہ زندہ ہین کیونکہ حق حی سبحانہ کے مشاہدہ مین ہین۔ پھر اللہ تعالےٰ نے کافرون کے بعض ذمائم فرمائے

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ
اور جب کہیے انکو کیا اُتارا ہی تمہارے رب نے کہیں نقلیں ہین پہلون کی کہ اُٹھاوین بوجھ اپنے

كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اَلَا سَآءَ
پورے دن قیامت کے اور کچھ بوجھ اُنکے جنکو بہکاتے ہین بے تحقیق سنتا ہی برا بوجھ ہی

مَا يَزِرُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ
جو اُٹھاتے ہین دغابازی کر چکے ہین اُنسے اگلے پھر پہونچا اللہ اُنکی چنائی پر نیو سے

ع ۳
۹

فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝

پھر گر پڑی اُنپر چھت اوپر سے اور آیا اُنپر عذاب جہان سے خبر نہ رکھتے تھے

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ

پھر دن قیامت کے رسوا کرے گا انکو اور کہے گا کہان ہین میرے شریک جنپر تم ضد کرتے تھے

فِيْهِمْ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ

بولین گے جنکو خبر ملی تھی بیشک رسوائی آج کے دن اور برائی

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝

منکرون پر ہے

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ یعنی جب ان منکرون تکبر کرنے والے کافرون سے کہا جاتا ہو کہ کیا اُتارا تمھارے رب نے ۔ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ کہتے ہین کہ اسطورات یعنے حکایات اگلون کی ہین ۔ کہنے والے اور پوچھنے والے بعضے عرب کے گروہ تھے جو مکہ مین آتے اور قریش سے پوچھتے تھے اور بعض نے کہا کہ خود قریش آپسمین تمسخر کے طور پر ایک دوسرے سے کہتے تھے اور بعض نے لکھا کہ مسلمان جب انسے پوچھتے تو یہ جواب پاتے تھے ۔ اور مراد کافرون کی اس جواب سے یہ نہین تھی کہ ہمارے رب نے یہ حکایات اُتاری ہین اسلیے کہ وہ لوگ اسکے قائل ہی نہ تھے بلکہ مطلب یہ تھا کہ یہ قرآن کلام الٰہی نہین ہی بلکہ اگلون کی حکایات ہین ۔ چنانچہ ولید بن المغیرہ مخزومی بدبخت کی نسبت فرمایا کہ یون اُسنے بات بنائی کہ ۔ ان ہٰذا الا سحر یوثر ۔ یعنے یہ جادو ہی جو نقل کیا جاتا ہی اور مفسرین نے لکھا کہ یہ آیت نضر بن الحارث کے حق مین ہی اور وہ ملک فارس و بابل وغیرہ مین تجارت کو جاتا اور وہان سے رستم و اسفندیار کے قصے خرید لاتا اور عرب کو سناتا اور گمان کرتا کہ میری داستان زیادہ دلچسپ ہی ۔ بالجملہ راس الکفر ولید مذکور کی بات پر سب نے اتفاق کرکے یہی کہنا شروع کیا کہ یہ اگلون کی حکایات ہین ۔ لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ تاکہ لاوین اپنے گناہون کو پورا پورا بروز قیامت ۔ یعنی یہ مقدر انکے حق مین اسی واسطے تھا کہ اپنی پیٹھ پر اپنے گناہون کو پورا لادین اور حدیث مین ہی کہ اللہ تعالے کافرون کو اوندھا سر کے بل عرصات قیامت کی طرف حشر فرماویگا اس حال سے کہ انپر بار گناہ لادے ہونگے ۔ امام رازی رحمہ اللہ تعالے نے تفسیر کبیر مین کہا کہ پورے گناہون کی قید سے معلوم ہو گیا کہ گنہگار مسلمانون سے اللہ تعالے تخفیف فرماویگا ورنہ کافرون کے ساتھ اس خصوصیت کا کچھ فائدہ نہ تھا پس مسلمان گنہگار سے تخفیف ہو گی اور کافر لوگ اپنے گناہون کو پورا لاوینگے اور ساتھ لے وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ انکے گناہون سے جنکو گمراہ کیا بغیر علم کے ۔ واحدی رحمہ اللہ تعالے نے تفسیر مین کہا کہ کلمہ مِنْ یہان بعض کے معنے مین نہین ہی بلکہ جنس ہی یعنی پورے گناہ اُنکے بھی لاوینگے جنکو گمراہ کیا بغیر جانے ۔ جیسے اللہ تعالے نے فرمایا وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ یعنے تاکہ لاوین اپنے بوجھ اور ان بوجھون کے ساتھ دوسرے بوجھ ۔ یہی عوفی رحمہ اللہ تعالے نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ لادینگے اپنے بوجھ اور گناہون کو مع ان لوگون کے گناہون کے جنھون نے اُنکی پیروی کی اور پیروی کرنے والون پر سے بھی اُنکے گناہون کا عذاب کچھ کم نہ ہو گا ۔ حدیث صحیح مین ہی کہ جس نے بلایا ہدایت کی طرف تو اُسکو بھی ویسا ہی ثواب ہو گا جیسا ان لوگون کو ہو گا جنھون نے اسکی پیروی کرکے مان لیا اور پیروی والون کے ثواب سے کچھ کم نہ کیا جایگا اور جس نے بلایا گمراہی کی طرف تو اسپر عذاب ہو گا مع عذاب ان لوگون کے جنھون نے

اُنکی پیروی کی اور پیروی والون کے عذاب سے کچھ کم نہ کیا جائیگا - دوسری حدیث صحیح مین ہی کہ جس نے کوئی گمراہی کی راہ نکالی تو اسپر اسکا گناہ ہوگا اور جو لوگ اس راہ پر چلین اُنکا بھی گناہ ہوگا اور اس راہ چلنے والون پر سے بھی کچھ عذاب کم نہوگا - اس سے معلوم ہوا کہ پیروی کرنے والون پر لازم تھا کہ نہایت اہتمام و احتیاط سے تفتیش کر کے حق بات کو معلوم کرین کیونکہ جس نے حق کو ڈھونڈھا پایا اور انکی جہالت کا عذر مقبول نہوگا - اسی واسطے کشاف و بیضاوی مین بغیر علم کو یضلونہم کی ضمیر مفعول سے حال ڈالا ہی یعنے گمراہ کرینگے ایسون کو جو نہین جانتے کہ وہ گمراہ ہوئے - یہ معنی اگرچہ صحیح ہین لیکن نظم کلام مین اقوے یہ ہی کہ فاعل سے حال ہو یعنے گمراہ کرنے والے نادانی و جہالت سے بدون ایسی دلیل کے جس سے علم و یقین ملتا ہی لوگون کو گمراہ کرینگے - لہذا دلائل شرعیہ کتاب و سنت و اجماع امت و قیاس شرعیہ ہین جو کوئی ان دلائل پر چلتا ہو وہ راہ پر ہی بلکہ اُنکے خلاف اگر کوئی رائے کو دخل دیکر اسکو راہ بناوے وہ گمراہ ہی جیسے حدیث مین آثار قیامت مین ہی کہ جب حرص مال و متاع کی تابعداری کیجاوے اور اپنی خواہشون کے پیچھے لوگ چلین اور ہر ایک اپنی رائے پر نازان ہو تو وہ وقت آثار قیامت کا ہی - غرضکہ بغیر علم حق کے اپنے آپ گمراہ اور لوگون کو گمراہ کر کے تمام گناہون کا بار لادتے ہین - اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ یعنے خبردار ہو کہ جو کچھ اُنھون نے لادا وہ بہت برا ہی کیونکہ اسکے حق مین دائمی وبال و عذاب ہی اور دنیا و آخرت مین خواری و رسوائی ہی چنانچہ اُنسے اگلون نے ایسا کیا اور اُٹھایا پس بیان فرمایا قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ البتہ مکر کیا تھا ان لوگون نے جو انسے پہلے تھے - مکر سے مراد ایسی تدبیر جو حق سے خلاف ہو اور جس سے حق کا انکار اور اسکا باطل ہونا قصد کیا گیا تھا اور تمام کافرون نے اپنے اپنے پیغمبر اور اہل ایمان کے ساتھ ایسی ہی تدبیرین کین کہ حق کو باطل کرین جیسے اس زمانہ مین کثرت سے بادشاہ موجود ہین - اکثر مفسرین نے کہا کہ آیت مین اشارہ نمرود بن کنعان کی طرف ہی جو اپنے زمانہ مین سب سے زیادہ سرکش و ظالم متکبر بادشاہ تھا اور اس نے بابل مین ایک عمارت بہت بلند بنائی جسکی اونچائی پانچ ہزار گز بیان کیجاتی ہی اور بعضے کہتے ہین کہ دو فرسخ اونچا منارہ تھا اور مقصود اسکا بعضے کہتے ہین کہ یہ تھا کہ آسمان والون سے قتال کرے اور بعضے کہتے ہین کہ ستارون کو قبضہ کرنا اور انکو تصرف مین لانا اور مانند اسکے اوہام تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی پر بھیجے گئے اور اس نے سرکشی مین دقیقہ نہین چھوڑا - شیخ امام حافظ رحمہ اللہ تعالے نے ذکر کیا کہ عوفی رحمہ اللہ تعالے نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مکر کرنے والا نمرود تھا جس نے بلند منارہ بنایا تھا - ابن ابی حاتم نے کہا کہ ایسا ہی مجاہد رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہی اور عبد الرزاق نے مسند مین معمر رحمہ اللہ تعالے کے واسطہ سے زید بن اسلم سے روایت کی کہ روے زمین پر پہلا جابر شخص نمرود تھا اللہ تعالے نے اُسپر ایک مچھر کو مسلط کیا جو اُسکے نتھنے مین سے دماغ کو چڑھ گیا اور چار سو برس یہ کیفیت رہی کہ اسکے سر پر چوٹ ماری جاتی تو اسکو سکون ہوتا اور اسپر زیادہ مہربان وہ تھا کہ اینا دہتر اُسکے سر پر مارے اور قبل اسکے چار سو برس تک اُسنے جباری کے ساتھ سلطنت کی تھی اسی قدر اللہ تعالے نے اسکو اس عذاب سے زندہ رکھا اور اسی نے آسمان کے دریافت اور وہان والون سے قتال کرنے کے لیے عمارت بلند بنائی تھی - فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ پس آیا اللہ یعنے حکم اللہ کا یا امر اللہ کا اُنکی عمارت پر یعنے مینار مذکور پر - مِّنَ الْقَوَاعِدِ اسکی نیو و جڑون سے یا بقول زجاج رحمہ اللہ تعالے اسکے ستونون سے - یعنی اللہ تعالے کے حکم سے ایک ہوا آئی کہ اُس نے منارہ کا سرا تو سمندر مین پھینکا اور نیو سے تمام ستون ڈھا دیے فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ پس گر پڑی انپر چھت اُنکے اوپر سے - یعنی یہی نہ تھا کہ جیسے عرب کی زبان ہی کہ اُنپر چھت گر پڑی ایسے وقت بھی بولتے ہین وہ لوگ چھت کے نیچے درحقیقت ہون بلکہ یہ لوگ منارہ گرنے کے وقت اسکے نیچے تھے اسی واسطے بعد کلمہ علیہم کے کلمہ من فوقہم نے تحقیق کر دیا کہ اس چھت کے گرنے سے یہ لوگ ہلاک ہوئے - بعضے مفسرین نے کہا کہ یہ منارہ بنانے والا تو نمرود تھا مگر اسکے

سوائے یہ چھت بخت نصر اور اُسکے ظالم لشکر و قوم پر گری تھی - اور مکر کا بیان جو یہان ہے اسکا اشارہ سورہ ابراہیم مین فرمایا تھا
بقولہ وان کان مکرہم لتزول منہ الجبال - اور بعضے مفسرین نے کہا کہ یہ قصہ اگرچہ واقع ہوا ہو لیکن یہان مراد اس کلام سے تمثیل ہے جیسے بولتے ہین
کہ جو کوئی دوسرے کے لیے کنوان کھودے خود اُسمین گرتا ہے پس مراد یہ ہے کہ اُنھون نے اہل حق کے زائل اور احق کو مٹانے و تکبر کرنے مین جو
کوشش کی تھی اُسکا وبال انھین پر اللہ تعالےٰ نے لوٹایا - اور مکر و فریب کے مکان کی چھت اُنھین پر گر پڑی اور اسکے نیچے دب کر خود ہی
وبال وہلاک ابدی اُخروی مین گرفتار ہوئے - کشاف نے اسی کو اختیار کیا اور قاضی بیضاوی رحمہ نے بھی اسی کی تبعیت کی ولیکن قول اول متعدد ہے
اور باوجود اسکے اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے تو مقصود یہی ہوگا کہ اسی طرح جو لوگ اللہ تعالےٰ سے تکبر کرین اور اُسکے رسول سے منکر ہو کر دنیاوی
حیات پر انحصار کرین اُنکے اس مکر کا وبال انھین پر ہوگا - جیسے یہ لوگ ہلاک و برباد ہوئے - وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ
لَا يَشْعُرُوْنَ اور آیا انپر عذاب الٰہی ایسی راہ سے کہ اُنکا شعور نہ رکھتے تھے چنانچہ ہوا سے یہ سب بربادی ہوئی حالانکہ اُنکو اسکا خیال بھی
نہ تھا ایسے ہی اہل کفر اپنی خواہشات دنیاوی وحصول متاع و عیش مین خوش و مغرور رہتے ہین یہانتک کہ جب یکایک موت آئی تو عذاب
نظر آیا جسکا اُنکو گمان بھی نہ تھا بوجہ اسکے کہ نہایت مضبوطی سے اُنکو اس امر کا یقین تھا کہ سوائے حیات دنیاوی کے کوئی چیز دکھین زندگی نہین ہے
باوجودیکہ اہل الحق نے اُنکو امر حق پہونچا دیا تھا - مگر نہ مانا اور اس عذاب پر دلیر ہوئے - ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ پھر
قیامت کے روز اُنکو خوار و فضیحت فرماویگا - کیونکہ وہ دن ہے کہ پوشیدہ نیات اور نامہائے اعمال ظاہر کیے جاوینگے - وَيَقُوْلُ اور اللہ تعالےٰ
بطور غضب کے یا اُسکے ملائکہ کہینگے کہ - اَيْنَ شُرَكَآءِيَ کہان ہین میرے شرکاء یعنے جنکو تم نے میرا شریک ٹھہرایا تھا الَّذِيْنَ
كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ یعنے وہ لوگ کہ تم اُنھین کے بارہ مین مخاصمہ کرتے تھے یعنے انبیاء و مومنون سے جھگڑتے تھے - یا خلاف حکم
اللہ تعالےٰ کے جو انبیاء نے پہونچایا تھا تم رستہ سے ہٹ کر ایک شق کی طرف جاتے تھے - حاصل یہ کہ آج وہ کیون حاضر ہو کر تمھاری خلاصی
و مدد نہین کرتے - قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ کہینگے وہ لوگ جنکو علم دیا گیا یعنے انبیاء علیہم السلام کے سوائے انکی امت سے کے
اہل معرفت و صادق مومنین ان کافرون کے حق مین جسطرح دنیا مین سمجھاتے تھے تصدیق کے لیے بطور ملامت کے کہینگے - اِنَّ
الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ بیشک خواری آج کے روز اور خرابی عذاب کی کافرون پر ہے

حق تعالےٰ نے ان متکبرون ظالمون کی حالت بیان فرمائی

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۠ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا
جنکی　جان لیتے ہین　فرشتے　اور وہ برا کر رہے ہین اپنے حق مین　تب آگرینگے　اطاعت　کہ ہم تو

نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ ۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝
کرتے نہ تھے　کچھ برائی　کیون نہین　اللہ خوب جانتا ہے　جو　تم　کرتے تھے

فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ فَلَبِئْسَ
سو　پیٹھو　دروازون مین　دوزخ کے　رہا کرو　اسمین　سو کیا برا

مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝
ٹھکانا ہے　غرور کرنیوالون کا

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ یعنی یہ رسوائی وخواری قیامت کی ایسے لوگون کے حق مین ہوگی جنکی روح قبض کی ملائکہ نے یعنے عزرائیل علیہ السلام واسکے ساتھی فرشتون نے ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ درحالیکہ کافر لوگ ظلم وشرک کرنے والے تھے جسکا وبال انھین کی جانون پر تھا اس لیے کہ اپنے نفس کو ناپاکی و ذمائم وتاریکیون سے نہین نکالا بلکہ اصلی فطرت پر جیسے تھے پھر شیاطین کے وساوس مین شرک وکفر وبداعمالیون مین پڑگئے اور رسول وہ وشمنون کی فہمائش پر دھیان نہ کیا بلکہ مکر سے راہ شریعت کو برباد ومٹانا چاہا اور دنیاوی مغروری مین رہے یہانتک کہ مکر کا گرا انھین پر گرا اور یکایک ملک الموت نے انکی روح بفرمان الٰہی قبض کی اور اسوقت خواب غفلت سے آنکھ کھولی۔ حدیث مین ہی کہ مہیب ملائکہ انکو ڈانٹینگے کہ نکل اے روح خبیث اپنے رب کی طرف جو تجھپر نہایت غضب مین ہی اور نکل طرف دار عذاب کے فَاَلْقَوُا السَّلَمَ۔ پس بات ڈالینگے سلم کی یعنے صلح کی یعنے مخاصمہ وجھگڑے کو چھوڑینگے یا قول اسلام کہینگے یا انقیاد وفرمانبرداری کا اقرار کرینگے اور یہ روح نکلنے سے ذرا پہلے ہوگا جبکہ حلق پر دم ہوتا ہی مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ کہتے ہوئے کہ ہم تو کچھ بدی نہین کرتے تھے۔ ایسے ہی آخرت مین کہینگے کہ واللہ ربنا ما کنا مشرکین یعنے قسم ہمکو ہمارے رب کی ہم مشرک نہ تھے بَلٰٓى کیون نہین تم ضرور کرتے تھے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اللہ تعالے خوب جانتا ہی جو کچھ تم کرتے تھے۔ یہ حرکت بوجہ اسکے اعتقاد کے کہ اللہ تعالے کو نہین پہچانا اور نہ یقین کیا کہ وہ ظاہر وپوشیدہ سب جانتا ہی۔ اور ظاہرا قیامت مین جب بعد پھیرنے روح کے جسم مین پھر شور ہونگے تو پھر شرک سے انکار کرینگے۔ ولیکن کچھ فائدہ نہین کیونکہ اللہ تعالے ہم سب کے اعمال اور دلی اسرار سب سے خوب آگاہ ہی ہمکو بقدر نہین علوم ہوسکتا ہی جو حق سبحانہ تعالے خالق مالک عزوجل جانتا ہی اُسی کی مغفرت پر بھروسا ہی غرضکہ موت کے وقت اقرار بیفائدہ اور انکار بے سود ہوگا اور حکم ہوگا کہ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا پس تم داخل ہو دروازون جہنم مین درحالیکہ تمہارے حق مین حکم ہو چکا ہی کہ جہنم مین ہمیشہ رہوگے۔ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ پس کیا برا یہ ٹھکانا تکبر کرنے والون کا ہو یعنے جو لوگ اپنے رب جلشانہ کی عبادت واپنی بندگی وعاجزی سے تکبر کرکے مغرور وسرکش ومشرک وکافر تھے اور رسول کی اتباع سے منکر تھے انکا ٹھکانا دائمی جو انکو ملا یعنے جہنم یہ کسقدر عذاب وخواری کا ہی۔ شیخ امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ یہ لوگ اپنی موت کے روز سے اپنی روحون سے جہنم مین داخل ہونگے اور جہان قبرون وغیرہ مین انکے اجسام ہین وہان جہنم کی گرم وسخت حرارت ولوئین آتی رہیگی پھر جب قیامت کا روز ہوگا تو انکی روحین انکے اجسام مین داخل کرکے حشر کیے جاوینگے اور برابر مع اجسام کے آتش جہنم مین ہمیشگی کے حکم کے ساتھ داخل کیے جاوینگے پس اسکے بعد نہ انکے لیے موت ہی اور نہ کسی حال مین تخفیف ہی۔ ف بعضے علماء کے نزدیک اہل قیامت خواہ کوئی ہون اُنسے جھوٹ نہین سرزد ہوسکتا تو انکو یہان تاویل کرنی ہوگی اور تاویل یہ ہی کہ واللہ ہم مشرک نہ تھے یعنے اُنکے خیالات واعتقادات تو اسی قسم کے تھے کہ واقعی مشرک تھے مگر اپنے نزدیک انکو جزم ویقین تھا کہ ہم کسی بری چال چلن پر نہین ہین بلکہ برخلاف اسکے اہل توحید یعنے اہل اسلام کو کافر سمجھتے تھے۔ اور حق یہ ہی کہ کذب اہل قیامت سے ہونا صریح منصوص ہی اور اسمین تکلف کرنا بعید ہی۔ یہانتک حال ان کافرون مشرکون کا تھا جن سے پوچھا گیا کہ رب نے کیا اُتارا تو کہا کہ اساطیر الاولین

اب احوال اہل یقین ہی

وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوْا خَيْرًا ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا

اور کہا گیا　پرہیزگارون کو　کیا　اتارا　تمہارے رب نے　بولے نیک بات　جنھون نے　بھلائی کی

فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ۭ وَلَنِعْمَ

اس دنیا مین انکو بھلائی ہی اور پچھلا گھر بہتر ہی اور کیا خوب گھر ہی

دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ

پرہیزگارون کا باغ ہین رہنے کے جنمین وہ جاوینگے بہتی

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَاۗءُوْنَ ۭ كَذٰلِكَ

انکے نیچے نہرین انکو وہان ہی جو چاہین ایسا

يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ

بدلا دیگا اللہ پرہیزگارون کو جنکی جان لیتے ہین فرشتے اور وہ ستھرے ہین انکو کہتے ہین

سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

سلامتی ہی تمپر جاؤ بہشت مین بدلا اُسکا جو تم کرتے تھے

بدبخت لوگون کی حالت و بدانجام بیان فرماکر اب ان آیات مین نیکبخت بندون کی کیفیت و نیک انجام سے خوشخبری سنائی بقولہ وَقِيْلَ اور کہا گیا یعنے پوچھا گیا لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا اُنسے جنھون نے شرک و رسول کی نافرمانی سے پرہیز کیا اور اللہ تعالے کی درگاہ مین کچھ تکبر نہین کیا کہ مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ تمھارے رب نے کیا نازل فرمایا ہی یعنے وحی قرآن سے سوال کیا گیا اور پوچھنے والے دور دور کے عرب اور جو لوگ دریافت حال چاہتے اور کفار قریش بھی ہوسکتے ہین اگرچہ عناد سے پوچھا ہو۔ قَالُوْا متقین نے جواب دیا خَيْرًا یعنی نازل فرمایا ہمارے رب نے خیر کو۔ واضح ہو کہ یہان خَيْرًا منصوب جواب ہی یعنے عربی زبان مین اسی فعل محذوف کا مفعول منصوب ہی تو مزہ یون ہوا کہ انزل ربنا خیرًا۔ اتارا ہمارے رب نے خیر کو۔ بخلاف اسکے کافرون متکبرون کا مقولہ جو اوپر گزرا اسمین قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۔ یعنے اساطیر مرفوع ہی پس وہ مبتدا ے محذوف کی خبر ہی یعنے ہوا اساطیر الاولین۔ وہ اگلون کی حکایات ہین۔ غرض کافرون کی یہی کہ اتارا کچھ نہین ہی بلکہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اگلون کی حکایات بیان کی ہین حاصل آنکہ کافرون و مومنون کے جواب مین مرفوع و منصوب کا فرق اس نکتہ کے لیے ہی کہ کفار نے نازل کرنے کا اقرار نہ کیا تو انزل کا مفعول نہین رکھا اور جیسے اعراب مرفوع ہی ویسے کافرون کا قول درحقیقت مرفوع یعنے دور کیا ہوا و باطل ہی مومنون کا قول اقراری منصوب اور درحقیقت منصوب یعنی قائم و ثابت ومستقیم ہی۔ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ جن لوگون نے احسان کیا اس حیات دنیا مین اُنکے لیے بھلائی ہی۔ قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ احسان یہ ہی کہ ایمان لائے اللہ تعالیٰ و اُسکی کتابون و رسولون پر اور خود طاعت کی اور دوسرون کو طاعات کا حکم دیا اور بلایا اور اُسپر آمادہ کیا مجاہد رحمہ نے کہا کہ نیک رزق ہی ضحاک رحمہ نے کہا کہ نصرت و فتح ہی۔ کرخی رحمہ نے ذکر کیا کہ بعض کے نزدیک حیات پاکیزہ ہی اور بعض کے نزدیک مکاشفہ و مشاہدۂ حق ہی اور ظاہر یہ ہی کہ بھلائی ان تمام چیزون کو شامل ہی جو واقع مین بھلائی ہین حتے کہ دنیا مین بعض آدمی کے لیے تونگری بہتر ہی اور بعض کیواسطے تونگری بری اور اوسط درجہ اچھا ہی اور بعض کے لیے کفاف اچھا ہی۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ثواب ہر ایک کے لیے موعود فرمایا ہی۔ حدیث صحیح مین احسان کا مرتبہ ایمان سے بھی بڑھا ہوا ہی کہ اللہ تعالیٰ کی طاعت اسطرح کرنا گویا اُسکو بندہ دیکھ رہا ہی اور اگر نہین دیکھتا تو اللہ تعالیٰ اُسکو دیکھ رہا ہی۔ چونکہ اصلی مقصود و مراد ہمہ تن مومن کی جنت اس دار کو فانی و آخرت کو باقی جاننا ہی کہ حیات دنیاوی پاکیزگی سے گذرے اور ذخیرۂ خیرات عاقبت مین ساتھ ہو لہذا

تصریح فرمائی- وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ؕ اور کچھ شبہ نہیں کہ دار آخرت بہت خوب ہو- وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ اور کیا خوب ہو
دار متقیون کا- واضح ہو کہ قولہ للذین احسنوا- سے مومنون کا کلام بھی بطور حکایت ہو سکتا ہو تو بقول کشاف وغیرہ خیر سے بدل واقع ہوا یعنے
خیر یعنی جو نازل فرمایا ہے- اور اللہ تعالے کا کلام بھی ہو سکتا ہو تو کلام مستانف از سر نو واسطے مدح متقین کے ہوگا چنانچہ انکی دنیاوی بہتری حیات
پاکیزہ کو بیان کر کے انکی دار آخرت کی مدح پہلے تو مجمل فرمائی کیونکہ در واقع دار آخرت کی خوبی اللہ تعالے خوب جانتا ہو اور اس دار فانی مین آدمی
اسکی خوبی کو یقین کر سکتا اور عقل سے استدلال کر سکتا ہو اور کشف ومشاہدہ سے جان سکتا ہو ولیکن تفصیلی خوبی کی کیفیت سے بعد موت واقف
ہوگا لھذا پہلے متنبہ کیا کہ رب العالمین عزوجل جسکو نہایت خوب بیان فرماتا ہو بندہ اسپر بزار دل سے جزم کریگا اور پھر کچھ تفصیل بھی فرمائی- جَنّٰتُ
عَدْنٍ وہ ہی جنات عدن- یہ دار المتقین جنات اقامت ہین- کذا فی الکشاف- یا ہو کہ لھم جنات عدن متقیون کے لیے جنات عدن
ہین کذا فی السمین- مترجم کہتا ہو کہ ظاہر مین قول کشاف قوی معلوم ہوتا ہو کہ تنعم کا مخصوص بمدح وہی مقدر نکالا بخلاف قول سمین کے
کہ لھم خبر بھی مقدر ہوئی ولیکن سمین رحمہ اللہ تعالے نے ایک عمدہ نکتہ نکالا کہ جو مین نے اوپر کی اجمال وتفصیل کی وجہ مین اشارہ کر دیا فافہم-
شیخ امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ جنات عدن ترکیب مین دار المتقین کا بدل ہو یعنے لھم فی الآخرۃ جنات عدن- باغہاے اقامت ہین
يَّدْخُلُوْنَهَا وہ داخل ہونگے ان جنات مین یعنے وہان سے نہ کوچ کرنے کو چاہینگے اور نہ کبھی فنا ہونگے- تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا تحت اشجارہا وقصورہا- بہتی ہین انکے نیچے یعنے انکے درختون ومحلسراؤن وحویلیون کے نیچے الْاَنْهٰرُ نہرین- ہر قسم
کی عیش وعشرت کی نہرین دودھ وشراب وشہد وغیرہ ونفیس پانی جو کہ وسط واعلے جنت الفردوس سے نکلتی ہوئی جاری ہین اور واضح
ہو کہ حدیث مین ہو کہ نیل وفرات وجیحون وسیحون سب انہار جنت سے ہین اور مترجم کہتا ہو کہ سبحان اللہ عجیب صنعت وقدرت الٰہی جل شانہ
کا اشارہ ہو اور جو لوگ اس دنیا کے فریب مین گرفتار ہین اندھے وغضب الٰہی مین سرگردان ہین انکو متقین کے وعدہ دی ہوئی نعمتون سے
اسوقت خبر ہوگی جب مرین اور اہل تقوے کو ان نعمتون سے سیراب دیکھینگے- لَهُمْ فِيْهَا متقیون کے لیے یہان مَا يَشَآءُوْنَ
ہر ایک چیز ہوگی جو کچھ خواہش کرین- ہر لذیذ وآنکھون کی ٹھنڈا کرنے والی چیز قادر مطلق کی عجیب قدرت سے اُنکے واسطے وہان حاصل ہوگی
اور یہ بات سوائے دار آخرت کے کہین نہین ممکن ہو اور یہ صریح ہو کہ دنیا مین بہت سی خواہشین جو عقل مین ہین نہین ہو سکتی ہین مثلا ہر ایک شخص
تصور کر سکتا ہو کہ اسکا مکان موتی وجواہرات ومشک وعنبر سے آراستہ اور اُسکے گرد باغ ایسے درختون سے جو عمدہ میوہ دار اور بحران ہو
اور موسم خوشگوار یکسان ہو حاصل ہووے ولیکن ناممکن ہو حالانکہ یہ سب چیزین ایسی ہین کہ بعضے اوقات مین تنہا موجود ہوتی ہین کوئی
چیز ان مین سے محال نہین ہو پھر دنیا مین ممکن نہین تو احمق وہ ہو کہ جنت کی نعمتون کا انکار کرے حالانکہ وہ دار اس دنیا سے علاوہ ہو اور
وہان کی خصوصیت خاصہ ہنوز آدمی کی نظر سے نہین گزری- حافظ امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ اس آیت کے مانند دوسری
آیات ہین کقولہ فیھا ماتشتھیہ الانفس وتلذ الاعین وہان ہر وہ چیز موجود ہو جسکی نفس خواہش کرے اور آنکھون کو لذت دے اور حدیث
مین ہو کہ اہل جنت مین سے ایک گروہ اپنی شراب پر بیٹھے ہونگے کہ ایک ابر اُنپر آویگا سو انمین سے جو شخص اُن سے جس چیز کی خواہش کریگا
وہ برساویگا یہان تک کہ بعض انمین سے یہ خواہش کریگا کہ خوبصورت ازواج نوجوان برساوے تو بقدرت الٰہی ایسا ہی ہو جاویگا
كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ایسے ہی ثواب عطا فرماتا ہو اللہ تعالے اپنے متقی بندون کو- واضح ہو کہ
ادنے درجہ متقی کا یہ ہو کہ شرک سے بچے اور وحدانیت الٰہی سبحانہ تعالے اُسکے دل مین ثابت ویقینی ہو پس اگر اعمال مین گناہ کیے ہون

توشاید معاف ہوجاویں یاتوبہ کرکے مرے یاسزا پاکر دار المتقین میں جوانکا گھر ہی بھیجا جاوے۔ اور کمتر درجہ یہ ہی کہ شرک والیسے گناہون سے بچا ہو جنکا عذاب دوزخ ہی یا بعد سرزد ہونے گناہ کے توبہ کرلی ہو اور اعلے درجہ یہ ہی کہ شرک وگناہون سے اجتناب کے ساتھ سنت ومستحبات ونوافل اعمال سے اسکو اللہ تعالے نے حصہ عظیم عطافرمایا ہو جیسے اولیاء اللہ تعالے کی شان ہوتی ہی۔ اللہ تعالے عزوجل نے متقیون کے وقت موت کی صفت بیان فرمادی اور بعبروقت موت کی حالت ہی۔ اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ایسے بندے جنکی روح قبض کی ملائکہ نے طَيِّبِيْنَ ایسے حال مین کہ پاکیزہ تھے۔ یعنے پاک تھے شرک وگناہون کی نجاست وہر ایک برائی سے کذا قال الامام۔ اور مفسرین نے پاکیزگی کی تفسیر مین اقوال نقل کیے جیسے پاکیزہ تھے شرک وکفر ونفاق سے۔ یا درحالیکہ صالحین تھے یا درحالیکہ انکے افعال پاکیزہ تھے اور اقوال واعتقاد صحیح تھے یا انھون نے اپنے نفوس کو ظلم شرک ومعاصی سے پاک رکھا تھا خواہ پہلے سے یا توبہ کرنے سے کما فی البیضاوی۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ پاکیزہ تھے زندگی مین وموت مین۔ یا یہ کہ ملائکہ کی بشارت سے خوش وشاد ہوکر موت کو پسند کیا۔ بعض نے کہا کہ طیبین ایسا عمدہ کلمہ ہی کہ ان سب امور کو شامل ہی جو مذکور ہوئے اور جو پاکیزگی مین داخل مین مترجم کہتا ہی کہ آیت دلیل ہی کہ آدمی کے جنتی ہونے کا اعتبار اسکے خاتمہ موت کا وقت وحال ہی پس موت کے قریب زمانہ مین جو شخص عمدہ پاکیزہ اعتقاد پر ہو اور پاکیزہ اعمال پر ہو وہ متقی ہی اگرچہ عمر بھر وہ شرک وکفر وغیرہ مین مبتلا رہا ہو دیکھو کہ ساحران موسے کس رتبہ پر پہونچے حالانکہ عمر بھر فرعون کو رب مانا اور سحر کے مانند بدتر افعال کیے تھے۔ اور حدیث مین ہی کہ اعتبار آدمی کے خاتمہ کا ہی اور احادیث وقت موت کے تحت قولہ تعالے یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الآیہ تفصیل مذکور ہوچکی ہین اور واضح ہو کہ اسی آیت کریمہ کی تفسیر مین تقوی کے درجات کے لحاظ سے پاکیزگی کا اعتبار ملحوظ رہنا چاہیے اگرچہ ابتدائی ثواب مزپورا اعلے درجہ کے لیے معلوم ہی لیکن اللہ تعالے کبھی ادنے درجہ کے متقی کو جس نے اللہ تعالے کی وحدانیت وصدق رسالت پر یقین کرکے شرک کو بدتر جانا ہی اپنے فضل سے کسی بات پر بخش دیتا ہی جیسے حدیث مین ہی کہ ایک گنہگار بدکار شخص نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا پس اللہ تعالے نے اسکو بخشدیا۔ اور جب قریب زمانہ موت کا اعتبار ہی تو ممکن ہی کہ ایک شخص توبہ کرے جبکہ اسکو اللہ تعالے ورسول کا اعتقاد حق ہوا پھر اُسنے عمل کا وقت نہ پایا تو وہ بیشک اللہ تعالے کے فضل سے پاکیزہ موت مریگا بالجملہ مومن پاکیزہ کے واسطے یہ درجات ہین جنکی روح ملائکہ نے ایسی حالت مین قبض کی۔ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ملائکہ ان متقی بندون پاکیزہ سے کہتے ہین سلام علیکم کرخی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ بشارت دینے ہین کہ اسکے بعد تمکو کوئی امر مکروہ نہ پہونچیگا اور شیخ مفسر سیوطی رحمہ اللہ تعالے نے در منثور مین یہ حدیث اثری لکھی جو امام مالک نے اور ابن جریر وبیہقی وغیرہم نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کی کہ کہا کہ جب بندۂ مومن مرنے لگتا ہی تو فرشتہ اُسکے پاس سے کہتا ہی کہ السلام علیک یا ولی اللہ تجکو اللہ تعالے سلام فرماتا ہی اور پھر اُسکو جنت کی بشارت دیتا ہی یہ روایت اگرچہ موقوف ہی مگر حکم مین مسند مرفوع کے ہی کما تقرر فی الاصول۔ غرضکہ فرشتے سلام کہتے ہین اور یہ کہ۔ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم جنت مین داخل ہو بعوض اپنے اعمال کے جو تم کرتے تھے۔ حاصل انکہ ملائکہ انپر سلام کہینگے اور جنت کی بشارت دینگے۔ بمانند قولہ تعالے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون یعنے جنھون نے کہا کہ رب ہمارا اللہ ہی پھر مستقیم رہے تو انپر ملائکہ اُترتے ہین کہ مت ڈرو اور مت رنجیدہ وغمگین ہو اور خوشخبری قبول کرو اُس جنت کی جسکا تم وعدہ دیے گئے ہو۔ شیخ امام حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے احادیث قبض الروح مین تفصیل کردی ہی جیسا کہ قولہ یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الآیہ کی تفسیر مین گزرا اور روحی ودخول جنت کی تیسیر

اسس مقام پر تصریح کردی ہے بعضے مفسرین نے اسکو اُخروی دخول جنت پر محمول کیا۔ باقی رہا یہ کہ یہان بعوض عمل کے جنت مین داخل ہونا منصوص ہے حالانکہ حدیث صحیح مین ہے کہ سددوا وقاربوا واعلموا انہ لن یدخل احد الجنۃ بعملہ الحدیث۔ یعنے سیدہا[?] و ملاپ سے رہو اور جان رکھو کہ کسی کو اُسکا عمل داخل جنت نہ کریگا الے آخر الحدیث تو جواب یہ ہے کہ جنت مین داخل ہونا محض فضل آلہی ہے اور یہ بھی فضل آلہی ہے کہ بندہ کو نیکیون کی توفیق دی اور اُنکو قبول فرمایا اور شکر نعمتہاے آلہی کون ادا کر سکتا ہے پھر ہر ایک کو ان اعمال کے موافق جنت کے درجات مین جگہ دی پس حدیث صحیح اور آیت ٹھیک ہے والحمد للہ رب العالمین **ف**۔ فی العرائس قولہ للذین احسنوا فی ہذہ الدنیا حسنۃ۔ احسان یہ مرتبہ ہے کہ ارواح و قلوب کو اُٹھا کر حضرت کبریائی مین پیش کیا کہ مشاہدہ پر قربان کرین اور اپنے خالق کی عبودیت مین ہر طرح نیک و احسن طریقہ اختیار کیا اور دار امتحان مین بمشاہدۂ یقین و عرفان حاضر و مودب رہے اور اوقات مواجید و واردات مین کشف انوار جمال سے مستقیم ہوگئے اور دار آخرت مین اُنکے واسطے عیان بر عیان اور بیان بر بیان ہے نہ وقفہ ہے نہ فتور اور نہ حجاب ہے نہ عتاب اور کیا خوب دار ثواب ہے ایسے اتقیا کے لیے جنھون نے کون و مکان سے پرہیز کیا اور مشاہدۃ الخالق الرحمن حاصل کیا پھر اُنکے مجالس اُنس و کرم کا بیان فرمایا بقولہ جنّٰت عدن یدخلونہا تجری من تحتہا الانہار الآیہ۔ ان مجالس مین اُنکے روحانی مدارج عالیہ کا بیان باشارہ ہے یعنے مقام جلال و جمال مین زوائد منت و نعمت کے انہار جاری ہین اور انکو مشاہدہ غیر مترقبہ مین وہ سب حاصل ہے جو چاہین حلاوت خطاب و وصل بیحجاب وفی ذلک لذکریٰ لاولی الالباب اور یہ سب درجات اُن بندون کے ہین جو ماسواے حق سے مُنھ موڑ کر حق تعالے کے واسطے منفرد ہوگئے۔ شیخ ابو عثمان نے قولہ احسنوا مین کہا کہ یعنے ابتداے احوال مین اُنھون نے یہ خوبی اختیار کی کہ محسنین کے مقامات مین رجوع کیا۔ شیخ یوسف بن الحسین رح نے کہا کہ آداب خدمت کو نہایت خوبی سے ادا کیا اور نفس کو ایسے کامون مین لگایا کہ مراتب بلند ہو کر مقامات اولیا پر صعود ہو اور انتہا سے احسان یہی ہے۔ **اُستاد** رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ دنیا مین مشاہدہ ہے اور آخرت مین معائنہ ہے۔ پھر حق سبحانہ تعالے نے آگاہ فرمایا کہ ایسے محسنین متقین دنیا سے نکلتے وقت خوشدل و پاکیزہ روح ہوتے ہین بقولہ الذین تتوفاہم الملائکۃ طیبین۔ دنیا مین پاکیزگی اُنکو انوار تجلیات و قرب سے حاصل تھی اور آخرت مین مشاہدہ و وصال سے ہوگی۔ پاکیزہ ہین اسکی پاکیزگی محبت سے۔ پاکیزہ ہین اسکی پاکیزگی معرفت سے اُنکے نفس خوش ہین اپنے مولے کی خدمت مین اُنکے دل خوش ہین اپنے مالک کی محبت مین اُنکی ارواح پاکیزہ ہین اپنے رب کے مشاہدہ مین اور اُنکے اسرار خوش ہین پاکیزہ انوار قدس مین، ایسے بندے کسی چیز سے جو سواے مولے کے ہو لگاؤ نہین رکھتے اور نہ کسی چیز کو بت بنا کر شرک کرتے ہین۔ اُنکے نفوس ہر ایک طبعی لوث سے پاک ہین اور اُنکے قلوب ہر ایک خواہش سے پاکیزہ ہین۔ آیات پر ٹھہرنے سے اُنکی ارواح پاک ہین اور تعلق بعلائق کرامات سے اُنکے اسرار پاکیزہ ہین۔ اُنکی پاکیزگی بخوشوقی مناجات ہے اور انس اُنکو بقرب و مدانات ہے مشاہدات کی محویت انکا شکر ہے اور انوار صفات مین حکمت اُنکے واسطے ہوش و بیداری ہے۔ بازوے شوق و محبت سے اُنکی پرواز بمقام قدس ہے اللہ تعالے نے اُنکو ایسی پاکیزگی سے پاک کیا کہ متصف بانوار شہود ہوئے اور وجود موجود بوجود پاک ہوگئے۔ انکی مشک محبت کی خوشبو سے تمام جہان معطر ہوا اور اُنکے جذب لعنت[?] سے مشامات جان معنبر ہوگئے کیسی نفیس خوشبو ہے کہ سانس لینا جمال شوق مین ہے اور دم جھونکا خوشبوے وصال مین ہے۔ ہواے صبا نے انھین کے انفاس سے معطر ہو کر جہان کے گرد اگرد کو معنبر کردیا کیونکہ یہ خوشبو ریاض جمال قدس ہے اور انفاس الرحمن اسی سے عبارت ہے دیکھو سید الانس والانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام نے کیونکر فرمایا کہ انی لاجد نفس الرحمن من قبل الیمن یعنے مین یمن کی جانب سے نفس الرحمن پاتا ہون۔ قلت الحدیث فی الصحیح وغیرہ۔ اور یہ بھی فرمایا

ان لربکم فی ایام دہرکم نفحات الا فتعرضوا لہا یعنی تمہارے ایام دہر مین تمہارے رب کی خوشبودار جھونکے نسیم صبا کے ہین خبردار ہو کر انکے سے بہرور رہو۔ قلت لمحدثین نے تصحیح وغیرہ۔ دلبران شاہدہ وہان نازوعشوہ کے ساتھ خرامان ہوتے ہین اُنکی پاکیزہ خوشبوؤن سے مشام جان انکے معطر ہو جاتے ہین ؎ نکہت جان بخش دارد خاک کوئی دلبران + عارفان آنجا مشام روح مشکین کردہ اند۔ عاشقون کے انفاس طیبہ سے آسمانون وزمین کو خوشبو پہونچتی ہے ؎ قدسیان بے بہرہ اند از جرعہ کاس الکرام + این تطاول بین کہ با عشاق مسکین کردہ اند۔ تمہی وہی ہین کہ طیب طینت حضرت آدم علیہ السلام سے بہرہ اند وزہین ورنہ جان بیجان ہوئے ؎ نام من رفت است روزے برلب جانان بسہو + اہل دل را بوے جان می آید از نامم ہنوز + بعضے مشائخ نے کہا کہ پاکیزگی اُنکے ایمان وارواح دونون مین ہے بوجہ اسکے کہ ملازم خدمت ہے اور شہوات فانیہ کو ترک کر دیا۔ اور یہی فرمایا کہ اپنی خواہش سے دنیا سے کچھ بھی آلودہ نہین ہوئے۔ شیخ ابوحفص رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا ابدان کی پاکیزگی وروشنی طاعات وخدمات کے انجام دینے مین ہوتی ہے اور ارواح کی خوبی حق تعالے کے ساتھ استقامت مین ہوتی ہے اور دونون باتین اسکے فیض توفیق کا اثر ہین۔ شیخ استاد رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ اُنکی پاکیزگی اسطرح کہ نفوس کو اُنھون نے قربان کیا اور ارواح انکی سب لوث سے پاک قبض کی گئین۔ پھر اللہ تعالے عزوجل نے کافرون ومشرکون کا حال مین منہمک ہوتا اور نفسی وغرور دنیاوی جہالت بیان فرما کر تہدید فرمائی بقولہ

هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن تَأْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ أَمْرُ رَبِّكَ ۚ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ

اب کچھ راہ دیکھتے ہین مگر یہی کہ آوین اُنپر فرشتے یا پہونچے حکم تیرے رب کا اسیطرح کیا اُنسے

مِن قَبْلِهِمْ ۚ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِن كَانُوٓا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝

اگلون نے اور اللہ نے ظلم نہ کیا اُنپر لیکن اپنا بُرا کرتے رہے

فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝

پھر پڑے اُنپر اُنکے بُرے کام اور الٹ پڑا اُنپر جو ٹھٹھا کرتے تھے

ع ۱۰

وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِن دُونِهِ مِن شَيْءٍ نَّحْنُ

اور بولے شریک پکڑنیوالے اگر چاہتا اللہ نہ پوجتے ہم اُسکے سوائے کوئی چیز

وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن دُونِهِ مِن شَيْءٍ ۚ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِن

اور نہ ہمارے باپ اور نہ حرام ٹھہرا لیتے ہم اُسکے سوائے کوئی چیز اسیطرح کیا اُنسے

قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِينُ ۝

اگلون نے سو رسولون پر ذمہ نہین مگر پہونچا دینا کھول کر

کافرون ومشرکون نے نادانی سے ہٹ کی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنے رسول ہونے کی سچائی پر معجزات کثرت سے لاتے ہین اور خوبیون کا حکم دیتے ہین اور منادی ودینی اخبار بالکل انبیاء متقدمین کے مطابق متواتر وقطعی ہین ان سب سے منہ موڑ کر اُنکے سوائے ایک فرشتہ لاوین جو گواہی دے کہ اللہ تعالے نے انکو بھیجا ہے حالانکہ اللہ تعالے نے قرآن مین نازل کر دیا کہ فرشتہ اگر بصورت آدمی آوے تو کلام باقی ہے اور اگر بصورت اصلی آوے تو یہ لوگ مرجاوین کیونکہ استعداد نبوت وولایت انمین نہین ہے مگر کافرون نے اپنی جہالت کو نہ چھوڑا تو

انکو تہدید فرمائی۔ هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ نہین منتظر ہین مگر اس بات کے کہ اُنپر ملائکہ
آوین یعنے اسوقت یہ مرجاوینگے۔ اور یہ بھی معنے ہو سکتے ہین کہ یہ لوگ راہ راست پر نہین آتے بلکہ منتظر ہین کہ جب قبض ارواح کے ملائکہ
آوین تو یقین کرین حالانکہ اُسوقت کچھ فائدہ نہین ہی۔ یا یہ معنی کہ قرآن پاک کو اساطیر الاولین کہکر انکار کرتے ہین کیا اسکے منتظر ہین کہ ملائکہ آکر
انکا فیصلہ کردین اور انکی روحین قبض کرین۔ أَوْ يَأْتِيَ أَمْرُ رَبِّكَ یا آجاوے اُنپر حکم تیرے رب کا یعنے اللہ تعالے کا عذاب جو
انکو ہلاک کردے یا نذر ہوکر قیامت کے منتظر ہین۔ انتظار سے یہ مراد نہین کہ حقیقت مین راہ دیکھتے تھے کیونکہ وی تو اُسکے قائل ہی نہ تھے
بلکہ ایسے کام کرتے تھے کہ عذاب اُنپر واجب ہوکر استظار ہوگیا کہ لامحالہ وارد ہوگا بوجہ وعید الٰہی کے اور شیخ ابو السعود رحمہ اللہ تعالے نے
کہا کہ ملائکہ موت کا آنا اور عذاب الٰہی کا آنا دونون اُنپر مقرر ہو چکے ہین تو یہان حرف آو یعنے یہ یا یہ۔ دونون مین سے ایک کا بیان اس معنے
مین ہی کہ دونون مین سے ایک بات اُنکے واسطے ضرور اور کافی ہی اور بعض مفسرین نے کہا کہ غرض یہ ہی کہ دنیا کی چندروزہ زندگی مین یہ
لوگ مہلت دیے گئے تھے تو کیا یہ چاہتے ہین کہ یہ مہلت بھی پوری نہ لین اور ابھی سے ملائکہ کو چاہتے ہین جو اُنکے حق مین موت ہی جیسے
عذاب سے نہ چھوٹینگے یا عذاب الٰہی آوے کہ پھر ہمیشہ کے واسطے عذاب مین مبتلا ہون۔ كَذَٰلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ
یعنی جیسے یہ لوگ کفر و شرک پر اصرار اور رسول سے انکار بلکہ مشغول بلکہ ایذا دہی کرتے ہین ایسے ہی انسے اگلے کافر و مشرک قومون نے
کیا تھا پھر آخر عذاب سے ہلاک ہوئے۔ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ اور عذاب سے ہلاک کرکے
اللہ تعالے نے اُنپر کچھ ظلم نہین کیا بلکہ جو اللہ تعالے نے ہر طرح کے افعال کا بدلا مقرر کیا ہی وہ اُنکو پہونچا ولیکن وی اپنی جانون پر خود ظلم
کرتے تھے کہ اپنی جانون کو عذاب پیش کرتے رہے اور جانون کے پاس وہی سامان ذخیرہ کیا جسکا بدلا عذاب دوزخ ہی۔ اس سے ثابت ہوا
کہ کافرون کے افعال کفر و شرک و نفاق خود ظلم ہین تو ظلم کرنا اُنھین تک ہی اور خوب تحقیق ہو چکا کہ اللہ تعالے پر کسی طرح کوئی معنے ظلم کے
نہین ہو سکتے ہین اور جو کوئی سرسری جہالت سے گمان کرے کہ مطیع کو ہلاک کرنا مثلاً ظلم ہی تو یہ بھی جہالت ہی اسلیے کہ اپنی چیزمین جب آدمی
ہر طرح تصرف کرتا ہی تو اللہ تعالے سے ظلم کیونکر ہوگا کیونکہ وہی خالق مالک ہی سب اُسکے بندے ہین اگرچہ یہ واقع نہو گا کہ مطیع پر عذاب ہو کیونکہ اُسکی
طاعت کے بدلے مین ہلاک وغیرہ سب عین ثواب ہی اور رب تبارک و تعالے علیم حکیم ہی اسی واسطے مشرکون و کافرون نے اعمال قبیحہ کے
ارتکاب سے خود اپنے اوپر ظلم کیا۔ فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا سو اُنکو پہونچے بدلے اُنکے برا عمالون کے یا برے عوض اُنکے
اعمالون کے یعنے جیسے اعمال اُنھون نے اپنے واسطے کمائے تھے۔ وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ
اور جس سے یہان ٹھٹھا کرتے تھے اور رسولون پر ہنستے تھے کہ کہان دوزخ اور کیسی قیامت اور حشر کیونکر ہو سکتا ہی اور فرشتہ و عذاب
و ثواب کچھ نہین بلکہ فقط دنیاوی زندگی ہی وہ سب اُنکے سامنے ہوئے اور انکار و ٹھٹھے کی سزاؤن نے اُنکو ہر طرف سے گھیر لیا۔ پھر اللہ تعالے نے
مشرکون کے دوسرے قسم کے مسخرہ طعن کا ذکر فرمایا بقولہ تعالے۔ وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا اور مشرکون نے کہا یعنے گذشتہ زمانے
والون کے مثل مشرکین مکہ و عرب نے بطریق طعن کے کہا کہ۔ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا عَبَدْنَا مِن دُونِهِ مِن شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَا آبَاؤُنَا
اگر اللہ تعالے چاہتا تو ہم اُسکے سوائے کسی کی عبادت نہ کرتے نہ ہم اور نہ ہمارے باپ دادے یعنے بتون کی اور غیر خدا کی پرستش بھی
ہم سے بمشیت الٰہیہ ہی اور یہ نہین پر موقوف نہین بلکہ یہ تو اللہ تعالے نے مدت سے ہمارے باپ دادون سے چاہا لہذا دو باتین ثابت
ہوئین ایک یہ کہ جب رسول کے کہنے کے موافق اللہ تعالے کی شان یہ ہی کہ جو وہ چاہے وہی ہوتا ہی تو جب اس نے ہم سے چاہا کہ ہم

غیر کی پرستش کرین تب ہی واقع ہوئی - اور دوم یہ کہ جو اُس نے چاہا وہ بہتر ہی - وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ
اور نہ ہم اسکی حرام کی ہوئی چیز کے سوائے کچھ حرام کرتے - اُنکا مقصود یہ تھا کہ یہ تو ہمارے باپ دادے سے چلی آتی ہو جب رسول کوئی
نہ تھا تو رسول کی کچھ حاجت نہین جبکہ سب کچھ اللہ تعالے ہی کی طرف سے ہو - قال الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے یعنے مشرکین
اپنی جہالت سے تقدیر سے حجت لاتے کہ اللہ تعالے ہی کی مشیت سے ہمارا شرک کرنا اور بحیرہ و سائبہ و وصیلہ وغیرہ کا حرام کرنا واقع ہوا
ورنہ پھر انکار کرتا اور ہمکو قابو نہ دیتا کیونکہ جو اللہ تعالے نہ چاہے وہ نہین واقع ہوتا ہی تفسیر کبیر مین امام رازی نے اسکے واسطے تفصیل
لکھی ہو اور ظاہر یہ ہو کہ مشرکین اس سے رسولون پر الزام لگانا چاہتے تھے اور درحقیقت اُنکا یہ اعتقاد نہ تھا - اسی واسطے اس کلام کو انکے
استہزاء کے عذاب بیان کرنے کے بعد فرمایا ہی اور زجاج رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ یہ کلام مشرکون کا بطریق استہزاء تھا اور اگر اعتقاد
سے کہتے تو مومن ہو جاتے - اور اللہ تعالے نے فرمایا - كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ایسا ہی کیا ان لوگون نے جو ان مشرکین
عرب سے پہلے تھے - یعنے یہی مضحکہ کیا اور کرنا بجاے کہنے کے اشارہ ہو کہ قول فی نفسہ صحیح ہو مگر مقصود قول نہین بلکہ فعل مضحکہ و استہزاء ہی
یعنی ایسا ہی مضحکہ اگلی امتون کے مشرک بھی کرتے رہے ہین پس اللہ تعالے نے رد کر دیا بقولہ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ
الْمُبِيْنُ یعنے رسولون پر تو اسی قدر فرض ہو کہ صاف صاف حکم پہونچا دین - قال الامام الحافظ رحمہ اللہ تعالے ہر رسول نے
سخت انکار سے انکو شرک سے منع کر دیا اور حضرت نوح علیہ السلام سے لیکر تا زمانہ حضرت خاتم النبیین محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم
باتفاق سب انبیاء و رسولون نے شرک سے منع کیا پھر مشرکون کا یہ دعوے کہ چاہتا تو منع کرتا محض فضول ہی اور حاصل یہ ہی کہ مشیت سے
انکی مراد اگر یہ ہو کہ جو شروع فرمایا وہ اللہ تعالے کی مشیت ہی پر ہو تو بالکل غلط ہی اس لیے کہ وحی خالص سے باجماع انبیاء و رسل
علیہم السلام کے شرک سے سخت ممانعت فرمائی ہو اور اگر انکی یہ مراد ہو کہ پیدائش کی مشیت الٰہی ہو یعنے حق سبحانہ تعالی نے
شرک کو اور مشرکون کو اپنی مشیت سے پیدا کیا ہو تو صحیح ہو لیکن اس سے مشرکون کا مطلب نہین نکلتا کیونکہ اللہ تعالے جل شانہ نے
شیاطین کو اور دوزخ کو اور دوزخیون کو سب کو پیدا کیا ہو اور وہ شرک و کفر سے راضی نہین ہو پس شرک کو پیدا کیا مگر راضی نہین ہی
تو ناراضی کے اعمال سے مشرک اپنے دار جہنم مین ہوگا و نعوذ باللہ منہا - پھر اللہ تعالے نے شرعی ممانعت و نہونا شرعی مشیت
شرک کا بیان فرمایا بقولہ تعالے

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ

اور ہمنے اُٹھائے ہین ہر امت مین رسول کہ بندگی کرو اللہ کی اور بچو ہڑدونگے سے

فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ فَسِيْرُوْا

سو کسیکو راہ دی اللہ نے اور کسی پر ثابت ہوئی گمراہی سو پھرو

فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝ اِنْ تَحْرِصْ

زمین مین تو دیکھو کیسا ہوا آخر جھوٹلانے والون کا اگر تو للچاوے

عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝

انکو راہ پر لانے کو تو اللہ راہ نہین دیتا جسکو بچلاتا ہے اور کوئی نہین انکے مددگار

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ

اور قسمین کھاتے ہین اللہ کی پکی قسمین کہ نہ اُٹھاوے گا اللہ جو کوئی مر جاوے کیون نہین وعدہ ہو چکا ہی اُسپر

حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ

ثابت لیکن اکثر لوگ نہین جانتے اسواسطے کہ کھول دے اُنپر جس بات مین جھگڑتے ہین

فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ۝ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ

اور تا معلوم کرین منکر کہ وہ جھوٹے تھے ہمارا کہنا کسی چیز کو

اِذَا اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

جب ہمنے اُسکو چاہا یہی ہی کہ کہین اُسکو ہو تو وہ ہو جاوے

اس کلام پاک مین صاف اعلام کر دیا کہ خالق و مالک فقط اللہ تعالے ہی اور اُسکی تقدیر سابق ہو چکی ہی اور رسولون کا بھیجنا صرف ابلاغ مبین ہی چنانچہ فرمایا۔ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا یعنے اگلی ہر امت مین ہم رسول بھیج چکے ہین صریح اس حکم کے ساتھ کہ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ توحید کرو اللہ وحدہ لا شریک کی اور بچو طاغوت سے یعنے یہ امر سب پر صاف ظاہر ہو چکا کہ اللہ تعالے کی مرضی اسی مین ہو کہ اُسی کی خالص توحید ہو اور شرک نہو۔ طاغوت واحد و جمع مذکر و مونث یکسان ہی اور بت سے مراد یہان ہر وہ چیز ہی جو سوائے اللہ تعالے کے معبود بنائی جاوے خواہ کسی طرح سے اُسکے ساتھ شرک ہو۔ اہل الحق نے تصریح کر دی کہ آدمی اگر اپنے نفس کی پیروی خلاف مرضی رب تبارک و تعالے کرے تو اُس نے نفس کو اپنا معبود بنالیا پھر غیر کے ساتھ کیا گمان ہی۔ بالجملہ اجتناب شرک سے ہر گروہ کو معلوم کرا دیا گیا۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ پھر انہین سے بعض کو اللہ تعالی نے ہدایت دی یعنی دین توحید کی اور طاغوت سے اجتناب کی رہنمائی فرمائی اور ٹھیک مرضی کر دیا۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ یعنی بعض کے حق مین بقضاے ازلی سابق جو ثابت ہوا تھا کہ کفر پر اصرار کریگا وہ محقق ظاہر ہوا چنانچہ وہ عناد و کفر پر جمے رہے۔ اس آیت مین دلیل ہی کہ اللہ تعالے کا امر اور ارادہ دو ہین اور یہ بات اگرچہ صاف ہی لیکن بعضے لوگون کو وہم ہوا کہ ایک ہین اور اُسکی توضیح یہ ہی کہ اللہ تعالی نے سب کو حکم دیا کہ اُسی کی عبادت کرین اور شرک سے دور رہین اور ارادہ کیا کہ انہین سے فقط بعض کو ہدایت دے اور بعض گمراہ رکھے اس لیے کہ اگر سب کی ہدایت چاہتا تو سب ہدایت پر ہوتے کما قال تعالے ولو شاء لهدىكم اجمعين یعنے اگر چاہتا تو سب کو ہدایت دیتا۔ زجاج رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اسمین اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا کہ رسولون کو اُس نے اس حکم کے ساتھ بھیجا کہ سب اسی کی عبادت کرین اور یہ بات سوائے ہدایت و ضلال کے ہی۔ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ اب ضرور ہوا کہ تم سیر کرو زمین مین۔ یعنے غور و فکر و عبرت کے ساتھ ملکون پر نظر ڈالو واضح ہو کہ اپنی گھر و اولاد اور شب و روز کے دوست و احباب سے آدمی ایسا الفت کرنے لگتا ہی کہ اپنے آغاز و انجام کو بھول جاتا ہی اور جو باتین اُسکو پیش آنے والی ہین اُنسے نظر اُسکی غافل رہتی ہی اور طبیعت اپنے پسند کے ساتھ مالوف رہتی ہی لہذا جب وطن سے نکلکر چند روز علیحدہ ہوا تو اُسکے حواس ٹھیک ہوتے ہین کہ اسی طرح اُسکو ایک روز مرکر علیحدہ ہونا ضرور ہی اور ہر ایک گذشتہ حالات و نشانات کو نظر عبرت سے دیکھتا ہی کہ اسی طرح یہ لوگ اس شان و شوکت سے تھے کہ آج اُنکا نشان بھی نہین ہی لہذا حکم دیا کہ زمین مین پھرو۔ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ تب نظر کرو کہ جن لوگون نے رسولون کو جھٹلایا جیسے قوم عاد و ثمود

اور مانند اُسکے جنھوں نے ظنون کی بنیاد نکالی تھی اُنکا انجام کیونکر ہوا چند روز کے بعد اُنکے بدن گل و سڑکر خراب اور مبتلاے عذاب ہوئے اور اُنکا نشان مٹ گیا۔ پھر اللہ تعالے نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا۔ اِنۡ تَحۡرِصۡ عَلٰی هُدٰىهُمۡ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَهۡدِیۡ مَنۡ یُّضِلُّ یعنی اے محمد اگر تجھپر بہت شاق ہو اپنی قوم کی جدائی اور تو بڑی کوشش سے چاہتا ہو کہ وہ راہ پر ہوجاوین تاکہ جہنم وعذاب مین نجاوین تو تجھکو یہ قدرت حاصل نہوگی کیونکہ اللہ تعالے نے جسکو گمراہ کیا اُسکو ہدایت نہین دیتا ہی یا جسکے حق مین علم الٰہی مین ضلالت ہی وہ ہدایت نہین پاتا ہی پس تیرا کوشش کرنا و حرص کرنا تجھے فائدہ نہ دیگا اس آیت سے اللہ تعالے کی عظمت وکبریائی اور اسی پر بھروسا زیادہ ہوا کہ اُسکے سواے کسی مین یہ قدرت نہین اور اُسی کی درگاہ مین خلوص ہی۔ اور گمراہون کو مایوس کردیا بقولہٖ وَمَا لَهُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِیۡنَ اور اُنکا کوئی مددگار نہین ہی کہ اللہ تعالے کی مشیت کو اُنسے دور کرے اور عذاب سے بچاوے۔ پھر قیامت کے انکار مین قریش کی جہالت وعداوت بیان فرمائی۔ وَاَقۡسَمُوۡا بِاللّٰهِ جَهۡدَ اَیۡمَانِهِمۡ اور قسمین کھائین ان لوگون نے اللہ تعالے کی انتہاے کوشش کی اپنی قسمین کہ لَا یَبۡعَثُ اللّٰهُ مَنۡ یَّمُوۡتُ اللہ تعالے نہین اُٹھاویگا اُسکو جو مرجاوے زمخشری نے کشاف مین اس کلام کو وقال الذین اشرکوا پر عطف قرار دیا یعنے مشرکون نے کہا اسے آخرہ اور قسمین کھائین اسے آخرہ۔ واضح ہو کہ قریش اکثر باتون پر اپنی یا اولاد کی یا بتون وغیرہ کی قسم کھاتے اور جب کوئی سخت قسم کھاتے تو اللہ تعالے کی قسم کھاتے پس انکار قیامت پر سخت قسم کھاتے کہ مردون کو اللہ تعالے نہین اُٹھاویگا اور وجہ انکار کی فقط گمان وقیاس تھا کہ گلی سڑی ہڈیون کو کون زندہ کریگا۔ ابوالعالیہ رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہی کہ زمانہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم مین ایک مسلمان کا ایک کافر پر قرضہ تھا وہ تقاضے کو آیا اور باہم اُنمین گفتگو ہوئی مسلمان نے کہا کہ بعد موت کے مجھے اپنے رب تبارک وتعالے سے ایسی ایسی امیدین ہین کافر نے کہا کہ تجھے یہ یقین ہو کہ مرجانے کے بعد تو اُٹھایا جائیگا یہ ہرگز نہوگا مین اسپر قسم کھاتا ہون۔ اقول اور صحیحین مین بھی ایک واقعہ ایسا ہی مروی ہی اور اسمین یہ بھی ہو کہ کافر نے سرکشی سے کہا کہ اچھا جب وہان مین اُٹھایا جاؤن اور مجھے مال وغیرہ حاصل ہو تو قرضہ ادا کردونگا یعنے یہ کچھ ہونا نہین ہی۔ اللہ تعالے نے اُسکو رد کردیا۔ بَلٰی وَعۡدًا عَلَیۡهِ حَقًّا یعنی ضرور اُٹھائے جانے کا وعدہ برحق ہی اسمین کچھ خلاف نہین ہی۔ وَّلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ولیکن بہتیرے لوگ نہین جانتے یا سوجہ سے کہ علم حاصل ہونے کا جو طریقہ ہی کہ صدق وحی ورسالت سے قطعی علم ملتا ہی اُسکو نہین مانتے یا اللہ تعالے کی قدرت ورعایت حکمت وآغاز وانجام سے بے بہرہ غافل ہین فائدہ نہین جانتے۔ لِیُبَیِّنَ لَهُمُ الَّذِیۡ یَخۡتَلِفُوۡنَ فِیۡهِ یعنے قیامت کے واقع ہونے سے یہی ہوگا کہ اللہ تعالے ظاہر فرمادیگا اُنپر وہ کہ جسمین اختلاف کرتے تھے اور نہین مانتے تھے پس وہی اُنکو کھل جائیگا کہ اللہ تعالے کے رسول جو کچھ بیان کرتے اور جو کتاب الٰہی مین اُترا تھا سب سچ تھا اور مطیع کا ثواب جنت واقعی اور کافر کا عذاب جہنم بیشک تحقیقی ہی۔ وَلِیَعۡلَمَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنَّهُمۡ کَانُوۡا کٰذِبِیۡنَ اور تاکہ کافر و منکر لوگ جان لین کہ وہی خود جھوٹے تھے۔ حاصل یہ کہ اللہ تعالے نے مومنون واہل طاعت کے لیے درجات ثواب وفضائل رکھے ہین وہ اُنکو اس روز ملینگے اور کافر حسرت وعذاب پاوینگے کیونکہ اُنھون نے یہی کمایا ہی۔ پھر کافرون کا شبہہ دور فرمادیا کہ۔ اِنَّمَا قَوۡلُنَا لِشَیۡءٍ اِذَاۤ اَرَدۡنٰهُ ہمارا کہنا کسی شی کے لیے یعنی جو ہمارے علم مین ہو اُسکے ہوجانے کے لیے یا کوئی چیز موجود ہوجانے کے لیے جب ہم اُسکا ارادہ کرین۔ اَنۡ نَّقُوۡلَ لَهٗ کُنۡ یہی ہو کہ ہم اُسکو کہین کہ ہوجا۔ فَیَکُوۡنُ پس وہ ہوجاتی ہو زجاج نے کہا کہ اس سے آگاہ کردیا کہ اللہ تعالے جو چاہے نہایت ہی آسانی سے پیدا ہوجاوے۔ اور سورہ یٰس مین یون رد کردیا کہ قل یحییها الذی انشاها اول مرة کہدے کہ سڑی گلی

ہڈیون کو وہی پیدا کریگا جس نے اُنکو اول مرتبہ زندہ کیا تھا یعنے صاف ظاہر ہو کہ اول بار انکو موجود کیا حالانکہ ہڈی بھی نہ تھی تو اب دوبارہ پیدا
کرنا تو بالکل آسان ہی - شیخ ابو السعود رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ یہ کلام بطریق مثال ہی یعنے اللہ تعالے کی قدرت مین کوئی چیز ممتنع نہین ہی
خواہ چھوٹی ہو یا بڑی ہو سب اسکی قدرت مین داخل ہین جو چاہے پیدا کردے جو وہ چاہے وہ موجود ہو جاتی ہی اور وہان نہ قول ہی اور نہ جس سے
قول کہا جاوے اور نہ کاف ہی اور نہ نون ہی تو اب یہ شبہہ نہ رہا کہ معدوم سے کیونکر کہا تھا اور اگر وہ چیز موجود تھی تو کہنے کا فائدہ نہین ہی
واضح ہو کہ اکثر مفسرین نے اس مقام پر یون ہی لکھا اور ظاہر اشکال اسوجہ سے معلوم ہوتا ہی کہ وجود کی ماہیت کسی کو معلوم نہین ہوئی چنانچہ
اسمین عقلین حیران ہین ورنہ کوئی تردد نہین ہی اور علماے مفسرین نے عوام کے واسطے آسان طور پر سمجھا دیا جسقدر انکی سمجھ کے لائق ہی اور شان الٰہی
اعلے و اجل ہی فافہم - شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ مراد یہ کہ آسمان و زمین اور جہان اللہ تعالے چاہے کوئی چیز اسپر دشوار نہین ہو سکتی
جو کہا کہ ہو جاوے ویسے ہی ہو گیا اور قیامت بھی ایسی ہی ہی جیسے فرمایا - وما امرنا الا واحدۃ کلمح بالبصر - ہمارا حکم تو ایک ہی جیسے پلک مارنا یعنی
نہایت آسان جیسے کہتے ہین کہ پلک مارتے ہو گیا - ابن ابی حاتم نے یہان ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول وارد کیا جسکا خلاصہ صحیحین کی حدیث
مرفوع ہی کہ آدمی نے اللہ تعالیٰ کی تکذیب کی جبکہ کہا کہ جیسے پیدا کیا تھا پھر دوبارہ اعادہ نہین کریگا اور بدگوئی کی جبکہ کہا کہ اسکی جورو لڑکا ہی حالانکہ
اسکی شان واحد احد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد ہی - ف - فی العرائس ان تحرص علے ہداہم فان اللہ الخ - حق تعالی اپنے
حبیب کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شفقت مخلوقات پر اور رحمت ایسے لوگون پر جو عذاب اختیار کرنے پر گرے پڑتے ہین اور اندھے ہونے کے
سبب سے نہین دیکھتے ہین بیان فرمائی - پھر متنبہ کردیا کہ تو دل تنگ نہو ان لوگون کی جہت سے جنکے حق مین ازلی حکم اللہ عز و جل جاری ہو چکا کہ
تیری راہ سے برگشتہ کیے گئے کیونکہ تو انکو اس راہ پر نہین لا سکتا ہی اس لیے کہ سابق ارادہ ازلی قدیم ہی وہ کسی حادث کے روکنے سے
نہین رک سکتا کیونکہ اسکی مخلوق مین سے عبودیت اُسی کو عطا ہوئی ہی جسکو اُس نے اپنی معرفت سے مخصوص کرکے لباس بندگی سے
آراستہ کیا ہی اور جسکو اُس نے لباس قہری پہنایا ہی اُسپر تجھے یہ قدرت نہین ہی کہ یہ لباس اسکے بدن سے اُتار لے کیونکہ امر قدیم کو قدم ہی
رفع کر سکتا ہی اور رسولون کی بعثت تو اسی واسطے ہوتی ہی کہ شریعت و طریقت واضح بیان کردین اور اسواسطے نہین کہ ہدایت مین شریک
ہون - واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ سعادت و شقاوت و ہدایت و ضلالت ازل مین جاری ہو چکی ہین اُنمین کچھ تبدیل و تحویل کو گنجائش
نہین ہی اور اپنے اپنے اوقات پر چیزون مین اُنکا ظہور ہوتا ہی اسمین کسی کے فعل و اختیار کو دخل نہین ہی اور خلق کو اسپر قدرت نہین بلکہ ارادہ
ازلی سے جاری ہوئے ہین وہان انبیاء و اولیاء کو کچھ دخل نہین ہی قولہ انما قولنا لشیء اذا اردناہ الآیہ - اس سے ظاہر ہی کہ وجود کسی شے کا نہین ہو سکتا
جب تک کہ اللہ تعالے اُسکو خلق نہ فرماوے جیسے افعال وغیرہ کہ تمام مخلوقات الٰہیہ ہین اور بندے اپنے اپنے افعال کے کمانے والے ہین
پس گمراہی کا وجود اللہ تعالے کے پیدا کرنے سے ہی اور جس شخص مین گمراہی پیدا ہوئی وہ اُسکا خوشی سے کمانے والا ہی اور اسی کو گمراہ کہینگے
اور اللہ تعالیٰ فقط پیدا کرنے والا ہی اور ایسی ہی ہدایت کا حال ہی کہ اُسکا پیدا کرنے والا ہی رب تبارک و تعالے ہی - واضح ہو کہ اللہ تعالے کی
ذات کے واسطے صفات قدیمہ ازلیہ ہین از انجملہ ارادہ و مشیت ہی کہ یہ دونون تو ہر سابق سے سابق ہین کیونکہ ان دونون کا جریان واسطے
وجود الوجود کے ہی اور جو داخل وجود ہی اور ہر صفت اسکی قدیم ہی تو سبقت اس معنے مین نہین ہی کہ کوئی صفت حادث ہی کہ جسکو ان دونون نے
وجود دیا ہی کیونکہ او تعالے ابتدا سے ایک ہی ایسی حالت کہ وہان سابق علم مین مشیت و ارادہ سے خالی ہو بلکہ اللہ تعالے نے اشیاء کو قدم
مین چاہا اور اُسکا علم اُسکے ارادہ کے ساتھ تھا اور وجود موجود تھا اُسکے علم مین اور مرید تھا اُسکے ارادہ کا اور وہ محض علم و ارادہ کے ساتھ اپنی

قدرت سے قادر بایجاد الخلق تھا ولیکن اگر موجود کرتا تو معیت وجودی ہوتی اور جملہ حوادث مخلوقات کو رتبہ قدم حاصل ہو جاتا لہذا انکو بغیر علت کے موٴخر کر دیا اور ہر ایک کو اپنے اوقات کے ساتھ موقت کر دیا اور جب کسی حادث کا وجود چاہا تو اُسکا وجود معلوم ہو پس اُسکو پیدا کر دیا بتمام صفت حالانکہ وہ معدوم تھا تاکہ بحد کمال ہو کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اشیاء کو بذات وبجمیع صفات پیدا فرمایا ہو پس قولہ تعالےٰ یقول لہ کن ۔ یہ قول انکی صفات مین سے ایک صفت ہو پس معدوم سے کہا کہ کن یعنے ہمارے پیدا کرنے سے تو پیدا ہو جا پس یہ معدوم بکمال جمیع صفات موجود ہو گیا کیونکہ اگر امر وکلام سے خالی ہوتا تو ناقص ہوتا حالانکہ اللہ تعالےٰ قادر ہو کہ اشیاء کو بر حد کمال پیدا کرے بعض مشائخ سے پوچھا گیا کہ کیا ارادہ ومشیت کافی نہ تھے کہ قول کن کا ظہور ہوا۔ فرمایا کہ ارادہ ومشیت خفی ہوئے پس اکوان کو (موجودات ۱۲) معلوم مین ظاہر کیا اور لفظ کن کو ظاہر کیا پس اکوان کو (یعنے عدم سے ۱۲) وجود کی جانب خارج کیا۔ شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالےٰ نے اس آیت مین کہا کہ یہ بقدر معارف ہو کہ قدرت کی طرف اشارت ہو اور حقیقت مین تو حق کے واسطے کوئی موجد نہین جیسے اُسکے لیے موجد نہین کیونکہ اسکے واسطے معدوم نہ تھا پس اشیاء کا ظہور یہ ہو کہ اُسکی ذات سے ظاہر ہوئی ہین اور اُسی کے ساتھ پائی گئی ہین نہ اُنکی صفات سے تو لم یزل ولا یزال اُس کی صفت ہو مگر بات اتنی ہو کہ بعض کو بعض کے واسطے ظاہر نہ کیا قال المترجم یہ کلام رقیق ومشکل ہو اور خوض کرنے کا مقام نہین ہو واللہ تعالےٰ ہو الہادی الے الصواب ۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف رجوع کرنے والے بندون کا ثواب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت متواتر رسولون کے مانند ہونا جو قطعی ہو اور جو انکار کرتے ہین اُنکو خوف دلانا ۔ اور عالم کی موجودات سے ظہور وحدانیت الٰہی پر تنبیہ اور ملکوت والون کی بندگی بیان فرمائی بقولہ تعالےٰ

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ

اور جنھون نے گھر چھوڑا اللہ کے واسطے بعد اسکے کہ ظلم اُٹھایا البتہ انکو ہم ٹھکانا دینگے دنیا مین اچھا

وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ

اور ثواب آخرت کا تو بہت بڑا ہی اگر انکو معلوم ہوتا جو ثابت رہے اور اپنے رب پر

يَتَوَكَّلُونَ ۝ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ ۚ فَاسْأَلُوا

بھروسا کیا اور تجھسے پہلے بھی ہمنے یہی مرد بھیجے تھے کہ حکم بھیجتے تھے اُنکی طرف سو پوچھو

أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ ۗ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ

یاد رکھنے والون سے اگر تمکو معلوم نہین بھیجے تھے نشانیان لیکر اور ورقے اور تجھکو اُتاری ہمنے

الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝ أَفَأَمِنَ

یہ یادداشت کہ تو کھولدے لوگون پاس جو اُترا اُنکی طرف اور شاید وہ دھیان کرین سو کیا نڈر ہوئے

الَّذِينَ مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ يَخْسِفَ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ

جو بڑے داؤ کرتے ہین کہ دھنساوے اللہ انکو زمین مین یا پہونچے انکو

الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ۝ أَوْ يَأْخُذَهُمْ فِي تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ

عذاب جہان سے خبر نہ رکھتے ہون یا پکڑلے انکو چلتے پھرتے سو وہ

وقف لازم

النصف

بِمُعْجِزِينَ ۝ أَوْ يَأْخُذَهُمْ عَلَىٰ تَخَوُّفٍ فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝ أَوَلَمْ يَرَوْا

تھکانے والے یا پکڑے انکو ڈراتے کر سو تمہارا رب بڑا نرم ہی مہربان کیا نہین دیکھتے

إِلَىٰ مَا خَلَقَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ يَتَفَيَّأُ ظِلَالُهُ عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ سُجَّدًا لِّلَّهِ

جو اللہ نے بنائی ہی کوئی چیز ڈھلتی ہین چھاوین انکی داہنے سے اور بائین سے سجدہ کرتے اللہ کو

وَهُمْ دَاخِرُونَ ۝ وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِن دَابَّةٍ

اور وہ عاجزی مین ہین اور اللہ کو سجدہ کرتا ہی جو آسمان مین ہی اور جو زمین مین ہی کوئی جانور

وَالْمَلَائِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۝ يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ

اور فرشتے اور وہ بڑائی نہین کرتے ڈر رکھتے ہین اپنے رب کا اوپر سے

وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝

اور کرتے ہین جو حکم پاتے ہین

ع ٦ السجدة

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِن بَعْدِ مَا ظُلِمُوا اور جن لوگون نے ہجرت کی اللہ تعالے مین بعد مظلوم بنائے جانے کے لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ضرور ہم انکو جگہ دینگے دنیا مین اچھی طرح۔ واضح ہو کہ آیت کریمہ کے معنے اور جسطرح اُسکا حکم قیامت تک باقی ہی مع تفسیر کے آگے لکھینگے اور پہلے مفسرین کے بعضے اقوال مذکور ہوتے ہین بعض نے کہا کہ موقع نزول اس آیت کا دربارہ صہیب و عمار و بلال و خباب رضی اللہ عنہم ہی کہ جنکو مشرکین مکہ غلام حقیر جانتے اور سخت تکلیف دیتے تھے۔ اس قول پر شبہہ کیا گیا کہ سورت مکی ہی اور ان لوگون کی ہجرت بجانب مدینہ ہوئی اور جواب دیا گیا کہ نزول آیات بحکمت تعلیمیہ مقدم و مؤخر ہوا ہی تو ہو سکتا ہی کہ یہ آیات مدینہ مین نازل ہوئی ہون پھر یہ ترتیب لوح محفوظ رکھی گئین۔ بعض نے کہا کہ ابو جندل بن سہیل وغیرہ کے حق مین نازل ہوئی جنکے باپ وغیرہ کافر تھے انھون نے انکو مقید کر کے ایذائین دین کہ اسلام سے پھر جاوین مگر انھون نے تکلیفین برداشت کین۔ بعض نے کہا کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جملہ اصحاب مہاجرین کے حق مین ہی جنھون نے مکہ مین کافرون کے ہاتھون سے تکلیفین اٹھائین اور صبر کیا پھر اللہ تعالے کی عبادت اطمینان سے کرنے کے لیے حبشہ کو ہجرت کر گئے پھر اللہ تعالے نے انکو مدینہ منورہ مین ٹھکانا دیا اور مومنین مدینہ کو انکا ناصر و مددگار کر دیا۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ اللہ تعالے اس آیت مین خبر دیتا ہی ثواب عظیم ان مہاجرین کا جنھون نے اللہ تعالے کی رضامندی کے واسطے اپنا وطن چھوڑا مال و متاع دوست احباب چھوڑے اور دار الاسلام مین چلے گئے اور شاید کہ سبب نزول وہ ہجرت ہو جو ملک حبش کیطرف واقع ہوئی جبکہ کفار مکہ نے سخت تکلیفین دین پس اپنے رب کی عبادت پر قابو حاصل کرنے کو قریب اسی مرد و عورتون کے جنمین اکابرین سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مع اپنی بی بی حضرت رقیہ یعنے صاحبزادی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور حضرت جعفر بن ابی طالب برادر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ابو سلمہ بن عبد الاسد رضی اللہ عنہم تھے پس اللہ تعالی نے مکہ مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر مہاجرین کے واسطے دنیا مین عمدہ ٹھکانا و قابو دینے کا وعدہ دیا اور پھر اُسکو پورا کر دیا اسطرح کہ مدینہ مین انصار رضی اللہ عنہم کے یہان جگہ دی۔ خلاصہ یہ کہ اس صورت مین آیت بھی مثل سورت کے مکی ہوگی اور ہجرت متحقق ہو گئی اور مترجم کہتا ہی کہ ہجرت فی اللہ کے معانی جو آگے بیان ہونگے اگر انمین سے سوائے ترک وطن کے دوسرے معنے لیے جاوین تب بھی مکہ مین اترنا قبل

ہجرت مدینہ کے بتاہی اگرچہ حکم آیت کا ہجرت مدینہ کو بھی شامل ہی فانظر و تامل - قال الشیخ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اور شعبی رحمہ اللہ تعالے وقتادہ رحہ نے کہا کہ دنیا مین عمدہ ٹھکانا وہ مدینہ ہی اور مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ رزق پاکیزہ مراد ہی جو دنیا مین دیا گیا شیخ نے کہا کہ دونون قول صحیح ہین کیونکہ تبوئہ کے معنے ہر دو نزول تفسیر دونون باتون کو شامل بلکہ جملہ اسباب کو جنکے ساتھ آدمی دنیا مین مرضیات آلہی جل شانہ کو حاصل کرے شامل ہین اور لکھا کہ یہ وعدہ پورا ہوا کہ اُنھون نے اپنے وطن و گھر بار کو چھوڑا اور اموال و اعزہ سے منھ موڑا پس اللہ تعالی نے انکو دنیا مین بھی بہتر دیا کیونکہ جو کوئی اللہ تعالے کے واسطے کچھ چھوڑے اللہ تعالے اُس سے بہتر اُسکو نعیب کرتا ہی اور انکو تو اللہ تعالے نے روے زمین کی سلطنتون کا مالک کردیا اور کفار و مشرکین کی گردنین نیچی کردین - مترجم کہتا ہی کہ آیت مین ہاجروا فی اللہ - نہایت بلیغ و جامع کلام ہی اور اُسکی توضیح یہ ہی کہ ہجرت کے معنے چھوڑ دینا ؛ در اُسکے اقسام مین اول تو گھر بار و مال و متاع وغیرہ کو جو ایسے ملک مین ہو جہان کفر غالب و اسلام مغلوب ہو چھوڑ کر ایسے ملک کو جانا جو دار الاسلام ہو یا جہان اسلام کے شرائع پر عمل کرنے سے کوئی شخص مزاحم نہو اور کوئی خصوصیت اُسکی نہین کہ مکہ یا مدینہ کو جاوے ولیکن جاننا چاہیے کہ ابتداے اسلام یعنے زمانہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مین مکہ دار الکفر تھا لہذا ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے ملک حبش کی طرف ہجرت کی جہان کا بادشاہ نجاشی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوگیا تھا اسکے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ ہجرت کرنے کا حکم ہوا چنانچہ آپ مع باقی اصحاب کے مدینہ آئے اور حبشہ کے ہجرت والے بھی آ کر ملگئے اور اسوقت مسلمانون پر فرض تھا کہ جہان کہین کوئی مسلمان ہو اور قابو پاوے وہ مدینہ مین ہجرت کرآوے - ظاہرا اسوجہ سے کہ جماعت اسلام اسقدر ہوجاوے کہ اسرار شریعت و فیض صحبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مستفیض ہوکر کافرون کو مغلوب کرین اور تمام ملک اللہ تعالے کے کلمہ توحید سے منور ہو پس اس ہجرت کا ثواب عظیم تھا اور برابر چند سال تک رہا یہانتک کہ مکہ فتح ہوکر دار الاسلام ہوگیا اسوقت فرمایا - لا ہجرۃ بعد الفتح یعنے بعد فتح مکہ کے وہ ہجرت فریضہ باقی نہین رہی ولیکن جہاد ہمیشہ کے لیے باقی رہا - پھر اس سے یہ مطلب نہین ہی کہ قیامت تک ہجرت نہین ہی یا کبھی ہجرت فرض نہین ہی کیونکہ با جماع جس ملک کفر مین آدمی شرائط ایمان ادا نہ کرسکے وہان سے ہجرت کرکے جانا اسپر فرض ہی اور شیخ ابن ملک رحمہ اللہ تعالے نے شرح مشارق مین لکھا کہ کسی ملک اسلام مین چلا جاے کچھ خصوصیت مکہ یا مدینہ کی نہین اور مین کہتا ہون کہ یہ صحیح ہی ولیکن مکہ مدینہ جو ملک حجاز کہلاتا ہی وہان جانے اور تنگی سے بسر کرنے مین ثواب عظیم ہی اور حدیث مین آیا ہی کہ آخر زمانہ مین دین اسطرح ملک حجاز کیطرف سمٹ کر پھر آویگا جیسے سانپ اپنی بانبی کی طرف سمٹ آتا ہی - دوم قسم ہجرت سے وہ ہجرت ہی کہ جن باتون سے اللہ تعالے نے منع کیا اُن سب کو چھوڑدے چنانچہ حدیث صحیح مین ہی کہ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ مہاجر کون شخص ہوتا ہی فرمایا کہ جو شخص ہر وہ چیز چھوڑدے جس سے اللہ تعالے نے منع کیا - اور یہ ہجرت بہ نسبت قسم اول کے زیادہ عام ہی اسلیے کہ جو شخص ایسے ملک مین ہو جہان دار الاسلام ہی تو وہ اپنے گھر بیٹھے ہجرت کا ثواب عظیم پاویگا جبکہ ہر ممنوع شرعی کو چھوڑ دے - اور قسم سوم ہجرت کی زیادہ باریک نظر سے اہل تقوے پہچانتے ہین اور وہ یہ ہی کہ آدمی اللہ تعالے کے سواے کسی غیر کا طالب نہو اور سواے اُسکے ارادہ کے کسی دوسرے کی خواہش پر نہ چلے حتے کہ اپنے نفس کی خواہش بھی چھوڑے بلکہ نفس کی الفت چھوڑے پس طبیعت کی خواہشون اور نفس کی ہوسات کو اگرچہ شرع مین مباح ہون چھوڑدے چنانچہ آخرت پر صدق کے ساتھ یقین کرنے والون نے بہت سی مزہ دار چیزین جنکو دل چاہتا تھا اور شرع نے مباح کردی ہین اللہ تعالے کے واسطے چھوڑا کہ عیش و لذت کا مقام دار الآخرۃ ہی - پھر ان سب کے ساتھ اللہ تعالے کے واسطے خلوص ہونا ضرور ہی کیونکہ حدیث صحیحین مین مصرح ہی کہ الاعمال بالنیات تا قولہ فہجرتہ الے

ما ہاجر الیہ۔ یعنی اعمال کا مدار نیتون پر ہی جس نے اللہ تعالے و رسول کی طرف ہجرت کی نیت خالص کی تو اُسکی ہجرت اللہ تعالے و رسول
کی طرف ہوگی اور جسکی نیت یہ ہو کہ وہان کچھ دنیا حاصل ہوگی یا کسی عورت سے بیاہ ہو جائیگا تو جو نیت مین ہو اُسی کی طرف ہجرت ہوگی۔ ایک شخص نے
ام قیس عورت کی دوستی و نکاح مین ہجرت کی تھی پس حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بنور وحی معلوم فرما کر یہ حدیث فرمائی پھر وہ شخص اسی نام سے
مشہور ہوا کہ ام قیس کے لیے ہجرت کرنے والا ہی۔ اب تجھے معلوم ہوا کہ ہاجروا فی اللہ سب کو شامل ہی ہاجر فی سبیل اللہ (ہجرت کی اللہ تعالے کی راہ مین) اور ہاجر فی
حب اللہ اور ہاجر فی دین اللہ اور ہاجر فی صفات اللہ اور ہاجر فی ذات اللہ اور ہاجر فی امر اللہ غرضکہ جملہ اقسام اور جزئیات کو شامل ہی
اور واضح ہو کہ آیت مین یہ بھی ہی کہ من بعد ما ظلموا یعنی مظلوم ہو کر ہجرت کی سو یہ واقعہ کا بیان ہی کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم جنکو ہجرت کا مرتبہ
پورا نصیب ہوا تھا انپر یہی واقع ہوا تھا کہ پہلے وطن مین کافرون کے ہاتھون سے بہت ظلم اُٹھائے تھے پھر وہان سے ہجرت کی۔ اور یہ خوب جان لینا
چاہیے کہ بظاہر تو ہر وقت ممکن ہی کہ آدمی درجہ اعلے کے اعمال حاصل کرے ولیکن غور سے جس نے دیکھا اور سمجھا وہ جانتا ہی کہ حسن نیت و صدق
اور تمام دھیان رجوع رب کی طرف اور اکل حلال اور صدق مقال اور اپنی وجوارح اور اولاد و دوست و احباب کے حقوق غرضکہ سب باتین
ٹھیک کرکے ایک نماز و ایک کام بھی مشکل سے نصیب ہو سکتا ہی اگرچہ ثواب دینا اللہ تعالے کا فضل ہی چنانچہ حدیث سے ثابت ہی کہ آخر زمانہ مین
مومنین ہونگے کہ بہت سی بے ادبی اُنسے عفو فرمائی جائیگی اور ذرہ سے عمل پر بہت سا ثواب پاوینگے۔ خلاصہ یہ کہ مظلوم ہو کر نیت ہجرت ہونا شرط نہین ہی اور اگر
غور سے دیکھو تو ہر شخص خود اپنے اوپر ظلم کرتا ہی اور اسیطرح نے فرمایا وما ظلمہم اللہ ولکن کانوا انفسہم یظلمون یعنی اللہ تعالے نے اُنپر ظلم نہین کیا ولیکن وہ خود اپنی جانون پر ظلم
کرتے تھے۔ اور بڑا ظلم آدمی کا شرک ہی اور واضح ہو کہ ولی اپنے مرتبہ ولایت سے پہلے ایسی عبادت نہین کر سکتا تھا جیسی معرفت کے ساتھ ولی ہو کر ادا کرتا ہی تو ظاہر ہی کہ
پہلے اُسنے اپنے اوپر ظلم کیا اور بھی واضح ہو کہ خطرات سے بچنا بغیر فضل و رحمت الٰہی کے مشکل ہی دیکھو یوسف علیہ السلام جیسے پیغمبر پر عتاب ہوا جبکہ قولہ اذکرنی عند ربک
کہا تھا۔ اور اکثر ہوتا ہی کہ آدمی کہتا ہی کہ جیسے کھانے تھے میرے پیٹ مین اُس سے درد ہوا حالانکہ اُسوقت یہ دھیان سے اُتر گیا تھا کہ اللہ تعالے ہی موثر ہی تمام مخلوقات
اُسی کے قبضہ مین ہی اگرچہ اُس سے پوچھا جاتا تو یہ نہین کہتا کہ چیزون کی تاثیر خود ہی مگر اُسکی نظر اُسوقت غافل تھی۔ اب غور سے دیکھنا چاہیے کہ اس کلام مین کسقدر بلاغت
اعجازی ہی کہ سب صورتون کو تمام احتراز کے ساتھ شامل ہی اور یہ کلام سوائے اللہ تعالے عالم الغیب کے آدمی سے نہین ہو سکتا اور اسمین الٰہی علوم و اسرار وہ ہین کہ ہم
لوگون کی نظر وہان نہین پہونچتی اور جب بندہ اپنے رب تبارک وتعالے کی شان مین ہجرت پوری کرتا ہی تو اللہ تعالے اُسکو پوری نیکی و خوبی عطا
فرماتا ہی اور یہ وعدہ اسی دنیا مین ہی۔ **وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ**۔ اور ثواب آخرت بہت بڑا ہی یعنے دنیا کے وعدہ کے علاوہ اصلی
ثواب تو آخرت مین بفضل الٰہی ہی جسکو اللہ تعالے جل شانہ بڑا فرما دے اُسکو بندہ کیا خیال مین لاوے اور وہ جنت ہی جو کہ محل
دیدار رب تبارک وتعالے ہی اور اس سے ظاہر ہو گیا کہ دیدار الٰہی سے بڑھکر کیا چیز ہی اور اسکا اندازہ آدمی کے خیال مین نہین
ہو سکتا لہذا اُسکو بہت بڑا فرمایا ہی اور فرمایا۔ **لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ** کاش جانتے ہوتے کہ وہ اکبر ہی تو کافر و ظالم لوگ بھی ظلم نہ کرتے
اور وہ راہ مہاجرین و انصار کی اختیار کرتے اور ہزار جان سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع پر فدا ہوتے۔ اور ذکر کیا شیخ ابن کثیرؒ نے
عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب مہاجرین سے کسی کو اسکا حصہ دیتے تو فرماتے کہ لے اسکو اللہ تعالے تجھے
اسمین برکت عطا فرماوے یہ تو اللہ تعالے کا وعدہ ہی جو دنیا مین تجھے دینے کا فرمایا ہی اور جو ثواب تیرے لیے آخرت مین ذخیرہ ہی وہ بہت
افضل ہی پھر یہی آیت کریمہ والذین ہاجروا فی اللہ آخر تک پڑھتے۔ چونکہ ہجرت مین نفس پر مشقت برداشت کرنے مین صبر جمیل ہی اور اللہ تعالے
کی توفیق و عنایت پر بھروسا ہی لہذا رب تبارک وتعالے نے اُنکی شناخت مین بطریق مدح بڑھایا کہ **الَّذِيْنَ صَبَرُوْا** یعنے ایسے

اچھے بندے ہین کہ جنھون نے صبر کیا یعنے مشرکون کی اذیت پر اور وطن مالوف چھوڑنے اور مال واقربا سے منھ موڑنے اور تنہا بے زاد و توشہ و اسباب رہنے پر اور اللہ تعالے کی راہ مین جہاد مین جان قربان کرنے پر اور اولاد کا شہید ہونا دیکھنے پر اور طبیعت کی خواہشات ترک کرنے اور ثابت قدم رہنے پر اور مانند اسکے تمام باتون پر جنکا حاصل ہونا اللہ تعالے ہی کے فضل پر ہے۔ وَعَلٰی رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ اور اپنے رب تعالے ہی پر بھروسا کرتے ہین اُسکے سوائے کسی چیز پر انکا بھروسا نہین ہی لہذا کہا گیا کہ ابتداے سلوک مین سالک کو صبر لازم ہی اور انتہا سے انکو توکل حاصل ہوتا ہی۔ واضح ہو کہ پہلے تو بفعل ماضی انکا حال فرمایا کہ انھون نے ہجرت کی اور آخر مین بفعل مضارع فرمایا کہ ایسا کرتے ہین تو ان دو باتون کا فائدہ ہی ایک یہ کہ انھون نے ایک کام کیا اور اُسپر ثابت قدم رہتے ہین۔ دوم یہ کہ انھین کی پیروی مین دوسرون کو چاہیے کہ راہ الٰہی مین چلین اور پہچان یہی ہی کہ صبر کرتے اور توکل کرتے ہین تو انجام یہ ہوتا ہی کہ اللہ تعالے انکو اچھی طرح رزق غیب سے دیتا ہی اور اپنی مرضیات مین مقبول اور دنیا مین اچھی طرح رکھتا ہی والحمد للہ رب العالمین۔ واضح ہو کہ شروع کلام مین مشرکون و کافرون کا قرآن سے انکار کرنا اور رسول سے تعجب کرکے ملائکہ کی رسالت چاہنا ذکر کرکے انکا خسران و خسارت بیان فرمائی تھی اور مومنون مطیعین کا ماننا اور پیروی کرنا اور کلام الٰہی کا اقرار اور پیروی سے درجات بیان فرمائے۔ اب کافرون و مشرکون پر انکی سمجھ کے لائق حجت قائم کی ہر چند کہ قرآن و رسول پر کوئی چیز حجت نہین بلکہ یہ خود اوروں پر انکے لیے حجت ہین بس فرمایا۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِمْ ہو ہمنے نہین بھیجا تجھسے پہلے مگر مردون کو وحی بھیجتے تھے انکی طرف اس سے یہ غرض نہین کہ عورتین نہ تھین بلکہ یہ غرض کہ ملائکہ نہین بھیجے بلکہ آدمی بھیجے گر آدمیون مین سے بھی عورت کو بسبب نقصان کے رسول نہین کیا بلکہ فقط مردون کو رسول کیا ہی۔ یہ صریح ہی کہ کسی عورت کو رسالت کی وحی نہین بھیجی ولیکن مریم و مادر موسے وغیرہ رضی اللہ عنہا کو وحی بھیجی تھی جیسا کہ آیات اسپر دلیل ہین اور اس سے یہ ضرور نہین کہ وہ نبیہ ہو جاوین کیونکہ یہ وحی بطور رسول بنانے کے نہ تھی اور ہر وحی کچھ وحی نبوت نہین ہوتی ہی کیونکہ فرمایا۔ واوحی ربک الی النحل۔ یعنے شہد کی مکھی کو تیرے رب نے وحی کی۔ حالانکہ ہر شخص جانتا ہی کہ یہ وحی نبوت نہین ہو سکتی ہی غرضکہ قریش و کافرون پر اسطرح حجت قائم کی کہ آدم سے لیکر خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم تک انبیاء کا بھیجا جانا ثابت ہی اور ثبوت اسکا کبھی کبھی زمانہ مین کسی کسی قوم مین نہین بلکہ ہر قوم مین ہی کیونکہ ہر قریہ مین اللہ تعالے کا کوئی رسول آیا ہی جیسا کہ شہادت قرآنی موجود ہی اور یہ مت کہو کہ اسکا رسول ہونا ہمنے نہین مانا کیونکہ اتنا معلوم ہوا کہ رسالت مع معجزات کا دعوے ایک مرد کی طرف سے واقع ہوا اور اسکو مومن و کافر سب اقرار کرتے ہین اور یہ سب اقرارات مجموعہ ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین توریت و انجیل ماننے والون کے پاس موجود تھے تو جب خبر متواتر ہوئی تو قطعی یقینی ہوا و یہ شبہہ کہ شاید فرشتہ ہو دور کر لو چنانچہ فرمایا فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ سوم تم پوچھ لو اہل کتاب سے اگر تم نہ جانتے ہو یعنے اہل کتاب تمکو اپنے یہان کے متواتر اخبار بھی سُنا دینگے کہ جو نبی گزرا وہ مرد تھا فرشتہ نہ تھا۔ صرف اسی بات مین اہل کتاب سے پوچھنے کا حکم دینا مراد ہی یعنے یہ غرض نہین ہی کہ جب تمکو کسی بات مین شک ہو تم اہل کتاب سے پوچھکر مانو حتے کہ اگر اہل کتاب مین سے کافر لوگ نبوت محمدیہ سے منکر ہون تو بھی مان لو۔ بلکہ فقط اس بات کو پوچھو کہ اگلی امتون کے رسول آدمی تھے یا ملائکہ۔ شیخ حافظ امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب اللہ تعالے نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو رسول بھیجا تو عرب نے اس سے انکار کیا اور کہنے لگے کہ اللہ تعالے کی شان اس سے اعلے ہی کہ اسکا رسول ایک بشر ہو پس اللہ تعالے نے اُتارا قولہ اکان للناس عجبا ان اوحینا الی رجل منہم الآیہ۔ اور بیان فرمایا وما ارسلنا من قبلک الا رجالا الآیہ یعنے اگلے اہل کتاب سے سوال کرکے اطمینان کر لو کہ انکی طرف جو رسول بھیجے گئے وہ آدمی تھے یا ملائکہ تھے پس اگر وہ

کہ بشر تھے تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے مت انکار کرو- لکھا کہ یون ہی مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے ابن عباس سے روایت کیا کہ
اہل الذکر سے مراد اہل الکتاب ہین یہی قول مجاہد و اعمش کا ہے- عبد الرحمن بن زید نے کہا کہ ذکر قرآن ہی اور یہ بات اگرچہ خود صحیح ہی لیکن یہان
اسکے ارادہ کے معنے نہین ہین کیونکہ کافر لوگ اس سے منکر ہوکر پھر ثابت ہونے کے واسطے اُسی کی طرف رجوع نہ کرینگے اور اسی طرح قول امام
ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام کا کہ اہل الذکر ہم لوگ ہین یعنے اس امت والے اہل الذکر ہین تو یہ حقیقت مین صحیح ہی کیونکہ یہ امت تمام سابقہ امتون سے
علم مین بڑھکر ہی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت مین سے جو عالم ہوئے ہین وہ دیگر عالمون مین سے بہتر و افضل ہین جس حال مین کہ
سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر مستقیم رہے جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ابن عباس و حسن و حسین و محمد بن الحنفیہ و امام زین العابدین
علی بن الحسین اور علی بن عبد اللہ بن عباس اور ابو جعفر باقر اور جعفر بن محمد اور مانند انکے جو لوگ متمسک بسنت و قائم بصراط مستقیم تھے وہ ہر ایک
حقدار کا حق بعدل الٰہیہ پہچانتے تھے اور بندگان مومنین کے دل انپر مجتمع تھے- بالجملہ اس آیت مین مقصود یہ ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے
پہلے رسول بھی مثل آپ کے آدمی تھے کقولہ تعالے قل سبحان ربی ہل کنت الا بشرا رسولا- وقولہ الا ان قالوا ابعث اللہ بشرا رسولا- وقولہ ما ارسلنا
قبلک من المرسلین الا انہم لیاکلون الطعام الآیہ- وقولہ قل ما کنت بدعا من الرسل یعنے کہدے اے محمد کہ مین انوکھا نہین ہون رسولون سے- پس
حکم دیا کہ جسکو رسولون کے بشر ہونے مین متواتر اخبار پر اعتقاد نہو اُسکو چاہیے کہ اہل کتاب سابقین سے پوچھے- مترجم کہتا ہی کہ شیخ سیوطی
رحمہ اللہ تعالے و امام محی السنہ صاحب معالم التنزیل و جماعت مفسرین نے تصریح کردی کہ اہل کتاب سے فقط اسی سوال خاص کے پوچھنے کا
حکم ہی- قولہ تعالے **بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ** معجزات و کتابون کے ساتھ- زمخشری نے کشاف مین منجملہ وجوہ اعراب کے اول
یہ لکھی کہ اسکا تعلق ما ارسلنا کے ساتھ داخل تحت حکم استثنا مع رجالا ہی ای ما ارسلنا الا رجالا بالبینات والزبر- یعنی ہمنے نہین بھیجا تجھ سے پہلے
اے محمد مگر مردون کو معجزات و کتابون کے ساتھ- اور ایک یہ توجیہ لکھی کہ متعلق بمحذوف ہی گویا کہا گیا کہ رجال کو کس چیز کے ساتھ بھیجا تو فرمایا کہ بمعجزات
وکتب بھیجا- اور یہ بھی تجویز کیا گیا کہ نوحی کے متعلق ہو اور اس صورت مین بینات سے آیات کلامی مراد لینا چاہیے اس لیے کہ معجزات وحی کرنے
کے معنے نہین مگر یہ کہ کہا جاوے کہ وحی حق مقصود ہی- غرض کہ ہر حال مین اسکا تعلق فاسئلوا سے نہین ہی جیسا کہ بعض غیر مقلدین مدعیون نے
دعوے کیا اور یہ معنے لگائے کہ پوچھو اہل الذکر سے اگر تم نہ جانتے ہو پوچھنا ساتھ بینات و زبر کے یعنے تمہارا سوال اہل الذکر سے اسطرح ہو
کہ انسے بینات و زبر کی دلیل سے پوچھو- اور یہ اسوجہ سے غلط ہی کہ جن کفار مشرکین کو یہان خطاب ہی وہ لوگ بینات و زبر کو مانتے ہی نہ تھے
علاوہ اسکے انجان جاہل کیونکر دلائل سے سوال کر سکتا ہی اور اگر اہل الذکر نے جواب دیا تو وہ کیونکر جانے کہ یہ بینات و زبر سے ہی اور اسکو کیا
فائدہ ہو سکتا ہی اور اگر مجیب پر اعتماد کرکے سچ مانے تو پہلے ہی اُسپر کیون اعتماد نہو کیونکہ جو کوئی کسی شخص کو مستقل شارع سمجھکر اُسکا حکم پوچھے
تو وہ کافر ہی پس یہ تو بالاتفاق معلوم کہ مومن سوال کرے تو وہ شریعت کا حکم مانگتا ہی- اور جواب دینے والے عالم کا یہی کام ہی کہ اللہ تعالے
و رسول کے حکم سے جو اُسکے نزدیک علم ہی جواب دیدے اور عنقریب زیادہ توضیح آویگی انشاء اللہ تعالے- یہان خلاصہ کلام یہ ہی کہ اللہ تعالے
نے مشرکون پر قطعی دلیل سے رہنمائی و حجت قائم فرمادی جو کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے سے رسالت حق کا انکار کرتے اور تعجب کرتے
تھے اسطرح کہ رسولون کا بشر ہونا متواتر ہوگیا اور تم لوگ کیونکر متواترات سے منکر ہو اگر شک کرتے ہو جیسے آدمی یقینی بات مین کبھی شک
مین پڑجاتا ہی تو اہل کتاب سے پوچھو وہ اپنے علم سے اپنا یقین بیان کرینگے اور جب معلوم ہوگیا کہ انبیاء علیہم السلام بشر ہوتے آئے
ہین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اللہ تعالے نے مردون کو رسول کرکے معجزات و کتابون کے ساتھ بھیجا تو تم بے تردد محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو

رسول مانو اور ایمان لاؤ کہ اسی طرح اللہ تعالے نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم المرسلین فرمایا ہے چنانچہ فرمایا۔ **وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ** اور
نازل کیا ہم نے تجھپر اے محمد۔ **الذِّکْرَ** قرآن کو یعنے جو کہ غافلون کو ذاکر بناتا ہے۔ **لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ** تاکہ تو صاف بیان کر دے
لوگون کے لیے یعنے تمام لوگون عرب و روم و شام و ہند و چین و روس و یورپ و افریقہ و امریکہ عموما سب لوگون کے لیے بیان کر دے خود
اور بذریعہ اپنے اصحاب و تابعین و اتباع و مومنین کے قیامت تک۔ **مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ** جو ان لوگون کیطرف انکے رب نے نازل
فرمایا ہے اور وہ توحید و معرفت الٰہی ہے **وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ** اور تاکہ یہ لوگ فکر سمجھین۔ واضح ہو جس نے حواس کو جمع کر کے خالص
توجہ سے غور کیا اُسکو اللہ تعالے کی وحدانیت مین کچھ شک نہین ہو سکتا اور اللہ تعالے ہی ہادی ہے۔ یہان دو باتین سمجھ لینا چاہیے ایک یہ کہ
قرآن نازل فرمایا اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ تو اُسکو صاف بیان کر دے تو معلوم ہوا کہ حضرت صلعم کا بیان متوارث رہیگا چنانچہ
اوقات نماز کے اور عدد رکعات کے اور مانند اسکے مشہور متواتر چلے آتے ہین اور یہ بھی نکلا کہ جہان قرآن مین مجمل ہو اور حدیث سے توضیح ہو لا
اولیاء متقین کی سند سے حدیث صحیح کا بیان لیکر اُسپر عمل کیا جاوے اسی واسطے مقرری اصل ہے کہ حدیث مبین کو آیت مجمل پر مقدم کیا جاوے
اور یہ متفق علیہ ہے۔ دوسری بات یہان یہ ہے کہ جاہل بے پڑھا آدمی جو مرتبہ ایمان سے مشرف ہوا جب اسکو کوئی بات شرع کی معلوم نہو
تو عالم متقی سے پوچھے اور اسکی توضیح یہ ہے کہ اللہ تعالے نے اہل کتاب کو اہل الذکر قرار دیا بوجہ اسکے کہ ذکر یعنے کتاب سماوی اُنکے پاس تھی باوجود
دو کمتر کتاب پر چلتے تھے اور اہل قرآن ضرور اہل الذکر ہین کیونکہ اللہ تعالے نے آنحضرت صلعم پر ذکر یعنے قرآن نازل فرمایا اور آپ کے
اصحاب رضی اللہ عنہم نے تبلیغ رسالت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حصہ وافی پایا چنانچہ قولہ و انزل الیّ ہذا القرآن لانذرکم بہ و من بلغ۔ مین
ظاہر ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کی نیابت مین تبلیغ فرمائی اور بحدیث صحیح بلغوا عنی ولو آیۃ۔ مجھ سے تبلیغ کرو اگرچہ ایک آیت ہو اور بحدیث
انما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین۔ یعنی تم بھیجے گئے ہو آسانی کرنے والے اور نہین مبعوث ہو کے ہو سختی کرنے والے۔ اور بحدیث رب
مبلغ اوعی من سامع اکثر ہوتا ہے کہ جسکو پہونچائی گئی آیت یا حدیث وہ سُننے والے سے زیادہ سمائی رکھنے والا ہے غرضکہ استدلال صحیح واضح ہے کہ
اہل القرآن اہل الذکر اور حکم خدا و رسول کے پہونچانے والے تاقیامت ہین کہ میراث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی یہی علم ہے جیسا کہ صحیح حدیث مین
ثابت ہوا ہے پس جو ایمان لایا اور انجان ہے وہ حکم شریعت کو اہل الذکر سے پوچھیگا اگر نہین جانتا ہے بحدیث انما سبیل العی السوال۔ یعنی نہ جاننے والے
کی راہ یہی ہے کہ جاننے والے سے دریافت کرے پس ثابت ہوا کہ جو امام محمد باقر علیہ السلام وغیرہ سے آثار مین وارد ہوا کہ اہل الذکر ہم ہین یہی مراد ہے
کہ ذکر جو قرآن ہے اُسکے اہل ہم ہین اور نہ جاننے والے ہم سے سوال کرین مگر وہی سوال کرینگے جو قرآن پر ایمان لائے ہین اور مسئلہ کے حکم کا نکالنا
دلیل قرآن و حدیث سے ہے اور اجماع و قیاس ان دونون سے خارج نہین ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ احادیث متفرقہ کے معانی مین باہم سمجھکر معانی
و اصول سے توفیق پر سمجھنا آیات سے اجمال و تفصیل پر واقف ہونا اور ناسخ و منسوخ و عام و خاص و نص و ظاہر و مجمل و مفسر و محکم و متشابہ و خفی وغیرہ کا
ادراک کرنا عالم کا کام ہے اور انجان بے پڑھا عامی اُسکو نہین سمجھ سکتا اسکا یہی کام ہے کہ عالم سے سوال کرے کہ شریعت حق مین اس مسئلہ کا کیا حکم ہے اور
یہ کام نہین کہ مجھے دلائل بتلاؤ کیونکہ وہ سمجھ ہی نہین سکتا بلکہ اسکے لیے دلیل یہی ہے کہ سوال کرنے کا اُسکو حکم ہے پس اُسنے موافق حکم کے سوال کر کے اُسکے
مطابق عمل کیا اور تقلید کے یہ معنے کہ بغیر کسی دلیل و حکم کے جاکر کسی شخص کی بات مان لینا تو یہ معنی تقلید کے یاں نہین جاتے ہین پس عامی نے حکم کے
موافق عالم سے پوچھکر شریعت پر عمل کیا۔ پھر اللہ تعالے نے اس امت مین علماے مجتہدین پیدا کیے ہر ایک نے راہ الٰہی مین کوشش تبلیغ کی
اور مسائل کا حکم نکالا اور ہر ایک کے لیے اللہ تعالے نے ثواب جمیل وعدہ دیا اور مقصود یہی ثواب ہے اگرچہ باہم انمین اختلاف ہوا اور جسکو کچھ علم ہے

وہ جانتا ہے کہ ہر ایک صراط مستقیم پر ہے عامی آدمی ایمین بھی تردد کرتا ہے حالانکہ یہ بالکل صحیح ہے کہ سب راہ مستقیم پر ہین اور ثواب الٰہی سبکو حاصل ہی ور جسکو کچھ علم ہے وہ یہ بھی سمجھ جائیگا کہ ایک مسئلہ سے ملے ہوئے اور بھی اسکے متعلقات ہوتے ہین تو وہ اصل اور یہ اسکی فروع ہوتے ہین پس چاہیے کہ جس عالم سے اصل حکم لیا ہو فرع بھی اُسی کے موافق رکھے ورنہ لازم آئیگا کہ فرع دوسری اصل کے موافق لیتا ہے ہان یہ ہوسکتا ہے کہ عامی دوسرے مسئلہ مین ایسے عالم سے حکم پاوے اور اُسکو معلوم نہو تو وہ معذور ہے اسی واسطے یہ بہتر نظر آیا کہ کسی مجتہد کے اجتہادات اختیار کرلے لیکن اگر متقی عالم جس سے ان اجتہادات کو لیتا ہے وہ کسی مسئلہ مین ضعف پاکر احادیث صحیحہ کے موافق خلاف مجتہد کے بتلاوے تو عامی اُسکو ضرور مانے کیونکہ اُسنے مجتہد کے اجتہادات اپنے واسطے اختیار کیے تھے اور اللہ تعالیٰ نے اُسپر اہل الذکرین سے کسی کو معین نہین کیا تھا پس اس معنی مین مذہب حنفیہ و شافعیہ وغیرہ ہین ہر ایک مین اولیا اللہ گذرے ہین اور سب راہ مستقیم ایک ہین جو لوگ اسکے موافق شریعت سنت پر عمل کرتے ہین وہ باہم محبت رکھتے ہین اور جب کبھی دو شخصون کو باہم متعصب دیکھو تو سمجھو کہ یہ جاہل ابھی اسرار شریعت سے بدنصیب بلکہ ایمان سے غافل ہین۔ یہان سے ظاہر ہوا کہ فتح البیان کے مصنف نے جو اس مقام پر تقلید پر سخت کلامی کی جیسی اُسکی عادت ہے اور ایک لاطائل تقریر لکھی وہ علم سے نادانی پر مبنی ہے اور تجھکو چاہیے کہ بزرگان دین و علماء صالحین کے حق مین نیک گمان رکھے اور سب کے واسطے رحمہم اللہ تعالیٰ کہے اور ہمیشہ حدیث شریف کی تعظیم کرے اور اُسپر دل و جان سے مائل ہو کیونکہ فقہ کی کتابون مین فقط ظاہری اعمال جوارح کے مسائل ہین اور دین توحید مین بہت بڑا حصہ دل سے متعلق ہے وہ بغیر حدیث شریف کی مزاولت کے اور اسپر دل سے متوجہ ہوکر فدا ہونے کے میسر نہین ہوگا اور توفیق اللہ تعالیٰ ہی کیطرف سے ہوتی ہے بالجملہ اس آیت مین بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت پر ذکر نازل فرمایا جیسے پہلے انبیاء کو بینات یعنی حجتون و دلیلون و معجزات کے ساتھ اور زبر یعنی کتابون کے ساتھ متفرق بھیجا تھا ویسے آپ پر سب مجموعہ کردیا۔ ابن عباس و مجاہد و ضحاک وغیرہم نے بینات و زبر کی یہی تفسیر فرمائی ہے کما ذکرہ الامام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ۔ پس جس نے قرآن پاک کے ذکر سے نصیحت پائی اور بیان سنت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نور حاصل کیا اور اُس نے تفکر و تامل سے اپنا آغاز و انجام ہر ایک نے اپنی لیاقت و سمجھ کے موافق سمجھا وہ اہل الذکر و اہل معرفت سے ہوکر درجہ عالی پر پہونچا خواہ جاہل ہو یا عالم ہو ورنہ بہت پڑھے ہوئے غیر مقلد بیباک سخت دل ہوکر جاہلون سے بدتر ہو جاتے ہین اور بہت سے تقلید کرنے والے قرآن و حدیث و شریعت کے ظاہر و باطن اعمال و اسرار سے جاہل ہوکر گمراہ ہوتے ہین اللہم اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم الآیۃ والحمد للہ رب العالمین۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اتمام حجت و صریح طریقت اور قطعی ارشاد کے بعد انکار کرنے والون اور تکبر و سرکشی و مکر کرنے والون کو اپنے غلبہ قہر و قوی قدرت و علوی سلطنت سے خوف دلایا اور فرمایا۔ اَفَاَمِنَ الَّذِیْنَ مَکَرُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّخْسِفَ اللّٰہُ بِھِمُ الْاَرْضَ یعنی اب بھی اگر نہین مانتے اور غور نہین کرتے تو کیا کفر کے مکر و غرور مین بداعمالیان کرنے والے اس بات سے نڈر ہوگئے کہ اللہ تعالیٰ اُنکو زمین میں دھنسا دے یعنے جس نے پیدا کیا وہ جس طرح چاہے ہلاک کردے جیسے قارون کو اُسکی سرکشی پر اور حضرت موسی علیہ السلام کو ایذا دینے پر سزا ہوئی۔ اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگاہی اُسکے حلم و عفو کی ہے کہ گنہگار اُسکی مخلوق گناہ کرتے ہین اور دوسرون کو گناہ پر آمادہ کرتے اور زبردستی مجبور کرتے ہین اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھتا اور انکو رزق دیتا ہے حالانکہ اسکو سب طرح قدرت ہے چاہے انکو زمین مین ناپدید کردے اسطرح کہ اُنکے نیچے کی زمین شق ہو اور سب کو نگل جاوے۔ اَوْ یَاْتِیَھُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ یا اُنپر عذاب الٰہی ایسی راہ سے آوے کہ اُنکو شعور نہو مثلاً ابر چھاوے اور بجائے پانی کے اُنپر آگ برسے یا غذا اُنکے جسمون مین زہر قاتل ہو جاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین فرمایا

اور اسی برکت سے جب تک کچھ بھی ایمان رہیگا لوگ کفار و مسلمان ایسے عام عذاب سے ہلاک نہ کیے جاوینگے جو عذاب استیصال ہو حالانکہ گناہون کی
یہ کثرت جو اکثر ملکون مین پھیلی ہوئی ہی ایسے گناہون سے اگلی امتین عذاب سے ہلاک کردی گئین۔ اللّٰھم غفرانک۔ یہان دو باتین جان لینا چاہیے
ایک یہ کہ اکثر قومون کو رزق اُنکی بداعمالیون پر ملتا ہی چنانچہ مشکوۃ کتاب علامات قیامت کی بعض احادیث صریح ہین کہ قرب قیامت والون کو
زناکاری و بے ایمانی وغیرہ بداعمالیون پر رزق ملیگا اور یہ بات مشاہدہ ہی کہ جن لوگون کو رشوت و حرام پر رزق ملتا ہی اگر وہ اس سے پرہیز کرین تو اُنکے
رزق وجہ حلال مین برکت نہین ہوتی ہی جیسے بعضے بندون کو اللہ تعالے رزق حلال سے برکت دیتا ہی اور حرام اُنکے حق مین مضر ہوتا ہی اور یہ
ہر ایک کے حق مین مشیت الٰہیہ ازلی جاری ہی اور ہر چیز اُسی کے قبضۂ قدرت مین مسخر اور اُسی کے حکم قضا و قدر کے نیچے سر جھکائے ہی اگرچہ انکو
شعور نہوا اور دوسری بات یہ ہی کہ عام عذاب ایسی صورت سے کہ عذاب ظاہر ہو نہین آتا اور یہ ہوگا جب تک اللہ تعالے نے چاہا ہی
ولیکن بعضی قومین ایسی وجہ سے ہلاک کیجاتی ہین کہ اُنکو شعور نہین ہوتا۔ اور عام مرض وبا مین نیک و بد دونون قسم کے مرتے ہین پس بدکارون کو
جنکے دل سے ایمان دور ہوا ہی خوف نہین ہوتا کہ اُنکے حق مین عذاب ہی حالانکہ نیکون کے حق مین یہ موت عین رحمت ہوجاتی ہی اور یہ سب حدیث سے
ثابت ہی اور یہ بھی جان لینا چاہیے کہ مشرکین یہود و نصارے وغیرہ اگر حقیقت اسلام و توحید سے واقف ہوکر نہ مانین تو ہمیشہ عذاب مین مبتلا
ہون اور دنیا مین بھی اُنکو غلبہ نہو مگر جب تک مشیت تقدیری جاری ہو کوئی شخص اسلام کی طرف سے یہ کوشش نہین کریگا کہ انکو عام طور پر
واقف کرے بلکہ برعکس اسکے واقفان اسلام بسبب شہوات دنیاوی کے اُنھین سے موافقت کرتے ہین اور خواری کے ساتھ ایمان برباد کرکے
دنیاوی معیشت قلیل حاصل کرتے ہین اور کیا مشاہدہ نہین کرتے کہ اُنپر عذاب ایسی راہ سے آتا ہی کہ شعور نہین پاتی۔ اَوْ يَأْخُذَهُمْ فِي تَقَلُّبِهِمْ
یا اللہ تعالے اُنکو عذاب مین ماخوذ کرے اُنکے تقلب مین معنے تقلب کے لوٹ پوٹ جیسے سوتے مین کروٹین بدلنا۔ یا کسی حالت سے دوسری
شکل پر ہوجانا اور جیسے مقیم آدمی سفر کرے یا داؤن گھات سے کسی چیز کے حاصل کرنے مین اطوار بدلنا اور جیسے طرح طرح نعمتون مین شکلین بدلنا۔
یا ملکون مین طرح طرح کے تصرفات آمد رفت پیدا کرنا۔ بالجملہ وضع و حالت بڑھنے و ہٹنے وغیرہ سے جو تبدل ہو اُسپر تقلب صادق آتا ہی اب اس
مقام پر مفسرین کے اقوال ہین کہ مراد سفر و تجارت کی حرکت مین یا تقلب اُنکی خواہشون کے حاصل کرنے مین جو طرح طرح کے حیلون سے ہو
یا رات مین کروٹین بدلنے مین جبکہ نہایت اطمینان سے نڈر ہوتے ہین یا آمد رفت مین۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے ذکر کیا کہ قولہ فی
تقلبھم یعنے معائش اور اُسکے اشغال سفر وغیرہ جو کچھ کہ اللہ تعالے سے غافل کرنے والی چیزین ہین۔ قتادہ و سدی رحمہم اللہ تعالے نے کہا کہ
اُنکے سفرون مین۔ مجاہد و قتادہ و ضحاک نے کہا کہ اُنکے رات و دن کے تقلب مین بمانند قولہ تعالے افامن اہل القرے ان یاتیہم باسنا
بیاتا وہم نائمون اوامن اہل القرے ان یاتیہم باسنا ضحی وہم یلعبون۔ یعنے کیا نڈر ہوگئے ان شہرون والے اس سے کہ آجاوے اُنپر
ہمارا عذاب رات مین جب وہ سوتے ہین کیا نڈر ہوگئے ان شہرون والے اس سے کہ آجاوے اُنپر ہمارا عذاب دن چڑھے اس حال مین کہ
لعب مین مشغول ہین۔ لعب سے مراد ہر ایسے افعال جو اللہ تعالے و آخرت سے غافل کرکے بیفائدہ امور فانی مین مشغول کرین۔ قال المترجم
ظاہر یہ ہی کہ تقلب جملہ امور کو شامل ہی اور قول قتادہ رحمہ اللہ تعالے مین اسطرف اشارت بھی ہی وقد قال تعالے لا یغرنک تقلب الذین کفروا
فی البلاد متاع قلیل۔ یعنے تجھے دھوکا نہ دے یہ بات کہ کافر لوگ ملکون مین تقلب سے پھرتے ہین یہ متاع قلیل ہی یعنے روے زمین پر کافرون
کا ترسے پھرنا اپنی خواہش نفسانی کے موافق عیش کرتے پھرتے دیکھکر دھوکا نہ کھانا چاہیے کہ باوجود کفر و بداعمالیون کے یہ کیونکر اسطرح عیش و
ثروت کے ساتھ پھرتے ہین کیونکہ اللہ تعالے نے مخلوق کو پیدا کیا اور اُسکی حکمت وہی جانتا ہی پس چندروزہ دنیاے فانی کی متاع قلیل اُنکے پاس ہی

بالجملہ یہان انکو خوف دلایا کہ بخوف کیون ہو گئے کہ اللہ تعالےٰ انکو اُنکے تقلب مین ماخوذ کرے۔ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ تو وہ کچھ بھی اللہ تعالےٰ کو عاجز کرنے والے نہین ہین یعنے وزرہ بھی عجز نہین ہی بس حق عزوجل قوی قادر ہر طرح غالب وقاہر ہی تو بخوف ہونا بے معنے ہی بلکہ بخوف ہو کر چاہیے کہ اُسکے عذاب سے بچنے کے لیے طاعت کرین کیونکہ خوفناک ہونا بھی بغیر قصد ورضامندی کے موت ہی۔ اَوْ يَأْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ یا اُنکو گرفتار کرے اور حالت تخوف کے۔ قال الامام یعنی خوف کی حالت مین کہ اللہ تعالےٰ کے عذاب مین پکڑے جانے سے ڈرتے تھے کیونکہ خوف کی حالت مین پکڑا جانا زیادہ سخت ہی لہذا عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہی کہ اگر چاہون گرفتار کرون ایسی طرح کہ ایک کی موت سے دوسرا خائف ہو۔ اور یون ہی مجاہد وضحاک وقتادہ وغیرہم سے مروی ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ شاید مطلب یہ ہی کہ تخوف بمعنے تنقص ہی یعنے کمی کرنا جیسے ابن الاعرابی نے کہا کہ مالون وجانون وپیداوار مین گھٹانا یہانتک کہ تھوڑا تھوڑا کرکے سب ہلاک ہون۔ واحدی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ عامۂ مفسرین کے قول مین تخوف بمعنے تنقص ہی جیسے جانون مین اسطرح کہ قتل سے ہلاک ہوتے ہین یا مرتے رہین یہان تک کہ سب ہلاک ہون۔ مترجم کہتا ہی کہ جیسے قولہ تعالےٰ انا نأتی الارض ننقصها من اطرافها الآیہ یعنے ہمارا حکم آتا ہی کافرون کی مقبوضہ زمین پر کہ اُسکے اطراف وجوانب سے ہم نقص کرتے جاتے ہین یعنے مسلمانون کے قبضہ مین ہوتی جاتی ہی۔ بیضاوی رحمہ اللہ تعالےٰ نے اپنی تفسیر مین ذکر کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو منبر پر پڑھا اور فرمایا کہ اُسکی تفسیر کہو تو سب خاموش رہے مگر بنو ہذیل مین سے ایک بوڑھا آدمی کھڑا ہوا اور کہا کہ ہماری زبان مین تخوف بمعنی تنقص ہی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عرب کے اشعار مین بھی اسکا تذکرہ ہی اس نے کہا کہ ہان ہمارا شاعر کہتا ہی ؎ تخوف الرحل منها تامکا قردا + کما تخوف عود النبعة السفن یعنے ایسی قوی اونٹنی ہی کہ کجاوہ نے اُسکے جسم سے ناقص کر دیا کوہان بھرے ہوئے اونچے کو جیسے کم کر دیتا ہی نبعہ کی مضبوط لکڑی کو سوہان یعنے برابر اُسپر کجاوہ رہنے سے اُسکے کوہان کی جگہ کجاوہ کا نشان گیا ہی پس اسی مقام پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت کے اشعار محفوظ رکھو کہ تفسیر مین نہ بھٹکو گے۔ اور بعض نے اس قصہ کو اسطرح ذکر کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا تو اُنکے جواب کے بعد خود کہا کہ میرے نزدیک یہ ہی کہ مواخذہ ہو وقت کہ جب تنقص کرتے تھے اللہ تعالےٰ کی نافرمانیون سے پھر لوگ باہر گئے وہان ایک اعرابی نے ایک سے یہی محاورہ بیان کیا کہ مین نے اپنے رب کا تخوف کیا یعنے نافرمانی کی پس اُس نے واپس ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے ذہن مین بھی آیا تھا۔ حاصل اس مقام کا اوپر سے یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ سبحانہ نے اُنکو خوف دلایا زمین مین دھنس جانے سے یا آسمان سے عذاب نازل ہونے سے یا ایسی آفات سے جو اچانک حالت غفلت مین اُنپر طاری ہون یا انجام یہ ہی کہ ایسی آفات سے جو اُنپر آہستہ آہستہ آکر اُنکو ناقص کرین یہانتک کہ سب ہلاک ہون اور اسمین شک نہین کہ انسان خود اسی حالی مین ہی یہانتک کہ یکایک موت آتی ہی اور وہ اپنے کردار واعمال کے موافق اپنی جگہ رجوع کرتا ہی۔ بالجملہ اللہ تعالےٰ ان سب صورتون سے جو ہمارے ناقص خیالات مین آتی ہین بندون کو ضرور ماخوذ کر سکتا ہی اور جسطرح چاہے ماخوذ کرے ہر طرح قادر ہی اگرچہ ہماری سمجھ مین بھی نہ آوین ولیکن وہ حلیم وغفور ہی لہذا فرمایا۔ فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ یعنی ولیکن وہ مہلت دیتا ہی کیونکہ تمہارا رب بہت شفقت ومہربانی والا ہی۔ جلدی بندے کو ماخوذ نہین کرتا۔ واضح ہو کہ جو بندہ اپنے رب تبارک وتعالےٰ پر یقین کرے پھر اُس سے گناہ ہو جاوین اور وہ ڈرتا ہو تو اللہ تعالےٰ اُسپر رحم فرماتا ہی اُسکو اختیار ہی کہ گنہگار کو بلا حساب بخشدے اور یہ بھی یاد رکھو کہ عبادت کرنے والا اگر مغرور ہو تو وہ گنہگار خوفناک سے بُرا ہی اس لیے کہ غرور اللہ تعالےٰ کو بالکل پسند نہین تو ساری عبادت اُسکی اس گناہ غرور کے مقابلہ مین برباد ہی اور جس نے عالم مین اور اپنی ذات مین صحیح نظر سے دیکھا اُسکو صاف معلوم ہوتا ہی کہ حق تعالےٰ تمام مخلوقات پر قاہر ہی

اور اُسکے اختیارات سب اللہ تعالے کے قبضۂ قدرت سے جاری ہین اور ہر چیز اُسی کے حکم پر گردن جھکائے ہی چنانچہ بندون کو عالم کے
آیات مین نظر کرنے کے لیے ارشاد فرمایا بقولہ تعالے اَوَلَمْ يَرَوْا کیا اُنھون نے نہین دیکھا یعنے دیکھتے ہین مگر کچھ سمجھ نہین پاتے تو نہ
دیکھنے کے مثل ہو لہذا انکاری استفہام سے فرمایا کہ آیا اُنھون نے دیکھنے کی طرح نہین دیکھا۔ اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ہر ایسی چیز کو
جسکا سایہ پڑتا ہو اللہ تعالے نے اسکو پیدا کیا ہو یعنے نظر کی محسوسات سے زیادہ محسوس کیا ہوگا سو اللہ تعالے کی مخلوقات مین سے نظر سے دیکھنے
والی چیزون کو دیکھین کہ۔ يَتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ جھکتے و پھرتے ہین اُسکے سایہ کہ اول مین دن چڑھتے ایک حال پر ہوتے پھر بدلتے جاتے ہین
پھر دو پہر ڈھلے دوسری جانب بڑھتے جاتے ہین۔ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ داہنی جانب اور بائین طرفون سے۔ واحدی و زمخشری
نے کہا کہ یمین سے بھی داہنی طرفین مراد ہین بقرینہ شمائل اور چونکہ اسکو جمع کر دیا تو یمین جمع لانے کی حاجت نہ رہی جیسے۔ یولون الدبر بجائے یولون الادبار
کے۔ الحاصل دیکھو کہ ان چیزون کے سایہ مائل ہوتے ہین داہنی اور بائین جانبون سے۔ سُجَّدًا لِّلّٰهِ سجدہ کرتے ہوئے اللہ تعالے کو
وَهُمْ دٰخِرُوْنَ حالانکہ یہ سایے عاجزی کرنے والے ہین۔ زجاج نے کہا یعنے چیزین اللہ تعالے کی طاعت پر مجبول
ہین۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ جب ڈھلتا ہو آفتاب تو ہر چیز اللہ تعالے کے واسطے سجدہ کرتی ہو۔ ایسا ہی قتادہ و ضحاک و دیگر
ائمہ تابعین رحمہم اللہ تعالے نے کہا ہو۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے یہ بھی فرمایا کہ ہر چیز کا سجدہ اُسکا سایہ ہو اور فرمایا کہ پہاڑون کا سجدہ اُنکا سایہ
اور ابو غالب شیبانی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ سمندر کی موجین اُسکی تسبیح و صلوٰۃ ہین۔ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ اور اللہ تعالے ہی کے لیے سجدہ کرتا ہو جو کچھ ہو آسمانون مین اور جو کچھ ہو زمین مین دابہ سے
دابہ وہ چیز جو زمین پر حرکت کرے۔ قتادہ رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اللہ تعالے کی مخلوق مین سے کوئی چیز چھوٹی نہین مگر اُنکہ ہر چیز اسی کیواسطے
عبادت کرتی ہو خواہ خوشی سے خواہ کراہت سے۔ اقول مانند اسکے قولہ تعالے ولله یسجد من فی السموات والارض طوعا وکرها وظلالهم بالغدو
والآصال جسکی تفسیر پہلے گذر چکی ہو اور اہل معرفت کے نزدیک کچھ شک نہین ہو کہ مومن و کافر و جاندار و بیجان و جملہ مخلوقات سب اللہ تعالی
کے واسطے سجدہ کرتی ہو اور رغبت و کراہت کے معنے بھی واضح ہین اور مبارک انکو جو رغبت سے اللہ تعالے کی بندگی مین حاضر ہین اللهم اجعلنی منهم
اور جس نے پہچانا اُس نے جانا کہ لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير۔ الوہیت اُسی کے واسطے ہی اور کفر
و ہدایت کو اُسی نے پیدا کیا اور ہر چیز اُسی کی مخلوق ہی اور ہر ایک وہی کماتا ہو خواہ مومن ہوتا ہی یا کافر ہوتا ہی جو اُسکے واسطے رب تبارک
و تعالے نے مقدر فرمایا ہو اور وہ تمام مخلوق سے پاک ہی۔ آیت سے ظاہر ہوتا ہی کہ آسمانون مین علاوہ ملائکہ کے خود آسمان وغیرہ
اللہ تعالے کیواسطے سجدہ کرتے ہین یا یون تاویل کیجاوے کہ ملائکہ کو مخصوص کیا بقولہ۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ اور اُسی کو سجدہ کرتے ہین
ملائکہ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ اور وہ کچھ تکبر نہین کرتے مطیع بندے ہین۔ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ اس حال سے
کہ باوجود فرمانبرداری کے ڈرتے رہتے ہین اپنے رب کی عظمت و جلال سے کہ اُنکا عذاب و عتاب نہو اُنکے اوپر سے یا اُسکی بلندی شان و
عظمت سے جو سب مخلوق پر بالا ہی جیسے قولہ وهو القاهر فوق عباده۔ یعنے اپنی مخلوق پر عالی ہو اس سے ڈرتے ہین۔ وَيَفْعَلُوْنَ
مَا يُؤْمَرُوْنَ باوجودیکہ اُنکی صفت یہ ہو کہ کرتے ہین جو کچھ حکم دیے جاتے ہین یعنے اُنکی جبلت اسی طور پر پیدا فرمائی ہو۔ روایت ہی کہ
قرآن پاک مین اس مقام کا سجدہ زیادہ واجبی سجدات مین سے ہی۔ واضح ہو کہ اشیاء مخلوقات کا سجدہ کرنا اور اُنکے سایہ کا سجدہ کرنا
اہل نظر کے واسطے حقائق واقعیہ ہین اور جنکو نظر نہین ہو وہ متردد ہوتے ہین پس جلدی نہ کرین یہان تک کہ اللہ تعالے اُنکو نظر معرفت

عطا فرماے اور چونکہ آیات متشابہات وہ ہوتی ہین کہ اُنکا علم خاص ہی لہذا اس آیت کو متشابہات مین نہین لیا کیونکہ اہل بصیرت کو اسمین کچھ تردد نہین ہی اور مبتدیون کی ناسمجھی سے آیت متشابہ نہین ہو جاتی ہی فافہم ف فی العرائس قولہ تعالے وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم ۔ اللہ جلشانہ نے کتاب مجید کے مکنون حقیقی کو مخفی رکھا سب سے سواے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو انھین حقائق سے مخاطب فرمایا اور آپ ہی اُنکے واسطے رسول امین تھے تاکہ آپ ان حقائق کو ایسے بندون سے بیان کرین جو آپ سے استماع مین لائق معرفت و امانت ہین اور حق عزوجل نے انکو برگزیدہ فرمایا ہی اور انکو استعداد قبول حقائق ہی اور اُنکے کانون کو اس سماع کی اہلیت ہی اور اُنکے شہود غیب کے واسطے حاضر ہین اور اسرار عجیبہ کے لیے ہمہ تن گوش ہین تاکہ فکر سے جواہر علوم اس دریاے ناپیدا کنار سے نکالین اور ہمت عالیہ سے واصل بحضرت قدس ہون اور نااہل لوگون کے پاس اُنکو ضائع نہ کرین کہ درجہ امانت سے ساقط ہو جاوین ۔ مترجم کہتا ہی کہ قرآن مجید کے مخفی رکھنے سے یہ مراد نہین ہی کہ قرآن مجید سمجھا نہین جاتا کیونکہ حق تعالے نے اُسکو بالکل آسان کر دیا ہی سمجھنے والا ہونا چاہیے ہی اور ہر چیز بیان کر دی ہی سمجھنے والا چاہیے بلکہ مراد یہ ہی کہ ظاہر قرآن ہر آدمی کے واسطے عام ہی اور اُسی کی موافقت سے وہ راہ مستقیم پر ہو جاتا ہی اور جب اس راہ پر ادب سے مستقیم ہوا تو اللہ تعالے کے فضل سے قرآن پاک کا درجہ اعلےٰ اُسپر ظاہر ہوتا ہی جسکی لیاقت اُسکو پہلے نہ تھی اور اگر پہلے ہی سے بیان کیا جاتا تو اسکو فائدہ بھی نہ تھا کیونکہ کمال سننے سے نہین بلکہ حاصل ہونے سے ہوتا ہی اور حاصل ہونا اسی طرح ہی کہ پہلے درجہ کے آداب بجا لاوے لہذا حدیث طبرانی وغیرہ مین وارد ہوا کہ جو شخص عمل کرے اُسپر جو جان گیا ہی تو اللہ تعالے اُسکو علم اُسکا عطا فرماتا ہی جو نہین جانتا یعنی وہان جاننے سے علم نہین ہوتا بلکہ اللہ تعالے اسپر القا فرماتا ہی پس مقصود یہ ہوا کہ قرآن پاک کے حقائق و درجات ہین اور پہلا درجہ تو سب کے واسطے عموماً ظاہر و کافی ہی پھر اسکے بلند درجات عالیہ اور ہین ۔ ہمارے شیخ حقیقت مولانا السید تراب علی رحمۃ اللہ علیہ وعلے آبائہ مشائخہ الکرام نے لکھا کہ قرآن پاک کی حقیقت اگر ظاہر ہو تو بندہ معدوم و فنا ہو جاوے اور جب استعداد ہو جاتی ہی تو اللہ تعالے جلشانہ کی وہی ہوئی زندگی سے فیض عظیم پاتا ہی پس مراد شیخ العرائس رحمہ اللہ تعالے کی یہی ہی فافہم ۔ شیخ ابن عطا رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ مخلوق کی عقل کو قطع کر دیا کہ قرآن مجید کی فہم مین دخل دی سواے عقل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ کو حکم بیان کرنے کا دیا کہ آپ ہی احکام خلق بیان کرین اور آداب سے مرسوم فرما دین کیونکہ آپ ہر حال مین امین موتمن ہین ۔ اقول فے الحدیث انا امین من فے السماء یعنی امانت دار ہون اُسکا جسکی شان کبریائی بلند ہی یا جو مراد ہو واللہ سبحانہ اعلم ۔ اور حدیث صحاح مین اسرار و عجائب علوم ہین اور واضح ہو کہ اس زمانہ مین خالص نیت سے شرائط ادب کے ساتھ تھوڑا عمل اور بہت علم بہتر ہی جیسا کہ حدیث سے ثابت ہی لہذا اکابر مشائخ نے اکثر باتین بیان کر دی ہین ونرجو من اللہ فضلہ وہو ذو الفضل العظیم ۔ قولہ اولم یروا الے ما خلق اللہ من شیٔ الآیہ ۔ اسمین حق عزوجل نے اپنی عبادت سے تکبر کرنے والی مخلوق کی جہالت اپنے بندون پر ظاہر کر دی کہ وہ نہین دیکھتے کہ کیسے اُنکے سایہ اول و آخر وقت مین اپنے خالق عزوجل کو سجدہ کرتے ہین اور اگر یہ چیزین محل عقل مین ہوتین تو لوگون کو آگاہ کرتین اور اُنکی جہالت کا مقام بتلاتین کہ کسطرح اللہ تعالے کی عبودیت سے جاہل ہین کیونکہ تمام موجودات حتی کہ جمادات تک اپنے خالق عزوجل کو سجدہ کرتی ہین اور انوار تجلی عظمت آلہی اُنپر واقع ہونے سے ہر ایک اسکے لیے عجز و تضرع مین ہی چنانچہ مروی ہی کہ حق عزوجل جس چیز کے لیے تجلی فرماتا ہی وہ اسکے لیے خشوع کرتی ہی ۔ اسمین ایک معرفت کا بیان ہی وہ یہ ہی کہ جہان کہین نفس امارہ شیطانیہ کا مقام ہی وہان تکبر و سرکشی موجود ہی باستثناے ایسے شخصون کے جنھے حق تعالے کو حق کے ساتھ پہچانا اور حق کو حق کے ساتھ دیکھا تو اُنکے نفس اپنے رب کیواسطے خشوع و سجدہ کرتے ہین بعض مشائخ نے کہا کہ اللہ تعالے نے حیوان و جماد جس چیز کو پیدا کیا ہی وہ کوئی اپنے خالق عزوجل سے

نزاع نہین کرتے ہین سوائے انسان کے کہ اُسنے تکبر سے شروع کیا کہ اپنے واسطے علم قدرت وغیرہ اور اپنے لیے فرزیت وغیرہ ثابت کرتا ہے کیونکہ دعوے کرتا ہو کہ اہل و اولاد اُسکے ہین حالانکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کیواسطے ہی فافہم - جب مشرکون کے شبہات دور کردیے اور توحید بیان فرمائی تو زیادہ توضیح کے لیے شرک سے بدلائل منع فرمایا

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰـهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ

اور کہا اللہ نے نہ پکڑو معبود دو وہ معبود ایک ہی سو مجھ سے

فَارْهَبُوْنِ ۝ وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ

ڈرو اور اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمانون مین اور زمین مین اور اسی کا انصاف ہے ہمیشہ سو کیا اللہ کے سوا کسی سے

تَتَّقُوْنَ ۝ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ

خطرہ رکھتے ہو اور جو تمہارے پاس ہے کوئی نعمت سو اللہ کی طرف سے پھر جب لگتی ہے تمکو سختی سو اسی کی طرف

تَجْــــَٔرُوْنَ ۝ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۝

چلاتے ہو پھر جب کھول دی سختی تمسے تب ہی ایک فرقہ تم مین اپنے رب کے ساتھ لگتے ہین شریک بنانے

لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝

تا منکر ہو جاوین اُس چیز سے جو ہمنے دی سو برت لو آخر معلوم کرو گے

وَقَالَ اللّٰهُ یعنی اللہ تعالیٰ نے صاف حکم دیدیا بذریعہ رسولون کے کہ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰـهَيْنِ مت بناؤ دو معبود - کیونکہ معبود خالق ... ہو کہ جسمین سب کمال ہون اور سب سے ظاہر کمال ایک یہ ہو کہ وہ سب سے اعلے ہو اور جب ایک کے سوائے دوسرا بھی معبود مانا جاوے تو نہین ممکن ہو اس لیے کہ ان دونون مین سے ایک ہی ایسا ہوگا جو دوسرے سے اعلے ہو تو پھر دوسرا خالق نہوگا - اور جب خالق کی یہ شان ہو کہ جو کچھ چاہے جب چاہے سب پیدا کرے اور ہر چیز پر اسکو قدرت ہو تو ظاہر ہو گیا کہ دوسرے کسی کے واسطے یہ بات نہوگی اور کچھ بھی ضرورت غیر کی نہین ہو بس صاف معلوم ہوا کہ دو خالق ہو ہی نہین سکتے ہین تو اب جو کوئی مشرک دو خالق کا قائل ہو اُس نے صرف اپنے ذہن مین بنا لیا اور حقیقت مین قطعی دلیل سے دوسرا نہین ہو سکتا ہو اور جب دو نہین ہو سکتے ہین تو زیادہ کیونکر ہونگے پس معلوم ہو گیا کہ جس نے دو معبود اپنی رائے سے بنا لیے یعنی سمجھ لیے وہ بڑا احمق ہو لہذا ایسے احمقون کی تنبیہ کرنے کو صاف فرما دیا کہ مت بناؤ دو معبود - پھر زیادہ فضیحت و نفرت دلانے کو فرمایا - اثْنَيْنِ دو - یعنے اِلٰـهَيْنِ صیغہ تثنیہ ہی پھر بھی اثنین فرمایا تو زیادہ تفضیح اسکے رائے کی ہو جو معبود بناوے دو - اکثر مفسرین نے کہا کہ یہ تاکید ہو اور معنے اسکے یہی ہین کہ تاکید سے مقصود نہایت نفرت دلانا اس رائے سے ہی اور یہ بھی فائدہ ہوا کہ الٰہ واحد کا ماننا ضرور ہی صرف شرک کرنا منع ہی اور جن لوگون نے معبود واحد جلشانہ سے انکار کیا اُنکی حماقت اس درجہ بڑھی ہوئی ہی کہ انھون نے دو نہین بلکہ ہزارون لاکھون خالق بنا لیے کیونکہ ہر چیز کا وجود اسی کی ذات سے قرار دیا اور باوجودیکہ ہر ایک کو فانی دیکھتے ہین پھر اسکو خالق جاننا اس درجہ سخت حماقت ہو کہ کسی آدمی کی عقل مین انکی حد نہین متصور ہو سکتی ہو لہذا خالق کے ساتھ غیر کو شریک کرنے سے منع کر دیا اور صاف بتلا دیا - اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وہ تو فقط اللہ ایک ہو - اُسکی شان ہر کمال مین اعلے ہو وہ سب قدرت والا ہو کسی کی اُسکے سامنے کچھ ہستی نہین ہو جب عظمت و جلال اسکا سمجھے تو پھر مخاطب کر کے اُسنے کلام فرمایا بقولہ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ

سو تم بھی سے ڈرتے ہو۔ کیونکہ سب کچھ اُسی کے قبضۂ قدرت مین ہو کسی دوسرے مین کچھ طاقت نہین ہو لہذا تصریح فرمائی۔
وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اُسی کے ملک وخلق و بندے ہین جو کچھ آسمانون وزمین مین ہو یعنے جہانتک تمھاری نظر کام
کرے اُسکو مخلوق اُسی کی جانو اور اللہ تعالے دانا ہو کہ اُسکی مخلوق کسقدر وسیع ہو اور وہ جو چاہے پیدا کرے غرضکہ وہی خالق ہو سب اُسی کے
قبضۂ قدرت مین مسخر ہو وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا اور اُسی کے لیے ہو طاعت ہمیشہ یعنے جو چیز مخلوقات مین سے ہو ہر حال مین ہمیشہ اُسی کے
واسطے مطیع ہو واصب بمعنی دائم جیسا کہ ابن عباس ومجاہد وعکرمہ ومیمون بن مہران وسدی وقتادہ وغیرہم سے مروی ہو اور اسی معنی مین ہو
قولہ تعالے ولہم عذاب واصب ای دائم یعنے کافرون کے لیے ہو عذاب دائمی۔ اور ابن عباس سے ایک روایت مین بمعنے واجب آیا ہو
مجاہد رحمہ اللہ تعالے سے بمعنے خالص آیا۔ کذا ذکرہ الحافظ اور مترجم کہتا ہو کہ جب اسی کے لیے طاعت دائمی ہوئی تو واجب ہوئی اور
خالص بھی ہوئی کیونکہ کسی غیر کی طاعت تو کسی وقت وکسی حال مین نہ پائی گئی پھر ظاہر ہو کہ طاعت اُسی کے لیے واجب و خالص ہوئی۔ اور
یہین سے ظاہر ہو کہ اللہ تعالے نے جس سے ہدایت و توحید چاہی وہ اُسی پر ہو اور ہم اللہ تعالے سے گمراہی سے پناہ مانگتے ہین اور
اگر وہ چاہتا تو سب کو ایک راہ پر کرتا۔ بالجملہ ہر ایک چیز و آدمی اور جو کچھ مخلوق ہو سب اُسی کے حکم پر مقہور و مسخر و مطیع ہو یعنے جسطرح اُسنے
چاہا ہر ایک اُسی پر ہو تو کسی کو یہ مجال نہین کہ سوائے اللہ تعالے کے قبضۂ قدرت کے خود رہا ہو تو کوئی خود مختار نہین ہو لہذا فرمایا
اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ سو کیا تم سوائے اللہ تعالے کے غیر سے ڈرتے ہو یعنے اُسی پر تقوے کرو اور بت وجن وفرشتہ و
آدمی کسی چیز کو قادر مت سمجھو۔ پھر ظاہری نظر مین آدمی کو نفع وضرر دوسرون کی طرف سے معلوم ہوتا ہو اور شبہہ مین پڑتا ہو کہ نفع دینے والا
یہ شخص ہو یا ہمکو ضرر پہونچانے والا وہ ہو لیکن جنکو اللہ تعالے نے عقل دی ہو وہ اس بارہ مین غور کرتے ہین اور جب غور کیا تو انکو یہان
دو باتین ظاہر ہوئین ایک یہ کہ دینے والا اللہ تعالے ہو اور اُسی کے تصرف سے اس شخص سے یہ فعل ہوا خلاصہ یہ کہ فاعل حقیقی اللہ تعالی ہو
اور درمیان مین یہ شخص جو نافع نظر آیا اُسکے حق مین بھی اللہ تعالے کا احسان ہوا کہ اُسکو کار خیر کا کمانے والا بنا دیا جیسے ظالمانہ ضرر کے ظاہری
فاعل پر اللہ تعالے کا قہر ہو کہ اُسکو بدی کا کمانے والا بنا دیا۔ دوسرے یہ کہ خود مختار فاعل یہی شخص ہو۔ پھر ان دونون باتون کو اُس نے
عقل سے صحیح دلائل وصاف بیان سے جن مین خیالی خواہش کو دخل نہو ثابت کرنا چاہا تو دوسری بات ثابت نہوئی کیونکہ ہزارون دلائل سے
یہ بالکل بدیہی ہو کہ آدمی اپنے کامون ومرض وصحت وفقر وتونگری مین خود مختار نہین ہو اور اُسکو صریح دلیل سے یہ بات واضح ہو کہ اللہ تعالے کو
کمال قدرت ہو تو صریح معلوم ہوا کہ وہی فاعل حقیقی ہر فعل کا ہو پھر یہ وہم جو بعضے جاہلون کو ہوا کہ بُرے کامون کا پیدا کرنے والا وہ ہو تو
قبیح نام اُسکی طرف منسوب ہوگا اور جس آدمی نے چوری کی وہ چور نہوگا تو جواب یہ ہو کہ جس شخص کے اندر چوری کا فعل ہو وہ چور ہو اور خالق
اس فعل کا چور نہین ہو یعنے کسی چیز کے پیدا کرنے سے بدی نہین بلکہ اُس چیز کے کمانے سے بدی ہو مثلاً بدشکل وہ شخص ہو جسکی صورت خراب ہو
اور وہ نہین ہو جس نے پیدا کر دیا اور اس سے زیادہ بعضے جاہل گفتگو کرتے ہین کہ پھر اسکو بدشکل کیون کیا اور دوسرے کو خوبصورت کیون کیا
تو ایسے احمق کو سمجھانا چاہیے کہ اس بے انتہا عالم پر نظر کرے اور پھر اپنی طرف دیکھے کہ جس نے اس عالم کو پیدا کیا وہ بے انتہا حکمت والا ہو
اور تیری ہستی اسقدر نہین ہو کہ تو اس حکمت کو تمام گھیر کر سمجھ لے اور یہ بات بالکل بدیہی ہو تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالے کی حکمت وہی جانتا ہو
جب یہ معلوم ہو گیا تو خلاصہ یہ ہوا کہ نفع پہونچانا اور ضرر پہونچانا حقیقت مین کسی شخص کے اختیار مین نہین ہو کسی دوسرے سے ڈرنا بیکار ہو
ہان اللہ تعالے نے جس آدمی کے اندر احسان پیدا کیا کہ اُس نے تیرے ساتھ نیکی کی تو تجھکو صاف معلوم ہوا کہ اللہ تعالے نے اُسپر فضل کیا

پس تجھے لازم ہے کہ اُسکا شکر ادا کرے لہذا حدیث میں ہے کہ اللہ تعالےٰ کا شکر نہ ادا کیا جس نے آدمیوں کا شکر ادا نہ کیا۔ یوں ہی جسکی طرف سے
تجھے ضرر و بدی پہونچے تو نے سمجھ لیا کہ الحمد للہ کہ ظالم و بدکار مجھے نہیں بنایا جیسا کہ اُسکو قہر سے بنا دیا پھر یہ البتہ چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے دُعا کرے
کہ وہ فلاں موذی کو مجھ پر مسلط نہ فرما دے۔ پس آدمی کو چاہیے کہ اللہ تعالےٰ سے ڈرتا رہے اور اُسی سے اپنے حق میں بھلائی چاہے
کیونکہ بالیقین نفع و ضرر اُسی کے اختیار میں ہے لہذا بیان فرما دیا۔ وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ اور جو کچھ تمہارے ساتھ ہے
کوئی نعمت ہو تو وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے۔ کسی غیر کی طرف سے نہیں ہے لیکن جس بندے کو تیرے لیے محسن بنایا وہ اُسکے واسطے
نعمت دیدی تو احسان کرنے والے کو چاہیے کہ اللہ تعالےٰ کا بڑا شکر ادا کرے کہ تیرے اوپر احسان کرنے کی صفت اس میں پیدا کر دی
ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَإِلَيْهِ تَجْأَرُونَ پھر جب تمکو ضرر پہونچا یعنے مرض و محتاجی وغیرہ جو چیز انسان کو تکلیف و سختی میں ڈالے
تب تم اسی کی طرف پناہ ڈھونڈھتے ہو۔ مجاہد و سدی وغیرہ نے کہا کہ اُسی کی طرف گڑگڑا کر دعا مانگتے ہو سو واضح ہو کہ عرب زیادہ سختی
کیوقت اللہ تعالےٰ ہی سے دعائیں مانگتے اور جب امن ہوتے تو بتوں کی پوجا کرتے تھے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ہر آدمی تکلیف کے وقت
اپنے رب رحیم کی طرف التجا کرتا ہے۔ گویا اُسکی نظر کو بخوبی ٹھیک کر دیا کہ مرض و قحط اور وبا وغیرہ بہت سے بے اختیاری امور ہیں کہ انمیں کچھ تمہاری
تدبیریں و حیلہ کام نہیں کرتے ہیں جیسے آسانی و فراخی کے وقت نعمتوں کے پہونچنے میں تو تم دوسروں کی طرف سے اور اپنی قوت سے خیال
کرتے ہو مگر سختی و بیماری میں تو سمجھو کہ جہاں کسی کی قوت اور تمہاری طاقت کچھ کام نہیں کرتی ہے پھر جیسے یہ ویسے وہ سب کچھ اللہ تعالےٰ ہی کیطرف
سے ہے اور اُسنے ہر ایک کو اُسکے اعمال کے لائق اور اُسکی دنیا و آخرت کی بھلائی کے لائق سختی و آسانی دی ہے خلاصہ یہ کہ اس کلام میں گویا تنبیہ
کر دی کہ اُسی کی طرف التجا کرتے و دعائیں مانگتے ہو اور بیشک اُسی سے التجا کرنا چاہیے تو ہر حال میں اُسی کی طرف رجوع لاؤ کسی دوسری
چیز کو یا تدبیر کو کیوں شریک کرتے ہو۔ ثُمَّ إِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنكُمْ پھر جب اُس نے ضرر کو دور کر دیا تبھی إِذَا فَرِيقٌ مِّنكُم
تو یہ دیکھو کہ ایک فریق تم میں سے یعنے جاہل مشرک لوگوں کا گروہ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ اپنے رب کے ساتھ جو بالکل قادر مطلق ہے اُسکے
سوائے کسی میں قدرت نہیں اُسکے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں یعنے یہ نظر نہیں رہتی کہ اُسی رب عزوجل نے ضرر دیا اور پھر اُسی نے دور کر دیا
بلکہ اُسکے خلاف شرک کی نظر کرکے شرک کرتے ہیں مثلاً بعضے کہتے ہیں کہ فلانے دیوتا کی ماننا کی تھی فائدہ ہوا یا فلانی درگاہ پر بے ادبی ہوئی تھی
جب چڑھاوا کر لیا تب اُنھوں نے چھوڑا یا کہتے ہیں کہ فلاں دوا سے بہت فائدہ ہوا اور فلاں حکیم نے اچھا کر دیا اور ہم نے یہ تدبیر کی اور اُسنے
یوں کیا اور ہم نے یہ کیا غرضکہ جو باتیں اس دنیا میں اللہ تعالےٰ نے ایسی عجیب قدرت سے رکھی ہیں کہ مشرک اُنکو اپنی نظر میں دیکھتا اور موحد
اپنی نظر میں پاتا ہے بس کافر مشرک تو انھیں چیزوں میں سے کسی چیز کو یا تدبیر کو یا کسی فعل کو تاثیر کرنے والا سمجھتا اور شرک کماتا ہے اور توحید والا
اپنے رب تعالےٰ کی ہدایت سے اللہ تعالےٰ عزوجل کے سوائے کسی چیز کو قادر و خالق و موثر نہیں جانتا ہے اور کافروں مشرکوں کو اللہ تعالےٰ
نے ہدایت نہیں دی اور نہ اُسکو خواہش ہے تو وہ گمراہی کی نظر سے شرک دیکھتے ہیں۔ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ تاکہ کفر کریں یعنی یہ نظر
اُنکی کفر کا سبب ہوا تاکہ ہو جاوے اُنکا حال کہ کافر ہوں یا انجام اُنکا یہ کہ کافر ہوں یعنے ناشکری کریں اُس نعمت کی جو ہم نے اُنکو دی۔ گویا بجائے
شکر نعمت کے اُنکی طرف سے کفر ہوتا ہے۔ جب اسطرح واضح اُنکو سمجھا دیا تو پھر جھڑکی سے خطاب فرمایا بقولہ۔ فَتَمَتَّعُوا پس چند روز تمتع اُٹھاؤ
فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ عنقریب تم جان جاؤگے کہ انجام اس شرک و جہالت کا ایک بڑا دُکھ کا جہنم ہے۔ واضح ہو کہ اہل توحید ان آیات کو
پڑھتے ہیں اور اپنے رب عزوجل کا شکر ادا کرنے میں جان فدا کرنے کا قصد کرتے ہیں اور عاجز ہو جاتے ہیں کہ رب جلشانہ نے اُنکو عقل و حواس

وہدایت عطا فرمائی ہو اسی واسطے قرآن پاک انھین کے حق مین ہدایت و شفا ہو اور وہی ڈرتے ہین کہ کہین ہم سے نعمت ایمان نہ چھین جاوے کیونکہ رب تبارک و تعالے غنی حمید ہو پس جب وہ نعمت ایمان کو ایسا عزیز جانتے ہین اور ڈرتے ہین تو اب کریم ارحم الراحمین اُنکی خطاؤن و گناہون کو بخشدیتا ہو اور انجام بخیر فرماتا ہو والحمد للہ رب العالمین۔ **ف** — عرائس البیان مین اس مقام پر عوام کے سوائے خاص لوگون کے واسطے دقیق نظر کا شرک بتلادیا چنانچہ قولہ تعالے قال اللہ لا تتخذوا آلھین اثنین الآیہ کی تحت مین لکھا کہ اس سے یہ بھی ظاہر ہو کہ جو کوئی اللہ تعالے کے سوائے دوسری چیز پر محبت کی نظر ڈالے اور اُسکو اختیار کرے تو وہ بھی دو خدا بنانے والون کے حکم مین شامل ہو کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ افرأیت من اتخذ الٰھہ ھواہ۔ تو نے دیکھا کہ جس نے بنا لیا اپنی خواہش کو اپنا معبود۔ یعنے رب تبارک و تعالے کی معرفت جسکو حاصل ہوئی اُس نے اُسی کو اختیار کیا اور جب کسی نے اُسکے سوائے دوسری چیز سے دل لگایا تو شرک کیا اور واضح ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت اسی واسطے عین ایمان ہو کہ اللہ تعالے کی رضامندی حاصل ہونا اسی طرح ہو جیسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رضامندی جب حاصل ہوگی کہ جہانتک ممکن ہو آپ کے حکمون کی بجا آوری مین کوتاہی نہ کرے اور جس شان سے آپ نے دنیا بسر کی ہو اُسی طرح اسی راہ میں آپ کے پیچھے پیچھے چلے اور آپ کے یارون کو اور اولاد کو بلکہ عرب کو آپ ہی کے واسطے محبوب رکھے اور زیادہ توضیح مترجم نے قولہ تعالے والذین آمنوا اشد حبا للہ۔ کی تحت مین بیان کردی ہو۔ اور واضح ہو کہ مان باپ و اولاد وغیرہ کی محبت یہ سب ہوتی ہین مگر اللہ تعالے کی محبت تمام دلکو گھیرے ہو اور اللہ تعالے ارحم الراحمین ہو تو ان سب پر آدمی کو شفقت و ترحم ہوتا ہو مگر اللہ تعالے ہی کے واسطے ہوتا ہو اور یہ بات رفتہ رفتہ ٹھیک ہوتی ہو بلکہ آدمی لوکافرون و مشرکون پر اسوجہ سے ترس کھاتا ہو کہ یہ لوگ افسوس ہو کہ اللہ تعالے کے عذاب میں دوڑے جاتے ہین اور جب اللہ تعالے کی قدرت کو خیال کرتا ہو تو اپنے رب تعالے کی محبت مین مطمئن ہو جاتا ہو۔ شیخ رحمہ اللہ تعالی نے کہا کہ جسنے بحر وحدت کا مزا چکھا تو اُس سے دوجہان کا تعلق ساقط ہو جاتا ہو اور اللہ تعالے کی فردانیت سے متفرد اور اسی کی وحدانیت کے ساتھ موحد ہو جاتا ہو۔ شیخ ابو عثمان رحنے فرمایا کہ تیرا رب تجھے منع فرماتا ہو کہ تو دو رب بناوے یا اُسکے ساتھ کسی کو شریک بناوے اور جب تو نے اپنے خدا بنالیے اور اُسکے ساتھ شریکون کا مدعی ہوا تو پھر توحید کیونکر تجھ سے درست ہوگی یعنے جب کہ تو اپنے نفس کے احکام بجالاتا ہو اور اپنی طبیعت کی خواہشون و ارادون پر چلتا ہو اور مخلوق کی بندگی کرتا ہو تو ایسی حالت مین محل عبودیت آلہی تک تیرا گذر کہان سے ہوگا۔ پھر اللہ تعالے نے مشرکون کے قبائح اعمال مین سے ایسے افعال بیان فرمائے جن سے ظاہر ہوتا ہو کہ انھون نے ناسمجھی سے دو خدا سے بڑھکر بکثرت خدا بنالیے اور صرف بتون پر منحصر نہین بلکہ طرح طرح کے وجوہ سے اللہ تعالے سے اعراض کیا اور غیرون سے بھی گزر کرکے اپنے نفس کی پرستش کی ہو قال تعالے

وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ تَاللَّهِ لَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنتُمْ

اور ٹھہراتے ہین ایسون کو جنکی خبر نہین رکھتے ایک حصہ ہماری دی روزی مین سے قسم اللہ کی تمسے پوچھنا ہو

تَفْتَرُونَ ۝ وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهُ وَلَهُم مَّا يَشْتَهُونَ ۝

جو جھوٹھ باندھتے تھے اور ٹھہراتے ہین اللہ کو بیٹیان وہ اس لائق نہین اور آپ کو جو دل چاہے

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ۝

اور جب خوشخبری ملے ایسے کسی کو بیٹی کی سارے دن رہے اُسکا منھ سیاہ اور جی مین گھٹ رہا

يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ

چھپتا پھرے لوگون سے مارے بُرائی اس خوشخبری کے جو سنی اُسکو رہنے دے ذلت قبول کر کر یا اُسکو داب دے مٹی مین سنتا ہی بری چکوتی کرتے ہین

لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

جو نہین مانتے پچھلے دن کو انھین پر بُری کہاوت ہے اور اللہ کی کہاوت سب سے اوپر اور وہی ہے زبردست حکمت والا

ع ۱۳

وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ اور بناتے ہین یعنے واقع مین تو کچھ نہین ہی مگر یہ لوگ اپنی طرف سے بناتے ہین اور چونکہ یہ کچھ بنا نہین سکتے لہذا صرف اپنے اعتقاد مین تصور باطل باندھکر اُسپر عمل اسطرح کرتے ہین کہ لگاتے ہین ایسی چیز کے لیے جسکی حالت سے واقف نہین ہین یعنی بتون و جن وغیرہ کے لیے جنکو اپنی نادانی سے موثر و قدرت والا سمجھتے ہین یا لا یعلمون سے خود بت وغیرہ مراد ہون اور صیغہ بطور جمع ذی عقل کے صرف مشرکون کے دعوے کی وجہ سے ہو یعنے بناتے ہین مشرکین واسطے ایسی چیزون کے جو جانتے نہین ہین - اول اولی ہی یعنے مشرکین اپنی نادانی سے بغیر کسی حجت و برہان کے حصہ لگاتے ہین ایسی چیزون کے لیے جنکا شریک ہونا کسی علم سے نہین جانتے صرف اپنی جہالت سے شیطانی وسوسہ پر سمجھ لیا ہی نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ حصہ ایسی چیز سے جو ہم نے اُنکو رزق دیا ہی - خلاصہ یہ کہ اللہ تعالے نے اُنکو اپنی طرف سے رزق دیا اور وہ اُس رزق مین سے ایسی چیزون بتون وغیرہ کا حصہ لگاتے ہین جنکے شرک پر اُنکو کچھ بھی علم نہین ہی سدی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ جیسے فرمایا - ہٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا - یعنے مشرکین کہتے کہ یہ اللہ کا ہی اپنے زعم کے موافق اور یہ ہمارے بتون کا ہی - قتادہ رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ یہ مشرکین عرب کا حال ہی کہ اموال کے [illegible] کر کے ایک حصہ اپنے بتون و شیاطین کے واسطے مقرر کرتے - مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے کہا اللہ تعالے اُنکا خالق و رازق ہی اور اُسی سے نفع و ضرر ہی اور وقت ضرر کے اُسی کی طرف التجا کرتے پھر اللہ تعالے کے دیے رزق مین سے ایسی چیزون بتون و شیاطین کا حصہ لگاتے جنکا نفع دینا یا ضرر دینا نہین جانتے تھے - تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ قسم ہی اللہ عزوجل کی کہ تم پوچھے جاؤ گے اس سے جو تم جھوٹ باندھتے ہو - اسمین سخت تہدید ہی - اور دیگر آیات مین مشرکون کا یہ دعوے بھی بیان کیا کہ کہتے کہ ہمکو اللہ تعالے نے اسکا حکم دیا ہی اور یہ اللہ تعالے پر افترا تھا - واضح ہو کہ اللہ تعالے جلشانہ کی ذات و صفات و اُسکے لائق حالات مین رائے کو دخل نہین اور تصور کی مجال نہین تو جب اُنھون نے بتون و شیاطین کے ساتھ شرک کیا تو یہ بہت کھلا شرک ہی اور اپنی رائے سے کیا تو اپنے نفس کو خدا بنا لیا جسکے حکم سے یہ اعتقاد کیا پھر جو اللہ تعالے نے رزق دیا اُسکو خاص اسی کی طرف سے نہ سمجھے بلکہ اپنی کمائی سے اور یہ شرک ہی پھر اسمین تصرف اپنی رائے سے پھر خلاف واقع پھر اللہ تعالے پر افترا کر کے پھر رسول کی مخالفت پر انکار و جدال غرضکہ بے تعداد شرک و قبائح اُنکے اس فعل مین موجود ہین لہذا علما نے بہت منع کیا کہ کوئی شخص اپنی رائے سے کسی چیز کو شرع نہ بناوے اور خوبی و برائی کسی چیز کی اپنی رائے پر نہ رکھے حتی کہ بعض نے کہا کہ اگر کوئی گناہ کرے تو اس سے بہتر ہی کہ کسی چیز کو رائے سے شرع بناوے اور مترجم کہتا ہی کہ یہ اسوجہ سے ہی کہ گناہ سے آدمی کافر نہین ہوتا بخلاف اُسکے اگر رائے سے اُس نے دعوے کیا کہ یہ کام ثواب کا عمدہ ہی یا یہ عذاب کا ہی تو اُس نے دعوے شریعت کیا اور ثواب و عذاب اللہ تعالے نے مقرر فرمایا ہی حکم اُسی کی شان ہی - پھر اسی قسم کا ایک قبیح فعل اُنکا یہ بیان فرمایا - وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ اور بناتے ہین اللہ تعالے کے لیے لڑکیان - یہ کفار عرب کمال جہل و عداوت سے کہتے کہ ملائکہ اللہ تعالی کی لڑکیان ہین حالانکہ ملائکہ ایک مخلوق الٰہی نورانی ہی نہ مرد ہین نہ عورت ہین اور مردون کی شکل مین اکثر اوقات ظاہر ہوئے مگر عورتون کی شکل مین کبھی ظاہر

ہونا ثابت نہین ہوا ہی۔ یہ قول بنو خزاعہ وکنانہ کا تھا۔ واضح ہو کہ جبل کے یہان بھی وہی معنی ہین کہ اپنے اعتقاد اور قول مین ایسا ٹھہراتے
ہین ورنہ اُنکے بنانے سے کچھ نہین ہو سکتا اور نہ واقع مین ہی۔ پھر یہ اعتقاد جناب باری تعالے مین نہایت قبیح ہی اور دعوے علم غیب کفر ہی
رسل سے ٹھہرانا کفر ہی۔ اللہ تعالے کو مثل مخلوق کے بال بچے والا کہنا کفر ہی۔ سُبْحٰنَهٗ ۔ اللہ تعالے نے اپنی ذات پاک کی تقدیس فرمائی
یعنی وہ بدرجہ کمال پاک ہی ایسی تشبیہ سے بھی۔ واضح ہو کہ جس چیز کو دوسری چیز کی طرف احتیاج کسی بات مین ہو وہ مخلوق ہی کیونکہ محتاج ہو
وہ خالق نہین ہو سکتا۔ اسکی توضیح یہ ہی کہ مثلاً سکنجبین جب ہوگی کہ سرکہ آوے وشہد ہو پھر ایک شخص اُسکو بناوے اسی طرح آدمی اپنی زندگی باقی
رہنے مین کھانے پینے اور سونے کا محتاج ہی غرضکہ جس چیز کی طرف احتیاج ہو اُسکے موجود ہونے کی ضرورت ہوتی ہی۔ اور جب عقلی دلیل سے
معلوم ہوا کہ اللہ تعالے مین سب قدرت ہی تو بیٹا یا بیٹی اسکے لیے کچھ معنی نہین رکھتی کیونکہ وہ جو چاہے پیدا کردے پھر جو چیز ہو سب اُسکی
مخلوق ہوگی تو بیٹا اور بیٹی نہوئی کیونکہ بیٹا وبیٹی آدمی کہ جزو ہوتے ہین اور اللہ تعالے کھانے پینے اور سونے اور جزو یا کل ہونے سب سے
پاک ہی اسی واسطے حدیث صحیح مین ہی کہ اللہ تعالے فرماتا ہی کہ آدمی نے مجھکو گالی کے مثل بڑا کہا اور اسکو یہ لائق نہ تھا اور اس نے مجھے جھٹلایا
اور اسکو نہ چاہیے تھا لیکن جھٹلانا اُسکا یہ ہی کہ اُس نے دعوے کیا کہ مین اُسکو دوبارہ نہین پیدا کر سکتا حالانکہ دوبارہ پیدا کر دینا مجھپر ویسا ہی
جیسے اول مرتبہ پیدا کیا تھا یا اس سے آسان ہی اور اسکا بدگوئی کرنا یہ ہی کہ اُس نے میرے لیے بیٹا بیٹی وجورو بتلائی حالانکہ مین وحدہ لاشریک
الواحد الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد۔ ہون یعنے مین اکیلا نرالا سب سے پاک بے پروا ہون جو کہ نہ کسی سے پیدا ہوا
اور نہ اُس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ اُسکے ہمسر کوئی ہو سکتا ہی۔ غرضکہ جس نے حماقت چھوڑکر توفیق الٰہی اپنی عقل سے اللہ تعالے کی پاکی اور
عظمت وجلال کی طرف راہ پائی وہ نہایت اطمینان کے ساتھ یقین کرتا ہی کہ احمقون کے یہ خیالات عجب بیہودہ ہین کہ جنکی بیہودگی حد سے
بعید جہالت ہی کہ اُسکا اندازہ نہین ہو سکتا ہی۔ اسی واسطے اللہ تعالے نے ان کافرون احمقون کی جہالت کے جواب مین اُنکو استدلال کا
ارشاد نہین کیا بلکہ اپنی پاکی بیان فرمائی بقولہ سبحانہ کیونکہ دلیل تو اُسکے لیے ہی جو عقل اگر نہ رکھتا ہو تو عقل کے پاس تو ہو اور جو ایسی
ہی خوار ہو اُسکو عقلی دلیل بتلانا بیکار ہی اور یہان ایک وسوسۂ شیطانی اکثر لوگون کو پیدا ہوتا ہی اور اس سے بہت لوگ گمراہ ہوتے ہین وہ
یہ ہی کہ تم نے کہا کہ جو کوئی اللہ تعالے کا بیٹا بیٹی بناوے وہ عقل سے بالکل خارج ہوکر حواس کے دورہ مین ہی بلکہ حواس مین بھی بعد لوٹا
بیوقوف حواس والا ہی ولیکن ہم دیکھتے ہین کہ مثلاً نصرانی اسکے قائل ہین اور فی الحال اُنکی عقلمندی کی ایجادین تمام زمانہ مین پھیلی ہوئی ہین
تو تمہارا قول کیونکر مانا جاوے۔ اسکے جواب مین مجھے تمکو اطمینان دینا دو طریقہ سے ہوگا ایک یہ کہ علوم عقلی وعلوم حسی کا فرق سمجھاؤن اور
دوسرے یہ کہ مثال سے بتلاؤن۔ لیکن پہلا طریقہ اسوجہ سے تمہاری سمجھ مین شاید نہ آوے کہ عقلی علوم جاننے کے بعد فرق معلوم ہو سکتا ہی
اور شاید کہ عالم میرے بھائیون کو اسقدر علم نہو تو مین کہتا ہون کہ علم کی تین قسمین ہین ایک وہ کہ مادی ہین جو حواس سے متعلق ہین اور فن یہی
ہین حساب جبر مقابلہ اقلیدس ومقناطیسی قوت کے فن وطب وکلین ایجاد کرنا وتار برقی وآلات حرب اور علم مثلث وغیرہ اسی علم کی
شاخین ہین اور یہ فن ابتدائی عمر مین جب تک حواس قوی وقوت واہمہ غالب رہتی ہی اچھی طرح آتا ہی اسی واسطے تم دیکھتے ہو کہ جوان آدمی کو
یہ فنون مشکل سے آتے ہین اور اطفال کو خوب آتے ہین۔ دوسری قسم وہ ہی کہ مادہ وعقل سے مرکب کر دیے گئے ہین جیسے حرکت نمو جو انسان
وغیرہ کے اجسام مین ہی اُسکا علم واُسکی ماہیت وکیفیت سے بحث کرنا اور افلاک کی قوتین وطبائع وغیرہ۔ سوم وہ کہ مادہ وصورت دونون
سے خارج صرف عقل کے علوم ہین۔ اب بالکل سچ وصحیح بات یہ ہی کہ نصارے ہمارے زمانہ کے فقط پہلی قسم کے علم مین ہین اس سے آگے نہین

برے ہین کیونکہ بالکل مادی ومحسوس چیزون مین اُنھون نے یہ سب آلات وایجادین نکالی ہین جن سے تم متحیر ہوتے ہو اور تم جانتے ہو کہ حواس
کی قوتین جیسے آدمی مین ویسے جانورون مین بھی ہین چنانچہ بیا اپنا جھونجھ ایسا بناتا ہو کہ تم متحیر رہتے ہو پس جانورون اور آدمی مین اس قوت
حواس سے فرق نہین ہو بلکہ عقل سے فرق ہو اسی واسطے دیکھو کہ علماے اسلام کی عقلی علوم اسوقت تک تمام نصاریٰ کی سمجھ مین نہین آتے
ہین اور نادانی سے یہ لوگ اُن علوم کو وہمی نام رکھتے ہین یعنے برعکس - اور یہ دعوے جب ٹھیک ہو تا کہ جانتے اور ثابت کرتے جیسے ہم کو
اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُنکے تمام علوم ریاضی جو اوپر مین نے لکھے ہین معلوم ہین تب مین جو کچھ تم سے کہتا ہون صحیح ویقینی جاننے کے
قابل سمجھو اور قسم ہو اُسی پاک معبود کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہو کہ جو لوگ انھین حسّی فنون کو علم عقلی سمجھے ہین جانورون سے امتیاز نہین
رکھتے ہین مگر ظاہری صورت مین اور میری نظر مین دونون کا فرق آئینہ کے مانند روشن ہو لہٰذا تم بات مانو اور اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول صلعم پر ایمان
یقینی رکھو اور نصرانیون کی کلون مین دھوکا مت کھاؤ اور ہادی وہی اللہ تعالیٰ ہو وله الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ - اور ظاہر مین ایسے قطعی جو دین
کو ہی راہ پر رہیگا جسکو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی الٰہی ہم ہدایت و توحید پر استقامت چاہتے ہین - بالجملہ اللہ تعالیٰ نے ان جانورون کے
جواب مین جو بیٹا بیٹی بناتے ہین صرف اپنی پاکی بیان کی کہ وہ خالق عزوجل پاک ہو پھر انکو یہ ظاہر کر دیا کہ حواس مین بھی بہت موٹے و بھدّے ہین
کیونکہ بیٹا و بیٹی مین خود فرق کرتے ہین اور بیٹی سے بیٹا افضل جانتے ہین اور خواہش کرتے ہین کہ اُنکے لیے بیٹا ہو پھر عجب حواس لوگ ہین کہ اللہ تعالیٰ
کے لیے بیٹیان قرار دین - وَلَهُم مَّا يَشْتَهُونَ اور اُن لوگون کے لیے وہ جو پسند کرتے ہین یعنے بیٹے ہین - ابن عباس رض نے
کہا کہ فرماتا ہو کہ میرے لیے بیٹیان بناتے اور پسند کرتے ہین اور اپنے واسطے بیٹیان نہین پسند کرتے ہین پھر خالق عزوجل جو چاہے پیدا کرے ہر چیز پر اُسکو
قدرت ہو کیا اُسکو عاجز بناتے ہین کہ جسکو خود مکروہ جانتے ہین وہی اُسکے لیے ہو - وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ اور جب کسی کو اُن مین
سے خوشخبری سنائی جاوے لڑکی کی یعنے جب مبارکی دینے والے نے آکر اُس سے کہا کہ میان مبارک تمھاری بی بی کے پیاری لڑکی پیدا
ہوئی - ظَلَّ ای صار - وَجْهُهُ مُسْوَدًّا تو ہو گیا اُسکا چہرہ سیاہ یعنے اُسکے چہرے پر سیاہی چھاگئی - فن طب مین بیان ہوا ہو کہ جب دل کو
صدمہ پہونچا اسطرح کہ وہ بیچ گیا اور خون کی روانی اور جوش مین کمی ہوئی تو چہرہ بے رونق ہو گئی اور سیاہی چھاگئی جیسے زیادہ خوشی کے وقت زیادہ
خون جوش کرتا ہو تو چہرہ پر چمک آجاتی ہو پس اس سے معلوم ہوا کہ اس مبارکی سے اُسکے دل پر اسقدر صدمہ پہونچتا ہو کہ کچھ کر خون کی روانی مین کمی
ہو جاتی ہو - وَهُوَ كَظِيمٌ اور اُسکی یہ حالت ہوتی ہو کہ وہ غم سے گھٹا ہوا ہو جاتا ہو دل ہی دل مین غم سے ایسا گھٹ جاتا ہو کہ خون کی روانی
بھی گویا اسقدر بند ہو جاتی ہو کہ چہرہ پر سیاہی چھا جاتی ہو - ایک تو لڑکی کو خود دل سے ناپسند کرتا تھا بوجہ اسکے کہ لڑکا مرد اور لڑکی عورت کا فرق
دونون مین ہو اور دوسرے شیطانی شرع کا عار اُسکو لاحق ہوتا کہ کسی مرد کی تحت مین دبی ہو گی حالانکہ خود اسی طرح پیدا ہوا تھا - يَتَوَارَىٰ
مِنَ الْقَوْمِ چھپتا ہو قوم سے - مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ بوجہ بُری اُس چیز کے جسکی بشارت دیا گیا - یعنے اُسکے نزدیک
یہ بشارت نہایت بُرا اور بہت قبیح تھی - بعض مفسرین نے زعم کیا کہ لڑکی کی بدی یہ ہو کہ اُسپر زنا کا خوف اور اپنے حق مین عار ہو اور مترجم
کے نزدیک یہ وجہ بعید ہو کیونکہ ہر عورت زانیہ نہین ہوتی ہو بلکہ تکبر سے داماد سے شرم کرتے تھے جیسے ہندوستان مین چھتری ہوتے ہین
اگرچہ زنا کا خوف ایک قسم کا خوف و عار ہو اور ممکن ہو کہ اوہام شیطانی و وساوس کا مجموعہ اُسپر اسوجہ سے حاوی ہوا ہو کہ زندہ در گور کرنے
والا اُسپر ظلم کرنے سے جہنم مین سختی اُٹھاوے کیونکہ شیطان واقعی دشمن ہو چنانچہ فرمایا - أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ یعنے اس تردد مین پڑتا ہو
کہ کیا اُسکو جیتا چھوڑ دے خواری کے ساتھ - أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ یا اُسکو دبا دے مٹی مین - ضمیر یمسکہ و یدسہ کی

مذکر پر رعایت کلمۂ بالبشریہ ہی اور مراد اس سے لڑکی ہی اور عرب زمانۂ جاہلیت مین لڑکی کو پیدا ہوتے مار ڈالتے یا آخر زندہ درگور کر دیتے تھے مگر مائین اس سے غمناک ہوتی تھین۔ حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بنو تمیم کے ایک شخص سے سُنا جس نے اپنی عمر مین ایک مرتبہ اپنا ترس کھانا اسطرح بیان کیا کہ وہ سفر مین تھا کہ پیچھے اُسکی عورت کے لڑکی پیدا ہوئی مان نے غمناک ہو کر اُسکو اپنی بہن کے یہان پرورش مین دیدیا جب شوہر آیا تو اُس سے کہا کہ لڑکی تھی مار ڈالی وہ لڑکی وہان پرورش پاتی رہی جب بڑی ہوئی تو کبھی اُسکی مان دیکھنے کو بلاتی تھی ایک روز اتفاق سے بلایا تھا کہ یہ شخص اُسکا شوہر آگیا اور آخر کار معلوم کر لیا کہ اسی کی پیاری بیٹی ہی اور اجازت دی کہ اپنے پاس رکھے ایک روز اُسکو اُسکی مان نے بناؤ سنگار سے آراستہ کیا تھا باپ نے اُسکو گود مین لیا تا کہ مان مطمئن ہو پھر مان کو ایک کام کو بھیجدیا اور خود اُسکو لیکر سیر کے بہانے جنگل مین لیگیا جہان خود اُسنے گڑھا کھود رکھا تھا اس لڑکی سے کہا کہ اس گڑھے مین جھانکے وہ بیچاری معصومہ اپنے پیارے باپ کے حکم کے موافق دیکھنے لگی باپ نے اُسکو پیچھے سے ڈھکیلدیا اور اُسپر مٹی ڈالنا شروع کی اور وہ معصومہ لڑکی اندر سے پکارتی تھی اے میرے پیارے باپ ارے میرے پیارے ابا اُسوقت کہتا تھا کہ مجھے ترس آیا مگر مین نے سب مٹی اُسپر گرا کر اُسکو زندہ توپ دیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یہ سُنکر شفقت سے رونے لگے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالے نے قتل اولاد سے سخت منع فرمایا اور ایک آیت مین فرمایا۔ اذا الموؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت یعنے وہ ہولناک دن قیامت کا جب اس لڑکی سے اللہ تعالی شفقت سے پوچھیگا کہ تو کس گناہ مین مار ڈالی گئی۔ یعنے اُسکے قاتل پر غضب الٰہی ہوگا۔ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ خبردار ہو کہ نہایت بدتر ہی جو یہ کافر لوگ حکم لگاتے ہین۔ اللہ تعالے کی جناب مین یہ بیہودگی و گستاخی کہ اُسکے لیے لڑکیان بتلاتے ہین اور اپنی لڑکیون کے ساتھ یہ بیرحمی کہ پتھر کا کلیجہ بھی پانی ہو جاوے۔ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ۔ جو لوگ ایمان نہین لاتے آخرت پر اُنھین کے لیے بدصفت ہی کہ نافہم بے ادب جاہل جانور بے رحم جہنمی بدکردار خوار ہین عذاب دائمی مین گرفتار رہینگے۔ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى اور اعلے وصف کمال کہ الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد۔ اللہ تعالے ہی کے واسطے ہی۔ ابن عباس نے کہا یعنے لیس کمثلہ شئی۔ اسکے مثل کوئی چیز نہین ہی یہ صفت الٰہی ہی۔ بہر حال یہ مراد نہین ہی کہ اللہ تعالے کے واسطے کوئی مثال ہو سکتی ہی کیونکہ اللہ تعالے ہم مثل و مثال سے اعلے و پاک ہی۔ وَهُوَ الْعَزِيْزُ وہ غالب قاہر ہی الْحَكِيْمُ کامل حکمت والا ہی اُسکے افعال و احکام اور اُسکی خلقت سب اُسکی پوری حکمت پر ہی۔ حدیث مین ہی کہ اللہ تعالے سے زیادہ کوئی اذیت پر صبر کرنے والا نہین کہ اُسکی مخلوق اُسی کے واسطے جورو اولاد بناتے ہین اور وہ اُنکو رزق دیتا ہی اور عافیت سے رکھتا ہی۔ حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جب قوم نے زیادہ اذیت دی اور بے ادبی کی تو آپ ایک حال مین مستغرق چلے جاتے تھے کہ ناگاہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر رب تبارک و تعالی کیطرف سے سلام پہونچایا اور کہا کہ یہ پہاڑون کا فرشتہ تیرے ساتھ آپ کے پاس بھیجا گیا ہی اللہ تعالے فرماتا ہی کہ ہم نے تیری قوم کا جواب سُنا اور یہ فرشتہ حاضر ہی جو چاہیے اُنکے بارہ مین حکم دیجیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب تبارک و تعالے کی حمد ادا کی اور اتنے مین فرشتہ نے سلام کر کے کہا کہ اگر آپ حکم دین تو مین دونون پہاڑون کو اس قوم پر لوٹ دون آپ نے بعد حمد کے فرمایا کہ اے رب مین صبر کرونگا اور مجھے آرزو ہی کہ اللہ تعالے اس قوم کی پشت سے ایسے بندے پیدا فرما دیگا جو خالص اُسی کی عبادت کرین الحمد للہ کہ رسول خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم ایسے رحیم اور رب غفور ارحم الراحمین پس اس امت مرحومہ کو مبارک ہو اللہم رب توفنی مومنا و الحقنی بعبادک المومنین و بفضلک بعبادک الصالحین والحمد للہ رب العالمین۔ پھر اللہ تعالے نے اپنا حلم و کرم و کافرون

مشرکون کی بے ادبی وبدانجام وبجائے قرآن مجید کے انکا وساوس شیطانی قبول کرنا اور اسی دشمن کی اتباع کرنا اور قرآن مجید کا اور مومنون کے لیے قرآن پاک مخصوص ہونا فرمایا

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ

اور اگر پکڑے اللہ لوگون کو انکی بے انصافی پر نہ چھوڑے زمین پر ایک چلنے والا لیکن

يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً

ڈھیل دیتا ہی انکو ایک وعدہ ٹھہرے تک پھر جب پہونچا انکا وعدہ نہ دیر کرینگے ایک گھڑی

وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ

اور نہ جلدی اور کرتے ہین اللہ کا جو اپنا جی نچاہے اور بتاتی ہین انکی زبان

الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ۝

جھوٹھ کہ انکو خوبی ہی آپ ہی ثابت ہوا کہ انکو آگ ہی اور وہ بڑھائے جاتے ہین

تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ

قسم اللہ کی ہمنے رسول بھیجے کتنے فرقونین تجھسے پہلے پھر سنوارے انکے آگے شیطان نے

اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ

انکے کام سو وہی رفیق انکا ہی آج اور انکو دکھ کی مار ہی اور ہمنے اُتاری تجھپر کتاب اسی واسطے کہ کھول سناوے انکو

الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

جسمین جھگڑ رہے ہین اور سوجھانے کو اور مہر کو ان لوگون پر جو مانتے ہین

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ یعنی اگر اللہ تعالے حلم سے مہلت نہ دے بلکہ لوگون کے ظلم کرنے پر فوراً مواخذہ فرما دے۔ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ تو نہ چھوڑے روے زمین پر کوئی جاندار جو زمین پر چلتا ہی۔ ظلم سے مراد یا تو شرک ہی کیونکہ سب سے بڑا اور پورا ظلم وہی ہی یا ہر فعل بد جس سے گنہگار ہوتا ہی حدیث مین ہی کہ اللہ تعالے ظالم کو مہلت دیتا رہتا ہی یہان تک کہ جب اسکو ماخوذ کرتا ہی تو پھر وہ رہائی نہین پاتا ہی۔ واضح ہو کہ اگر ظالم سے کافر و مشرک مراد ہین اور دابہ سے بھی یہی لوگ اور معنے یہ کہ اگر اللہ تعالے مشرکون کو فوراً ماخوذ کرے تو زمین پر کوئی کافر نہ چھوڑے۔ پس اسکے معنے ظاہر ہین اور شاید کہ دابہ سے ہر جاندار مراد ہو اور بطور مبالغہ ہو کیونکہ روے زمین پر کافر بہت کثرت سے ہین اور آدمی سب مخلوق مین اشرف ہی تو جب سب کافر ہلاک کر دیے تو گویا زمین پر کوئی نہ رہا۔ ولیکن ظاہر یہ ہی کہ ظلم سے شرک مراد ہی اور دابہ سے عام یا ظلم سے بھی عام مراد ہی تو اس صورت مین معنی یہ ہونگے کہ ظالم کی وجہ سے عذاب کرے تو زمین پر کوئی جاندار نہ چھوڑے۔ اس صورت مین شبہہ یہ ہوتا ہی کہ انمین ایسے لوگ بھی ہین کہ جنکا گناہ کچھ نہین ہی تو پھر وہ لوگ کیون ہلاک کیے جاوینگے۔ اسکا جواب دو طرح پر ہی اول وہ نظر جو اولیاء اللہ کو حاصل ہی اور وہ کہتے ہین کہ بندہ سے عبادت الٰہی کبھی ٹھیک نہین ادا ہو سکتی کیونکہ وہ سبحانہ تعالے قدیم ہی اور مخلوق حادث ہی اور مترجم کہتا ہی کہ بعض احادیث اسپر شاہد بھی ہین جیسے قولہ ماعبدناک حق عبادتک حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہی کہ اے رب ہم نے تیری عبادت کا حق ادا نہوا۔ اور جیسے جنت کے

گروہ کو دیدار کے واسطے طلب فرماویگا اور وہی بعد کشف حجاب کے عرض کرینگے کہ اے رب اب ہمکو اجازت سجدہ کی ہو کہ ہمنے پہلے ادا نہین کیا او یہ وہم مت کرو کہ سب گنہگار ٹھہرے اس لیے کہ اللہ تعالے عفو فرماتا ہی اور وسعت سے زائد کسی کو تکلیف نہین دیتا اور اسی وجہ سے انبیاء علیہم السلام و صالحین بندے اللہ تعالے سے استغفار کرتے ہین اور اللہ تعالے نے نیک بندون کی صفات مین سے فرمایا کہ مستغفرین بالاسحار سحر کو استغفار کیا کرتے ہین بالجملہ دعوے ان بزرگون کے نزدیک صحیح نہین کہ کوئی ایسے درجہ پر ہی جسکی نسبت یہ دعوی ہو سکے کہ اسپر کچھ گناہ نہین ہو البتہ یہ ہی کہ اللہ تعالے مواخذہ نہ فرماوے ایسی حالت معصوم بندون کی ہی - مترجم کہتا ہی کہ یہ جواب عوام کی سمجھ سے باہر ہی اور دوسرا جواب یہ ہی کہ اللہ تعالے کے کرم سے جسکا گناہ نہو وہ عذاب سے محفوظ ہو گا اور عیش مین مسرور ہو گا لیس جب ظالمون کے ظلم پر مواخذہ ہوا تو اللہ تعالے نے یہ نہین فرمایا کہ سب عذاب مین پڑین بلکہ یہ کہا کہ کسی جاندار کو نہ چھوڑے پس ظالم کو ہلاک کرنا تو انتقام ظلم اور اُسکے واسطے عذاب ہی اور ساتھ مین مطیع بیگناہ کا ہلاک ہونا اسکے لیے رحمت و ثواب ہی اور اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ زندہ رہتا تو زیادہ نیکیان کرتا و لیکن اللہ تعالے نے اُسکو اپنے فضل سے سب درجات عطا فرمائے - اور یہ اس وجہ سے ہی کہ بعضی خاص صورتین ایسی ہین کہ اُنمین جب اللہ تعالے کی طرف سے بلا آتی ہی تو گنہگار و بے گناہ سب مبتلا ہو جاتے ہین چنانچہ قولہ تعالے واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ الآیہ کی تفسیر مین تفصیل گزری ہی - اور حدیث مین ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالے کسی قوم کے حق مین عذاب چاہتا ہی تو عذاب اُن سب کو پہونچ جاتا ہی جو اُس قوم مین موجود ہون و لیکن قیامت مین گنہگار و بیگناہ ہر ایک اپنی اپنی نیت پر اُٹھائے جاوینگے - رواہ مسلم اور حدیث مین ایک لشکر کے حال مین ہی کہ جب بیدا پر پہونچینگے تو اللہ تعالے ان سب کو زمین مین خسف کر دیگا اور فرمایا کہ قیامت مین جو لوگ کہ مجبور کر کے ساتھ لیے گئے تھے وہ اپنی نیتون پر مبعوث ہونگے - شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ معنے یہ ہین کہ اگر اللہ تعالے حلم نہ فرماوے اور جو کماتے ہین اُسکی وجہ سے مواخذہ کرے تو روے زمین پر کوئی دابہ نہ چھوڑے بلکہ آدمیون کے ہلاک کرنے کے ساتھ سب جاندارون کو ہلاک کر دے و لیکن حلم سے اُنکو ایک وقت تک مہلت دیتا ہی - ابو الاحوص سے مروی ہی کہ یہ آیت پڑھکر کہا کہ آدمی کے گناہون کی وجہ سے قریب ہی کہ گوہ کا کیڑا تک ہلاک کیا جاوے - ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیڑا اپنے سوراخ مین بسبب گناہ آدمی کے مرتا نظر آتا ہی ابن جریر رحمہ اللہ تعالے نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ابو ہریرہ نے ایک کو کہتے سُنا کہ ظالم کا ظلم فقط اُسی پر پڑتا ہی فرمایا کہ نہین بلکہ قسم ہی اللہ تعالے کی کہ ظالم کے ظلم سے بیّدی اپنے گھونسلے مین مرجاتی ہی - وقال ابن ابی حاتم حدثنا علی بن الحسین انبانا ابو الولید بن عبد الملک ثنا عبید اللہ بن شمیل ثنا سلیمان بن عطاء عن مسلمۃ بن عبد اللہ عن عمہ ابی مشجعۃ بن ربعی عن ابی الدرداء قال ذکرنا عند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال ان اللہ لا یؤخر شیئا اذا جاء اجلہ وانما زیادۃ العمر بالذریۃ الصالحۃ یرزقہا العبد فیدعون لہ من بعدہ فیلحقہ دعاءہم فی قبرہ فذلک زیادۃ العمر - یعنے ابو الدرداء نے کہا کہ ہم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے باتین کین تو آپ نے فرمایا کہ جس چیز کا وقت آجاتا ہی اللہ تعالے اُسمین تاخیر نہین فرماتا اور زیادتی عمر مین اسی طرح ہی کہ اولاد صالح اللہ تعالے کسی بندے کو نصیب کرے جو اُسکے بعد اُسکے حق مین دعا کرین تو اُنکی دعا اُسکو اپنی قبر مین پہونچتی ہی پس یہی اُسکی عمر کی زیادتی ہی - بعض تفاسیر مین ہی کہ ما ترک علیہا من دابۃ - اسطرح کہ اُنکو منہہ سے سیراب نہ فرماوے یہ قول سعید بن جبیر کا ہی اور سدی نے کہا کہ اُنکے ظلم سے بارش موقوف کر دے جس سے نسل منقطع ہو جاوے - حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی اور کہا کہ آدمی کے

یعنی ایسے چھوڑ دینگے عذاب جہنم میں جیسے کوئی کسی شخص کو بھول جاتا ہی جیسے اُنھوں نے بھلا یا تھا اپنا ملنا آج کے دن کا۔ یہ معنی بنا بر قراءۃ مفرطون بفتح الراء بقراءۃ حفص رح ہیں اور یہی معنی ابو عبیدہ و ابن الاعرابی وکسائی وفراء رح علماء بیان نے ذکر کیے ہیں پس ماخوذ از افراط ہوا اور عرب بولتے ہیں افرطت فلانا خلفی۔ میں نے فلان کو اپنے پیچھے ڈالدیا اور بھول گیا۔ قتادہ رح سے یہی مروی ہی کہ مفرطون یعنی جلدی سے بیجائے جاوینگے اور مقدم کردیے جاوینگے آگ کی طرف۔ اس تقدیر پر ماخوذ ہوگا افراط بمعنے آگے بھیجنا منزل پر جیسے عرب بولتے ہیں کہ افرطتہ یعنے فلان شخص کو ہم نے آگے بھیجا کہ منزل پر پانی تلاش کرے۔ پس یہان مراد فقط جلدی سے مقدم کرکے انکے ٹھکانے جہنم مین بھیجدیا لیا گیا۔ اور یہی حسن بصری رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہی اور اسی معنی میں ہی حدیث انا فرطکم علے الحوض یعنے اپنی امت مرحومہ سے فرمایا کہ میں تمھارے لیے حوض کوثر پر آگے پہونچ رہنے والا ہون۔ شیخ ابن الکثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ قتادہ رحمہ اللہ تعالی کے دونون قول میں کچھ منافاۃ نہیں ہی اس لیے کہ کافرون مشرکون کا یہی حال ہوگا کہ اُنکو جلدی کرکے ملائکہ بحکم آلٰہی عزوجل اُنکے مقام دائمی جہنم میں پہونچا وینگے پھر وہان ایسے چھوڑ دیے جاوینگے جیسے کوئی بھولا ہوا ضائع چھوڑا جاتا ہی۔ اور بھلائے جانے سے مراد یہ ہی کہ جہنم مین یہ لوگ ہمیشہ پڑے رہینگے۔ بعض مفسرین نے لکھا کہ ابن مسعود و ابن عباس کی قراءت میں مفرطون بکسر الراء ہی بمعنے ضائع کرنے والے یعنی اُنھوں نے اللہ تعالے کے حدود کو ضائع کیا اور اُسکی توحید وطاعت چھوڑ کر شرک وکفر ومعاصی اختیار کیے۔ اور بعض قراءۃ میں مفرطون بتشدید الراء المکسورۃ ہی یعنے واجبات میں تفریط وضائع کرنے والے اور قراءۃ اول مشہور متواتر ہی اور مآل معنی سب کے قریب قریب ہیں۔ پھر چونکہ آنحضرت صلعم کو اپنی قوم سے ایذاء پہونچتی اور باوجود اسقدر ظہور حال کے اُنکے جھٹلانے سے گھبرا تے یہ دیکھکر کہ سب لوگ جہنم کی طرف دوڑتے میں تو اللہ تعالے نے تسلی فرمائی بقولہ تعالے۔ تَاللّٰہِ لَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ قسم ہی وحدہ لا شریک کی کہ ہم نے بھیجا تھا اگلی امتون پر تجھ سے پہلے یعنے رسولون کو مع ظاہر معجزات وآیات بینات کے پس اُنھوں نے اپنے رسولون کے ساتھ ایسا ہی کیا اور اُنکو جھٹلایا اور اپنے ہی اعمال شرک کو اچھا سمجھے فَزَیَّنَ لَھُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَھُمْ پس آراستہ کر دکھلایا اُنکو شیطان نے اُنکے اعمال کو۔ یعنے اللہ تعالے نے شیطان کو ان پر مسلط کیا اور اصل میں زینت پیدا کردینا اللہ تعالے کی شان سے ہی اور شیطان کو وسوسہ کا قدرت دینا اور تسلط دینا اُسی کی قدرت سے ہی بالجملہ اُنھوں نے شیطان کی پیروی کی اور اسکا وسوسہ قبول کیا فَھُوَ وَلِیُّھُمُ الْیَوْمَ سو وہی اُنکا ولی ہوگا آج کے روز یعنے ناصر ومددگار ومتولی اُنکے امور کا اور قیامت آج کے روز وہی ہوگا۔ چونکہ شیطان خود ملعون ہی اور ہمیشہ جہنم میں ہوگا تو اُسکی پیروی کرنے والے اور مطیع اور جنکا وہ سردار وولی ہو سب اُسکے ساتھ مطرود ہونگے۔ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ اور اُن سب کے لیے عذاب دردناک ہی۔ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ۔ اور نہیں ہم نے اُتارا یہ قرآن پاک تجھپر کسی حال مین کسی غرض سے اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَھُمُ مگر اسواسطے کہ تو بیان کردے صاف صاف ایسے لوگون کے لیے۔ الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِیْهِ وہ بات جسمیں اُنھوں نے اختلاف کیا یعنی شرک کو باطل بیان کردے اور توحید کو حق بتلادے اور فقط حیات دنیاوی وشہوات کو باطل اور دار آخرت ومعاد اور جزاء سزا کو حق بیان کردے۔ وَھُدًی اور اسواسطے کہ قرآن مجید ہدایت ہو وَّرَحْمَةً اور رحمت ہو لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ایسی قوم کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔ یعنے اللہ تعالے عزوجل کی شان پاک و اسرار معارف وآیات سے قلوب مومنین کو بشارت وفرحت ہوتی ہی اور دلی سے مواقع شیطان سے اجتناب کرکے اپنے رب کے واسطے خشوع وخضوع کرتے ہیں جو اللہ تع

کی عین رحمت ہی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے عموماً سب کو آیات خلقت و نشانات وحدیت کی طرف متوجہ فرمایا

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

اور اللہ نے اُتارا آسمان سے پانی پھر اُس سے جِلایا زمین کو اُسکے مرے پیچھے اسمین

لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ

پتے ہین اُن لوگون کو جو سنتے ہین اور تمکو چوپایون مین بوجھ کی جگہ ہی پلاتے ہین تمکو

بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝

اسکے پیٹ کی چیزون مین سے گوبر اور لوہو کے بیچ بیچ سے دودھ ستھرا رچتا پینے والون کو

وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ

اور میوون سے کھجور کے اور انگور کے بناتے ہو اُس سے نشا اور روزی خاصی

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

اسمین پتا ہی اُن لوگون کو جو بوجھتے ہین

ع ۵ ۱۴

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اُتارا۔ سماء سے بعض نے کہا کہ سحاب مراد ہی اور بعض نے کہا کہ اوپر کی بلندی مراد ہی اور یہ دونون معنے قریب ہین اور ظاہر ہین عام فہم ہین اور بعض نے کہا کہ آسمان سے اُتارا اور اسمین اسرار ہین اور اس صورت مین کہ آسمان مراد ہو تب بھی سحاب سے اُترنا صحیح ہی اور اللہ تعالیٰ کے اسرار اس عالم مین ایسے طور پر جاری ہین کہ لوگ اپنی نگاہ ظاہری سے ایک حد تک اوراک کرتے ہین جیسے اللہ تعالیٰ کے حکم سے پانی برستا ہی لیکن نجومی اُسکے واسطے اندازہ مقرر کرتا ہی اور کواکب کی تاثیرات کا قائل ہوتا ہی اور جو شخص کہ فن طبعیات مین کلام کرتا ہی وہ بخارات کی پیدائش و اجتماع و سردی پانے سے بارش کا قائل ہوتا ہی۔ اور تفصیل اُسکی سابق مین گزر چکی ہی۔ حاصل یہ کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو اُتارا جس سے مومنون کے قلوب مین ہدایت و رحمت کے گل بوٹے و پھلدار میوہ دار درخت طاعت اُگے اور وہی زندہ ہوگئے اسی طرح اللہ تعالیٰ عزوجل نے آسمان سے مینہ نازل فرمایا فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا پس اس مینہ سے زمین کو بعد خشک و مردہ ہو جانے کے زندہ فرمایا۔ ہر ایک زمین مین جداگانہ اثر ظاہر ہوا بعض مین میوہ جات کشمش و منقی وغیرہ پیدا ہوئے اور بعض مین زراعت وغیرہ پیدا ہوئی اور بعض قطعات مین ہری بھری گھاس ہی اُگی اور بعض ایسے کہ اُس نے پانی ہی بھر لیا جس سے آدمی و جانور و کھیتی سیراب ہوئی اور بعض ایسے منحوس تھے کہ اُنمین کچھ بھی نہین ہوا۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ یعنی اسمین اللہ تعالیٰ کے دلائل قدرت و حکمت و توحید کی نشانی ایسی قوم کے لیے ہی جو دل کے کانون سے سنتی ہین۔ اسمین ضرور ہی کہ کسی قدر قلب سلیم کے ساتھ ہو اور جو شخص سمجھدار اُس سے بیان کرے وہ کان دھر کر سنے اور غور سے اللہ تعالیٰ کی توحید و قدرت کو دیکھے اور یہ نہین کہ سراسر ان آیات کو دیکھتا جاوے اور اندھے بہرون کی طرح گزرتا چلا جاوے۔ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً یعنی انعام چوپایہ گائے بھینس اونٹ وغیرہ مین اللہ تعالیٰ کی شان قدرت کو غور کرے تو اُسکو عبرت و نصیحت حاصل ہو کیونکہ انعام مین عبرت موجود ہی از انجملہ جو بیان فرمایا۔ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ یعنے اُسکے ظاہری جسم کے اندر سے ہم تمکو پلاتے ہین یعنے

ایسی چیز پیدا کر دیتے ہین کہ تم اسکو پیو مِنۢ بَيۡنِ فَرۡثٖ وَدَمٖ لَّبَنًا خَالِصٗا درمیان مین فرث وخون کے دودھ
خالص - یعنی غذا اسکے پیٹ مین جاکر فرث وخون کے درمیان مین دودھ ہوتی ہی - بیضاوی مین ہی کہ اوجھ کے اندر کھائی ہوئی چیز مین بعض
قسم کی ہضم کے بعد فرث ہوتی ہین - مترجم کہتا ہی کہ بعض نے وہم کیا کہ دودھ کی پیدائش اور خون کی پیدائش معدہ مین ہوتی ہی اور مین
کہتا ہون کہ اس آیت مین کچھ دلالت اسپر نہین ہی کیونکہ بطون اُسکے اندر کا جسم ہی پس یون ہوا کہ غذا کھانے سے معدہ کے اندر معدہ کے
انہضام سے منہضم ہوئی اور صاف حصہ اُسکا جگر مین گیا اور باقی فرث رہا اور یہ فرث بھی ایسے اجزا سے ملا ہوا رہا کہ معدہ کی تقویت کیواسطے
جو کچھ ضرورت ہی وہ بھی جسقدر ہوئی اسمین سے پیدا ہوئی اور باقی بالکل پھوک بذریعہ آنتون کے نکلکر روث ہوا اور جگر سے انہضام دوسرا
ہوا جس سے خون اور فرث کے درمیان مین یعنی بیچ کے مرتبہ مین دودھ رہا تو دودھ اصل مین خام خون ہی اور یہ قدرت ہی کہ تھنون کے
انہضام سے سفید ہوا اور باقی حصہ خون ہوکر اعضاے جسم مین کام آیا - غرضکہ طبیبون کی تحقیق اس سے مخالف نہین ہی - اور بعض نے کہا
کہ اوجھ مین سے نیچے فرث ہوتا ہی اور اوپر خون ہوتا ہی اور درمیان مین دودھ ہوتا ہی پس خون تو رگون کی راہ سے جسم مین جاتا ہی اور
دودھ تھنون کی راہ سے آتا ہی اور رنگ دونون کا بدلا ہوا ہوتا ہی اور اللہ تعالے جل شانہ کی حکمت کاملہ سے یہ ایک ظاہری شان ہی
کہ کسطرح ایسی خوبی سے دودھ پیدا کیا اسمین کچھ میل کسی نجاست کا نہین بالکل خالص ہوتا ہی - سَآئِغٗا لِّلشَّٰرِبِينَ پینے والون کے
گلے سے اچھی طرح اُترتا ہی - اُنکو بہت خوشگوار غذا ہی نہ حلق مین پھنسے اور نہ اسکے مزہ سے دل اُکتا دے اور بدن کو قوت دے اور پیٹ پر
بوجھ نہو - اطبا نے اتفاق کیا ہی کہ دودھ نہایت عمدہ غذا ہی - واضح ہو کہ تفسیر شیخ امام ابن کثیر کی تلخیص یہ ہی کہ قولہ نسقیکم مما فی بطونہ
ضمیر مذکر بیان نعم کے معنے کی طرف راجع ہی اگرچہ انعام جمع ہی یعنے مما فی بطن ہذا الحیوان - اور دوسری آیت مین مما فی بطونہا - آیا ہی یعنی
لفظ انعام کی طرف راجع ہی اور دونون جائز ہین - اقول سیبویہ نے کہا کہ زبان عرب مین انعام کی طرف ضمیر واحد جاری ہوتی ہی -
زجاج نے کہا کہ ضمیر مذکر و مؤنث دونون کا راجع کرنا انعام کی طرف روا ہی جیسے ہی انعام اور ہو انعام - کسائی نے کہا کہ معنے یہ ہین
کہ مما فی بطون ما ذکر - یعنے ضمیر راجع بمذکور ہی اور فراء رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ یہی صواب ہی اور یہ بھی مروی ہی کہ انعام ونعم ایک ہین کبھی
مذکر و کبھی مؤنث بولے جاتے ہین اور ابن العربی نے اسی کو ترجیح دی ہی - پھر شیخ نے لکھا کہ قولہ من بین فرث ودم لبنا خالصا - یعنے
حیوان مذکور یعنے اسکی مادہ کے باطن مین دودھ جدا و خالص ہو جاتا ہی خون سے از راہ سپیدی و مزہ کے پس اسمین سے ہر ایک اپنی اپنی
جگہ پر جاتا ہی یہ اسطرح ہوتا ہی کہ جب غذا معدہ مین پختہ ہو جاتی ہی تو اسمین سے ایک حصہ تو عروق (رگون) کی جانب جاتا ہی اور وہ خون ہی اور
دودھ تھنون کی طرف جاتا ہی اور پیشاب مثانہ کی طرف جاتا ہی اور لید مخرج کی طرف جاتی ہی اور انمین سے کوئی دوسرے بعد جدا
ہونے کی مخلوط نہین ہوتی ہی - وَمِن ثَمَرَٰتِ ٱلنَّخِيلِ وَٱلۡأَعۡنَٰبِ شیخ ابن جریر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ یہ خبر مقدم
ہی اور قولہ تَتَّخِذُونَ مِنۡهُ ای ما تتخذون منہ سَكَرٗا وَرِزۡقًا حَسَنًا مبتدا ہی یعنی محذوف ہی جسکے حذف پر منہ دلالت
کرتا ہی مبتدا مؤخر ہی اور تتخذون سے آخر تک صلہ مذکور ہی معنے یہ ہوئے اور خرما و انگورون کے پھلون مین سے وہ ہی کہ تم اس سے
بناتے ہو سکر اور رزق خوب - اقول اسمین تکلف بعید ہی علاوہ اسکے خرما و انگور کی سب قسم سے سکر و رزق حسن بناتے ہین اسمین بعض کی
خصوصیت نہین ہی اور مقام امتنان مین عام ہونا بلیغ ہی نہ تبعیض سے بعض رہ جانا جیسا کہ پوشیدہ نہین ہی - بعض نے کہا کہ لعبرۃ مبتداء
مؤخر محذوف ہی اور تتخذون حال ہی - یعنے ثمرات نخیل و اعناب مین سے تمکو البتہ عبرت ہی درحالیکہ تم اُس سے بناتے ہو الخ ولیکن پوشیدہ نہین

کہ علاوہ اعتراض مذکورہ کے ثمر کی خصوصیت نہین ہی اور زمخشری نے کشاف مین اسکو تفضیل کی تقدیر مین قرار دیا یعنے ہم تمکو پلاتے ہین ثمرات
نخیل والاعناب سے وقولہ تتخذون بیان ہوگا جو چیز پلائی جاتی ہی اور اسی کو ایک جماعت نے وجہ وجیہ سمجھا ہی اور یہی احسن ہی لیکن اس
صورت مین سکر سے اگر مسکر و شراب مراد ہی تو اسقدر منسوخ ہوگا بدین دلیل کہ یہ سورہ مکیہ ہی اور تحریم الخمر مدینہ مین نازل ہوئی ہی۔ اور اگر
سکر سے وہ مراد ہی جو لذیذ ہو اور اسکا عطف تفسیری رزق حسن ہی جیسا کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب ہی تو کچھ اشکال نہین ہی اور مراد شیرہ انگور
و نبیذ تمر و مانند اسکے ہین۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ دودہ کے سائغ و خوشگوار ہونے کے بعد دوسرے شربت بیان فرمائے
خرما و انگور کے پھلون سے کہ اور جو انسے بنایا کرتے تھے قبل اسکے کہ شراب حرام ہو۔ اور تتخذون منہ سکرا۔ دلالت کرتا ہی کہ قبل حرام ہونے کے
شراب حلال تھی اسی واسطے اس سے احسان رکھا۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالے کی استدلال کا جواب ہی کہ انہون نے
فرمایا کہ سکر سے اگر شراب مسکر مراد ہو تو لازم آوے کہ اللہ تعالے نے حرام چیز کا احسان رکھا ہی حالانکہ احسان حلال ہی نہ حرام سے کما لا یخفے
اور حاصل جواب یہ کہ قبل شراب حرام کرنے کے یہ آیت تھی اسوقت حلت تھی تو احسان رکھنا حلال سے ہوا۔ لیکن مین کہتا ہون کہ مکیہ و مدنیہ
ہونا ضعیف روایات سے ثابت ہوا ہی تو نسخ بطور ضعف لازم کیا گیا اور جب تک نفس کلام مین بغیر نسخ کے معنے بنتے ہین اسوقت تک
نسخ کی طرف جانا ضروری نہین ہی۔ اور بعضے عوام نے کہا کہ یہان سے سکر کی حلت ثابت ہوتی ہی ولیکن ہم احادیث کثیرہ پیش کرکے
حنفیہ کا قول رد کرتے ہین اور مترجم کہتا ہی کہ یہ بانگ جاہلانہ ہی اس لیے کہ اول تو یہ نسخ کا دعوے ہی اور وہی اشکال وارد ہوا جو اوپر مذکور
ہوا دوم یہ کہ جو احادیث لاتا ہی سب آحاد ہین اور قطعیات متواترہ کا مقابلہ آحاد سے اسطرح نہین روا ہی کہ اسکو نسخ کردیا جاوے اور
اس سے یہ وہم نہو کہ احادیث کو رد کیا جاتا ہی نعوذ باللہ من ذلک بلکہ اگر یہ ثابت ہوجاوے کہ حدیث ہی تو ایک حدیث کافی ہی کثرت کی ضرورت
نہین مگر تامل اسی مین ہی کہ آیا حدیث ہی یا راوی کی فہم یا کسی وجہ سے اسمین محل تامل تو نہین ہی۔ علاوہ اسکے جب نسخ کا قائل ہونا چاہیے کہ آیت
و احادیث مین تعارض اور وجہ سے دفع نہو اور یہان سکر حلال لینے سے دفع ہی فافہم۔ پھر واضح ہو کہ مشہور قول امام ابو حنیفہ کا یہی کہ
خمر فقط انگور سے ہی اور باقی شرابین خمر کے مساوی نہین ہین اور فقہاء حنفیہ نے اسکو نقل کیا اور اسمین امام ابو یوسف و امام محمد کا اختلاف
بھی لکھا ہی۔ اب مین کہتا ہون کہ اسکے بعد شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ آیت مین دلالت ہی کہ جو سکر کہ انگور سے بنائی جاوے
وہ اور جو خرما سے بنائی جاوے وہ دونون برابر ہین یعنے دونون یکسان حرام ہین جیسا کہ امام مالک و شافعی و احمد و جمہور علماء کا مذہب ہی
مترجم کہتا ہی کہ یہ اس تقدیر پر ہی کہ سکر سے مسکر مراد لیا جاوے اور بعد تسلیم اس امر کے کہ مسکر مراد ہی مین کہتا ہون کہ شیخ کے استدلال
مین تامل ہی اس لیے کہ آیت تو اس بیان کے لیے ہی کہ ان دونون کی پھلون سے تم لوگ سکر بناتے ہو جیسے کہا جاوے کہ مچھلی کا گوشت
و بکری کے گوشت دونون سے کباب بناتے ہو پھر اس سے یہ استدلال کرنا کہ دونون کا حال یکسان ہی بعید ہی تو مساوات ثابت نہین
ہوتی ہی۔ پھر مترجم کہتا ہی کہ یہ مسئلہ دوسرا ہی کہ آیا خمر فقط انگوری شراب حرام ہی یا دیگر شرابین مسکر بھی خمر ہین تو امام ابو حنیفہ رح کا
صحیح قول یہی کہ سب مسکر حرام ہین لیکن خمر شراب انگوری قطعی حرام ہی اور باقی مسکرات اسکے ساتھ لاحق ہین اور الکا مرتبہ مکروہ تحریمی کا ہی
غایت یہ ہی کہ حد کے بارہ مین انکے قول پر کلام ہو ولیکن مکروہ تحریمی حق حرمت مین مثل حرام کے ہی جیسے واجب بمنزلہ فرض ہی صرف اعتقاد کا
فرق ہی۔ یہ سب اس صورت مین ہی کہ امام رحمہ اللہ تعالے سے یہ قول صحیح ہو جاوے اور فقہاء متاخرین کا قول اسکے ثبوت مین محل تردد ہی
پھر مذہب حنفیہ مین فقہاء کا اتفاق ہی کہ خمر انگوری و دیگر شرابین سب حرام ہین اور اسی پر فتوے ہی اور اسی طرح جو حدیث مین ہی کہ جو

شہد واناج وغیرہ کی سب شرابین حرام ہین مذہب حنفیہ اسکا پابند ہو اور جسمین سے کثیر سے نشہ ہو اسکا قلیل بھی حرام ہو اور اسی پر فتوی
ہو۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے ذکر کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سکر وہ ہو جو ان دونون کے پھلون سے حرام کی گئی ہو
یعنی پھلون سے بنائی ہوئی شراب وغیرہ حرام اور رزق حسن وہ ہو جو حلال رہے یعنے چھوہارے ومویز اور جو انسے بنائی جاوے
مثل طلاء ودبس اور سرکہ ونبیذ یعنے چھوہارے پانی مین بھگوئے ہوئے کا پانی جب تک اسمین جوش وگاڑھا پن نہ آوے جیساکہ
کہ حدیث مین اسکا استعمال اسی بیان سے آیا ہو۔ مترجم کہتا ہو بعضے لوگون نے اس مقام پر لکھا کہ جماعت علماء حنفیہ نے سکر کے معنی یہ لیے
کہ جو شربت مسکر نہون اور جسکا دو تہائی حصہ جلکر اڑا دیا گیا ہو اور وجہ یہ بیان کی کہ اللہ تعالے اپنے بندون پر ایسی چیز سے احسان رکھتا ہو
جو انپر حلال فرمائین اور ان سے نہین جو حرام فرمائی ہین۔ پھر اس شخص نے لکھا کہ اگر ہم مان لین کہ خمر حرام کرنے کے بعد اس آیت کا نزول
ہوا تو بھی یہ قول احادیث متواترہ صحیحہ سے مردود ہو انتہے مترجمہ۔ مترجم کہتا ہو کہ اس کلام مین کون چیز احادیث متواترہ سے مردود
ہونے کے لائق ہو سوائے تعصب اس شخص کے اور یہ دیکھو کہ حدیث متواتر کی مثال مین علماء کو تردد ہو اور یہ شخص حدیثین متواتر بیان کرتا
اور پھر ایسے موقع پر فافہم اور واضح ہو کہ ابو عبیدہ رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ السکر الطعم یعنے سکر بمعنے طعم ہو اور ابن جریر رح نے
اسی کو ترجیح دی اور فرمایا کہ سکر وہ ہو جو طعام مین سے کھایا جاوے اور چھوہارے وانگور کے پھلون سے جسکا پینا حلال ہو اور یہی
رزق حسن ہو تو سکرا ورزقا حسنا مین لفظ دونون مختلف ہین اور معنے دونون کے ایک ہین جیسے قولہ تعالے اشکو بثی وحزنی
الی اللہ۔ مین بث وحزن کے معنے واحد ہین انتہے مترجما علے ما نقلہ ہذا البعض اور مترجم کہتا ہو کہ ابو عبید وابن جریر کا قول اس
لغت کی تفسیر مین مقبول ہوگا اگرچہ بعض لوگ اسکو نہ پہچانین فافہم۔ پھر واضح ہو کہ خمر وہ ہو جو مخامر عقل ہو یعنے عقل کو خمار مین ڈالدے
پس جو لوگ کہ خمر سے پرہیز کرین وہ اہل عقل ہین اور اوپر کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ خصوص بقول حنفیہ نخیل واعناب سے اہل ایمان وہی کھاتے
ہین جو حلال ہو نہ حرام تو مناسب ہوا ختم اس آیت کا بقولہ تعالے اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ اس بیان مذکور
مین بیشک نشانی ہو رب تبارک وتعالے کی وحدانیت وقدرت کی ایسی قوم کے واسطے جو عقل رکھتی ہین۔ شراب ومسکر نہین پیتے
اور نہ شرات غفلت وشرک سے مدہوش ہین۔ اور بنابر اس قول کے کہ سکر سے مراد مسکر ہو تو جاننا چاہیے کہ اس آیت مین کم ہی سے
اشارہ کر دیا گیا تھا کہ اس امت پر شراب حرام ہوگی اگرچہ حکم پیچھے آیا کیونکہ خمر سے عقل مخمور ہوتی ہو تو قوم عاقل نہین رہ سکتی جو شراب پیین۔ اسی
واسطے اللہ تعالے نے اس امت پر انکی عقلون کی حفاظت کے لیے شراب مسکرہ حرام کردین۔ ف۔ فی اشارات العرائس قولہ تعالے
وان لکم فی الانعام لعبرۃ الآیہ۔ واضح ہو کہ حدیث مین ہو کہ شب معراج مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر دو پیالہ پیش کیے گئے ایک
مین شراب اور دوسرے مین دودھ تھا پس آپ نے دودھ اختیار کیا تو آپ سے کہا گیا کہ فطرت سلیمہ پائی اور اگر شراب اختیار کرتے تو
آپ کی امت بیعقل گمراہ ہوتی۔ علماء نے دودھ مین محبت الٰہی درمیان ادب وعشق کے جامع صفت مع صفات کثیرہ کے بیان کی ہین اور شیخ
عارف نے لکھا کہ اس آیت مین عارفین کے لیے جو واقعی اہل عقل ہین اشارت ہو کہ افعالیات کے اسرار وظہور سے پاک نظر سے شربت محبت
پیتے ہین اور نازل ظہور ونظورات اور تجلیات صفات کے درمیان اسکا وجدان ہو اور حصہ اس سے قلوب واسرار وارواح کو
اپنے اپنے مزاج کے موافق بقدر قرب کے ہو۔ یہ بھی اشارت سے ثابت ہو کہ نفس وقلب کے درمیان سے زلال مشاہدہ جو عقول
صافیہ مین حاصل ہوتا ہو ارواح اس سے پیتی ہین اور یہی مقامات عبرت ہین۔ شیخ ابو بکر الوراق رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ

چوپاؤن مین عبرت کی نظرین متعدد ہین ایک یہ ہو کہ انعام اپنے پالنے والون کے واسطے مطیع ومسخر ہین اور تو اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے سرکش اور ہر بات مین متمرد ہی۔ قولہ ومن ثمرات النخیل والاعناب الی قولہ رزقا حسنا۔ ارواح واسرار کو قلوب وعقل سے شربت محبت حاصل ہوتا ہو اسمین بیہوشی اور نفی الجملہ ادب سے تجاوز ہو اور شربت اُنس حاصل ہوتا ہو جو صفاء انوار ذکر سے پیدا ہوتا ہو وہی اُسکی تربیت وجود کیلیے رزق حسن ہی اور یہ دونون شربت باران تجلی جمال وجلال سے پیدا ہوتے ہین اور صفاء وصال سے دونون کی صفائی ہو جسنے اُنکو پیا اُسکو سکر بوجہ شوق کے اور اُنس بجمال پاک بیزوال حاصل ہوتا ہی قولہ ان فی ذلک لآیۃ لقوم یعقلون۔ ان اشارات ومعارف سے اسی کو حصہ عبرت ہی جو مغز حقیقت سے وقوف پائے ہین۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اہل عقل کے واسطے خاص اشارات کو تصریح کے ساتھ بیان فرمایا از انجملہ وحی بجانب نحل ہی اور اسی صفت تجلی کے ظہور سے اس مکھی کے انتظام وخوبی شربت شہد مین آثار ہین "شہد کی مکھی"

فقال اللہ تعالے عزوجل

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا

اور حکم بھیجا تیرے رب نے شہد کی مکھی کو کہ بنالے پہاڑون مین گھر اور درختون مین اور جہان

يَعْرِشُوْنَ ۙ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۭ يَخْرُجُ

چھتریان ڈالتے ہین پھر کھا ہر طرح کے میوون سے پھر چل راہون مین اپنے رب کی صاف پڑی ہوئی نکلتی

مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَاۗءٌ لِّلنَّاسِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

اُنکے پیٹ مین سے پینے کی چیز جسکے کئی رنگ ہین اُسمین آزار چنگے ہوتے ہین لوگون کے اسمین

لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ

پتا ہی اُن لوگون کو جو دھیان کرتے ہین

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اور وحی فرمائی تیرے رب نے نحل کی جانب۔ واضح ہو کہ علماء کے دو قول ہین ایک یہ کہ وحی مذکور بمعنی الہام ہی اور دوم یہ کہ قولی ہی مگر ایسے طور پر جو وہان لائق ہی جسکی ماہیت وکیفیت سے اللہ تعالیٰ واقف ہی اور اللہ تعالیٰ کے خالص بندے بھی واقف ہو جاتے ہین شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ مراد یہان وحی سے الہام ہی یعنے بدون کسی سبب ظاہری کے دل مین ایک بات پیدا کر دیا اور رہنمائی کر دیا۔ اور اس صورت مین قولہ تعالیٰ۔ اَنِ اتَّخِذِيْ بمعنی بان اتخذی بتقدیر با ہو گا یعنے الہام فرمایا نحل کو ساتھ بنا لینے کے۔ اور زمخشری وغیرہ نے اسکو تفسیر قرار دیا یعنے وحی یہ تھی کہ تو بنالے ولیکن ابو عبد اللہ الرازی نے اعتراض کیا کہ ایحا جب قولی نہوا بلکہ الہامی ہوا تو یہ تفسیری نہین ہو سکتا اور صاحب مغنی نے جواب دیا کہ از راہ دلالت کے ایحاء مین قول کے معنے ہین مگر مراد اس سے الہام ہو۔ خلاصہ یہ کہ مجازا الہام مراد ہو مترجم کہتا ہی کہ قول دوم پر ایحاء قولی جائز ہو تو یہ اسکی تفسیر صحیح ہی اور تقدیر کی ضرورت نہین ہی اور واحدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ ان جانورون مین اُنکے پیغمبر بھی گزرے ہین اور لکھا کہ ایک جماعت سلف سے یہ قول مروی ہی اور امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کبیر مین اسکے ساتھ تفصیل ذکر کی اور استدلال معقول بیان کیا کہ جب ہر پرند وحشرات کو اللہ تعالیٰ نے امم امثالکم "آدمیون کے مثل امت قرار دیا اور" ان من امۃ الا خلا فیہا نذیر "ہر امت مین پیغمبر فرمایا تو اُنمین اُنکے پیغمبر ہوئے

تو پھر وحی قولی مین اشکال نہین ہی اور کیون نہین جائز ہی کہ جسطرح انسان کو اللہ تعالےٰ نے وحی قولی سمجھنے کی قدرت دی اسی طرح انہین
بھی ہو اور ہمارا نہ جاننا مستلزم عدم واقعی نہین ہو سکتا جیسے تسبیح جمادات وحیوانات مین کلام مفصل گزرا ہی پس معنے یہ ہوئے کہ تیرے
رب نے وحی کی طرف شہد کی مکھی کے یہ کہ تو بنالے مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا پہاڑون سے اپنے گھر۔ یعنے اونچے پہاڑون پر جہان
مناسب موقع ہی۔ وَمِنَ الشَّجَرِ اور درختون سے۔ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ اور اُسمین سے جو آدمی اونچا بناتے ہین
عریش اونچا مچان وغیرہ اور ظاہرا یہان ہر ایک دیوار و بلندی عمارت کی مراد ہی۔ نحل کے عجائبات مین بعضے حکمائے اسلام وفارس نے
اچھی تفصیل بیان کی ہی اور جوہری رحمہ اللہ تعالےٰ نے صحاح مین نقل کیا کہ نحل اپنی طبیعت سے اپنے چھتے مین گھریان بشکل مسدس کہ
ہر ضلع اُسکا برابر ہوتا ہی بناتی ہین اور اگر مدور یا مربع ہوتے تو اُسمین درمیان مین جگہین خالی رہ جاتین اور مقصود حاصل نہوتا پس اللہ تعالیٰ نے
اُسکو وحی فرمائی جس سے اُس نے اسطرح مسدس شکل پر بنائے اور یہ بھی الہام آلٰہی کے فیض سے ہی کہ یہ جانور اپنا بادشاہ رکھتے ہین
جو سب سے ڈیل ڈول مین بڑا ہوتا ہی اور درجہ بدرجہ چھوٹے حاکم و دربان ہوتے ہین اور سب اُنکی تابعداری کرتے ہین اور ریاست سیاست
کے احکام اُنمین جاری ہوتے ہین ہر ایک اپنے ہی گھونسلے مین آتی ہی اور سوائے نفیس و خوشگوار پھولون پھلون وغیرہ کے اگر کسی سے ناگوار
بدبو پائی گئی تو اُسکو سزا ملتی ہی غرض کہ نہایت انتظام و خوبی سے اُنکا کام جاری ہی۔ واضح ہو کہ باوجود ان تمام باتون کے ان سب کا آدمی کے
واسطے پیدا کیا جانا اللہ تعالےٰ کے فضل سے آدمی کی تکریم کے لیے ثابت ہی۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اُسکو عجیب حکمت کے واسطے عام اجازت
فرمائی بقولہ۔ ثُمَّ كُلِي مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ پھر تو ہر قسم کے پھلون سے غذا کھا۔ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا
پس چال چل اپنے پروردگار کی راہون مین مطیع ہو کر۔ یہ قول قتادہ و عبدالرحمن بن زید سے مروی ہی و علے ہذا ذللا۔ حال از نحل ہی اور
ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے لکھا کہ اللہ تعالےٰ نے نحل کو اجازت کھانے کی دی باجازت تقدیری تسخیری کہ ہر قسم کے پھلون سے کھاوے
اور وہ راہین چلے جنکو اللہ تعالےٰ نے اُسکے لیے مذلل کر دیا یعنے اسپر آسان کر دیا ہی چنانچہ بلند پہاڑون و وادی و جنگلون و باغون وغیرہ مین
جہان چاہے جاوے پھر ہر ایک اپنے گھونسلے مین واپس آتی ہی کہین نہین بھٹکتی ہی و علے ہذا ذللا حال از سبل ہی اور کہا کہ یہی قول اظہر ہی اور
مجاہد رحمہ اللہ تعالےٰ نے اسکو صریح بیان فرمادیا ہی۔ ابن جریر نے اسی کو اختیار فرمایا ولیکن کہا کہ دونون قول صحیح ہین۔ ابن زید رحمہ اللہ تعالےٰ
نے تصریح بقول اول کی ہی اور کہا کہ یہ بمانند قولہ تعالےٰ وذللناہا لہم فمنہا رکوبہم الآیۃ۔ چنانچہ تم دیکھتے ہو کہ لوگ ان مکھیون کے چھتون کو ایک
شہر سے دوسرے شہر کو منتقل کر کے لیجاتے ہین اور مکھیان بھی ساتھ ساتھ جاتی ہین۔ یعنے مکھیون کو اللہ تعالےٰ نے مذلل و مسخر و مطیع کر دیا ہی۔
شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے یہان ایک روایت غریب لکھی قال ابو یعلی الموصلی حدثنا شیبان بن فروخ حدثنا مسکین بن عبدالعزیز
عن ابیہ عن انس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عمر الذباب اربعون یوما والذباب کلہ فی النار الا النحل۔ یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ مکھی کی عمر چالیس دن کی ہوتی ہی اور مکھی ہر قسم کی دوزخ مین ہی سوائے شہد کی مکھی کے۔ مترجم کہتا ہی کہ اسناد اسکی ظاہرا
شیخ کے نزدیک قوی ہی کہ کچھ کلام نہین کیا۔ اور مسکین کے والد عبدالعزیز ظاہرا عبدالعزیز بن صہیب ہین اُنسے ابو داؤد وغیرہ جماعت نے روایت
کی اور معنی حدیث کے یہ ہین کہ مکھی منجملہ ان جانورون کے ہی جنکا وجود جہنم مین ہو گا سوائے ایک قسم کے جو نحل یعنی شہد کی مکھی کہلاتی ہی اور
شیخ جلال سیوطی رحمہ اللہ تعالےٰ نے بدور السافرہ مین ایک حدیث روایت کی کہ کل موذ فی النار۔ ہر موذی جہنم مین ہی اور کہا
کہ اسکی اسناد جید صحیح ہی اور علما نے کہا کہ اسکے دو معنے ہو سکتے ہین ایک یہ کہ جو چیز یا جو شخص ایذا دینے والی ہو وہ دوزخ مین جائیگی

اور دوسرے معنے یہ ہین کہ ہر موذی چیز جو اللہ تعالے نے مخلوق فرمائی ہو اُسکا وجود جہنم مین ہوگا وسلئے ہذا مکھی بھی ایسی ہی چیزون سے ہو جو جہنم مین
ہونے کے واسطے مخلوق ہو باستثنار نحل کے۔ اور واضح ہو کہ مکھی و سانپ بچھو وغیرہ جو جہنم مین ہونگے ممکن ہو کہ وہ بھی اپنی طبیعت سے جہنم کیواسطے
ہون یا عذاب و تعذیب دونون کے واسطے ہون نعوذ باللہ من عذاب جہنم۔ بالجملہ حدیث سے شہد کی مکھی کی فضیلت بھی ظاہر ہوئی اور کل موذ
فی النار سے اُسکا استثنار بھی معلوم ہو گیا اور چالیس روز کی عمر شاید کہ ہر مکھی کے واسطے ہو یا شہد کی مکھی اس سے بھی مستثنے ہو اور یہ ظاہر ہو اور
چالیس روز بظاہر اس جنس کی عام طور پر ہو جیسے آدمی کی عام عمر ساٹھ برس اور افراد مین خاصکر تفاوت ہوتا ہو یا یہ ہو کہ مدینہ یا عرب مین
ایسا ہو کیونکہ مقامات کے تفاوت سے آدمی و جانور سب مین فرق ہو جاتا ہو واللہ تعالے اعلم۔ يَخْرُجُ مِنْ بُطُونِهَا نکلتا ہو ان
مکھیون کے پیٹون سے شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ شربت جسکے رنگ مختلف ہوتے ہین۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا
کہ شراب سے مراد شہد ہو۔ بیضاوی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ مختلف رنگ بوجہ اختلاف اُسکے سن کے ہوتے ہین یا بسبب فصل و موسم
کے۔ خفاجی رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ سفید شہد نوجوان مکھی کا اور زرد پوری جوانی کا اور سرخ بوڑھی کا ہوتا ہو ولیکن پوشیدہ نہین
کہ اس قول پر کوئی دلیل نہین ہو انتہے مترجما۔ بعض نے کہا کہ یہ اختلاف بوجہ قسم مکھی کے اور جو کھاتی ہین اُسکے اختلاف کے ہوتا ہو۔ مترجم کہتا ہو
کہ ایک جہتہ سے ایک ہی رنگ کا برآمد ہوتا ہو اور دوسرے سے دوسرے رنگ کا لیس یہ احتمال بعید ہو کہ سب مکھیون نے ایک ہی قسم کی غذار
کھائی ہو بلکہ یہ ہو سکتا ہو کہ ہر ملک و اُسکی پیداوار لطیف کے لحاظ سے اور نیز قسم مکھی کے لحاظ سے یہ اختلاف ہو اور اسی پر شیخ ابن کثیر نے
جزم کیا ہو۔ پھر اسکے باطن جسم سے شہد کا نکلنا کسطرح ہوتا ہو تو شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ موم اپنے پرون سے بناتی ہو اور شہد
اپنے منہ سے نکلتی ہو اور دُبر سے بچہ دیتی ہو۔ جمہور مفسرین کا یہی قول ہو کہ شہد مثل لعاب کے اُسکے منہ سے ٹپکتا ہو اور بعض نے کہا کہ اسکی تھیلی سے
نکلتا ہو اور بعض نے کہا کہ کسی بات پر یقین نہین ہو سکتا ہو۔ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ اس شہد مین لوگون کے واسطے شفا ہو
جمہور مفسرین کا یہی قول ہو کہ فیہ کی ضمیر شراب مذکور یعنے شہد کی طرف راجع ہو۔ مجاہد رحمہ اللہ و فرار و ابن کیسان و ایک جماعت علمار نے
کہا کہ ضمیر قرآن کی طرف رجع ہو یعنے قرآن پاک مین لوگون کے لیے شفار ہو۔ شیخ ابن الکثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ یہ قول فی نفسہ صحیح ہو
لیکن اسمین تامل ہو کہ یہان قرآن مراد ہو اور اس سیاق مین شہد مذکور ہو اور حدیث صدق اللہ وکذب بطن اخیک۔ یعنے اللہ تعالے نے
سچ فرمایا ہو اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہو الحدیث چنانچہ آتی ہو وہ صریح ہو کہ مراد یہان شہد ہو۔ اقول شیخ مجاہد رحمہ اللہ تعالے کی مراد
بظاہر یہ ہو کہ مکھی کی شہد کی پیدائش اللہ تعالے کے فعل سے ہو اور اسمین شفار رکھنا ممکن ہو اور قرآن پاک خالص کلام ہو تو وہ سراسر شفار ہو
کقولہ تعالے وننزل من القرآن ما ہو شفار ورحمۃ للمومنین الآیہ۔ غرضکہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالے کا کلام اس اشارہ پر مبنی ہو کہ قرآن پاک
صفت ہو اور اسی صفت سے یہ فعل ہو جو شہد مین ظاہر ہوا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہو کہ علیکم بالشفائین العسل والقرآن
تم دو شفار کو لازم پکڑو شہد کو اور قرآن کو۔ واضح ہو کہ شہد کی شفار ہونے مین احادیث کثیرہ وارد ہین ازانجملہ صحیح بخاری شریف مین ابن عباس
رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہو کہ فرمایا تین چیزون مین شفار ہو پچھنے لگنے مین اور شہد پینے مین اور آگ سے داغ دینے مین مگر مین اپنی
امت کو داغ سے منع کرتا ہون۔ مترجم کہتا ہو کہ ظاہر یہ ہو کہ داغ سے ممانعت تنزیہی ہو ورنہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف
مین مروی ہو فقداکتوے علے بطنہ سبع کیات۔ یعنی اس صحابی بزرگ نے اپنے پیٹ پر سات داغ لیے تھے صحیح بخاری مین ابو سعید خدری
رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے بھائی کا پیٹ چلتا ہو فرمایا کہ اسکو شہد پلا دے اُس نے پلایا

پھر آیا اور کہا کہ اُس سے اُسکا پیٹ چلنا اور بڑھ گیا فرمایا پھر جاکر پلا اُس نے پلایا پھر آکر کہا کہ اُس سے اُسکا پیٹ چلنا اور بڑھ گیا فرمایا کہ
اللہ تعالے نے سچ فرمایا ہی جھوٹا تیرے بھائی کا پیٹ ہی جاکر اُسکو شہد پلا اُسنے پلایا پس اچھا ہو گیا۔ مترجم کہتا ہی کہ شاید اعرابی کے
دل مین شبہہ ہوتا کہ شہد سے کہان شفاء ہوتی ہی تو تنبیہ کردی کہ اللہ تعالے کا کلام سچ ہی اور اسمین شفاء ہی اور یہ اللہ تعالے نے نہین فرمایا
کہ ایک ہی مرتبہ مین شفاء ہوگی یا استطلاق بند ہوگا کیونکہ استطلاق یہان اُسکے حق مین کامل شفاء تھا۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے
لکھا کہ ایک عالم نے جو علم طب جانتے تھے فرمایا کہ اس شخص کے پیٹ مین فضلہ جمع تھا جب اُس نے شہد پلایا تو شہد کی حرارت سے منجمد فضلہ
تحلیل ہوکر جلد دفع ہونے لگے اُس سے اُسکو اسہال بڑھا مگر اعرابی نے جانا کہ اُس سے مریض کو ضرر ہوا حالانکہ اُسمین اسکے بھائی کے حق مین
نہایت مصلحت تھی پھر اُسکو پلایا تو اچھی طرح سے تحلیل و دفع ہوا پھر جب سب فضول دفع ہوگئے تو دست ٹھہر گئے اور اُسکے مزاج معدہ مین
صلاحیت ہوئی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت سے تندرست ہو گیا۔ صحیحین مین حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہی
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حلوا اور شہد اچھا معلوم ہوتا تھا۔ بخاری شریف مین جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے مین نے سُنا کہ اگر تمھاری دواؤن مین سے کسی مین خیر ہو تو پچھنے مین اور شہد کے گھونٹ مین اور آگ کے داغ
مین ہی کہ بیماری سے موافق پڑے اور مین پسند نہین کرتا کہ داغ لون۔ رواہ مسلم ایضاً وقد رواہ الامام احمد والطبرانی باسناد صحیح بنحوہ۔ ابن ماجہ
نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لازم پکڑو دو شفاؤن شہد و قرآن کو۔
قال الامام ابن کثیر اسنادہ جید تفرد بہ ابن ماجہ مرفوعا۔ اور ابن جریر نے اُسکو موقوف روایت کیا ہی یعنے صرف حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا
قول روایت کیا۔ پھر لکھا کہ ہمکو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت پہونچی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ جب تم مین سے کوئی شخص چاہے کہ شفاء حاصل ہو
تو اُسکو چاہیے کہ ایک کاغذ مین قرآن مجید کی کوئی آیت لکھے پھر اُسکو مینہ کے پانی سے دھو وے یعنے کسی برتن مین دھو لے پھر اپنی جورو سے
درم مانگے مگر اُسکی خوشی خاطر کے ساتھ لے اور اُسکا شہد خرید کر ملاکر پی جاوے کہ اُسمین کئی وجہ سے شفاء ہی اللہ تعالے نے فرمایا وننزل
من القرآن ما ہو شفاء الآیہ اور فرمایا وانزلنا من السماء ماء مبارکا۔ اور فرمایا فان طبن لکم عن شیء منہ نفسا فکلوہ ہنیئا مریئا۔ اور شہد کے حق مین
فرمایا فیہ شفاء للناس۔ ابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی ہر مہینہ مین تین دن
صبح کو شہد چاٹ لیا کرے اُسکو بڑا حصہ بلا سے نہ پہونچیگا۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اسکی اسناد مین ایک راوی زبیر بن سعید
لم یصبہ عظیم من البلاء
متروک ہی یعنی اسناد ضعیف ہی اور ابن ماجہ نے ابی ابن ام حرام سے روایت کی کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ تم لازم
پکڑو سنا اور سنوت کو کہ ان دونون مین ہر بیماری سے شفاء ہی سوائے سام کے تو عرض کیا گیا کہ سام کیا ہی یا رسول اللہ فرمایا کہ موت۔ عمرو
کہتے ہین کہ ابن ابی عبلہ نے کہا کہ سنوت شبت ہی اور دوسرون نے فرمایا کہ نہین بلکہ سنوت وہ شہد ہی کہ روغن کے کپے مین ہوتا ہی مترجم
کہتا ہی کہ مطلب یہ ہی کہ روغن رکھنے کے جو کپے ہوتے ہین اور ظاہرا ایسے کپے مین عمدہ رہتا ہوگا۔ اب یہ کلام باقی رہا کہ آیا شہد سے ہر بیماری
سے شفاء ہوتی ہی یا خاص بیماریون سے شفاء ہی تو اول مین اقوال علماء نقل کرکے پھر جو میرے نزدیک اسمین ظاہر ہوا ہی لکھونگا واضح
ہو کہ ایک جماعت نے فرمایا کہ شفاء علے العموم ہر مرض کے اور ہر شخص کے لیے ہی اور دوسرے گروہ نے کہا کہ یہ مخصوص بعض امراض کیواسطے ہی
اور اس سے ہر مرض اور ہر شخص کے حق مین تعمیم نہین نکلتی ہی اور لغت عرب کا دستور ہی کہ لفظ عام لاتے ہین اور اُس سے خاص مقصود
ہوتا ہی اور دلیل اسپر یہ ہی کہ شفاء نکرہ تحت اثبات ہی اور علماء بلاغت کا اتفاق ہی کہ جملہ مثبتہ کے تحت مین نکرہ سے عموم ثابت نہین ہوتا

اور محققین علمائے اصول بھی اسی طرف گئے ہیں اور اگر کہا جاوے کہ شفاء کی تنوین سے یہ بات ثابت ہوتی ہے تو جواب یہ ہے کہ تنکیر سے اس مقام پر تنکیر تعظیم مراد لیجاوے تو بھی اسی قدر ثابت ہوا کہ شفاء عظیم اسمین ہے نہ آنکہ ہر مرض کے واسطے پس عموم نہ نکلا اور غایت یہ ہے کہ اکثر امراض سے شفاء ہے چنانچہ تجربہ سے ظاہر ہوا کہ تنہا اسکے استعمال سے اکثر امراض بلغمیہ سے فائدہ ہوتا ہے اور دیگر ادویہ کے ساتھ ترکیب دینے سے اکثر امراض دیگر میں بھی مفید ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے کا میلان ظاہراً اسی قول دوم کی جانب ہے چنانچہ اپنی تفسیر میں یہاں صرف اسی قدر لکھا کہ بعض وہ شخص جس نے طب نبوی میں کچھ لکھا ہے کہا کہ اگر آیت میں یون ہوتا کہ فیہ الشفاء للناس یعنے شفاء نکرہ نہوتا بلکہ معرفہ ہوتا تو وہ ہر مرض کے لیے دوا ہو جاتا ولیکن نکرہ فرمایا تو وہ ہر شخص کے لیے صرف ایسے امراض میں مفید ہے جو سردی سے ہون کیونکہ شہد گرم ہے اور دوا اسکے ضد پر ہوتی ہے انتہے مترجما۔ اور بیضاوی رحمہ اللہ تعالے کا قول بظاہر قول اول کی طرف مائل ہے چنانچہ لکھا کہ شفاء للناس۔ خواہ تنہا شہد جیسے امراض بلغمیہ میں ہوتا ہے یا دوسری دوا کے ساتھ جیسا سائر امراض میں ہے اسلیے کہ کم ایسے معجون ہین جسمین شہد جزو نہو۔ مترجم کہتا ہے کہ سائر سے اس نے اگر باقی سب امراض لیے تو شفاء عام ہوئی ولیکن پھر اسکا یہ قول کہ کم ایسے معجون ہین کچھ مناسب نہین ہے۔ اسی واسطے کہا گیا کہ کلام بطریق غالب حال ہے یعنے اکثر امراض میں اس سے شفاء ہوتی ہے اور نفع اسکا بہ نسبت مضرت کے بہت زیادہ ہے۔ سدی رحمہ اللہ تعالے سے روایت ہے کہ شفاء ان بیماریون میں جنکی شفاء اسمین ہوتی ہے۔ بعض نے قول اول کی تائید مین کہا کہ شہد جب مسہل ہے تو اعرابی کو اسکے بھائی کے مرض اسہال مین دینے سے معلوم ہوا کہ شفاء عام ہے ولیکن مترجم کے نزدیک یہ استدلال ضعیف ہے۔ واضح ہو کہ بعضے ملاحدہ و بداعتقاد لوگون نے زعم کیا کہ حدیث اعرابی خلاف اجماع اطباء واقع ہوئی یعنی بنظر ظاہری بدون معرفت علمی کے ہے اور شیخ خازن رحمہ اللہ تعالے نے اُسکا جواب باصول طبی اسی تفصیل سے ذکر کیا جو ہم نے سابق مین تفسیر شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے سے نقل کیا ہے اور تمام کلام شیخ جمل نے حاشیہ جلالین مین ذکر کیا ہے اور یہ بھی لکھا کہ ہمارا مقصود اس سے یہ نہیں ہے کہ حدیث کی تصدیق کے لیے ہم طبیبون کے قول سے تائید چاہتے ہین بلکہ اطباء اگر منکر ہون تو ہم انکو مردود کافر سمجھینگے انتہے مترجما اور ایک جماعت سلف سے آثار مروی ہین کہ وے ہر مرض مین شہد سے شفاء جانتے تھے چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو اگر پھوڑے پھنسی کی شکایت ہوتی یا کوئی بیماری ہوتی تو شہد سے علاج کرتے حتے کہ دمل نکلتا تو اسپر شہد کا لیپ کرتے۔ ابو وجزہ رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہے کہ وے آنکھ مین شہد سے علاج کرتے اور ناک کا علاج و بیماریون کا علاج شہد سے کرتے تھے جیسا کہ قرطبی رحمہ اللہ تعالے نے اپنی تفسیر مین ذکر کیا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ حق صحیح وہی قول اول ہے کہ شہد تمام بیماریون مین ہر شخص کے واسطے علاج و شفاء ہے ولیکن طریق علاج ہر مرض و ہر شخص کے لیے جداگانہ ہے اور دلیل اسکی واسطے یہ ہے کہ آیت مین احتمال ہوا کہ نکرہ تحت اثبات سے عموم مراد ہے یا خصوص مقصود ہے کیونکہ یہان عموم ہونا ضروری نہین ہوتا بخلاف نکرہ تحت نفی کہ وہ عموم ہوتا ہے ولیکن مثبت مین عموم ہو تو کچھ منافی نہین ہے پھر ہم نے احادیث وآثار اس قسم کے پائے کہ جن سے معلوم ہوا کہ یہان عموم مراد ہے از انجملہ حدیث ابی بن ام حرام رضی اللہ عنہ جو ابن ماجہ سے اوپر گذری اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہ انمین تصریح ہے کہ ہر بیماری سے دوا ہے تو اب آیت کی توضیح ہو کر معنے آیت کے عموم پر ہوئے کیونکہ اصول مین یہ بات قرار پائی ہے کہ بیان اگرچہ آحاد روایت سے ہو مگر حکم منسوب بآیت ہوتا ہے نظیر اسکی مسح الراس ہے کہ چہارم سر کا مسح قطعی فرض مانا گیا حالانکہ آیت مجمل تھی اور بیان حدیث سے ملا تو اب حکم فرضیت کا آیت ہی سے ماخوذ کہلاتا ہے اسی وجہ سے فرضیت کے قائل ہین اسی طرح یہان بھی ہے۔ اگر کوئی کہے کہ جب شہد ہر بیماری کی دوا رہتی تو پھر حدیث صحیحین پچھنے وغیرہ مین وغیرہ کے واسطے جو تاکید بعض امراض کے علاج مین کو ہے

اسکی کیا ضرورت تھی جواب یہ ہی کہ اس سے یہ لازم نہین آتا کہ اور چیزون مین شفا نہو بلکہ شہد مین عام شفا ہی اور دوسری چیزون کلونجی و
پچھنے و داغ وغیرہ مین خاص ہی اور ممکن ہی کہ ایک شخص کو شہد ایک وقت میسر نہو اور دوسرا علاج میسر ہو۔ بلکہ دونون میسر ہون ولیکن دوسری
چیز سے علاج سہل الحصول ہی مثلاً خون کا تصفیہ شہد سے دیر مین ممکن ہی اور پچھنے سے آسان ہی یا جیسے شہد سے مادہ شکم دیر مین خارج ہوتا
نظر آیا اور بذریعہ تربد یا سنا کے جلد اخراج ممکن ہی تو بدین معنے دوسری چیزون سے بھی علاج کیا جاوے یا مثلاً شہد سے شفا ہی اور
اگر شہد کے ساتھ اور شی ملایا جاوے تو زیادہ آسانی سے اور جلدی سے شفا ہو جیسے حدیث حضرت علی کرم اللہ وجہہ مین ہی۔ علاوہ اسکے
شہد ہر مرض کی عام دوا ہونے سے یہ لازم نہین ہی کہ ہر مرض کا طریقہ علاج بھی شہد سے ہر شخص کو معلوم ہو اور نظیر اسکی کالا دانہ یعنے شونیز کا
علاج ہی جسکے بارہ مین بھی ہر مرض کی دوا ہونا سوائے موت کے مروی ہی حالانکہ ترمذی کی حدیث مین درد شقیقہ کے واسطے اسکا علاج
اسکے کھانے کے طریقہ سے نہین ہی بلکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ یا ثابت رحمہ اللہ تعالے سے بطریق سعوط و کحل کے اسکے دانون کا
مختلف تعداد کے شیرہ سے ہی حتے کہ عام طور پر سنکر اس شخص نے اسکے دانہ کھانے سے علاج کیا تھا اور فائدہ نہوا جب حضرت انس رضی
انس نے بیان کیا تو آپ نے یہ طریقہ بتلایا پس اسمین صریح دلیل ہی کہ باوجود شفا ہونے کے طریقہ علاج بھی جاننا ضرور ہی ورنہ عام شفا کے
باوجود طریقہ نہ جاننے سے حصول نہین ہوتا اور جملہ امراض کے واسطے طریقہ علاج بیان نہین ہوا ہی اور یہی روایت مذکورہ اسپر دلیل ہی اگر
کہا جاوے کہ حدیث سے یہ مضمون بھی ثابت ہی کہ کثیر تعداد امراض کی ایسی نازل فرمائی جاتی ہی جسکا علاج اطبا نہین جانتے ہین پس شہد
عام امراض کی دوا نہوا تو جواب یہ ہی کہ علاج تو طریقہ استعمال و دستکاری وغیرہ فعل طبیب ہی تو طریقہ نہ جاننے سے یہ لازم نہین آتا کہ
دوا موجود نہو پس معنے حدیث سے یہ ثابت ہوئے کہ اطبا ان امراض کے واسطے دوا کو اسطور پر استعمال مین لانا نہین جانتے
جسمین شفا رکھی گئی ہی اور خود حدیث مین مصرح ہی کہ اللہ تعالے نے بیماریان پیدا فرمائین اور ہر بیماری کے واسطے دوا پیدا فرمائی ہی
یہ صریح ہی کہ لا دوا بیماری نہین ہی ولیکن اسی حدیث مین تصریح ہی کہ جب اس بیماری کی دوا پہونچ جاتی ہی تو اللہ تعالے کے حکم سے بیمار
اچھا ہو جاتا ہی تو معلوم ہوا کہ کبھی بیماری کو دوا نہین پہونچتی خواہ دوا نہ جاننے سے یا طریقہ اسکا نہ جاننے سے پس اسی قسم سے شہد ہی کہ اسکی
عام شفا مین شک نہین مگر طریقہ نہین معلوم بلکہ مختلف اقسام مین سے جس قسم کا استعمال موقع مناسب پر چاہیے اکثر وہ بھی نہین معلوم ہوتا
تحقیق بطور طب یہ ہی کہ جسم انسانی کی پیدائش خاک سے بترکیب عجیب بقدرت کاملہ الٰہیہ واقع ہوئی ہی اور اسکی غذا بھی اللہ تعالے نے
اسی زمین سے مقرر فرمائی ہی اور یہ بھی قدرت خاص ہی کہ اقسام غلہ و میوہ و ترکاریان ہر ایک کو مختلف منافع کے ساتھ جداگانہ ترکیب سے
اسی زمین سے پیدا کر دیا اور جسم مین اجزائے فلزات سونا چاندی وغیرہ کے مادے بھی ہوتے ہین اور نباتاتی اجسام مین بھی ہین اور خاص
فنون سے اجسام کے اجزا جدا کرنے سے پہچانے گئے ہین اور حاذق طبیب اسکو اچھی طرح سمجھیگا اور عوام کے لیے ایک نظیر یہ ہی کہ اکثر
اقسام تتلی کے انڈے جب غور سے ملاحظہ کرو تو اسمین چاندی سونے کا ملمع نہایت نفیس عجیب قدرت الٰہیہ کا ظہور نظر آتا ہی بالجملہ یہ امر
محقق ہی کہ بہم انسانی اصناف ہر ملک کے بھی اکثر اسی سرزمین کی آب و ہوا و پیداواری غذا سے متوافق ہوتے ہین اور اکثر ایک ملک کے
آدمی دوسرے ملک کی آب و ہوا و غذا کو برداشت نہین کرتے پس ترکیب جسمی اس صفت کی ہی کہ اجزائے خاکی سے خواہ وہ خاک
ریتلی ہو یا اسمین اجزائے طلائی و نقرئی ہون خواہ دیگر اقسام ہون مرکب ہوتے ہین اور وہین کی پیداوار اس جسم کے تحلیل کو پورا کرتی رہتی
ہین کیونکہ دونون مین موافقت ہی ولیکن مثلاً ہندوستان کے شمالی حصہ مین آدمیون و پیداوار کی موافقت ہی اور کسی [illegible]

یا کسی سبب سے جسم آدمی کا زیادہ تحلیل ہوا مگر جو غذا اُسکو دی گئی اُسمین وہ اجزا ء نہ تھے یا زیادہ نہ تھے جو جسم سے تحلیل ہو گئے ہین تو پورا نہوگا یا لطافت وکثافت کا فرق ہی اور اس صورت مین اگر ایسی لطیف جامع چیز ہو کہ ہر قسم کے اجزاء لطیف کہ جس سے لطیف جسم انسانی مرکب ہوا ہی ہر حال مین موافقت کرے اور غذا ء کے واسطے معین ومصلح ہو تو فوراً فائدہ ہوگا اور اب سمجھ دیکھو کہ شہد ایسی ہی نفیس چیز ہی کہ مکھیان ہر قسم کے نباتات واناج وپھولون وپھلون سے لطافت کے ساتھ اجزاء لیتی ہین جن سے شہد بنتا ہی اور اسمین جملہ اجزاء جنکی حاجت ہی موجود ہوتے ہین مگر دو باتون کا لحاظ فرض ہی ایک یہ کہ بسا اوقات تمکو شہد کے اجزاء گرمی کے ساتھ چاہیئے تو صاف استعمال کرو اور اگر سردی کے ساتھ یا گرمی توڑکر چاہیے تو جوش دیکر صاف وسرد کرکے کیونکہ جوش دینے سے گرمی اُسکی فرو ہو جاتی ہی جیسا کہ بعض اطباء نے تصریح کی ہی اور دوم یہ کہ اسمین اجزاء مختلف ہر قسم کے موجود ہین اور تمکو ضرورت ہی کہ اسمین فلان قسم کے اجزاء نہوتے کیونکہ اسوقت جسم کی حالت اسکو برداشت نہین کرسکتی تو اول جسم کی حالت پہچانو پھر شہد سے ایسے اجزاء کی قوت توڑنا جانو تو فوراً فائدہ ہوگا اور ایک تیسری بات کا لحاظ بھی ضروری ہی کہ ملکون ملکون کے شہد مختلف ہین جیسے وہان کی پیداوار مین اختلاف ہی تو ہر جسم جس سرزمین کے خواص سے مرکب ہوا اُسکے لیے اسی قسم کا شہد چاہیے پس اب تجھے صاف یہ بات معلوم ہوئی کہ شہد کی خوبی جامع ہی ولیکن طریقہ علاج وجسم کی شناخت واقسام شہد مین سے جس قسم کی ضرورت ہو سب کا جاننا چاہیے ہذا ما سنح لی والحمد للہ رب العالمین۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ البتہ اس تمام مذکور مین ایسی قوم کے لیے نشان قدرت ہی جو فکر کرتے ہین۔ یعنے اللہ تعالیٰ کی عجائب صنعت وغرائب خلقت مین غور وتامل صحیح کرکے کمال قدرت اور اُسی کی وحدانیت کو عیان وروشن دیکھتے ہین اور شہد کی مکھی کی پیدائش واُسکی حرکات بھی عجیب وغریب نہایت حکمت ومضبوطی کے ساتھ ہین جو غور سے نظر کرے وہ قطعاً اللہ تعالیٰ کے الہام کا اور اُسی کے خالق علیم قدیر حکیم خبیر ہونے کا اقرار کریگا اور مترجم نے مختصر طور پر جو تحقیق ظاہری مادیات مین بیان کی ہی اہل عقل جزوی کے واسطے اللہ تعالیٰ کی عجائب صنعت مین غور کرکے خوشی وسرور بڑھانے والی ہی اور یہین سے قیاس ہو سکتا ہی کہ اہل عقل کلی کیسے غرائب علوم سے مسرور ہین وفوق کل ذی علم علیم ف۔ قال الشیخ۔ فی العرائس جب اللہ تعالیٰ نے رزق حسن یعنے حلال کو اور وہ رزق کہ تجھے ایسی جگہ سے میسر آوے جہان تیرا گمان نہین ہی بیان فرمایا تو پھر مواضع حقیقت کو منازل وحی واختصاص مخلوقات مین جنکو اہل معرفت پہچانتے ہین بیان کیا بقولہ تعالیٰ واوحی ربک الی النحل الآیہ نحل مین واُسکے مانند مخلوقات مین جنمین حیات رکھی ہی مواضع خاصہ وحی کو بیان فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فیض فضل اور نور صفت ورحمت ذاتی سے ہر ذی روح کو ایک ایسی جان عطا فرمائی ہی جس سے اُسکی زندگی ہی اور اُسی سے وہ چیز اللہ تعالیٰ کی وحی قبول کرنے کی استعداد رکھتی ہی اور اسی سے وہ اپنے خالق عزوجل کو پہچانتی اور مقامات رزق کو جانتی اور اپنے خالق جلشانہ کی عبادت اس طور پر کرتی ہی کہ جو افعال عبودیت کے مناسب ربوبیت ہین بقدر قوت ادا کرتی ہی اور بدون کسی واسطہ کے اپنے رب کی طرف سے الہام قبول کرتی ہی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سب کو بذات خود الہام فرمایا ہی کیونکہ یہ سب اُسکے اسرار کے محل ہین مگر جہان کے غافل لوگ اس بھید پر مطلع ہونا چاہین تو کبھی نہین آگاہ ہو سکتے ہین سوائے اسکے کہ اُسکو اُسی سے یاد ہین پھر بقدر نور الہام کے ان جاندارون سے وہ چیزین پیدا ہوتی ہین جو علم الٰہی مین غیب مین مقدر تھین اور اسی وحی کو الہام کہتے ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ خلاصہ یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے ذی روح جاندارون مین مختلف ارواح رکھی ہین اور روح کا بھید مخفی ہی اور حیات ہر ایک کی روح سے ہی اور روح کو قبول فیض از خالق عزوجل ہی اور اسی فیض الہامی

سے ہر ایک سے بمشیت الٰہی سبحانہ تعالے ایسی چیزیں ظاہر ہوتی ہین جنکو اکثر لوگ سمجھتے ہین کہ ہم نے یہ کام کیا حالانکہ یہ سب چیزیں جو صادر
ہوتی ہین حقائق ہین کہ علم غیب الٰہی مین بقدر ہو چکے تھے فافہم۔ قال الشیخ یہ الہام کے ساتھ جو وحی ہو اُسکے مراتب ہین مراتب فعل اور
مراتب صفات۔ پس جس شخص کا مشرب کہ الہام افعالی سے ہو تو جو باتین اس سے پیدا ہوتی ہین اُسکے اقسام بقدر افعال ہوتے ہین اور
جسکا مشرب کہ الہام صفاتی سے ہو جو اُس سے پیدا ہوں وہ نہایت صاف و نورانی ہین۔ تو نہین دیکھتا ہو کہ جانداروں مین سے ایک
نحل ہو جسکا ثمرہ شہد لطیف ہو جس سے ہر بیمار کی شفاء ہو کیونکہ اُسکا الہام مختص بصفت ہو نہ فعل لہذا اُسکو حکم ہو کہ پاکیزہ درختوں و پھولوں
و کلیوں و پھلوں سے لطیف کھاوے اور بلند درختوں و پہاڑوں و عرائش پر اپنا مسکن بناوے پس بقدر صفائی و پاکیزگی درختوں پھولوں
کے شہد بھی پاکیزہ و نہایت لطیف ہوتا ہو پس کھانے کا پھل جسقدر زیادہ پاکیزہ ہوگا اُسی قدر شہد بھی بہت پاکیزہ ہوگا۔ پس حق تعالے نے
ارواح کو اسی مثال پر حکم دیا ہو کہ اپنا مسکن دنی و مکدر چیزوں سے بہت اونچا رکھے یعنے ذات و صفات کے پہاڑوں و بلندیوں پر مسکن
بناوے اور انوار افعال سے حصہ لے اور مقام حدوث مین مسکن نہ بناوے تاکہ اُسکی علتوں کے ساتھ عادی نہو جاوے اور اس غبار سے
آلودہ نہو چنانچہ حدیث کے اشارہ سے سمجھ دیکھ کہ فرمایا القلوب بین اصبعین من اصابع الرحمن الحدیث یعنے قلوب کا مقام قبضۂ قدرت الٰہیہ
پس قلوب و ارواح و اسرار و عقول کو خالق عزوجل انوار ذات و صفات و افعال مین عیش شیرین و خوشگوار کے ساتھ منقلب فرماتا ہو
و قولہ ثم کلی من کل الثمرات۔ یعنے انوار ذات و صفات و انوار افعال سے اپنا ثمرہ حاصل کرے جو اُسکے لیے نہایت خوشگوار ہو و قولہ فاسلکی سبل ربک
ذللا۔ اشارہ سے ارواح کو حکم ہو کہ راہین قدم کی ازل و ابد و بقاء کی فنا ہو کر طے کرے تاکہ اُسکو معرفت غیب حاصل ہو اور وہان بہار اُنس سے
معطر ہو اور قدس و جلال کی گلہائے بہارستان مین سیر کرے۔ قولہ یخرج من بطونہا شراب مختلف الوانہ الآیہ۔ شربت معرفت بقدم جلال و عزت
بقاء و انوار ذات ہو پس اختلاف الوان بوجہ اختلاف دیدار کے ہو کہ نور ہر صفت سے ایک رنگ علیحدہ ہو جسقدر ہر صفت سے یا جس صفت سے
اسکو دیدار نصیب ہو ہر ایک کے انوار مختلف ہین پس محبت و عشق وغیرہ ظہور صفات در دیدار سے پیدا ہوتے ہین اور محبت و عشق و اُنس و فکر
و قبض و بسط و خوف و رجاء وغیرہ ہر ایک کا رنگ جداگانہ ہو اور جس شخص کو اُس سے محرومی ہو وہ مریض ہو اور ہر مریض کو انھین مقامات سے
شفاء کلی ہو اور یہ عسل لطیف جامع ہو کہ رنگ نوری اُسکا از نور حق ہو اور حلاوت از وصل حق ہو پس جب اس شہد سے ان بندوں کے
اندر حصول ہوا تو اس سے عبودیت بخشوع و خضوع حاصل ہوتی ہو جو بمنزلہ موم کے ہو اور جب تجلی قدم بصفت محبت نے پر تو ڈالا تو عسل
و موم جدا ہو گئے اور ربوبیت پاک ہو اور موم عبودیت الگ ہو اور ہر آدب اُنہین موجود ہو اور حدیث مین اشارہ ہو کہ ابیت عند ربی یطعمنی
و یسقینی۔ یعنے مین اپنے رب کے حضور مین رات گزارتا ہون درحالیکہ وہ مجھے کھلاتا و پلاتا ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ سبب ورود اس
حدیث کا یہ ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پے در پے کئی روز تک روزہ رکھتے تھے تو بعضے صحابہ رضی اللہ عنہم نے قصد کیا کہ سرور عالم
صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی مین اسی طرح روزے رکھین پس آپ نے منع فرمایا اُنھوں نے جانا کہ ہمپر شفقت کر کے منع کرتے ہین مگر ہم
یہ فضیلت پاوین تو آپ نے متواتر کئی روز تک روزہ رکھا مگر لوگوں سے نہو سکا اور بالکل بیجان ہو گئے تب آپ نے یہ حدیث فرمائی کہ جسکا
خلاصہ یہ ہو کہ تم ابھی اس درجہ تک نہین پہونچے کہ رب عزوجل تمکو کھلاوے پلاوے اور مین اس حال مین ہون پس تم اس فعل مین میرے
ساتھ مت دوڑو۔ سبحان اللہ تعالے کیا اعلے شان تھی صلے اللہ علیہ وسلم۔ شیخ نے لکھا کہ جس نے ایک قطرہ اس شربت سے
بصفت جذب محبت پی لیا وہ علتہائے نفسانیہ و امراض شیطانیہ سے پاک ہو گیا اور انوار ربوبیت مین پرورش پا کر آئینہ کے

بیماریان ۱۲

مثل پاک اور نور سے تندرست ابدی ہو گیا کیونکہ یہ شربت وصال الخفین بندون کو دیا جاتا ہی جنکو دل وجان سے ارادت ہی اور اسکے
تن سے عبودیت کا موم پیدا ہو کر معارف وکواشف سے خاص ہو جاتا ہی اس سے ہر مرید وسالک کو راہ ملتی ہی وقد قال تعالے
قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ یعنے ای محمد تو ان یہودی ونصرانی ومشرک گمراہون سے فرمادے کہ اگر تم اللہ تعالے سے
محبت چاہتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالے کی محبت اُس سے تمکو حاصل ہوگی۔ شیخ ابن عطاء رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ الہام
سے نحل کو مقام کی دلالت فرمائی اور بتلایا کہ جو اُسکے پیٹ مین آیا اُسکو کہان رکھے تو حکم دیا کہ صاف پہاڑ یا بلند درخت پر رکھے کہ خاک دھول
مین نہ ملجاوے پس اس شربت مختلف رنگ مین لوگون کے واسطے شفاء فرمائی۔ یہ شفاء جسم ونفوس کی ہی اور قلوب کی نہین ہی پس
جو شخص کہ اپنے قلب کی اصلاح چاہی وہ پہلے معلوم کرے کہ اوقات شب وروز مین کہان اُسکو جانا ورہنا چاہیے ہر حال مین کیا اسکے
قلب پر وارد ہوا اور کسوقت کیا ظہور ہوا پھر اُسکو لیکر تواضع کے ساتھ خلوت اختیار کرے کہ یہ قلب کی غذا ہی اور روح کی غذا اس سے
بھی زیادہ لطیف ہی اور وہ یہ ہی کہ حق کا مشاہدہ ہو اور قرآن پاک اسی سے سُنے اور کسی حال مین مخلوقات دو عالم کی طرف التفات
نہ کرے۔ شیخ ابن عطاء رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ نحل سے دو چیزین پیدا فرمائین دونون آپس مین ملی ہوئین جنکا تصفیہ آگ سے ہوتا ہی
جب آگ سے مصفیٰ کی گئین تو شہد وموم ہو گئین پس شہد تو خلق کی غذا ہی اور موم جلانے ہی کے کام آتا ہی یون ہی جس شخص نے اعمال
کیے تو انمین سے جو خالص اللہ تعالے کے واسطے ہون وہ تو اللہ تعالے عزوجل کے لیے ہین بندہ کو اُسکا ثواب ہی اور جو اُسمین
شرک وریاکاری سے ملادیے وہ سوائے جہنم کے اور کسی کام کے نہین ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ شاید جسم وروح کا تصفیہ اور
اوہام واعتقاد کا تصفیہ اسی قیاس پر ہی اور آتش عشق ہر ایک کو مصفےٰ کردیتی ہی اور ہر مخلوط جو غیر حق ہو اسی طرح صاف ہوتا ہی واللہ
تعالے اعلم۔ شیخ ابوبکر الوراق رحمہ اللہ تعالے نے یہان ایک لطیف کلام کہا کہ نحل نے جب حکم مانا اور وہی راہ چلے جسپر اُسے حکم ہوا تھا
تو اُسکا لعاب تمام مخلوق کے لیے شفاء قرار دیا گیا اسی طرح بندہ مومن نے جب حکم مانا اور اپنے سر باطن کو محفوظ رکھا اور دل سے
اپنے رب کی طرف رجوع کیا تو اللہ تعالے اُسکے دیدار وباتون وخدمت وصحبت کو خلق کے واسطے شفاء کردیتا ہی جو اُسکو دیکھتا ہی
اُسکو اللہ تعالے یاد آتا ہی اور جو اسکا کلام سنتا ہی اسکو نصیحت حاصل ہوتی ہی اور جو اُسکے پاس بیٹھتا ہی وہ نیکبخت ہو جاتا ہی۔ بعضے
بزرگون نے اس مقام پر ایک لطیفہ فرمایا کہ اللہ تعالے نے عادت کریمہ یون جاری فرمائی ہی کہ نفیس چیز کو حقیر کے اندر مخفی فرماتا ہی
دیکھو ابریشم کو کیڑون کے اندر مخفی فرمایا حالانکہ وہ کیڑا بہت ضعیف وحقیر ہوتا ہی اور شہد کو مکھی کے اندر رکھا اور وہ
بالکل ضعیف کیڑا ہی اور موتی کو صدف مین رکھا حالانکہ وہ بدشکل حقیر جانور ہی ایسے ہی پتھر مین لعل وزمرد وسونا وچاندی مخفی کیا
اور معرفت وولایت ومحبت کو شکستہ دل ضعیف مومنین کے دلون مین مخفی فرمایا حالانکہ اُنمین گنہگار وخطاوار بھی ہوتے
ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ نکتہ لطیف ہی اور اہل جنت فقراء وضعفاء ہین حالانکہ اہل جہنم مغرور ومتکبر ومالدار بدکار کفار
ہین اور یہ نمونہ ہی کہ جو لوگ کمال علمی وعملی چاہین اُنکو لائق ہی کہ مستحقرات دنیاوی سے پرہیز کرین واللہ تعالی الہادی۔ اللہ تعالے نے
عجائب قدرت الٰہی کو حیوانات چرند وپرند مین بیان کرکے خود انسان کے نفسی عجائب بیان فرمائے بقولہ تعالے

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ

اور اللہ نے تمکو پیدا کیا پھر تمکو موت دیتا ہی اور کوئی تم مین پھیرا جاتا ہی نکمی عمر کو کہ سمجھ کے

ع ۹ ۵ ۱۵

بَعۡدَ عِلۡمٍ شَيۡـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌ قَدِيۡرٌ ۞ وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعۡضَكُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ فِى الرِّزۡقِ ۚ

پیچھے کچھ نہ سمجھنے لگے — اللہ سب خبر رکھتا ہی قدرت والا — اور اللہ نے بڑائی دی تم مین ایک کو ایک سے — روزی کی

فَمَا الَّذِيۡنَ فُضِّلُوۡا بِرَآدِّىۡ رِزۡقِهِمۡ عَلٰى مَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُهُمۡ فَهُمۡ فِيۡهِ سَوَآءٌ ؕ

جنکو — بڑائی دی نہین پہونچاتے — اپنی روزی انکو — جو انکے ہاتھ کا مال ہین کہ وہ سب اسمین — برابر رہین

اَفَبِنِعۡمَةِ اللّٰهِ يَجۡحَدُوۡنَ ۞ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمۡ

کیا اللہ کے فضل سے — منکر ہین — اور اللہ کے بنا دین تمکو — تمہاری قسم سے — عورتین — اور دیے — تمکو

مِّنۡ اَزۡوَاجِكُمۡ بَنِيۡنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمۡ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالۡبَاطِلِ يُؤۡمِنُوۡنَ

تمہاری عورتون سے — بیٹے — اور پوتے — اور کھانے کو دین تمکو — ستھری چیزین — سو کیا جھوٹھی — باتین مانتے ہین

وَبِنِعۡمَتِ اللّٰهِ هُمۡ يَكۡفُرُوۡنَ ۞

اور اللہ کے فضل کو — نہین مانتے

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمۡ یعنی پیدا کرنے والا تمہارا اللہ تعالے ہی تم پہلے کچھ نہ تھے پس نظر کرو کہ اللہ تعالے نے تمکو پیدا کیا پھر اب تم ہمیشہ کے واسطے اس گھر مین نہین ہو ثُمَّ يَتَوَفّٰٮكُمۡ پھر وہی تمکو وفات دیتا ہی جسکا نمونہ رات کی نیند ہی پھر صبح تمکو زندہ اٹھاتا ہو اسی طرح برابر جاری ہی کہ جسکو پیدا کیا اُسکو اُسکی مقدری عمر ختم ہونے پر وفات دیتا ہو خواہ بچپن مین خواہ جوانی مین خواہ بڑھاپے مین لہذا جس نے عدم سے پیدا کیا وہی وفات سے اپنی طرف لوٹا دیگا یہان رہنا چند روزہ ہی جسکا کچھ اعتبار نہین ہی وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرۡذَلِ الۡعُمُرِ بعض تم مین سے وہ ہوتا ہی کہ ارذل عمر تک رکھا جاوے۔ یعنے بری زندگی یہ ہی کہ بوڑھا بھوس ہو جاوے پھر آخر موت ہی ولیکن ایسی زیادہ رذیل وحقیر عمر تک رہنے کی ہوس مت کرو کیونکہ اُسکا نتیجہ یہ ہوتا ہی لِكَىۡ لَا يَعۡلَمَ بَعۡدَ عِلۡمٍ شَيۡـًٔا ؕ تاکہ نہ جانے بعد جاننے کے کچھ بھی یعنے پہلے اُسکو باتین معلوم تھین اور عقل سلامت تھی پھر بھوس بوڑھا ہو کر مثل طفل کے ہو گیا کہ کچھ نہین جانتا۔ زجاج رحمہ اللہ تعالے نے کہا یعنے عقل جاتی رہتی ہی اور عالم ہونے کے بعد جاہل ہو جاتا ہی اسی طرح اللہ تعالے پیدا کر کے مارتا ہی اور پھر جب چاہے زندہ کرتا ہی۔ نیشاپوری رحمہ اللہ تعالے نے اپنی تفسیر مین کہا کہ عقلاء کے نزدیک عمر کے چار مرتبہ ہین پہلا مرتبہ سن نمو اور بڑھاو کا جو کہ ابتداء سے اٹھائیس یا تینتیس برس تک ہوتا ہی اور یہی سن شباب ومضبوطی کا ہی دوسرا مرتبہ اُسکے بعد سے چالیس برس تک جو سن وقوف کہلاتا ہی کہ نہ بڑھتا اور نہ گھٹتا ہی مگر عقل اسمین کامل ہو جاتی ہی اور سوم مرتبہ کہولت ہی جو چالیس سال سے ساٹھ برس تک ہی جسمین جسمانی نقصان شروع ہوتا ہی مگر اسقدر ظہور اُسکا نہین ہوتا کہ اخلال یعنی خبط ہو اور چہارم مرتبہ بڑھاپا و کمزوری ظاہری ہی جو اُسکے بعد آخر عمر تک ہوتا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ اکثر اطباء کے کلام مین بھی مانند اسی کے تقسیم مذکور ہی اور ظاہر اس زمانہ مین ساٹھ برس کا سن بھی مرتبہ کمزوری وبڑھاپا ہی اور یہ سب اکثری حالت کا بیان ہی ورنہ جسمانی ہیئات طاقت وضعف کے لحاظ سے خاص خاص مین اُسی لحاظ سے اعتبار رہوگا۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہی کہ ارذل العمر پچھتر برس ہی۔ ایسا ہی سالم وغیرہ مین بھی مذکور ہی اور قتادہ سے نوّے برس مروی ہین۔ اور بعض نے اسّی برس بیان کیے ہین اور شاید معتمد قول اول ہی اور دیگر اقوال باعتبار خاص خاص شخصون کے ہین غرضکہ اس سن مین ایسی کیفیت ہو جاتی ہی

کہ حواس کے اختلال سے نادانی غالب ہوجاتی ہے اور یہ آیت بمانند قولہ تعالے ثم رددناہ اسفل سافلین ہے یعنے اسفل السافلین سے ارذل
عمر مراد ہے۔ اور اس سے صریح ظاہر ہے کہ آدمی کو زیادہ عمر کی خواہش اُسی وقت تک چاہیے کہ یہ مرتبہ نہ پہونچے اور چاہیے کہ اپنی جوانی مین عاقبت
کیواسطے ذخیرہ کرے اور حیات دنیاوی کو مستعار ناپایدار جانے۔ امام بخاریؒ نے صحیح مین بیان حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر فرمائی
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دعا فرمایا کرتے کہ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْکَسْلِ وَالْھَرَمِ وَاَرْذَلِ الْعُمُرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَفِتْنَةِ
الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ۔ یعنی پناہ مانگتے اللہ تعالے سے ایک تو بخل سے یعنے بخیلی کی صفت نہ آوے کیونکہ کبھی ہوتا ہے کہ اول مین بخیل نہو پھر آخر مین بخیل
ہوجاوے۔ جیسے دوسری حدیث مین آیا ہے کہ جب آدمی بوڑھا ہوتا ہے تو دو چیزین جوان ہوجاتی ہین ایک تو عمر کی ہوس اور ایک مال کی
حرص یعنی جس سے بخیلی پیدا ہوجاتی ہے اور دوم کسل سے کہ جوانی مین باوجود اعتقاد آخرت وسمجھداری کے آدمی کو کسل اسقدر گھیرتا ہے کہ زاد
آخرت نہین پیدا کرتا ہے اور سوم ہرم یعنے ایسے بڑھاپے سے جو ارذل العمر کو پہونچے وعلے ہذا آگے جو ارذل العمر مذکور ہے وہ اسی کی تفسیر ہوگی
اور دیگر احادیث مین فقط ہرم مذکور ہے اور چہارم عذاب قبر سے کہ وہی پہلی منزل آخرت ہے اور پنجم فتنۂ دجال سے اور دجال کا فتنہ مثل
شیطان کے سخت ہے اور اصلی دجال اگرچہ ایک ہوگا اور وہ آخر زمانہ مین ہوگا اور سابق مین تحت قولہ تعالے لا ینفع نفسا ایمانھا لم تکن آمنت
من قبل او کسبت فی ایمانھا خیرا الآیہ کی تفصیل گذر چکی ہے ولیکن اس سے پہلے ایسے دجال قریب تیس کے ہونگے جنکا فتنہ قریب اصل کے
ہوگا اور ششم فتنہ محیا و ممات سے اور واضح ہو کہ آدمی کے لیے اُسکی اولاد اور مال بھی فتنہ ہے لہذا چاہیے کہ بالکل ہر فتنہ سے پناہ مانگے کیونکہ
اس صورت مین اولاد و مال بھی نہ دیا جاوے بلکہ ایسے فتنہ سے جس سے اسکے ایمان کو ضرر ہو سولے اولاد صالح و مال صالح کے یہ دونون
آدمی کے لیے نعمت و خیر جاری ہین۔ بالجملہ یہان مقصود یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارذل عمر سے پناہ مانگی ہے۔ آدمی اس سے پہلے
ذخیرہ جمع کرسکتا ہے اور علم و عمل حاصل کرسکتا ہے اور بعد اسکے جب اس عمر کو پہونچا تو پھر ہر کام سے عاجز ہوجاتا ہے تو اسکے لیے آخرت دار نعمت
و عیش ہے اور دنیاوی حیات بیکار رہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس دعا سے تعلیم امت کا قصد فرمایا ہے ورنہ آپ پیغمبر افضل الخلق تھے
صلے اللہ علیہ وسلم اور پیغمبر کو اللہ تعالے اس حالت کو نہین پہونچاتا ہے اور واضح ہو کہ امت والون مین سے بھی جو معرفت و نور باطن سے سرفراز ہوا
اللہ تعالے اپنے فضل سے اُسکو بھی ببرکت حضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم اس ارذل عمر سے یا اُسکی خرابی سے محفوظ فرماتا ہے چنانچہ عکرمہ رحمہ اللہ تعالی
سے مروی ہے کہ جسنے قرآن پڑھا اُسکو اللہ تعالے ارذل عمر کو رد نہ کریگا۔ طاؤس رح سے مروی ہے کہ عالم کبھی خرف نہین ہوتا ہے۔ خرف سے مراد یہی ارذل عمر ہے
کہ جسمین خرافت یعنی اختلاط عقل و اختلال حواس ہوجاتا ہے اور ظاہر او جہ یہ کہ عالم کو نور عقل و مشاہدہ صحیح حاصل ہے اور نور ایسی چیز نہین ہے جو بڑھا
ہوجاوے اور یہ سب قدرت الٰہیہ ہے اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ اللہ تعالے علیم ہے اسکا علم بے انتہا اور بلا اسباب کے ہمیشہ ہر وقت
ہر حال مین ہر جگہ یکسان ہے اور وہی سب قدرت والا ہے جو چاہے پیدا کرے اور جس کو چاہے جس حال پر کردے۔ اسمین مشرکون کو تنبیہ ہے کہ جس
چیز و جس خیال سے شرک کرتے ہین محض جہالت ہے کیونکہ رب تبارک و تعالے مین سب کمال ہین پھر شرک کو کیا مجال ہے پھر اللہ تعالے نے
آدمی کے حالات اس درمیان عمر کے بھی بیان کردیے کہ سب اُسی کی قدرت سے ہین اور شرک انہین نہایت جہالت و کمال گمراہی ہے چنانچہ
فرمایا۔ وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ اور اللہ تعالے عزوجل نے فضیلت دی تم مین سے
بعض کو بعض پر رزق مین۔ معنے فضیلت کے یہان زیادتی ہے جیسے حدیث مین ہے والفضل ربوا یعنے بڑھتی سود ہے اور مقصود یہ کہ رزق
تم سب کا قبضۂ قدرت الٰہی مین ہے وہ بعض کو زیادہ دیتا ہے اور بعض کو کم دیتا ہے اور کسی بندے کے اختیاری نہین ہے لقولہ تعالی

فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ پس جنکو رزق مین وسعت دی گئی وہ رد کرنے والے نہین رزق اپنا اُنپر جو اُنکے ملک و قبضہ مین ہین۔ یعنے اگر زیادتی والے چاہین کہ اپنی جگہ اپنی مملوک کو قائم کرین تو نہین کر سکتے اور یہی معنی ہین کہ جب رزق ہر ایک مالک و مملوک کا باختیار الٰہی مقدر ہے تو ہر ایک اپنا رزق کھاتا ہے پس جنکو زیادتی دی گئی یعنی آقاؤن سے ممکن نہین کہ جو انکا مقدری رزق ہے وہ اپنے مملوک کو دیدین بلکہ ہر ایک اپنا مقدر رزق کھاوینگے فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تو یہ دونون رزق مین ساہر ہین۔ حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے غلامون و مملوکون کے حق مین فرمایا کہ تمھارے بھائی ہین انکو اللہ تعالے نے تمھارے ہاتھون کے نیچے کر دیا ہے سو جو تم کھاؤ انکو کھلاؤ اور جو پہنو انکو پہناؤ اور ایسے کام کا حکم مت دو جو عادت مین اُنکی طاقت سے باہر ہو اور اگر کہو تو خود انمین اُنکی مددگاری کرو۔ دوسری حدیث مین ہے کہ الصلوٰة وما ملکت ایمانکم۔ یعنے تاکید جانو کہ تم نماز ٹھیک رکھو اور مملوکون کے ساتھ بھلائی اور نیک برتاؤ کے واسطے میری وصیت لازم پکڑو۔ اس بارہ مین احادیث بہت ہین اور اصل انسان مین آزادی ہے ولیکن فساد کفر و شرک کی وجہ سے اللہ تعالے نے اُنکو مملوک کیا اور یہ فائدہ عجیب ہے کہ کفر و شرک کی وجہ سے یہ لوگ مثل جانور کے ہین تو مزدوری وغیرہ سے کمائین اور اپنے آقا کو جو اللہ تعالے کی بندگی مین مصروف ہے کھلائین اور خود کھائین تاکہ آقا کو تشویش نہو۔ بعض مفسرین نے یہ معنے بیان کیے کہ جنکو رزق وسیع دیا گیا ہے وہ انمین مماوکون وغیرہ کو شریک اپنا نہین بناتے ہین اور خلاصہ مضمون اُسکا یہ ہے جو ابن عباس رضہ سے مروی کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ مشرک لوگ خود ایسے نہین ہین کہ اپنے مال و عورتون مین اپنے غلامون کو شریک بناوین حالانکہ وہ بھی اُنکے مثل آدمی ہین پھر کیونکر میرے پیدا کیے ہوئے بندون کو میری مخلوق مین میرا شریک بناتے ہین۔ ایسا ہی مجاہد رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ حاصل معنی یہ کہ بت پرستون کو اللہ تعالے نے مثال مین سمجھایا کہ تم اسپر راضی نہین ہوتے کہ تمھارے غلام تمھارے برابر ہون حالانکہ وہی تمھارے مثل ہین پھر تم کیونکر میرے بندون کو میرے برابر بنانے پر راضی ہو اور میری عبادت کی طرح اُنکی عبادت کرتے ہو۔ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ سو کیا تم اللہ تعالے کی نعمت سے انکار کرتے ہو۔ بعض نے کہا کہ یعنے تمکو اسطرح فضیلت دی پھر تم شرک کر کے اللہ تعالے کی نعمت سے کفران کرتے ہو۔ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا یہ اُس شرک کا بیان ہے کہ کھیتی و چارپاؤن مین سے جو اللہ تعالے نے دیے کچھ حصہ اپنے بتون کے واسطے مقرر کر کے شرک کرتے تھے پس مخلوق کو خالق عزوجل کے برابر کرتے تھے۔ بر تقریر اول یہ معنے ہین کہ تم دونون برابر ہو ہر ایک کو اللہ تعالے نے رزق دیا ہے کیونکہ کوئی دوسرا رازق نہین ہو سکتا ہے تو کیا اس نعمت سے تمکو انکار رہا اور مقصود یہی ہے کہ سوائے اللہ تعالے کے بتون وغیرہ کو مخلوق الٰہی اقرار کرتے ہو پھر اُنکی عبادت سے اللہ تعالے کے ساتھ برابری کرتے ہو حالانکہ تم اپنی مملوک کو اپنے برابر نہین کرتے باوجودیکہ اللہ تعالے نے تم دونون کو یکسان رزق دیا ہے۔ ابن ابی حاتم نے حسن بصری رحمہ اللہ تعالے سے روایت کی کہ حضرت عمر بن الخطاب نے ابوموسے اشعری رضی اللہ عنہما کو جو آپ کی طرف سے کوفہ و بصرہ پر حاکم تھے لکھا کہ تو اپنے رزق پر قناعت کیجیو کہ دنیا مین اللہ تعالے نے بعض کو بعض پر رزق مین زیادتی دی ہے تاکہ ہر ایک کو امتحان فرماوے پس جسکو زیادہ رزق دیا اُسکا امتحان کیا ہے کہ وہ اللہ تعالے کا شکر کسقدر زیادہ ادا کرتا ہے اور کیونکر اُسکے حقوق ادا کرتا ہے۔ ذکرہ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے پھر اللہ تعالے نے دوسری حالت انسانی ذکر فرمائی بقولہ تعالے۔ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا اور اللہ تعالے نے تمھارے جوڑے تمھین مین سے بنا دیے ہین۔ یعنے آدم علیہ السلام کی پسلی سے حوا رضی اللہ عنہا کو پیدا کیا اور پھر اُنسے نسل انسانی پیدا فرمائی

کہ ایک جنس کیوجہ سے باہم ایک دوسرے کیطرف میل کرتے ہین اور انس پیدا ہوتی ہے۔ وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً
اور تمھاری ازواج یعنے عورتون سے تمھارے لڑکے وحفدہ پیدا کر دیے۔ ازواج سے پیدا کرتے مین انکو تنبیہ کر دی کہ لڑکیون کو
مہربانی سے پرورش کرین اور بیٹون کا احسان رکھا کیونکہ وہ لڑکیون سے نفرت کرتے تھے اور یہ کہ اولاد کا حصول تمھارے جنس کی
ازواج سے ہے اور رضاء ازواج ہی اولاد ہے جسکا احسان رکھا لہذا اہل السنۃ کے نزدیک دُبر یعنے مقام بیجانہ سے وطی کرنا حرام ہے اور
نیز لڑکون سے اغلام سخت گناہ ہے۔ اور قولہ تعالٰے قدموا لانفسکم۔ پارہ سیقول کی آیت مین وطی سے نیت اولاد صالح کی کرے اور
جب وطی سے اپنے نفس کی حفاظت حرام سے اور اولاد صالح مقصود ہو تو ثواب ہے جیسا کہ زنا و شہوت پرستی سے عذاب ہے جیسا کہ حدیث
مین مصرح ہے۔ پھر حفدہ کی تفسیر مین بظاہر سلف سے مختلف اقوال ہین اور فی الحقیقت کچھ اختلاف نہین ہے اسوجہ سے کہ حفدہ
مشتق از حفد بمعنے خدمت ہے جیسے دعاے قنوت مین ہے کہ الیک نسعی ونحفد۔ یعنے تیری بارگاہ مین طاعت سے دوڑتے اور خدمت
کرتے ہین۔ اور عرب مین خدمت کرنے والے انکی اولاد وغیرہ ہوتی تھی اور کبھی حفدہ خاصکر بیٹیون کی اولاد کو کہتے ہین اور یہ مہربانی
وشفقت دلائی کہ بیٹیون کو پرورش کرین کہ نانی ہون ورنہ ناناکہان سے بنینگے۔ اور کبھی پوتون و پوتیون کو کہتے ہین۔ شیخ ابن کثیر
رحمہ اللہ تعالٰے نے لکھا کہ حفدہ لڑکون کی اولاد ہے کما قال ابن عباس وعکرمہ والحسن والضحاک وابن زید۔ اور سعید بن جبیر
رحمہ اللہ تعالٰے نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حفدہ ولد اور ولد الولد ہین یعنے ولد کو بھی شامل ہے مترجم کہتا ہے
اس تفسیر کے موافق بنین کے بعد حفدہ کا ذکر اسطرح ہے کہ بنین تو فقط نرینہ اولاد ہے اور حفدہ خواہ لڑکی ہو یا لڑکا ہو اور خواہ لڑکی کی اولاد ہو
یا لڑکے کی اولاد ہو یعنے نواسی و پوتی دونون کو شامل ہے۔ سنید رحمہ اللہ تعالٰے نے اپنی تفسیر مین کہا کہ حدثنا حجاج عن ابی بکر عن عکرمہ عن
ابن عباس رضی اللہ عنہ قال بنوک حیث یحفدونک الخ یعنے حفدہ تیرے بیٹے کیونکہ تیری خدمت کرتے ہین اور مدد کرتے ہین اور مجاہد
رحمہ اللہ تعالٰے نے کہا کہ حفدہ بیٹا و خادم ہے اور دوسری روایت ہے کہ مجاہد رحمہ اللہ تعالٰے نے کہا کہ حفدہ نصرت کرنے والے و مدد
کرنے والے وخدمت کرنے والے کہلاتے ہین اور طاؤس وغیرہ نے کہا کہ حفدہ خدمت کرنے والے کہلاتے ہین یہی قول قتادہ و
ابومالک و حسن بصری کا ہے اور عبدالرزاق نے عکرمہ سے روایت کی کہ حفدہ وہ ہے جو تیری اولاد سے یا اولاد کی اولاد سے تیری خدمت
کرے۔ ضحاک رحمہ اللہ تعالٰے نے کہا کہ عرب کا تو یہی حال تھا کہ انکی خدمت انکی اولاد کیا کرتی تھی۔ عوفی کی روایت ابن عباس سے یہ ہے
کہ حفدہ وہ مرد جو دوسرے مرد کے روبرو خدمت کرے اور کہا کہ بعض لوگ زعم کرتے ہین کہ حفدہ آدمی کے ختن ہوتے ہین۔ مترجم کہتا ہے
کہ ختن داماد اور خسر دونون پر بولا جاتا ہے اور کبھی بہن کے خاوند کو بھی بولتے ہین اور ہر ایسے شخص کو جسکا رشتہ خاندان سے دامادی کا
ہو جاوے اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالٰے نے لکھا کہ ختن سے جو معنے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمائے ہین یہ قول حضرت ابن مسعود
رضی اللہ عنہ و مسروق و ابوالضحی و ابراہیم نخعی و سعید بن جبیر و مجاہد و قرظی کا ہے اور اسکو عکرمہ نے ابن عباس سے بھی روایت کیا ہے
اور علی بن ابی طلحہ کی روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ ہے کہ حفدہ خسر ہوتے ہین۔ شیخ ابن جریر رحمہ اللہ تعالٰے نے لکھا
کہ یہ سب اقوال حفدہ کے معنے مین داخل ہین کیونکہ اسکے معنے خدمت کے ہین وہ کبھی اولاد سے حاصل ہوتی ہے اور کبھی خدمتگارون و
داماد و خسر سے حاصل ہوتی ہے پس نعمت ان سب سے حاصل ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالٰے نے کہا کہ اگر ازواج کے متعلق حفدہ ہے تو
حفدہ تمھاری ازواج سے ہوئے تو اس صورت مین ضرور اس سے مراد اولاد اور انکی اولاد اور جورو کے دوسرے خاوند سے جو اولاد

کہ دوسرے شوہر کی پرورش مین ہوا اور داماد مراد ہونگے کہ جو لڑکیون کے خاوند ہین اور ایسا ہی شعبی و ضحاک کا قول ہو- اور لکھا کہ شاید
ابو داؤد کی حدیث تفرۃ بن اکثم مین کہ الولد عبد لک ولد تیرا غلام ہو" یہی مراد ہوگی کہ خادم ہو- اور اگر اسکو ازواج پر معطوف کیا جاوے
یعنی تمھارے لیے ازواج کردین اور حفدہ کردیے تو خادم مطلقاً داخل ہونگے انتہے مترجما اور بعضے اہل تفسیر نے لکھا کہ بظاہر حفدہ کا عطف
بنین پر ہی تو اولے یہ ہی کہ بنین سے بیٹے مراد ہین تو حفدہ سے اولاد کی اولاد مراد ہو- اور واضح ہو کہ حفید دراصل لغت مین بیٹون اور بیٹیون
دونون کی اولاد کو شامل ہو اور کسی ایک کی تخصیص کرنا پیچھے سے استعمال عرف مین ہوگیا ہو- بالجملہ اللہ تعالے نے احسان رکھا کہ پیدا کیا
اللہ تعالے نے تمکو اور تمھاری بیبیان اور اُنسے لڑکے اور اولاد جو تمھاری مددگار رہون اور خدمتگار جو تمکو آرام دین- وَّرَزَقَكُمۡ
مِّنَ الطَّيِّبٰتِ اور رزق دیا تمکو طیبات سے یعنے پاک لذیذ چیزون سے انمین جو حلال ہی وہ ثواب اور فرمان الٰہی کے موافق ہو اور
اگر کسی حلال کو حرام طور پر کھایا وہ عذاب ہو اور جن غذاؤن کو حرام کردیا ہو جیسے سور کا گوشت تو وہ طیب نہین ہو- واضح ہو کہ صحیح یہ ہو
کہ بعض چیزین پاک ہوتی ہین مگر اللہ تعالے نے اپنی فرمانبرداری کے امتحان کے واسطے اُنکو حرام کردیا جیسے بعض لوگ شراب کو اسی قسم سے
قرار دیتے ہین یا کسی دوسری وجہ سے جو حرام فرمائی ہو اُس سے پیدا ہونے کی وجہ سے حرام ہو جیسے سنکھیا کہ پاک ہو ولیکن جان کو قتل کرنا
حرام کیا اور سنکھیا کھانے سے جان جاتی ہو لہذا حرام ہو- غرضکہ حرام مین دو قسم ہین ایک وہ کہ جو طیب نہین ہین وہ تو بالاتفاق حرام و رزق بھی
نہین ہین اور دوم جو پاک ہین مگر کسی وجہ سے اُنمین حرمت ہو حتے کہ مثلاً دوسرے کا طعام چھین لیا تو اُسکی حرمت ذاتی نہین بلکہ بالغیر ہو اور
اہل السنۃ کے اعتقاد مین یہ رزق ہو مگر اُسپر عذاب ہوگا اسی وجہ سے حدیث سے ثابت ہو کہ حرام کھانے کپڑے سے نماز و دعا وغیرہ قبول
نہین ہوتی ہو- اور یہ کے انعام سے اُسکو ملا دیا اور آدمی کو سردار بنا دیا چنانچہ حدیث مین بھی ہو کہ اللہ تعالے قیامت کے روز بندے سے فرماویگا
اسپر اپنا احسان رکھیگا کہ اے فلان کیا مین نے تجھے تیرا جوڑا نہ دیا تھا اور کیا مین نے تجھے مکرم نہ کیا تھا اور کیا مین نے اونٹ گھوڑون کو
تیرے تابع نہین کردیا تھا اور نہین تجھے چھوڑ دیا تھا کہ تو سردار تھا اور عیش کرتا تھا رہا مست مین- تا آخر حدیث- مترجم کہتا ہو کہ تیرا
جوڑا دیا- یعنے جورو جس سے اولاد اور احفاد ہوئے اور یہ ان سب کا سردار ہوا اور رزق سے عیش کرتا رہا- معلوم ہوا کہ خاندان کا بوڑھا
سب کا سردار ہو اور دوسری حدیث مین بھی وارد ہو کہ ہم مین سے نہین جو ہمارے بڑے کی تعظیم نہ کرے اور جو ہمارے چھوٹے پر مہربانی
نہ کرے- غرضکہ اللہ تعالے نے ان نعمتون سے آدمی کو فضیلت دی پھر وے اللہ تعالے کے ساتھ شرک کرتے ہین- اَفَبِالۡبَاطِلِ يُؤۡمِنُوۡنَ کیا
جھوٹی بے بنیاد بات پر اعتقاد لاتے ہین یعنے دوسری چیزین بت و آدمی و جن و شیطان و پری و دیو وغیرہ پر اُنکو اعتقاد ہو کہ اُنکی طرف سے
بہت سی باتین مانتے ہین کہ فلان نے ہمکو اب کی بیٹا دیا اور فلان بزرگ کی طرف سے ہمارا یہ کام ہوگیا اور بتون کی پرستش اسی واسطے کرتے
ہین تو یہ بے بنیاد لغو جھوٹ بات پر اعتقاد لاتے ہین- وَبِنِعۡمَتِ اللّٰهِ هُمۡ يَكۡفُرُوۡنَ اور اللہ تعالے کی نعمت سے انکار
کرتے ہین منجملہ کفران نعمت کے ہو کہ اللہ تعالے کی طرف سے نعمت نہ جاننا اور غیرون کی طرف منسوب کرنا- اور جسقدر نعمت بڑے اُسی قدر
اسکا انکار سخت ہو اور سب سے بڑی نعمت اللہ تعالے کی محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر صادق ایمان کی ہدایت ہو حالانکہ بعض قریش اس سے
منکر ہوئے اور یہ خیال باطل و شیطانی ہو کیونکہ بتون کی قدرت و عیسے کی ولدیت اور ما نند اسکے جسقدر باطل اعتقادات ہین اُسنے
نہ بتون کو خبر اور نہ حضرت عیسے علیہ السلام کو آگاہی صرف شیطان کے جالے ہوئے عقیدے و وہمیات ہین لہذا باطل جملہ شیطان ہی
اسپر اعتقاد لاتے ہین ابن کلام کے معنے ابن جریج رحمہ اللہ تعالے سے مختصر مروی ہین ف فی العرائس قولہ واللہ فضل بعضکم

علی بعض فے الرزق - اسکی تفسیر گزرچکی اور جب نظر بلند کرکے فقط اہل معرفت کے رزق مین دیکھو تو یہاں اشارات ہین از انجملہ یہ کہ اہل معرفت مین روحی رزق مقسوم ہی بعض کے واسطے طاعات ہین کہ انکی روح کو بوجہ تصفیہ نفس کے غذا ہی اور بعض کے لیے ارادت ہین یعنے ہمہ تن ارادت مین دائر ہین اور اسی کی خواہش مین مستغرق ہین اسی طرح بعض کے واسطے مقامات ہین اور بعض کے لیے حالات ہین اور بعض کا رزق مکاشفات ہین اور بعض کو مشاہدات نصیب ہین اور بعض کو حصول معرفت ہی اور بعض کو محبت کا حصہ ہی اور بعض کے واسطے توحید ہی اور بعض کو تفرید ہی پس اشباح کا رزق درحقیقت عبادت وعبودیت ہی اور ارواح کا رزق درحقیقت دیدار انوار ربوبیت ہی اور عقول کا رزق وہ افکار ہین جو صفات الٰہی مین ہون اور قلب کا رزق اللہ تعالےٰ کا ذکر ہی اور سب کے سب اپنے رزق کے لیے جناب الٰہی مین محتاج ہین اور بحر قرب ومشاہدہ سے پہنچنے کے بعد اپنے اپنے شرب سے پیاسے ہین ۔ گویم کہ بر آب قادر نیند ۔ کہ بر ساحل نیل مستسقی اند ۔ اور ہر ایک فرط غیرت سے نہین طاقت رکھتے کہ اہل ارادت مین سے کوئی اُنکے ساتھ ہو ۔ الکما قولہ تعالےٰ فما الذین فضلوا برادی رزقہم علے ماملکت ایمانہم - شیخ ابراہیم خواص نے کہا کہ بس کا رزق طلب مین ہی اور بعض کا قناعت مین اور بعض کا توکل مین اور بعض کا کفایت مین اور بعض کا مشاہدہ مین چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انی اظل عند ربی یطعمنی ویسقینی - میرا برابر اپنے رب کے پاس ہون وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہی اور یہ حدیث صحیح مین موجود ہی - شیخ فضیل رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ سب سے اعلےٰ رزق جو انسان کو عطا ہوا ہی معرفت ہی اُسکو اپنے رب سے نزدیک کرے اور عقل ہی کہ اُسکو سیدھی راہ پر ادب سے مستقیم رکھے پھر اللہ تعالےٰ نے اس رزق کی پاکی وحلاوت وطہارت بیان فرمائی بقولہ ورزقکم من الطیبات - پاکیزہ رزق مین سے سب سے اعلےٰ مشاہدہ ولقاء ہی کیونکہ اسی رزق سے درحقیقت زندگی ارواح ومعرفت ہی اور زندگی اشباح درعبودیت ہو زندگی عقول تفکر اور زندگی قلوب بذکر اور عیش اسرار با دراک علم ربوبیت ہی اور حقیقت مین طیب ہی ہی کیونکہ وہ پاک ازلی قدیم منزہ از حدوث ہی اور ما سوا اسکے جو ارزاق ہین وہ معلول ہین اور وہ طیب نہین ہوسکتا رزق طیب کی صورت یہ ہی کہ عارف کے حال سے موافق ہو اُسکو صفائے وقت سے محجوب نکرے - حارث محاسبی رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ وہ فئی وغنیمت ہی - مترجم کہتا ہی کہ علماء نے اجماع کیا ہی کہ مال غنیمت جو جہاد سے حاصل ہو اس سے بہتر حلال رزق نہین ہی اسکے بعد امام ابوحنیفہ نے کہا کہ تجارت ہی اور امام شافعی نے کہا کہ زراعت ہی اور واضح ہو کہ یہ دونون باختلاف زمانہ مختلف ہوجاوینگے حتے کہ ممکن ہو کہ اس زمانہ مین تجارت سے زیادہ زراعت بہتر ہو کیونکہ اس زمانہ مین جملہ بیوع فاسد وسود ہین اور اگر کسی نے قصد کرکے خرید مین جملہ شرائط کی رعایت رکھی تو شک نہین کہ بائع کے پاس وہ چیز بطور فاسد پہونچی ہی غرضکہ جو شخص قواعد شریعت سے واقف ہی اسپر پوشیدہ نہین کہ مشائخ نے جو اپنے زمانہ مین لکھا کہ عامہ بیوع فاسد ہین جیسا کہ فتاوے مین مصرح ہی تو اسوقت ضرور بیوع فاسد ہین اور رہی زراعت تو وہ بھی اس زمانہ مین مخدوش مخمصہ مین ہی مگر کسی قدر تجارت سے غنیمت ہی لہذا اسی پر فتوےٰ ہوگا واللہ تعالےٰ اعلم - شیخ نے لکھا کہ شیخ احمد بن ابوالحواری نے کہا کہ طیبات وہ چیزین ہین جو جنگلون مین مباح ہین مترجم کہتا ہی کہ ہندوستان مین اسوقت جو حاکم ہی اُس نے جنگلون کی لکڑی وگھاس وپانی وغیرہ سب مملوکہ قرار دیا ہی ولیکن واضح ہو کہ جو چیزین اللہ تعالےٰ نے اصلی مباح فرمائی ہین وہ کسی شخص کے روکنے ومملوکہ قرار دینے سے مملوک وممنوع نہین ہونگی اور یہ قول اقرب ہی واللہ تعالےٰ اعلم - البتہ مشکل یہ ہی کہ جس نے بوجہ اصلی حلت کے اس ملک مین جنگل کی چیزون سے لیا اُسکو حاکم وقت نے

ضرر پہونچیگا لہذا آدمی شکل در شکل میں ہے واللہ الہادی الی السبیل وہو احسن عزیز الحکیم - شیخ ابن الجلاء رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ جو فتوح تجھکو بدون طلب و حرص کے ہو وہ حلال ہے اقول شاید یہ اُس زمانہ میں ہو جب کہ عموماً لوگوں کے پاس مال حلال تھا پس جو کچھ اُسکے پاس پہونچا وہ بھی حلال ملک سے آیا اور اس زمانہ میں اسمین تامل ہے۔ واللہ تعالے اعلم بالصواب - پھر اللہ تعالے نے اپنا فضل و انعام بیان کرنے کے بعد مشرکون کے انکار و شرک کو بطور ملامت بیان فرمایا اور اپنی تنزیہ کی بقولہ تعالے

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اور پوجتے ہین اللہ کے سوائے ایسون کو کہ مختار نہین انکی روزی کے آسمان و زمین سے

شَيْـًٔا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ

کچھ اور نہ مقدور رکھتے ہین سومت بٹھاؤ اللہ پر کہاوتین اللہ جانتا ہے

وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

اور تم نہین جانتے

اللہ تعالے نے مشرکون کے حال سے بطور انکار و ملامت کے آگاہ فرمایا کہ اللہ تعالے کے ساتھ غیرون کی عبادت کرتے ہین حالانکہ رازق اور انعام کرنے والا ہر طرح اُنپر اللہ تعالے وحدہ لاشریک ہے فقال - وَيَعْبُدُوْنَ اور عبادت کرتے ہین یعنی مشرک لوگ قریش و عرب والون سے لیکر قیامت تک کے پوجتے ہین - مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سوائے اللہ تعالے کے - مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ وہ چیز جو اُنکے لیے مالک نہین ہے - رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْـًٔا کچھ رزق کی آسمانون و زمین سے کچھ چیز بھی یعنی انکو برسانے و اُگانے وغیرہ ہر ایک قسم کے اسباب رزق مین سے کسی چیز کی قدرت نہین ہے - واضح ہو کہ ما موصولہ اکثر اسکا استعمال بیجان و بےعقل چیزون مین ہے تو مراد یہان بت ہین لہذا قتادہ رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہے کہ اُسکی تفسیر مین کہا کہ یعنے یہ بت جنکو سوائے اللہ تعالے کے پوجتے ہین وہ اپنی پرستش کرنے والون کے لیے کچھ رزق کے مالک نہین ہین - مترجم کہتا ہے کہ ما موصولہ عام ہے بیجان و جاندار عاقل سب کو پس اول مین تو بتون وغیرہ کو ما موصولہ سے تعبیر کیا پھر فرمایا - وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اور نہ انکے معبود لوگ کچھ استطاعت رکھتے ہین - یہان صیغہ جمع اس وزن پر ہے جو عاقلون کے واسطے مقرر ہے پس اسکی وجہ یہ ہے کہ اول مین تو واقعی حال پر تعبیر کیا کہ وہ جن چیزون کی پرستش کرتے ہین وہ جمادات ہین یا اگر ما موصولہ عام لیا جاوے کہ ملائکہ و حضرت عیسے علیہ والسلام وغیرہ سب کو شامل ہو تو بھی حق یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے وہمی خیال کو معبود بناتے ہین اور حضرت عیسے علیہ السلام وغیرہ کو کچھ خبر بھی نہین ہوتی - پھر دوسری جگہ صیغہ عقلا سے تعبیر باعتبار مشرکون کے گمان کے ہے کہ مشرک بتون کو اپنے حال سے آگاہ و ذی عقل جانتے ہین - واضح ہو کہ کلمہ شیئًا جو آیت مین مذکور ہے زبان عربی کی ترکیب مین نادانون کو مشکل ہو جاتا ہے لہذا جاننا چاہیئے کہ اسمین ترکیبی تین صورتین ہین اول یہ کہ لایملک کا مفعول مطلق ہے یعنی مفعول کی صفت تھا تو مفعول حذف کرکے اُسکے قائم مقام ہے اسطرح کہ لا یملک لہم رزقا من السموات والارض ملکًا شیئًا - یعنے کچھ بھی ملک نہین رکھتے دوم یہ کہ رزقًا سے بدل ہے - اسپر بعض نے اعتراض کیا کہ اس بدل کا فائدہ نہین ہے کیونکہ اس سے نہ بیان ہے اور نہ تاکید ہے - جواب یہ ہے کہ رزقًا سے شیئًا عام ہے پس افادہ ظاہر ہے وفیہ بحث - سوم یہ کہ رزقًا اسمین عامل ہے اس بنا پر کہ رزق مصدر ہے اُسکا عمل فعل کا ہوگا اور یہی ابو علی فارسی کا

قول ہی اور ابن الطرادة رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسمین کلام کیا اسطرح کہ رزق سے مراد مرزوق ہی یعنے رزق اس مقام پر وہ چیز ہی جو انکو رزق دی گئی - اور جواب یہ ہی کہ عمل کرنا باعتبار لفظ کے ہی اور لفظ رزق ہر حال مین مصدر ہی خواہ معنی مصدری مقصود ہون یا اس سے مرزوق کے معنے مراد ہون - یہان ایک بات یہ ہی کہ اول بیان فرمایا کہ مشرک لوگ جن لوگون و جن چیزون کو اپنا معبود بناکر اللہ تعالےٰ کے ساتھ شرک کرتے ہین وہ کچھ مالک نہین ہین تو پھر دوبارہ لا یستطیعون فرمانے کی کیا ضرورت تھی اسکا جواب یہ ہی اگر اول مین فقط رزق کے مالک نہین ہین" مراد لیا جاوے تو دوبارہ اُنکی استطاعت نہونا نفی مقصود ہی اور اگر اول مین شیئًا سے بالکل ملک کی نفی ہو تو ممکن ہی کہ استطاعت ہو پس اسکی بھی نفی کردی اور حاصل کلام یہ ہی کہ کبھی آدمی کسی چیز کا مالک نہین ہوتا ہی لیکن استطاعت ہوتی ہی جیسے بادشاہ نے ایک شخص کو یا اپنے غلام کو خرید فروخت سے منع کر دیا تو وہ بحکم سلطنت کے اس کام کا مالک نہین ہی اور کچھ بھی خرید فروخت نہین کر سکتا لیکن اسکو استطاعت باقی ہی چنانچہ اگر بادشاہ اجازت دیدے تو فورًا یہ کام کر سکتا ہی - اب معنی آیت کریمہ کے یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ جلشانہ نے انکو پیدا کیا اور ہر طرح کا رزق دیا اور جو کچھ اُنکے حق مین نیکی و بدی جاری ہی سب اُسی کی قدرت سے اپنے اپنے وقت پر ہوتی ہی تو اسی کی عبادت انپر فرض ہی مگر مشرک و کافر بندون کی یہ کیفیت ہی کہ اللہ تعالےٰ کے سوائے دوسرون کی عبادت کرتے ہین حالانکہ یہ تو صریح ظاہر ہی کہ دوسرون نے انکو پیدا نہین کیا اور جو خود مخلوق ہو اور کچھ پیدا نہ کر سکے اسکی عبادت نہین ہو سکتی ہی پھر علاوہ پیدا نہ کرنے کے رزق و حیات و نیکی و اولاد وغیرہ جتنی نعمتین انکو رزق دیجاتی ہین اُنمین سے بھی وہ اُنکے حق مین کچھ بھی مالک نہین ہین اور مالک نہونے کے ساتھ انکو کچھ استطاعت و قدرت ہی نہین ہی - خلاصہ تحقیق یہ ہی کہ دنیا مین ہر چیز جو عدم سے وجود مین آتی ہی حتے کہ آدمی کے افعال جنکو وہ سمجھتا ہی کہ مین نے کیا حالانکہ مرض کا پیدا ہونا اور اچھا ہونا اور اسکو بھوک معلوم ہونا اور مانند اسکے ہزارون فعل ہین کہ انمین اُسکو خود اقرار ہی کہ میری استطاعت سے نہین ہوتے ہین مگر اُنکے سوائے بہت سے کام ہین کہ اُنمین نادانی و حقیقت حال سے واقف نہونے کے سبب سے دعوے کرتا ہی کہ مین نے کیا ہی مگر عالم و جاہل مین فرق ہی عالم جانتا ہی کہ کسی مین استطاعت نہین ہی جو چیز پیدا ہو جاتی ہی وہ اللہ تعالےٰ ہی کی قدرت سے پیدا ہوتی ہی اسی معبود عزوجل کے قبضۂ قدرت مین ہر چیز مقہور و مسخر ہی اور اُسی کی قدرت سے ہر چیز پیدا ہوتی ہی اور ہر آدمی کے افعال و حرکات پیدا ہوتے ہین اور آدمی کے خیالات مین جو چیز آوے وہ حادث کے اندر ایک چیز حادث ہوئی اور اللہ تعالےٰ جل شانہ قدیم ہی اُسکی شان و قدرت و علم و حکمت بے مثل و بے مانند قدیم ہی پس ممکن نہین ہی کہ آدمی کی عقل و خیال مین کوئی ایسی چیز پیدا ہو جس سے اللہ تعالےٰ کی مشابہت ممکن ہو اسی واسطے مشرکون کو اُنکے خیالات دوڑانے سے منع فرمایا بقولہ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ سو تم مت بیان کرو اللہ تعالےٰ کے لیے مثلین - قتادہ رحمہ اللہ کی تفسیر کی توضیح یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ عزوجل احد صمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد ہی اور جو چیز اُسکی تشبیہ مین لاؤ وہ تمھارے مثل بھی نہین بلکہ ایک صورت تمھارے اندر خیال مین پیدا ہوئی ہی وہ بھلا اللہ تعالےٰ کے مثل کہان سے ہو سکتی ہی تو اللہ تعالےٰ کے لیے دوسرون سے مشابہت و خیالات مت لاؤ - قال المترجم یہ کلام نہایت لطیف ہی اور جسقدر غور سے دیکھا جاوے آب زر سے لکھنے کے قابل ہی اور اسی سے ثابت ہوا کہ مشرکین جو کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالےٰ ایسا بزرگ ہی کہ ہم مین سے کوئی اُسکی عبادت نہین کر سکتا تو بذریعہ ستارون و بتون وغیرہ کے اُسکے یہان تقرب ڈھونڈھنا چاہیے" یہ کلام بظاہر اللہ تعالےٰ کی تعظیم معلوم ہوتی ہی ولیکن غور سے دیکھو تو بڑی گستاخی ہی اسلیے کہ اُنھون نے اللہ تعالےٰ کی تشبیہ اپنے خیال مین نکالی کہ وہ ایسا ہی تو اسکا حکم یون ہوا - اور اگر کہتے کہ اللہ تعالےٰ نے

ہمکو اسطرح آگاہ فرمایا لہذا ہم ایسا ہی کرتے ہین اور ہم اُسکی شان مین کوئی بات نہین تراشتے ہین تو صحیح ہو" لہذا فرمایا- اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی اللہ تعالے جانتا ہی کہ جو شان عظیم اسکے لائق ہی اور تم نہین جانتے ہو کہ وہ ایسا ہی اور اسکا حکم ہی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا یعنی میرے ساتھ دوسرا آلہ مت بناؤ کیونکہ میرے سواے کوئی آلہ نہین ہی- اسکے معنی یہی ہین جو مذکور ہوئے- شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ لا تضربوا اللہ الامثال- یعنی تم اسکے واسطے مانند و نظیر و مثل مت بناؤ- ان اللہ یعلم الآیہ یعنی اللہ تعالے شاہد ہی کہ لا الٰہ الا ہو اور تم نادانی سے اُسکے ساتھ شرک کرتے ہو- دیگر مفسرین نے یہان اقوال بیان کیے- اول آنکہ ان اللہ یعلم یعنے اللہ تعالے جانتا ہی کہ تمہ عبادت اُسی کی ہی وانتم لا تعلمون جو کہ بتون وغیرہ کی عبادت سے تم عافیت کی بلا جای ہی دوم آنکہ اللہ تعالے ہر چیز کی حقیقت جانتا ہی اور تم اُسکو نہین جانتے ہو تو اُسکی وحی کے سامنے اپنی راے کو چھوڑو- سوم آنکہ اللہ تعالے جانتا ہی کہ مثل کیونکر بیان ہوتی ہی اور تم اُسکو نہین جانتے ہو اور تمہارا فعل فقط خیالات باطلہ ہین اقول آگے اللہ تعالے نے خود مثل بیان فرمائی ہی تو اس قول سے توفیق ہو گئی کہ ممانعت اُنکو ضرب المثل کرنے سے ہی اور جواز خود ضرب المثل کا فرمایا ہی اور حق یہ ہی کہ ممانعت تو اللہ تعالے کی ذات و صفات کو خیال و مثال سے تشبیہ دیکر مانند بادشاہون کے قرار دیکر اسپر اپنی راے سے حکم نکالنے کی ہی اور اللہ تعالے نے اُسکی مثال نہین فرمائی ہی فافہم اور شیخ ابن کثیر کے کلام مین فلا تضربوا بمعنے فلا تجعلوا ہی کیونکہ ضرب المثل ظاہر الکلام ہوتا ہی اور شیخ نے کہا کہ اللہ تعالے کے واسطے مثل و مانند و نظیر مت بناؤ لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر اسکے موافق ہی پس یہ کہا جاویگا کہ یہان ضرب المثل کے محاورہ پر فلا تضربوا للہ الامثال نہین ہی بلکہ لغوی معنے پر ہی یا کہا جاوے کہ ضرب المثل کسی تشبیہ پر ہوتا ہی تو اللہ تعالے کے مانند دوسری چیز کو تصور کر کے ضرب المثل ہوگی پس اس تشبیہ سے منع کر دیا کہ اُسکے مانند کوئی چیز مت بناؤ فافہم

ف فی العرائس قولہ تعالے فلا تضربوا للہ الامثال- اسمین قدم کی پاکی حدوث سے بیان فرمائی کہ کوئی چیز جو حادث ہی اسکو کسی طرح ذات پاک قدیم سے مشابہت نہین ہی پس ضرب المثل ممکن نہین ہی اور اسمین اہل ایمان کو جو اللہ تعالے سے سخت محبت رکھتے ہین بقولہ تعالے والذین آمنوا اشد حبا للہ- اشارت ہی کہ مقام محبت و عشق مین شواہد التباس سے قدیم کو منزہ و پاک رکھین اور حوادث سے تشبیہ والتباس نہونے دین اور یہ اُس صورت مین ہی کہ مخلوقات کے دیکھنے مین اور افعال جہان کے تصورات مین حق عزوجل کا ظہور رہی تو حق عزوجل کو مقام التباس مین حوادث و مخلوقات سے منزہ رکھین اور مرتبہ فہم العلم کے ساتھ صفت قدسی کو فعل سے پاک رکھین اور اُسکی حقیقت ذات کو اوہام و اشارات و عبادات و ضرب المثال سے پاک و منزہ رکھین وہ تو قائم بذات خود ہی اور مخلوقات کے ادراک سے ممتنع ہی پس جو مثال بیان کیجاوے جب اُسکو نظر حقیقت سے دیکھو تو اُسکی ذات و صفات سے خارج ہوگی- مترجم کہتا ہی کہ خالص عقل کے واسطے یہ صریح دلیل ہی کہ آدمی مخلوق ہی اور اسکے اندر عقل مخلوق ہی اور خیال و حواس یا عقل جسکے اندر اللہ تعالی کے واسطے مثال وغیرہ تصور کیجاوے وہ مخلوق کے اندر اسوقت مین مخلوق پیدا ہوئی کیونکہ تصور سے پہلے اس تشبیہ و مثال کا وجود نہ تھا پس اللہ تعالے جو قدیم ہی وہ عقل حادث سے جدا ہی تو پھر عقل حادث کے اندر حادث سے بالکل مبرا و منزہ ہی اور کسی حال مین عقل کا ادراک اس درجہ سے یعنے حادث کا حادث ہونے سے تجاوز نہین کر سکتا تو کبھی آدمی اُسکو ادراک نہین کر سکتا ہی- یہ قطعی دلیل ہی واللہ تعالے ہو الہادی الی سواء السبیل- قولہ ان اللہ یعلم وانتم لا تعلمون- اللہ تعالے ہی علیم اسرار ہی اور لوگ جس بات پر شاہد ہین وہ انھین کی ذات و صفات ہین اسی واسطے اکابر مشائخ کا قول ہی کہ جو کچھ تیرے ادراک مین آوے اللہ تعالے اُس سے پاک ہی ولیکن اللہ تعالی کی

راہ محبت و معرفت مین ضرب المثل جائز ہی یعنی اس راہ کے واسطے مثال ہو سکتی ہی یا عالم ربوبیت مین سب کی مثال ہو سکتی ہی اور غرض اس سے آسانی کے ساتھ سمجھا نا ہوا کرتا ہی تاکہ اس راہ سے ایسے مقام پر واصل ہو کہ جہان ظہور کے واسطے کوئی مثال نہین ہو سکتی ہی حالانکہ اللہ تعالے اس سے بھی منزہ و پاک ہی - یہان لطائف اشارات مین سے عارفون کے واسطے یہ ہی کہ ظہور حالات و واردات جب منقطع ہو کے اور وہ اشتیاق مین مضطرب رہ گئے تو انکو نہین چاہیے کہ اپنے نفس سے خیالات و امثال بناوین کیونکہ یہ سب حادث ہونگے اور خوف کرین کہ محض تشبیہ مین پڑے رہین اور راہ غلط کر جاوین اور امثال کو مثل حق جانین گویا فہمایش ہی کہ امثال مت بناؤ کیونکہ تم امثال نہین پاؤگے کیونکہ تم اس بات پر قادر نہین ہو ولیکن ہم امثال بناتے ہین جو ادراک ہوتا ہی انکی حقیقی مثل پر ہم قادر ہین اور تم نہین قادر ہو چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ الآیہ اور فرمایا یضرب اللہ الامثال للناس الآیہ اور فرمایا ولہ المثل الاعلیٰ فی السموات والارض الآیہ پس گویا حکم دیا کہ اللہ تعالے کی امثال واسطے تشبیہ کے مت بیان کرو ولیکن اسکی طرف رہنمائی اور طلب کے واسطے مثل اعلےٰ اسی کے لیے ہی اور واضح ہو کہ امثال تو تصویر معنوی اسکی ہی جو غائب ہی حالانکہ حق عز وجل کمال ظہور سے امثال کو حقیقت مین متصور و ممکن نہین ہی ولیکن اہل غیب کے لیے رہنمائی کے لیے البتہ روا ہی جیسا کہ بیان ہوا - شیخ ابن عطا نے کہا کہ ضرب المثل اسکی ذات و ماہیت کے واسطے روا نہین ہی کیونکہ ذات کا عقل مین لانا کسی حال مین ممکن نہین ہی - واسطی رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ تمام اشیا سب کا مجموعہ اس سے بھی کم ہی جیسے ایک ذرہ آسمان و زمین کے درمیان جوف مین ہوا کے اندر اڑتا ہی تو ذات حق عز وجل اسمین کیونکر ظہور کرے اسی واسطے ضرب المثل سے منع فرمایا کیونکہ اسکے مثل کوئی چیز نہین ہی لقولہ تعالے لیس کمثلہ شیئ - تو ذات و کیفیت کا ادراک محال ہی - مترجم کہتا ہی کہ معنے قولہ کیونکر ظہور کرے یہین کہ ادراک اسکی ذات کا محال ہی ورنہ تمام اشیا مظاہر حق سبحانہ تعالی ہین ولیکن ذات حق عز وجل پاک منزہ ہی پھر شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ اور صفات حق عز وجل کہ جنکا ظہور خلق کے واسطے انکی بقا و عزت کے لیے لباس کے طور پر ہی تو وہ ادراک سے منزہ و پاک ہین گر ظہور ظاہر ہی پس اسکی ذات و صفات کسی کے واسطے مثل نہین ہو سکتی ہی کیونکہ او تعالے جلشانہ الاحد الصمد ہی اور اسکی ماہیت ذات و کیفیت صفات پر وقوف محال ہی اور شیخ نے کہا کہ مثالین جو قرآن پاک مین بیان فرمائی ہین وہ (ال دغیرہ) سیر الی کے جذب کے لیے اور تاکہ اسی مین فنا رہو کر بقا حق سے باقی ہون - پھر حق سبحانہ تعالے نے دو غلام ایک بخیل اور دوسرا سخی کی مثال بیان فرمائی لقولہ تعالی عز وجل

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا

اللہ نے بتائی ایک کہاوت ایک بندہ پرایا مال نہین مقدور رکھتا کسی چیز پر اور ایک جسکو ہمنے روزی دی اپنی طرف سے خاصی روزی

حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ۭ هَلْ يَسْتَوٗنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ

سو وہ خرچ کرتا ہی اسمین سے چھپے اور کھلے کہین برابر ہوتے ہین سب تعریف اللہ کو ہی پر وہ

اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

بہت لوگ نہین جانتے

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا بیان کی اللہ تعالیٰ نے ایک مثال یعنے ایسی چیز جس سے تکو امتیاز حاصل ہو کہ قدرت والے مین اور جو قدرت نہین رکھتا ہی بڑا فرق عظیم ہی اور مثل مین کوئی عجیب بات ہونی چاہیے تو بعض نے کہا کہ یہان مثل سے مراد ایک بات ہی اور

بعض نے کہا کہ نہین بلکہ اس مثال مین اتنا بڑا فرق موجود ہی جسکی جانب کثرون کی نظر غور نہین کرتی تھی تو باعتبار بے لحاظی کے اُنکے حق مین مثل ہی
اور مثل درحقیقت وہی ایک حالت ہی جو غلام کو عارض ہی یعنی مملوک ہونا اور کسی تصرف پر اُسکو قدرت نہونا اسکا بیان بطور بدل کے یہ ہی عَبْدًا
ایک بندہ ہی مَّمْلُوكًا دوسرے کے ملک مین - یعنی عبد سے مراد یہان اللہ تعالے کا بندہ نہین ہی کیونکہ غلام و آقا دونون اللہ تعالے کے
بندے ہوتے ہین پس یہان مراد وہ غلام جو لوگون مین معروف ہی - لَّا يَقْدِرُ عَلَىٰ شَيْءٍ وہ غلام ایسا ہی کہ اسکو کسی چیز پر
قدرت نہین ہی یعنے کوئی تصرف نہین کرسکتا ہی یعنے ایسا غلام خیال کرو جو ہر طرح مجبور و تصرفات سے ممنوع ہی کیونکہ بعضے غلام ایسے ہوتے ہین
کہ آقا اُنکو تصرفات کی اجازت دیتا ہی جیسے غلام ماذون جسکو تجارت کی اجازت ہی تو وہ خرید فروخت کرسکتا ہی اور جیسے مکاتب کہ آقا نے
اُسکو نوشتہ دیدیا کہ اسقدر روپیہ کماکر دیدے تو آزاد ہی پس اُنکو کچھ تصرف کی اجازت ہوتی ہی - مسئلہ اسی مقام سے فقہاء نے
استدلال کیا کہ غلام کے ملک مین کچھ نہین ہوتا - خلاصہ یہ کہ ایک ایسا غلام ہی جسکو کچھ قدرت نہین ہی - وَمَن اور ایک ایسا شخص ہی کہ
رَّزَقْنَاهُ ہم نے اُسکو رزق دیا ہی - مِنَّا اپنی طرف سے یعنے فقط اپنے فضل سے کچھ اُسکا ذاتی استحقاق نہین ہی یعنی ایک آزاد شخص ہی
کہ ہم نے اپنی حکمت و فضل سے جسکو ہم خود جانتے ہین اپنی طرف سے رزق دیا ہی - رِزْقًا حَسَنًا رزق حسن - مراد یہ کہ ایسے طور پر
وہ رزق ہی کہ لوگون کی نظرون مین اچھا معلوم ہوتا ہی اس لیے کہ وہ رزق کثرت کے ساتھ اور ایسی چیزین ملی ہوئی ہین کہ دیکھنے والون کی
نگاہین پسند کرتی ہین - اور مترجم کہتا ہی کہ رزق حسن یہان حلال پاکیزہ وسعت کے ساتھ ہی - فَهُوَ يُنفِقُ مِنْهُ سو وہ شخص خرچ
کرتا ہی اُس رزق حسن مین سے خیرات کی راہون مین اور طرح طرح کی نیکیون مین - سِرًّا وَجَهْرًا پوشیدہ و ظاہر کرکے - واضح ہو کہ
رزق حسن مین خالی لوگون کی نگاہ کی خوبصورتی کافی نہین ہی بلکہ وہ حلال ہو کیونکہ اللہ تعالے صدقہ کو حرام سے قبول نہین فرماتا - وحدیث
مین ہی نعم المال الصالح للرجل الصالح - مرد نیک کے لیے مال نیک بہت اچھا ہوتا ہی - اور حدیث مین ہی ولا یقبل اللہ الا الطیب -
اور اللہ تعالے قبول نہین فرماتا مگر وہی صدقہ جو پاک ہو - اور قولہ منہ - یعنے خرچ کرتا ہی اُسمین سے - تو یہ دلیل ہی کہ مال حلال کو اسطور سے
خرچ کرنا چاہیے کہ سب دوسرے کو نہ دیدے کہ خود فقیر پریشان ہوجاوے اسی واسطے فہو ینفقہ نہین فرمایا بلکہ ینفق منہ فرمایا - اور خرچ
اپنے نفس پر اور اپنے عیال وغیرہ پر ظاہر ہی اور کسی محتاج کو دیوے جو قرابت و عیال مین سے نہو تو پوشیدہ اچھا ہی - بالجملہ یہ مرد آزاد وہی
جسکو اللہ تعالے نے اپنی مشیت و حکمت کے موافق رزق حسن دیا اور وہ اسکو ظاہر و پوشیدہ اللہ تعالے کی راہ مین خرچ کرتا ہی پس
پہلا غلام بے مقدور اور دوسرا آزاد مقدور والا صالح دو قسم کے شخص ہین - هَلْ يَسْتَوُونَ کیا یہ دونون یکسان ہین - یعنے نہین - حاصل
معنی یہ کہ جیسے تمہارے نزدیک ایک غلام جسکو اپنے امور مین کچھ قدرت نہین ہی اور دوسرا آزاد و مالدار ہر طرح کی قدرت و فراخی عیش والا
خوب خیرات کرنے والا دونون یکسان نہین ہین اسی طرح تمہارے معبود جمادات ہون یا جاندار ہون جنکو خود کچھ نفع و ضرر کی قدرت نہین ہی
اللہ تعالے کے شریک کیونکر ہوسکتے ہین - عطاء رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ مثال مین ابوجہل و حضرت ابوبکر الصدیق ہین کہ دونون مساوی
نہین ہین - شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے ذکر کیا کہ عوفی رحمہ اللہ تعالے نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ مثال اللہ تعالے نے
کافر و مومن کی بیان فرمائی ہی اور یہی قتادہ رحمہ اللہ تعالے کا قول ہی اور اسی کو شیخ ابن جریر رحمہ اللہ تعالے نے اختیار کیا ہی پس غلام
مملوک جو کسی چیز پر قادر نہین ہی وہ کافر ہی اور جسکو رزق حسن دیا گیا کہ ظاہر و پوشیدہ خرچ کرتا ہی وہ مومن ہی - مجاہد رحمہ اللہ تعالے
سے مروی ہی کہ یہ مثال بتون کی اور حق تعالے عزوجل کی ہی یعنے یہ اور وہ دونون برابر نہین ہین دونون مین فرق عظیم ہی - الْحَمْدُ لِلَّهِ سب

تعریف تو اللہ تعالےٰ ہی کو ہی جس نے سب کچھ پیدا کیا وہ سب کا خالق ہی اور جملہ مخلوقات اُسکی مملوک غلام ہین - بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ بلکہ بہتیرے اُنمین سے جانتے نہین ہین یعنے اللہ تعالےٰ کو پہچانتے ہی نہین ہین - علمار نے کہا کہ اکثر سے سب مراد ہین یعنی مشرکین سب جاہل ہین اور اگر تمام مخلوقات کو خطاب لیا جاوے تو اکثر سے مراد سب کافر ہین جو مومنون سے زیادہ ہوتے ہین اشارہ ہی کہ علم کے ساتھ جو خوبی ثابت ہو وہ اللہ تعالےٰ کے واسطے ثابت ہی اور شرک وکفر وغیرہ کے ساتھ لاعلمی وجہالت ہوتی ہی کما فی العرائس قولہ تعالےٰ ضرب اللہ مثلا عبدا مملوکا الآیہ - واضح ہو کہ غلام ظاہر مین آزاد کے ملک مین ہوتا ہی اور آزاد جو اس طریقہ مین آزاد کہلاتا ہو وہ طریقت کی راہ سے کبھی خود غلام مملوک ہوتا ہی کیونکہ جو شخص کہ اپنے نفس کے پنجہ مین اسیر ہوا اور اُسکی زبردستی کے نیچے دب کر عاجز ہوا اور اسکو یہ قدرت نہین کہ اپنے کو اس نفس کے خواہشون سے آزاد کر کے اپنے کمالات پر ترقی کرے بلکہ اُسی کے پنجہ مین اسطرح مرنا قبول کرتا ہی کہ اُسکے لیے کوئی اثر باقی نہین ہی اور ایسے شخص کو یہی قدرت نہین کہ اپنے قلب کے خزائن کا مالک ہوا اور ذکر و فکر و عجائبات سے حظ وافر پاوے کیونکہ اُسکے خزانہ کو نفس و شیطان نے اپنے قبضہ مین کر لیا ہی - اور دوسرا بندہ وہ ہی جسکو اللہ تعالےٰ نے توفیق دی کہ اُسکی معرفت وحکمت کے ارزاق حسنہ و مشاہدات و مکاشفات کے مطاعم لذیذہ سے سرفراز ہی اور وہ اپنے نفس و مال کو اللہ تعالےٰ کی راہ مین خیرات و قربان کرتا ہی اور لطائف حکمت کو طالبون پر تقسیم کرتا ہی اور اُسکے عروج سے کوئی شخص واقف نہین مگر جو اُس درجہ پر ہو - ان دونون مین بڑا فرق عظیم ہی مگر جاہلون کے نزدیک دونون برابر ہین نہین بلکہ جو شخص اُنکی رفتار کے ساتھ موافق ہوا اور جاہلون کی خواہش پر فتوے دے اور اُنکے ساتھ شریک ہوا اُسی کو قبول کرتے ہین وقد قال تعالےٰ الحمد للہ بل اکثرہم لا یعلمون - جاہل لوگ بوجہ گرفتاری نفس کے عارف کو جاہل سے تمیز نہین کرسکتے ہین اور سچے کو ریاکار سے امتیاز نہین دیتے ہین اور سب تعریف اللہ تعالےٰ ہی کے لیے ہی اُس نے اپنے بندون کو معرفت دی اور اپنے ہی حفظ مین رکھا کیونکہ جاہل اگر انکو پہچانتے تو اپنی طرف مشغول کرنے مین کمی نہ کرتے ولیکن وہی لوگ اہل الحق ہین کہ مع الحق عزوجل باقی ہین کوئی مشغول کرنے والا اُنکی طرف راہ نہین پاتا ہی و حدیث شریف مین آیا ہی کہ لوگون پر ایک زمانہ آویگا کہ اُسوقت منکر معروف ہوگا اور معروف منکر ہوگا یعنے شرع شریف مین جو باتین ممنوع ہین خواہ صریح کھلی ہوئی ممنوعات یا باریک نظر سے بے آدبیان وغیرہ وہ اسقدر ہر ایک شخص پر حاوی ہونگی کہ سب اُسی کو راہ طریقت سمجھینگے اور جو معروف شرعی تھے یعنے نیک کام ظاہر و باطن کے وہ اُنکے نزدیک ممنوعات مین شمار ہونگے حتے کہ جو کوئی ایسے معروفات پر قائم ہو یا لوگون کو بتلاوے اُسکو بے ایمان کہینگے - مترجم کہتا ہی کہ اللہ تعالےٰ سے مین اپنے لیے و مومنون کے لیے ہدایت و توفیق مانگتا ہون قبول کرنے والا ارحم الراحمین ہی اس زمانہ مین یہی حال ہی - شیخ نے کہا کہ مثال سے عبرت ونصیحت حاصل کرنا چاہیے کہ آدمی اپنے کو جناب باری تعالےٰ کا بندہ بناوے اور خوشی سے اُسکے احکام بجا لاوے اور اپنے اعمال و احوال مین سے کسی چیز پر نظر نہ کرے کیونکہ وہ درحقیقت مفلس وعاجز ہی پس جس نے اپنے علم وحال واعمال مین سے کسی چیز پر نظر ڈالی وہ بندگی سے خارج ہی اور رب تبارک وتعالےٰ کے ساتھ جھگڑا کرنے والا ہی اور بندگی یہ ہی کہ سب چیزون کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے دیکھے اور سوائے رب عزوجل کے سب سے خارج ہو جاوے اور سب چیزون کو اُسی سے دیکھے اور اپنی جان کو اُسی کے واسطے جانے

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ

اور بتائی اللہ نے ایک مثال دو مرد مین ایک گونگا کچھ کام نہین کرسکتا

وَهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ

اور وہ بوجھ ہر اپنے صاحب پر جسطرف اُسکو بھیجے کچھ بھلائی نہ کر لاوے کہیں برابر ہر وہ اور ایک شخص جو

يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

حکم کرتا ہر انصاف پر اور ہر سیدھی راہ پر

ع ۱۶

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا اور اللہ تعالے نے بیان فرمائی - یہ دوسری مثال ہر جو اول سے زیادہ واضح ہر اور ہر سمجھدار طرح طرح کے معانی مین اُسکو سمجھتا ہر بلکہ موجود دیکھتا ہر وہ یہ ہر کہ رَّجُلَيْنِ دو مرد ہین - اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ دونون مین سے ایک ابکم ہر لغت مین علماء سے مختلف معنی مروی ہین جسکی زبان سے بات نہ نکلتے یا زبان کٹا ہو یا جو پیدایشی گونگا ہو اور وہ بہرا ضرور ہوتا ہر اور ابن الاعرابی نے کہا کہ اندھا بھی ہو - لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ اُسکو کسی چیز پر قدرت نہین ہر یعنے کسی کام کا نہین ہر اور اسی قدر پر اکتفا نہین بلکہ - وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ وہ بھار وہر اپنے مولے پر یعنے اپنی ذات کی پرداخت ضروری بھی نہین کر سکتا بلکہ مولے اُسکی پرداخت کرنے سے اُسکو اپنے اوپر گران و بار خاطر رکھتا ہر - اور کسی کام کا نہ ہوتا تو خیر بلکہ یہ حال ہر - اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ اُسکو جدھر متوجہ کرے کبھی بھلائی نہ لاوے یعنے جدھر جاتا ہر کوئی بھلائی نہین لاتا بلکہ بُرائی عرب اپنے محاورہ مین بولتے ہین کہ لاراتینی منک خیر - تجھ سے مجھے کبھی بھلائی نہ حاصل ہوگی یعنے ہمیشہ تیری حرکتون سے بُرائی اور تکلیف پہونچتی ہر - اب خود بتلاؤ کہ - هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ بھلا یکسان ہر یہ شخص گونگا بہرا نکما بھار و منحوس - وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ اور دوسرا ایسا شخص کہ جو لوگون کو انصاف کا حکم دیتا ہر یعنے خود متصف باعتدال و خوبی ہر کیونکہ جسمین خود عدل ہو اسمین پوری حکمت و خوبی موجود بلکہ اسقدر کمال ہر کہ لوگون کو بھی اعتدال پر رہنے کا حکم دیتا ہر اُسکی باتین سب اچھی ہین کام سب ٹھیک ہین وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اور وہ ٹھیک راہ پر قائم ہر - واضح ہو کہ اسکی مثالین اہل عرب کے روبرو موجود تھین اور مقصود یہ تھا کہ پتھر کے بتون گونگے بہرے نکمے واہیات چیزون کو کس جہالت سے تم مانتے ہو اور محمد رسول اللہ تمکو وحی الٰہی سے حق عزوجل کی بندگی کو فرماتا ہر اُس سے انکار کرتے ہو اب مثالین یہ ہین کہ جو لوگ اہل عقل و فہم تھے اُنکے واسطے ابکم تو ابوجہل و امیہ بن خلف تھے کہ راہ راست کی کوئی بات نہ کر سکتے اور نہ اُنسے کوئی بھلائی ممکن تھی اور صاحب عدل محمد صلے اللہ علیہ وسلم تھے - ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ یہ بھی کافر و مومن کی مثال ہر - مترجم کہتا ہر کہ ابکم کافر ہر اور مثال مین یہ ضرور نہین ہوتا کہ ہر جزو اُسکا مطابق کیا جاوے حتے کہ کہا جاوے کہ کافر اپنے رب عزوجل پر بھار و ہر حالانکہ اللہ تعالے پاک ہر اُسپر کوئی چیز گران نہین ہو سکتی بلکہ مقصود یہ کہ اللہ تعالے کے نزدیک کافر بیقدر و خوار ہر اور واضح ہو کہ جب کافر راہ ہدایت پر نہین ہر یعنے اصل جڑ اُسکی فقط دنیا و اُسکی شہوات ہین تو جسقدر اُسکے کام و کلام ہونگے سب اسی بنیاد پر خوار و خراب بدانجام ہونگے - اور یہ بھی غور سے دیکھو کہ سب کامون مین جڑ دیکھنا اور انجام دیکھنا چاہیے اور باقی درمیانی کامون کی بھلائی بُرائی نہین دیکھتے ہین چنانچہ اگرچہ بدمعاش کسی بگیا وہ قافلہ کو قتل کرکے لوٹنے چلا تو رہزنی و انجام دونون خراب ہین اور اگر کوئی یہ دیکھے کہ اس نے بہت عمدہ و نشانہ مارکر قتل کیا یا عمدہ گھات سے چھاپہ مارا تو یہ حماقت کی تعریف ہر - اسی طرح مومن کے کام اصل و انجام کی راہ سے بہتر ہوتے ہین اگرچہ درمیان مین اس سے خطاء و گناہ سرزد ہو جاوے اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ سدی و قتادہ و عطاء خراسانی رحمہ اللہ نے مثال مین کہا

کرا بکم ایک غلام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تھا اور صاحب عدل خود حضرت عثمان ہین اور اسی کو شیخ ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ نے
پسند کیا ہی اور اپنی اسناد کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا آپ اُسکی
کفالت کرتے اور اُسکو کھانے کو دیتے اور ہر طرح خبر گیری کرتے تھے مگر وہ ہمیشہ آپ کو صدقہ اور نیک کام سے منع کرتا اور اسلام سے
بیزار رہتا تھا۔ مترجم کہتا ہی کہ بعض نے اُسکا نام اسید بن ابی العیص لکھا ہی شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ مجاہدؒ نے اصلی مقصود اسکا یہی فرمایا کہ
اللہ تعالیٰ جلشانہ کے مقابلہ مین کسی بت وغیرہ کو نسبت نہین ہی قولہ تعالیٰ

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ۭ

اور اللہ پاس بھید ہین آسمان وزمین کے اور قیامت کا کام ایسا ہی جیسے لپک نگاہ کی یا اُس سے قریب

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

اور اللہ ہر چیز پر قادر ہی

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور مخصوص اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہی غیب آسمانون و زمین کا غیب سے
مراد معنے مصدری نہین ہین یعنے چھپنا و پوشیدہ ہونا بلکہ مراد وہ چیز جو غائب ہو۔ اگر کہا جاوے کہ غائب تو اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز
نہین ہی تو جواب یہ کہ بندون سے اور مخلوق سے جو پوشیدہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کے علم مین ہی۔ یہان سے معلوم ہوا کہ بعضے آدمی جو گمان
کرتے ہین کہ فلان ولی غیب جانتا ہی تو یہ نادانی ہی اور تحقیق بات یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے آدمیون کو مختلف علم دیا ہی بعض گنوار تو ایسے جاہل
ہوتے ہین کہ اُنکو بہت سی ایسی چیزون کا علم نہین ہوتا جو سامنے محسوس موجود ہین اور بعض کو اُس سے زیادہ ہوتا ہی اور بعضے حواس کی قوت
سے عجیب کلین ایجاد کرتے ہین اور طرح طرح کے آلہ بناتے ہین مگر ایسی ہی چیزین جنکا تعلق حواس سے ہی اور بعضے عقلاء ہوتے ہین کہ ان فانی
چیزون سے تجاوز کر کے علوم و اسرار جانتے ہین۔ غرضکہ فوق کل ذی علم علیم۔ ہر علم والے پر اس سے بڑھا ہوا عالم موجود کیا گیا ہی تو ادنیٰ
درجہ والا گنوار اپنے اوپر والے کو غیب دان کہہ سکتا ہی کیونکہ جو چیز وہ نہ جانتا تھا وہ اوپر والے کو معلوم ہی اسی طرح دوسرے درجہ
والے سے اونچا وہ جانتا ہی جو دوم درجہ والا نہ جانتا تھا لیکن ہر ایک درجہ والا اپنے علم مین وہی جانتا ہی جو اُسکو معلوم ہو چکی ہی غیب
نہین جانتا حتےٰ کہ رسول کو خصوص ہمارے سردار حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کو آسمانون و جنت و دوزخ وغیرہ سب کا علم تھا
حالانکہ ہم لوگون کی نظر سے یہ چیزین غائب ہین چنانچہ یؤمنون بالغیب کی تفسیر مین یہ بات داخل ہی کہ ایمان لاوے کہ جنت برحق ہی اور
دوزخ برحق ہی حالانکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ نہین تھا کیونکہ آپ تو دیکھ چکے تھے اب صاف معلوم ہو گیا کہ غیب وہی رہتا ہی جسکا
علم اللہ تعالیٰ نے نہ دیا ہو جب کسی آدمی کو ایک چیز کا علم دیدیا تو اُسکے نزدیک وہ غیب نہ رہا مگر دوسرے کم درجہ والے کے نزدیک
غیب رہا مگر اسپر فرض ہی کہ یہ یقین رکھے کہ اس بزرگ کو اللہ تعالیٰ نے اُسکا علم دیدیا ہی جو میری نظر سے غائب ہی پس صاف معلوم ہو گیا
کہ غیب کوئی نہین جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ اب سمجھ مین آگیا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی بندہ بزرگ کی نظر سے اُسکے پاس کی چیز
پوشیدہ کر دی تو اُسکو کبھی نہ معلوم ہو گا جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ معلوم نہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام چاہ کنعان مین پڑے
ہین اور اگر اللہ تعالیٰ اُسکو دور کی چیز حتےٰ کہ ساتوین آسمان کی چیز سے مطلع کر دے تو جان جائیگا چنانچہ مصر سے حضرت یوسف علیہ السلام
کے پیراہن کی خوشبو حضرت یعقوب علیہ السلام کو کنعان مین پہونچی اسی طرح کبھی یہ علم نہین دیا جاتا کہ کل کے روز کیا واقعات ہونگے چنانچہ

صریح منصوص ہی قولہ تعالے وماتدری نفس ماذا تکسب غدا- اور کوئی جان یہ نہین جانتی کہ وہ کل کے روز کیا نیکی بدی کماویگی -اور حدیث مین بھی یہ مضمون صریح منصوص ہی- اور کبھی قیامت تک کی علامات سے اللہ تعالے اپنے پیغمبر کو آگاہ فرماتا ہی چنانچہ احادیث حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم مین بکثرت علامات زمانۂ قرب قیامت کے صحیح روایات سے مروی ہوچکے ہین حالانکہ اب اُنکا ظہور آنکھون کے سامنے ہوتا جاتا ہی از انجملہ یہ ہی کہ ابتدا مین اسلام کو زور و غلبہ و شوکت کمال حاصل تھی اور نہایت بڑی سلطنت اسلام کی تھی -کہ نصرانیون کو بالکل وحشی جانورون کی طرح پاتے تھے کچھ اسکا گمان بھی نہ تھا ولیکن حدیث صحیح مین یہ روایت موجود تھی کہ قرب زمانۂ قیامت مین روے زمین پر نصرانی سب سے زیادہ ہونگے اور سب پر غالب ہونگے. دیکھو اس زمانہ مین یہ بالکل ظاہر ہوگیا ہی- اگر مین سب لکھون تو بہت بڑی کتاب ہوجاوے -خلاصہ یہ ہی کہ ہر ایک شخص وہی جانتا ہی جسقدر اُسکو اللہ تعالے نے آگاہ کردیا اور اللہ تعالے کا علم بے نہایت ہی اور آدمی مین بے انتہا علم کا ظرف موجود نہین ہی تو سواے اتنے علم کے جسپر اطلاع دیدی باقی سب اُسکی نظر سے غائب ہی وہ غیب اللہ تعالے ہی کو معلوم ہی اور حضرت موسے وخضر علے نبینا وعلیہما السلام کی حدیث مین صاف مذکور ہی کہ ایک چڑیا نے سمندر سے پانی پیا تو خضر نے موسے علیہ السلام سے کہا کہ اے موسے میرا و تیرا و تمام مخلوقات کا علم بمقابلہ علم آلہی کے اسقدر بھی نہین جسقدر سمندر سے اس چڑیا کی چونچ مین پانی لگ گیا ہی- اللہ تعالے کی شان نہایت بزرگ ہی کوئی قیاس نہین کرسکتا- اب ایمان مستقیم رکھو اور خوب سمجھ لو کہ غیب فقط اللہ تعالے ہی کے واسطے ہی اُسی کی عبادت وبندگی صحیح ہی اور سواے اُسکے جو کچھ کوئی جاہل شرک کرے سب اُسکی جہالت ہی اللہ تعالے وحدہ لاشریک ہی بے مثل و بے مثال و بے مانند و بلاشبہہ و بے قیاس و گمان و وہم ہی لم یزال ولایزال اُسی کی شاہی کافرون و مشرکون کا شرک انھین کی جان کا وبال ہی- چونکہ ہمیشہ سے کافر و مشرک لوگ اپنی جہالت سے دعوے کرتے ہین کہ ہماری زندگی موت یہی ہی جو نظر آتی ہی تو کسی کو روا نہین ہی کہ اللہ تعالے جلشانہ کے مقابلہ مین ایسے دعوے کرے اور اللہ تعالے نے تنبیہ کردی کہ- وَمَآ اَمۡرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمۡحِ الۡبَصَرِ اور نہین ہی قیامت کا امر مگر جیسے پلک مارنے کی جھپک - یعنے اللہ جلشانہ جیسا علیم ہی ویسا ہی قدرت والا حکمت والا سب کمالات والا ہی اُس نے آگاہ فرمادیا کہ قیامت برحق ہی تو اسمین کچھ شک نہین ہی مشرک وکافر لوگ شبہہ مین پڑتے ہین کہ مرکر کیسے زندہ ہونگے اور یہ نہایت جہالت ہی جس نے اُنکو عدم سے پیدا کردیا وہ کرور مرتبہ چاہے مارے وجلاوے پس بیان تنبیہ کردی کہ پلک مارتے اللہ تعالے قیامت قائم فرماویگا یعنے تم لوگ مثل مین آپس مین پلک مارنے کا وقت بہت ہی کم کہتے ہو تو تمھاری سمجھ کے موافق اللہ تعالے نے تنبیہ کردی کہ اُسکی قدرت مین کسی چیز کے پیدا کردینے مین کچھ دیر نہین لگتی ہی اسی واسطے فرمایا- اَوۡ هُوَ اَقۡرَبُ یا وہ اس سے بھی زیادہ قریب ہی یعنے تمھاری سمجھ مین جو آوے اُسکو غور سے دیکھلو کہ اللہ تعالے کی قدرت اس سے بھی زیادہ ہی- بعض مفسرین نے کہا کہ یہ بیان قیامت کی نزدیکی کا ہی یعنے قیامت کا زمانہ دور نہین ہی اتنا نزدیک ہی اور بات یہ ہی کہ یہ مثال بیان فرمائی اسطرح کہ تمھاری دنیا کی زندگی اگر کرور برس تک ہو تب بھی یہ زمانہ ایک محدود ہی اور قیامت کے بعد زمانہ بے انتہا و غیر محدود ہی پھر جس شخص کو کچھ بھی حساب معلوم ہی وہ جانتا ہی کہ محدود چیز کو غیر محدود کے ساتھ ذرہ برابر بھی نسبت نہین ہوسکتی ہی اور تصور ہی مین نہین آسکتی ہی تو قیامت کا زمانہ اسکے بعد والے زمانہ کی بہ نسبت لمحہ بھی نہین ٹھہرتا ہی- یہ مضمون اگرچہ بالکل صحیح ہی مگر ذرا غور سے دیکھنا سمجھنا چاہیے- اور پہلا مضمون یہ تھا کہ قیامت کو قائم کردینا جب اپنے وقت پر ہوگا تو اُسکے قائم کرنے مین کچھ دیر نہوگی پلک مارتے اللہ تعالے قائم فرماویگا- زجاج رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ یہی مراد ہی اور یہ مراد نہین ہی کہ تمھارے پلک

مارنے مین تیپر قیامت آجاویگی بلکہ قدرت کاملہ کا بیان ہی کہ وہ بات کہتے ہزار ون عالم پیدا فرما دے کن فیکون اُسی کی مثال ہے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہی جو چاہے جب چاہے کر سکتا ہی تو قیامت اُسکی قدرت کے سامنے کچھ حقیقت نہین رکھتی ہی ولیکن کافر و مشرک لوگ بے انتہا رجاہل بیوقوف ہین کہ اس سے انکار کرتے ہین۔ ف قال فی العرائس قولہ تعالے وللہ غیب السموات والارض وما امر الساعۃ الآیہ۔ اللہ تعالے عزوجل نے اپنے بندون کو اپنی معرفت علمی سے آگاہ فرمایا اسطرح کہ اسبحانہ تعالیٰ عالم بعلم ازلی ہی اور قادر بقدرت ازلیہ ہی پس عالم ازلی وہ ہی کہ وجود الوجود سے آگاہ ہوا اور جسکو ہونا کہتے ہین جس جگہ متحقق ہی سب اُسکے علم سے ہی اور وجود کی ماہیت اور جسکا وجود اُسکی قدرت وحکمت سے ہوا سب اُسکے علم مین تھا اور سب اُسکی قدرت مین جیسا تھا ویسا ہی اب موجود ہی تو اسپر اس سب کا جڑ سے نابود اور معدوم کر دینا کچھ بھی دشوار نہین ہو سکتا کیونکہ سب کا قیام اسی کی قدرت سے ہی وہی حی القیوم ہی جو کچھ اسکے ساتھ چلے ہے کرے اگر ایجاد کرنا چاہے تو کاف کو نون سے ملنے اور کُن ہونے سے پہلے اسکو پیدا کر دے یا رواو۔ ہو۔ آمین اتصال ہو وہ بھی اُسی نے پیدا کیا ہی خود کاف و نون کو یاہ و۔ ہو کو اُسی نے پیدا کیا تو کیا اسکے پیدا کرنے کے لیے کوئی کن پہلے تھا بلکہ یہ تمامیش قدرت ہی یون ہی جسکو چاہے معدوم کر دے اور جب غیب السموات والارض اُسی کے واسطے ہی تو اُسپر مطلع نہین کرتا مگر جسکو چاہے اور اُنھین کو چاہتا ہی جو اُسکے بندے اولیاء ہین رسول وصدیق وشہدا و صالحین مومنین۔ اور اُسکو مردود بندون کافرون ومشرکون وشیاطین سے پوشیدہ فرما دیا ہی وقد قال تعالے وما کان اللہ لیطلعکم علے الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء الآیہ وقد قال الا من ارتضے من رسول الآیہ۔ پس جو بندہ کہ غیب پر مطلع ہوا وہ بھی سب سے غیب ہی گویا وہ غیب الغیب پر مطلع ہوا ہی اور سب سے زیادہ اشرف کون غیب ہوگا سوائے خزائن آلہی کے اور یہ خزائن اُسکے خالص بندون کے دلون مین پیدا ہوتے ہین اور ان عجائب حکمت وغرائب علوم کی قدر وہی جانتا ہی جو جانتا ہی۔ شیخ ہجویری رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ بندون مین اولیاء کو مخفی کر دیا اور اولیاء مین غیب کو مخفی فرمایا اور اُسکے خالص بندون پر کوئی مطلع نہین ہوتا سوائے اُسکے اولیاء کے اور اولیاء صادق بندے مطلع ہوتے ہین اور غیب پر مطلع ہونا عزیز الوجود بات ہی اور اس سے بھی زیادہ نادر الوجود بات یہ ہی کہ اللہ تعالے کے ولی کو پہچانے قال المترجم ولی کی شناخت کسی طریقہ سے نہین ہو سکتی مگر اللہ تعالے کی ہدایت سے پس جو کوئی اللہ تعالے کے واسطے ہوا اُسی کو اللہ تعالے معرفت عطا فرماتا ہی اور قولہ تعالے الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم الآیہ کی تفسیر مین گزرا کہ جنکے دیکھنے سے اللہ تعالے یاد آوے۔ اور محبت دنیا دل سے دور ہو پھر جب غیب اپنی ذات پاک کے لیے مخصوص فرمایا تو سب مخلوق کو علم سے معزول کرکے اپنی طرف بلایا قال تعالیٰ

وَاللّٰهُ اَخۡرَجَكُمۡ مِّنۡۢ بُطُوۡنِ اُمَّهٰتِكُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ شَيۡـئًا ۙ وَّجَعَلَ لَـكُمُ السَّمۡعَ

اور اللہ نے تمکو نکالا ماں کے پیٹ سے کچھ نہ جانتے تھے اور دیے تمکو کان

وَالۡاَبۡصَارَ وَالۡاَفۡـئِدَةَ ۙ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ۝ اَلَمۡ يَرَوۡا اِلَى الطَّيۡرِ

اور آنکھین اور دل شاید تم احسان مانو کیا نہین دیکھے اُڑتے جانور

مُسَخَّرٰتٍ فِىۡ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا يُمۡسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

حکم کے باندھے آسمان کی ہوا مین کوئی نہین تھام رہا اُنکو سوائے اللہ کے اسمین پتے ہین

لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ

ان لوگون کو جو یقین لاتے ہین اور اللہ نے بنادیے تمکو تمھارے گھر بسنے کی جگہہ اور بنادیے تمکو

مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ

چوپایون کی کھال سے ڈیرے جو ہلکے لگتے ہین تمکو جسدن سفر مین ہو اور جسدن گھر مین

وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝

اور انکی اون سے اور بریون سے اور بالون سے کتنے اسباب اور برتنے کی چیز ایک وقت تک

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ

اور اللہ نے بنادیے تمکو اپنی بنائی چیزون کی چھاؤنین اور بنادین تمکو پہاڑون مین چھپنے کی جگہین اور بنادیے

لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ

تمکو کرتے جو بچاؤ ہین گرمی کا اور کرتے جو بچاؤ ہین لڑائی کا اسیطرح پورا کرتا ہی احسان

عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ يَعْرِفُوْنَ

تمپر شاید تم حکم مین آؤ پھر اگر پھر جاوین تو تیرا کام ہی پہنچا کھولکر سنادینا پہچانتے ہین

نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ ع

اللہ کا احسان پھر منکر ہو جاتے ہین اور بہت انمین ناشکر ہین

ع ۱۷

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ اور اللہ تعالے نے تمکو نکالا یعنے اسطرح پیدا کیا بنظر ظاہر اسباب کے کہ تمکو نکالا مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ تمھاری ماؤن کے پیٹون سے - تاکہ تم اُسکے لطف قدرت کو جو طرح طرح کے پیرایہ مین ظاہر ہی غور سے دیکھو - اور جو شخص کہ علم رکھتا ہی اس امر مین جب غور کریگا پیدایش کے طریقہ کو عجیب پاویگا کہ وضع حمل سے پہلے زندہ بچہ پیٹ مین بہت سخت محبوس ہوتا ہی اور پیدایش کیوقت کیونکر اسکے واسطے اس محنت گاہ دنیا مین آنے کے لیے وسعت و آسانی ویجاتی ہی اور قبل اسکے اُسکا رزق و عمر و اعمال مع سعادت و شقاوت کے پورے کردیے جاتے ہین - جب پیدا ہوا تو بالکل نادان - لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا تم اُس حال مین کسی چیز کو نہین جانتے حالانکہ تمام دنیا پیش نظر ہوتی ہی اور کوئی تدبیر و فکر کسی نفع حاصل کرنے یا ضرر دور کرنے کی بالکل نہین کرتا اور نہ کسی نفع و ضرر کو جانتا ہی مگر خالق عزوجل اُسکو کمال خوبی سے پرورش فرماتا ہی جیسے نکالنا اس طریقہ سے تھا ویسے ہی پرورش کرنا تمھاری نظرون کے روبرو ایک طریقہ پر ہوتا ہی وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ اور بنادیے تمھارے لیے کان اور آنکھین - حرف واو فقط عطف کے لیے ہوتا ہی اس سے یہ لازم نہین کہ پہلے نکالا پھر کان آنکھین بنائین بلکہ یہ دونون باتین اللہ تعالے نے دیدین پس قبل پیدائش کے یہ چیزین بنادین تھین و لیکن نکالنا پہلے بیان کرکے پھر اُسکے بیان مین نکتہ یہ ہی کہ یہ چیزین بعد پیدائش کے کام آتی ہین - اور سمع کو واحد اور ابصار کو جمع اسواسطے فرمایا کہ سمع دراصل مصدر ہی اُسکے معنے مفرد و جمع سب آتے ہین یہان جمع مقصود ہی اور مراد السمع یعنی کان ہین اور سمع کو مقدم اس لیے فرمایا کہ آنکھ بندکرکے علوم حاصل کرنے مین کان سے کام نکلتا ہی اور ہر نصیحت جو کان سے سُننے یعنی ماننے کار آمد ہی اور آنکھ کے فوائد بھی بے شمار ہین لیکن علما نے کان کو آیت کے اشارہ سے اشرف جانا ہی - سراج المنیر مین لاالل

ذکر کیے کہ بعض آیات مین عمیا وبکما وصما فرمایا ہو یعنے کافرون کے مذمت مین پہلے آنکھ سے اندھے ہونا بیان کیا پھر گونگے بہرے بہرے لہذا بعضے علماء آنکھ کو مقدم کرتے ہین۔ ولیکن جواب یہ ہوسکتا ہو کہ عام منفعت ندارد ہونے کو پیچھے بیان فرمایا بہرحال یہ کوئی ضروری مسئلہ نہین ہو البتہ اگر کوئی مثلاً قسم کھا جاوے کہ واللہ تیرے سب سے اچھے حواس کو یہ ضذا یاد دا لگی پھر درد دو آنکھ کو یا کان کو لگی ہو تو فتوے دینے مین ضرورت پڑیگی کہ قسم سچی ہو یا جھوٹی ہوئی۔ بالجملہ احسان رکھا کہ تمکو کان دیئے اور آنکھین دین وَالْأَفْئِدَةَ اور دل دیئے شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ بعض کے نزدیک افئدہ دماغ وعقل ہین جنکے ذریعہ سے نفع وضرر کی چیزین پہچانتا ہو اور صحیح یہ ہو کہ افئدہ فقط عقلین ہین جنکا مرکز قلب ہین۔ اقول بنابراس قول کے افئدہ کا ترجمہ عقلین ہونا چاہیے اور دل کو مجازاً اس معنی مین کہہ سکتے ہین کہ عقلون کا مرکز دل ہین۔ غرضکہ یہ حواس آدمی کو تھوڑا تھوڑا اکر کے حاصل ہوتے جاتے ہین۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ اسواسطے دیئے ہین کہ تم اللہ تعالے کا شکر کرو۔ یعنے آدمی ان سے اس سے اپنے رب تبارک وتعالے کی بندگی مین مدد پاوے اور ہر عضو و اسکی قوت کے ساتھ اپنے رب کی طاعت بجالاوے چنانچہ صحیح بخاری مین ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے عزوجل فرماتا ہو کہ جس نے میرے کسی ولی سے عداوت کی تو اُس نے میرے ساتھ لڑائی ظاہر کی اور کوئی بندہ میرے یہان کسی طاعت کے ساتھ اُس طاعت سے بڑھکر تقرب نہین چاہیگا جو مین نے اسپر فرض کردی ہو اور ہمیشہ بندہ میری طرف نزدیکی چاہتا ہو نوافل طاعات کے ساتھ یعنے فرائض ادا کرنے کے بعد سنن ومستحبات ہر قسم کی طاعات صلوٰۃ وصوم وزکوٰۃ وغیرہ کے نوافل سے قرب چاہتا ہو یہانتک کہ میرا محبوب ہوجاتا ہو پس جب مین نے اسکو محبوب کیا تو ہوجاتا ہون اُسکے کان کہ جس سے سنتا ہو اور آنکھ کہ جس سے دیکھتا ہو اور ہاتھ کہ جس سے گرفت کرتا ہو اور پاؤن کہ جس سے چلتا ہو اور اگر کچھ مجھ سے مانگتا ہو تو جو مانگے مین اسکو دیتا ہون اور اگر مجھ سے پناہ چاہتا ہو تو جس سے پناہ چاہے اسکو پناہ دیتا ہون اور جن امور کو مین کرنے والا ہون کسی مین مجھے اتنا تردد نہین جو مجھے ایسے بندۂ مومن کے قبض کرنے مین ہو جو اپنی موت کو ناگوار رکھتا ہو اور مین اُسکے ناخوش کرنے کو مکروہ رکھتا ہون حالانکہ موت اُسکے لیے ضروری ہو۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ اس حدیث کے معنے یہ ہین کہ جب بندے نے خلوص کے ساتھ بندگی کی تو اُسکے سب کام اللہ تعالے کے واسطے ہوجاتے ہین پس سُنتا ہو تو اللہ تعالے ہی کے واسطے اور دیکھتا ہو تو اللہ تعالے کے واسطے یعنے ہر مشروع کو اللہ تعالے کے لیے کرتا ہو اور گرفت کرنا اور چلنا اللہ تعالے ہی کی بندگی مین ہوتا ہو سب باتون مین اللہ تعالے ہی سے استعانت لیتا ہو اسی واسطے صحیح کے سوائے اس حدیث کی بعض روایت مین اسقدر زائد ہو کہ بی یسمع وبی یبصر وبی یبطش یعنے میرے ہی ساتھ سُنتا ہو اور میرے ہی ساتھ دیکھتا ہو اور میرے ہی ساتھ گرفت کرتا ہو۔ آیت مین بھی شکر کرنے کے یہی معنے ہین۔ مترجم کہتا ہو کہ خلاصہ معنے شکر کے یہ ہین کہ جو چیز اللہ تعالے نے دی اُسکو جسطرح مشروع کیا اور حکم دیا ہو اُسی مین صرف کرے گویا یہ شخص اس چیز مین امانت دار ہو اور واضح ہو کہ اولیاء ومشائخ نے اس حدیث کے بیان حکمت مین کہا کہ امین جب پوری امانت ادا کرے تو اُسکی خواہش وغرض ذاتی اس چیز مین کچھ نہوگی اور جو کوئی کسی کی امانت مین اپنی غرض بھی چاہے تو خیانت ہوتی ہو لہذا جب اللہ تعالے کے ساتھ کسی نے امانت ادا کرنی چاہی تو ظاہر ہو کہ جان ومال سب اللہ تعالے کی امانت ہو پس جسد کا کھانا پینا سونا او رمال کا رکھنا وصرف کرنا خالص اُسی کے واسطے ہو اور جسطرح شرع واحادیث وآیات مین بیان ہو جسم وجان کے لیے برتاؤ رکھے تو صاف ظاہر ہو کہ زنا وچوری وتن پروری وغیرہ سب سے پاک ہوگا اور جب ایسے مرتبہ پر پہونچا تو مصداق ؎ فارغم از کبر وکینہ وازہوا یعنے تکبر وکینہ

وہواے نفسانی سے پاک ہوگیا۔ جب آثار شیطانی وہواجس نفسانی سے چھوٹا تو اسکی روح کا ظہور ہوا جس روح کی بزرگی اللہ تعالے نے قولہ نفخت فیہ من روحی مین اور قولہ الروح من امر ربی۔ مین بیان فرمائی ہو اور جسکے آثار مین سے صفات ملکیہ ہین اور یہی مرتبہ اپنی خودی سے فنا ہونے کا اور بقاے حق عزوجل کے ساتھ باقی ہونے کا ہو اور بزرگون نے فرمایا کہ یہ قرب ومعرفت وتوحید ہو اور اسی واسطے اسکا دیکھنا وسُننا وچلنا وغیرہ سب حیات قدم کے ساتھ ہوتے ہین تو یہ معنے بھی اس حدیث کے صحیح ہین کہ اُسکے جملہ افعال بقوت الٰہیہ ہوتے ہین اور آثار قدرت وکرامات جو کچھ خالق عزوجل چاہتا ہو اُس بندے سے ظاہر ہوتے ہین ولیکن وہ خود کسی بات کو نہین چاہتا کیونکہ خواہش سے پاک ہوتا ہو حالانکہ عوام الناس اسکی خوشامد وخدمت اسی غرض سے کرتے ہین کہ ہمارے واسطے ایسی دعا کریگا اور خدمت نہ کرینگے تو ناخوش ہوجائیگا۔ اور یہ نادانی ہو ہان اللہ تعالے ان لوگون سے راضی ہوتا ہو جو اُسکے ولی بندے کی خدمت وخاطر بطریق مشروع کرین اور اُنپر اُسکا عتاب بلکہ غضب ہوتا ہو جو اُسکے نیک بندے کو ایذا دین اور ظاہری صورت تو سب آدمیون کی یکسان ہو ولیکن درمیان مین فرق بے انتہا ہو اور آگاہ رہنا چاہیے کہ بعضے فقیر شیطان کے ولی ہوتے ہین اور اکثر باتین بتلاتے اور عادت کے خلاف اُنسے بھی حرکات سرزد ہوتے ہین تو پہچان مشکل ہوتی ہو ولیکن اللہ تعالے نے اپنے بندون کو نہایت آسان پہچان دیدی ہو اور وہ یہ ہو کہ جو بندہ اللہ تعالے کا ولی ہو وہ پوری طرح شریعت وسنت پر قائم ہوگا اور جو فقیر مردود ومطرود کہ شیطان کا ولی ہو اُسکو اللہ تعالے نے یہ قدرت نہین دی کہ شریعت سنت پر چل سکے اور یہان وہم کو دخل نہین ہو بلکہ یہ اللہ تعالے کی نہایت رحمت ہو اور عجیب حکمت یہان یہ ہو کہ عوام الناس بھی دو طرح کے ہین ایک وہ ہین کہ آخرت پر یقین کرکے سچے مومن ہین تو ایسے لوگ تو ولی سے آخرت چاہتے ہین اور دنیا کی متاع فقط اس نیت سے چاہتے ہین کہ اُنکو ضرورت وفراغت کے ساتھ اس طور سے حاصل ہو کہ اُنکو آخرت کے کامون مین پریشانی نہ پیدا ہو کیونکہ جب رزق ومعاش مین پریشانی ہوئی تو نماز وروزہ وغیرہ سب اعمال مین فراغت خاطر نہونے سے نقصان ہوتا ہو پس ایسے لوگ تو لامحالہ حقیقی ولی اللہ سے رجوع کرتے ہین اور دوسرے قسم کے وہ لوگ ہین جو دنیا کے طالب ہین اور کچھ خیال اُنکو آخرت کا بھی ہوتا ہو یا نہین ہوتا تو ایسے لوگ جب کسی فقیر کو جو حقیقت مین شیطان کا ولی ہو پاتے ہین اور صریحًا دیکھتے ہین کہ یہ شخص شریعت پر قائم نہین ہو تو اُس سے پرہیز نہین کرتے بلکہ اُسکی گمراہی کو بلا اجازت شرعی کے اچھا سمجھتے اور یون کہتے ہین کہ ولی کے کام اچھے ہی ہوتے ہین اگرچہ ہماری سمجھ مین نہ آوین اور یہ تعجب ہو کہ اُسکا ولی ہونا تو سمجھ گئے اور ولی کے کام سمجھ مین نہین آتے ہین اور حکم شرع بُرا کہتا ہو اور منع کرتا ہو اُسکو نہین مانتے ہین اور اللہ تعالے نے اُنکو آنکھ کان اور عقل دی تھی کہ راہ مستقیم شرعی پر چلین بجاے شکر کرنے کے کفران نعمت کیا کیونکہ شکر یہی تھا کہ ہر ایک سے شرع پر چلنے کا کام لین۔ پھر ایسے ہی لوگ ہوئے جنھون نے بزرگون کے روحی تصرفات اُنکے اختیاری سمجھے اور اُنسے بدتر دوسرے ہوئے کہ جنھون نے اُنکی صورتین بناکر اُنکو اپنے امور کا مختار قرار دیا اور فال وقربانی ونذر ونیاز ومنّت بلکہ صریح عبادات سے شرک کیا حالانکہ بالکل قدرت فقط اللہ تعالے عزوجل کے واسطے ہو اور ہر چیز آسمان وآفتاب وستارے وزمین وپہاڑ بلکہ ذرہ ذرہ تک اُسی کے قبضۂ قدرت مین ہر وقت مسخر ہو چنانچہ مشرکون کو متنبہ کیا کہ آنکھین کھولکر غور سے اُڑتی ہوئی چڑیا کو آسمان وزمین کے بیچ مین دیکھین

اَلَمۡ يَرَوۡا اِلَى الطَّيۡرِ کیا ایسے لوگون نے جنکو یہ پہچان وتمیز نہین ہو کہ قدرت الٰہی جلّشانہ کسقدر عظیم اور ہر چیز پر حاوی ہو اُنھون نے نہ دیکھا پرندون کو اُڑتا ہوا مُسَخَّرٰتٍ درحالیکہ وہ مسخر ہوتے ہین۔ فِيۡ جَوِّ السَّمَآءِ آسمان کے جوّ مین یعنے اُس میدان مین جو آسمان کی طرف ہو۔ مَا يُمۡسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ نہین رُوکے ہوتا ہو اُن پرندون کو مگر اللہ تعالے۔ یعنے اللہ تعالے نے اپنی قدرت سے

اسطرح پیدا کردیا کہ پرندے کے دو بازو ہین اور ہوا رقیق ولطیف ہی اور ہوا مین اسطرح باز وپھیلا کر اُسکا ایک خاص قوت اللہ تعالی کیطرف
سے ایسی ہی کہ برابر اُڑتی رہتی ہی۔ ظاہری اسباب صرف اس کام کے ہین کہ حق تعالے کے عجائب صنعت کو طرح طرح کے پیرایہ مین دیکھا
جاوے کیونکہ مچھلی پانی مین بغیر بازو کے پیرتی رہتی ہی اور اصلی قدرت اللہ تعالے کی ہی۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ البتہ اسطرح ظہور قدرت
مین یا اس تسخیر مین لَاٰيٰتٍ نشانات ہین جو اللہ تعالے کی قدرت ووحدانیت پر دلالت کرتے ہین۔ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ایسی قوم کیلیے
جو ایمان لاتے ہین یعنے ان آیات سے سب محروم ہین سواے قوم مومنین کے جنکو اللہ تعالے نے سمجھ عطا فرمائی ہی۔ نکتہ یہ ہی کہ اللہ تعالی
کی قدرت وجملہ صفات کی معرفت جبھی حاصل ہوتی ہی کہ رسول علیہ السلام پر ایمان لاوے اور بعد ایمان کے جن چیزون پر نظر کرتا ہی اُسی
معرفت کو مشاہدہ کرتا اور سمجھتا ہی اور اُسکا نور بڑھتا جاتا ہی اسی واسطے قوم مومنین کی تخصیص فرمائی بخلاف کافرون جاہلون کے کہ ہزارہا
آیات پر نظر ڈالتے چلے جاتے ہین اور کچھ بھی نہین سمجھتے ہین۔ نظیر اسکی یہ ہی کہ جو شخص مثلا علم طبعیات سے واقف اور علم اجسام وجر ثقیل کو
جانتا ہی جب وہ ریل وتار ودیگر کلون کو اور جملہ آلات حرفتی کی سیر کریگا تو ہر مقام پر اسکو اپنی معلومات کے موافق ایک عجیب لطف آویگا اور جو
اصول صرف اسکے حواس مین تھے انکو خارج مین مشاہدہ کریگا ایسے ہی امور عقلیہ ومعارف قلبیہ وروحانیہ کے حالات ہین۔ قال الشیخ
ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے اپنے بندون کو غفلت سے بیدار کیا کہ پرند کی طرف نظر کرین جو خالص مخلوق الٰہی ہی یعنے اسمین کچھ شبہ
بھی نہین ہی کہ وہ آسمان وزمین کے بیچ مین ہوا مین مسخر ہی اسکو کیسے عجیب طور سے پیدا کیا کہ دو بازوؤن سے اُڑتی ہی اور وہان اُسکو
اللہ تعالے ہی اس شان سے رکھتا ہی اسمین اسطرح کی قوتین پیدا کردی ہین اور ہوا کو اُسکے واسطے مسخر کردیا ہی اسمین مومنون
کے واسطے نشانات توحید وقدرت الٰہی ظاہر ہین۔ اب بیدار کیا کہ جملہ افعال انسانی وحیوانی سب اللہ تعالے کے مخلوق ہین جیسے
انسان خود مخلوق الٰہی ہی تو مخلوق کے افعال بھی مخلوق الٰہی ہین اور انسان کو انہین نعمتین ملتی ہین چنانچہ فرمایا۔ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ
مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا اور اللہ تعالے نے کردیا تمہارے آرام کے لیے تمہاری بیوت سے بسیرا یعنے آرامگاہ حتے کہ معیشت وغیرہ کی
کوشش وحرکات سے تھک کر آرام لیتے ہین اور اگر اللہ تعالے چاہتا تو آدمی کو آسمان کی طرح ہر وقت متحرک پیدا کرتا ہی اور یا زمین کیطرح
ہر وقت ساکن پیدا کرتا ہی لیکن اسکو اضطرابی حرکات کے بعد سکون کی حاجت ہی تو بیوت اُسکے مساکن بنا دیے۔ وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ
جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا اور بنا دیے تمہارے واسطے چوپاؤن کی کھالون کے بیوت۔ یعنے جیسے شہر والے جو ایک جگہ وطن
کرلیتے ہین اُنکے لیے مساکن بنا دیے ویسے ہی اہل بادیہ کے واسطے کھالون وبالون کے خیمہ بنا دیے حتے کہ یہ لوگ اس دنیاوی خفیف
زندگی مین بہت آسانی بغیر تشویش کے یہ سامان مہیا کرتے ہین۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ عرب کے خیمون کا بیان ہی۔ بالون کے
خیمون کو اسوجہ سے شامل ہی کہ بال بھی کھال پر ہوتے ہین تو کھالون سے ہی خیمہ بالون کے تیار ہوئے۔ تَسْتَخِفُّوْنَهَا ان خیمون کو
تم ہلکا پاتے ہو یعنے سفر وغیرہ کی حالت مین تم پر ہلکے وآسان ہوتے ہین چنانچہ فرمایا۔ يَوْمَ ظَعْنِكُمْ تمہارے کوچ کے روز یعنے کوچ کرنے
وسفر کرنے مین بار برداری اُنکی ہلکی ہی وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ اور اپنے اقامت کے روز۔ حتے کہ جہان اُترے ان خیمون کو آسانی سے
قائم کیا۔ خلاصہ یہ کہ سفر وحضر دونون حال مین تم پر آسان وہلکے ہین۔ وَمِنْ اَصْوَافِهَا اور کردیے تمہارے لیے ان جانورون کے
صوف سے وَاَوْبَارِهَا اور انکی وبر سے۔ وَاَشْعَارِهَآ اور اُنکے بالون سے۔ اَثَاثًا ہر قسم کا اثاثہ۔ وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ
اور متاع ایک وقت تک کے لیے یعنے وقت موت تک اپنی زندگی کو ضروری سامان مذکور سے پورے کرو۔ واضح ہو کہ اصواف

جمع صوف کی اور وہ غنم کے بال ہین یعنے دنبہ و بکریون کے پشم- اور اوبار جمع وبر کی اور وہ اونٹ کے بال ہین اور اشعار جمع شعر کی اور وہ بعیر کے بال ہین اور اس سے ظاہر ہو کہ انعام کا لفظ اونٹ و گائے و بکری سب کو شامل ہی اور بعضے لوگ کلام کرتے ہین کہ بکری پر انعام صادق ہی یا نہین اور یہ آیت حجت ہو کہ بکری و دنبہ کو بھی شامل ہی- اور اثاثاً کے معنے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے متاع کے بیان کیے اور یون ہی مجاہد و عکرمہ و سعید بن جبیر و حسن و عطیہ عوفی و عطاء خراسانی و ضحاک و قتادہ رحمہم اللہ تعالے سے مروی ہی اور اسی کو خلیل رحمہ اللہ تعالے نے اختیار کیا پس اثاث و متاع کا عطف بطور توضیح کے ہی اور اصل مین اثاث کثیر کے واسطے ہی لہذا بمعنے مال کثیر بھی تفسیر کی گئی اور بعض نے بمعنے جامہ بیان کیا اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ صحیح یہ ہی کہ اثاث بلفظ مال و متاع و کپڑون سب کو شامل ہی کبھی اموال تجارت کو اور فروش و لباس وغیرہ و دیگر متاع کو اثاث بولتے ہین وعلے ہذا اثاث پر متاع کا عطف اس طور پر ہو کہ پہلے عام ذکر کر کے اسپر خاص کو عطف کر دیا جیسے جانور و گھوڑے کیونکہ جانور تو گھوڑون کو بھی شامل ہی- واضح ہو کہ یہ سب نعمتین عرب کے لوگون پر انکے معمولات و دسترس کے موافق ہین اور اسی طریقہ سے سایہ و محافظت کی چیزون کو بیان فرمایا بقولہ- وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا یعنی اللہ تعالے نے اپنی پیدا کی ہوئی چیزون مین سے بعض سے تمھارے لیے سایہ کر دیا- قتادہ رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ مراد درخت ہین یعنے درختون سے تمپر سایہ کر دیا- بعض نے کہا کہ خیمہ و خرگاہ وغیرہ جو اوپر مذکور ہوئین وہ بھی سایہ کرنے والی ہین- ولیکن کبھی مسافر کے پاس وہ بھی نہون تو سایہ دار درخت پیدا کر دیے ہین اور کبھی اسکو محفوظ مقام چاہیے کہ جان و مال کی حفاظت ہو اور کبھی سردی گرمی سے و باہمی جدال و درندہ جانورون سے مقابلہ مین تن کی حفاظت چاہیے تو فرمایا- وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا جمع کن بمعنی اوٹ و چھپا اور ہر ایسی چیز جس سے سردی و گرمی و مینہ پانی وغیرہ کا بچاؤ ہو- یعنے اللہ تعالے نے تمھارے لیے پہاڑون سے اکنان بنا دیے یعنے غار و سرب وغیرہ جہان آدمی پناہ لیتا ہو اور بسبب فقیری و بے سامانی کے دوسرے تکلفات کی طرف دسترس نہین رکھتا چنانچہ عرب بسبب تنگی و شدت گرمی کے سایۂ درخت و اکنان کو زیادہ چاہتے تھے- وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ اور بنا دیے تمھارے لیے سرابیل- ہر ایک لباس جیسا کہ زجاج رحمہ اللہ تعالے نے کہا ہی قمیص و دیگر کپڑے جو روئی و کتان و صوف وغیرہ سے بنائے جاوین۔ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ جو تمکو بچاوین شدت گرمی سے- عرب مین گرمی کی شدت سے جب ان چیزون سے بچاؤ ہوا تو انکی سردی حاصل ہو گی پس سردی سے بچاؤ خود حاصل ہی اور یہ نکتہ شیخ شہاب نے ریحانہ مین بیان کیا ہی- وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ- مراد باس سے یہان فقر و مرض و ہر خوف نہین بلکہ لڑائی کا ضرر مراد ہی یعنے زرہ و جوشن وغیرہ لوہے کے اور ریشمی لباس جو جنگ مین بچاؤ کے لیے پہنتے ہین اللہ تعالے نے تمھارے لیے بنا دیے- یعنے تمکو ایسی سمجھ دیدی کہ یہ سب سامان بناتے ہو اور حق یہ ہی کہ یہ افعال آدمیون کے اللہ تعالے کی مخلوق آدمی کے واسطہ سے مخلوق ہوتے ہین کیونکہ مخلوق سے جو مخلوق ہو وہ اللہ تعالے کا مخلوق ہی اسی واسطے یون فرمایا کہ اللہ تعالے نے پیدا کر دیے- كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ یون ہی اللہ تعالے تمپر اپنی نعمتین پوری کرتا جاتا ہی یعنے آگے اور بھی زیادہ تمکو فہم و صنعت دیگا اور تم سے طرح طرح کی آسایش و آرام کی چیزین پیدا فرماتا جائیگا- لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ تاکہ تم اللہ تعالے کی بندگی و فرمانبرداری پر وحدانیت و معرفت کے ساتھ گردن جھکاؤ اور اسلام لاؤ- کیونکہ ان نعمتون کا شکر یہ ہی کہ خالق عز و جل کی طاعت خالص اسی کے واسطے کرو اور ان چیزون سے ایسے طور پر نفع و آرام اٹھاؤ کہ اسی کی طاعت سے شکر یہ ادا ہو- شیخ نے ذکر کیا کہ عطاء خراسانی نے کہا کہ قرآن پاک کا نزول عرب کی فہم و معرفت کے اندازہ پر اترا ہی یعنے عرب اسوقت مین سب جہان کی قومون سے زیادہ جاہل و

نادان وفقیر ووحشی تھے تو انکی سمجھ کا وجن چیزون کو وہی پہچانتے تھے زیادہ لحاظ ہوا تاکہ باقی ملکون والے مدرجہ اولے سمجھین وہ ایک
عظیم نعمت کا شکریہ ادا کرین چنانچہ تو نہین دیکھتا کہ من الجبال اکنانا۔ فرمایا حالانکہ سوائے پہاڑون کے ہموار زمین سے جو تم لوگ اکنان
بناتے ہو وہ اس سے بڑھکر آرامگاہ محفوظ اور بہت زیادہ ہین ولیکن عرب لوگ اسوقت پہاڑون کے رہنے والے تھے اور صوف و برو
شعر کے لباس سے احسان رکھا حالانکہ اُنکے سوائے ریشم وغیرہ سے تم اس سے بہتر و کثرت سے عمدہ لباس بناتے ہو چنانچہ شام وروم سے
دیباج وحریر گران قدر آتا تھا ولیکن عرب اسوقت ایسے ہی لوگ تھے اور یون ہی فرمایا وینزل من السماء من جبال فیہا من برد۔ کیونکہ عرب
اس سے تعجب کرتے تھے حالانکہ برف کا گرانا اور جما کرنا اور اسکے عجائبات اس سے زیادہ وبہت ہین ولیکن عرب نہین جانتے تھے خلاصہ
یہ کہ ہر ملک والے اپنی عجیب صنائع پر بہت زیادہ اللہ تعالے کی وحدانیت پر اقرار وایمان لاوین اور یہ وہم نہ کرین کہ ان خفیف چیزون
پر اللہ تعالے نے کیا قدرت ظاہر فرمائی کہ اس سے بہت بڑھکر ہم پاتے ہین بلکہ ہر چیز مین ظہور قدرت ہے عرب والون مین اُنکے موافق فرمایا
اور اسی زمانہ مین دوسرے ملکون مین اس سے بڑھکر صنعت حرفت کی چیز عرب مین آتی تھی اور تجارت کے واسطے شام مین جاکر دیکھتے تھے
پس دوسرے ملکون کے لوگ زیادہ توحید کا اقرار کرین کہ اللہ تعالے نے انپر اُسی طرح کثرت سے اپنی قدرت ظاہر کی ہے۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا
یعنی اسلام سے یہ لوگ مُنھ پھیرلین حالانکہ اصلی فطرت سے اسلام پر تھے پھر وساوس شیطانی سے اُس سے مُنھ موڑا پس اگر اسی مُنھ موڑنے پر
جمے رہین اور اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم جو کچھ تو لایا ہے اسکو قبول نہ کرین تو تجھپر کچھ باک نہین ہے تجھے تسلی رکھنی چاہیے کہ تو نے حکم اُنکے رب کا انکو
پہونچا دیا۔ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ کیونکہ تجھپر یہی کُھلا ہوا پیغام پہونچا دینا واجب تھا۔ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ
پہچان لیتے ہین نعمت اللہ کو یعنے اُنکی عقلین مجبور ہوکر اقرار کرتی ہین کہ اللہ تعالے ہی خالق قدرت والاختیار ہے اُسی نے انعامات اپنے
فضل سے پیدا کیے ہین ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا پھر ان نعمتون کا انکار کرتے ہین۔ چنانچہ رزق وعدہ بتون ونجوم کی طرف نسبت کرتے ہین اور
اللہ تعالے کے ساتھ دوسرون کی عبادت کرتے ہین یا کہتے ہین کہ ہم نے اپنے باپ دادون سے میراث پائی ہین یا خود اپنی قوت سے کمائی
ہین یعنی انھین اسباب پر نظر کرتے ہین اور جیسے یہود ونصارے تمام علامات سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت جانتے تھے پھر دنیاوی
ہوسات سے انکار کرتے تھے۔ وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ اور اکثر انمین کے منکر ہین۔ یعنے جہالت سے اُنکی سمجھ ہی مین نہین آتا اور
محسوس چیزون کے سوائے کسی چیز کے قائل ہی نہین ہوسکتے ہین یا سرکشی سے منکر ہو جاتے ہین یا اللہ تعالے کے ساتھ شرک کرنا انکار ہے
تو اس صورت مین اکثر بمعنے کل ہے۔ اور ابن ابی حاتم نے مجاہد رح سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا
آنحضرت صلعم نے اُسپر یہ آیت پڑھی اللہ جعل لکم من بیوتکم سکنا اور یہ اُس نے کہا کہ ہان۔ پھر پڑھا وجعل لکم من جلود الانعام الآیہ۔ اعرابی
نے کہا کہ ہان پھر آخر تک آیات پڑھین اُس نے ہر بار کہا کہ ہان پھر پڑھا کذلک یتم نعمتہ علیکم لعلکم تسلمون۔ پس اعرابی نے مُنھ موڑا پس
اللہ تعالے نے نازل فرمایا یعرفون نعمۃ اللہ ثم ینکرونہا الآیہ۔ ف۔ فی العرائس جبکہ علم الغیب تمام اپنے ہی واسطے مخصوص فرمایا
تو تمام مخلوق کو اپنے علم سے معزول کیا اور فرمایا واللہ اخرجکم من بطون امہاتکم الآیہ۔ ظاہری تفسیر مذکور ہو چکی اور بلند نظر سے اشارہ یہان
یہ ہے کہ تمام مخلوق کو اللہ تعالے نے بطن عدم وقدر ومشیت سے اسطرح نکالا کہ سب اپنی اصل سے جاہل ہین اور ذات وصفات آلہی کو
نہین پہچانتے اور احکام ربوبیت وطاعات عبودیت سے کچھ نہین جانتے پس اپنے نور سمع سے اور بصر سے اور علم سے لباس سمع وبصر وعلم
پہنایا یعنے فطرت اسلام وایمان وایقان پر لایا چنانچہ اُسکی قدرت سے اسکا کلام سنتے ہو اور اُسکی ہدایت سے اسکا جمال قدرت دیکھتے ہو

رور نور عقل سے انکی صفات و نعوت و اسمار کو پہچانتے ہو اور تمہارے قلوب انکی محبت و شوق مین مستغرق ہوتے ہین۔ لعلکم تشکرون
جان جاؤ کہ اسکا شکر کسی طرح بندے سے نہین ادا ہوسکتا ہمہ تن اسکا فضل و احسان ہو۔ واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ لاتعلمون شیئا
یعنی عہد ازل کے وقت کو تم کچھ نہین سمجھتے جو تم سے عہد لیا گیا تھا۔ بعض نے کہا کہ کسی کو نہین معلوم کہ اسپر کیا حکم جاری ہوا کہ وہ سعید ہو یا شقی ہو
پھر اہل سعادت کو نور سماعت دیا جس سے اسکا ذکر سُنتے ہین اور بصر جس سے عجائب صنعت دیکھتے ہین اور افئدہ جس سے صنائع عزوجل کو
پہچانتے ہین اور یہی اعضاء و حواس محل شکر و آکہ شکر ہین پس شاکر وہ ہو کہ ان حواس کی سلامتی کو اللہ تعالے کی طرف سے اپنے اوپر نعمتین دیکھے
جنکا شکر ادا کرنا اُس سے ناممکن ہو اور کافر وہ ہو جو گمان کرے کہ انہین سے کسی نعمت کا شکر اس سے ادا ہوسکتا ہو۔ شیخ ابو عثمان مغربی
نے فرمایا کہ کان اس لیے دیلے کہ اللہ تعالے کا خطاب امر و نہی وغیرہ سنو اور آنکھ دی کہ عجائب قدرت کو دیکھو اور دل دیا کہ اُسکے انعامات کو
پہچانو اور شکر کرو کہ ہمیشہ میری نعمتین اپنے اوپر جاری جانو اور مجھی سے میری طرف رجوع لاؤ۔ پھر اللہ تعالے نے ارواح و عقول کے طیران
کی طرف اشارہ فرمایا کہ ارواح کو جو ہوار ملکوت و سمار جبروت مین بازوے عرفان و ایقان انکی بارگاہ مجد و کبریا مین پرواز کرتی ہین
اور جاذب اُنکا جذبہ نور ہو اُنکو وہی حق سبحانہ تعالے اپنے کشف جمال کے ساتھ قہر سطوات جلال سے محفوظ فرماتا ہو کہ ساقط از عزوب نہین
ہوتین اور اسکی عظمت مین فنا نہین ہوتی ہین قال تعالے الم یروا الے الطیر مسخرات فی جو السمار الآیہ۔ بازوے ہمت اُنکی طلب
قرب منزلت مین بے موقع و بلے ادب واقع ہونے سے مصئون ہین۔ آن فی ذلک لآیات لقوم یومنون۔ اہل حقیقت و رہروان راہ طریقت
اور رہبران جادہ معرفت و شریعت کے واسطے نشانات عجائب صنعت و غرائب حکمت ہین کہ وہان مجال گفتگو نہین اور رہ بیہودہ نظرت کو
گنجائش نہین قولہ واللہ جعل لکم مما خلق ظلالا۔ اسمین لطیف اشارہ بوجود اولیار ہو جنکے سایہ مین مریدین تابش آفتاب ہجر و دوری سے
پناہ لیتے ہین اور قہر طغیان و شیاطین الانس والجان سے یہین محفوظ ٹھکانا پاتے ہین کیونکہ یہ لوگ زمین مین اللہ تعالے کے سایہ ہین و فی
الحدیث السلطان ظل اللہ فی الارض من اکرمہ اکرمہ اللہ ومن اہانہ اہانہ اللہ۔ یعنے سُلطان روے زمین مین سایہ الٰہی ہو جو اسکا اکرام
کرے اللہ تعالے اُسکو بزرگ رکھیگا اور جو اُسکی اہانت کرے اللہ تعالے اُسکو خوار کریگا۔ مترجم کہتا ہو کہ مولانا جلال رومی رحمہ اللہ
تعالے نے مثنوی مین بھی قولہ تعالے الم ترالی ربک کیف مد الظل۔ سے اولیار کا اشارہ لیا ہو بقولہ ؎ کیف مد الظل نقش اولیاست
قولہ وجعل لکم من الجبال اکنانا۔ جبال سے اکنان قلوب اکابر معرفت و ظلال اہل السعادت ہین جنکے اندر وہ لوگ پناہ لیتے ہین کہ سب
چیزون سے منقطع ہوکر اللہ تعالے ہی کیطرف رجوع لائے ہین۔ قولہ وجعل لکم سرابیل تقیکم الحر۔ اہل معرفت کے واسطے سرابیل اُنس ہین تاکہ آتش
محبت مین سوختہ نہون۔ وسرابیل تقیکم باسکم۔ اصلی محاربہ انسان کا باہمی نہین ہو کیونکہ یہ تو مذموم و ممنوع چیز ہو بلکہ اصلی محاربہ آدمی کا
شیطان و نفس کے ساتھ ہو اور یہی جہاد اکبر ہو اور لباس التقوے و اسلحہ معرفت سے آدمی ان دشمنون پر فتح پاتا ہو قولہ کذلک یتم نعمتہ علیکم
مزید نعمت و کمال رعایت ہو کہ انکو دوری و ہجر سے محفوظ فرمایا اور اپنے لطف کے ساتھ اپنے قہر سے اُنکی نگہداشت رکھی قولہ لعلکم تسلمون
یعنے اُسکے حکم عبودیت کے واسطے گردن جُھکاؤ اور حکم ربوبیت کے لیے سجدہ کرو۔ شیخ استاد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اپنے اولیار کے
لیے اپنے سایہ عنایت مین ٹھکانا دیا اور سرائر سے انکا لباس کیا جس سے شر و ضرر دفع رہے پس یہ لباس تقوے جامع ہو اور اسکی تفاصیل
ہین چنانچہ ایک لباس عصمت ہو جس سے اُنکو محفوظ کیا کہ رب عزوجل کی مخالفت نہین کرتے۔ لباس توفیق سے ہمیشہ اُنکی عبادت پر
ملازمت رکھتے ہین۔ لباس خلعت ہو کہ اس سے قرب نصیب ہو و قولہ کذلک یتم نعمتہ علیکم۔ نعمت کا پورا فرمانا اسطرح ہو کہ انکا خاتمہ

بخیر وخوبی ہو اور جملہ امور دین و دنیا مین اُنکی نگہداشت وکفایت ورعایت رہے اور خواہش نفس کی پیروی سے بچائے جاوین اور سداد اور صلاحیت پیدا کیے جاوین تاکہ اللہ تعالےٰ کی رضامندی کو سب پر مقدم رکھین۔ بعض نے کہا کہ نعمت پوری کرنا یہ ہی کہ جو حکم اپنی جاری فرمایا اسپر وی راضی رہین۔ ابن عطاء رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ اتمام النعمہ یہ ہی کہ نعمت پر سکون نہو بلکہ نعمت سے منقطع ہوکر منعم عزوجل کے ساتھ سکون ہو۔ شیخ حمدون رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ اتمام النعمہ دنیا مین تو معرفت ہی اور آخرت مین دیدار ہی یعنی اللہ تعا نے جس بندے پر نعمت پوری کی اسکو دنیا مین معرفت اور آخرت مین دیدار عطا فرمایا۔ شیخ ابو محمد جسریری رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ اتمام النعمۃ یہ ہی کہ قلب آدمی کا شرک خفی سے محفوظ رہے اور نفس اسکا ریا کاری سے بچا رہے پھر اللہ تعالےٰ نے ان لوگون کا حال بیان فرمایا جو راہ راست سے برگشتہ ہین۔ لقولہ۔ یعرفون نعمۃ اللہ ثم ینکرونہا الآیہ۔ اسمین اشارہ ہی کہ جو لوگ توفیق سے محروم ہین وہ اولیاء اللہ تعا کو بھی پہچان جانتے ہین جیسے یہود و نصارے اُس زمانہ مین حضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے تھے لقولہ تعالےٰ یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم۔ ولیکن منکر ہوتے ہین اسی طرح اولیاء کو پہچانتے ہین خواہ بکرامات ودیگر آیات وفراسات صادقہ ولیکن توفیق کی راہ سے درحقیقت اُنکو نہین پہچانتے ہین اور از راہ بغض وعداوت وحسد وظلم کے اُنسے منکر ہوتے ہین اور اسمین فقط دنیاوی ریاست ومنزلت کی خواہش ہی۔ قولہ تعالےٰ واکثرہم الکٰفرون چنانچہ ولایت اولیاء کو چھپاتے ہین۔ اس آیت مین جیسے صریح کافرون کی مذمت ہی ایسے ہی اُن عالمون کے لیے بھی ملامت ہی اور اُن قاریون کے لیے بھی مذمت ہی جنھون نے مکروفریب کا جال پھیلا کر جاہلون کو اپنے دام تزویر مین گرفتار کرنا چاہا ہی اور عوام کے سامنے اولیاء اللہ کی مذمت کرتے ہین تاکہ لوگون کے مُنھ اپنی طرف پھیرین۔ یہ لوگ اللہ تعالےٰ سے خیانت کرنا چاہتے ہین مگر اللہ تعالےٰ عالم الغیب ہی اور اُس سے زیادہ کون شقی ہوگا کہ اولیاء حق سے دلائل شرعیت [illegible] پھیر دنیاوی ریاست کو عوام سے اُسکے عوض خریدے۔ بعض مشائخ نے کہا کہ انکو نعمتین حاصل ہین مگر اُسکے شکر کی توفیق نہین پاتے ہین شیخ نصرآبادی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ کی نعمت پہچاننا اچھا ہی اور نعمت دینے والے کو پہچاننا سب سے اچھا ہی کیونکہ نعمت پہچاننے کے بعد بھی کبھی اس سے انکار ہوتا ہی مگر نعمت دینے والے کو پہچاننے کے بعد پھر اس سے انکار نہین ہوتا بلکہ استقامت حاصل ہوتی ہی۔ واضح ہو کہ حق تعالےٰ نے جنکو پیدا کیا اور اسقدر نعمتین دین پھر اُس سے انکار وکفر کیا تو آگے طرح طرح کی اُنکی بدانجامی دار آخرت کی بیان فرمائی لقولہ تعالےٰ،

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ

اور جسدن کھڑا کرینگے ہم ہر فرقے مین ایک بتانیوالا پھر حکم نہ ملے منکرون کو اور نہ اُنسے

يُسْتَعْتَبُوْنَ ۝ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ

توبہ مانگئے اور جب دیکھین بے انصاف مار پھر ہلکی نہ ہو اُنسے اور نہ اُنکو

يُنْظَرُوْنَ ۝ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ

ڈھیل ملے اور جب دیکھین شریک پکڑنیوالے اپنے شریکون کو بولین اے رب

شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ

ہمارے شریک ہین جنکو ہم پکارتے تھے تیرے سوائے تب وہ اُنپر ڈالین بات کہ تم

لَكٰذِبُوْنَ ۝ وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ نِ السَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا
جھوٹے ہو اور پڑین اللہ کے آگے اُسدن عاجز ہوکر اور بھول جاوے اُنکو جو

يَفْتَرُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا
جھوٹھ باندھتے تھے جو منکر ہوے ہین اور روکتے رہے ہین اللہ کی راہ سے اُنکو ہمنے بڑھائی مار

فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ۝
پر مار بدلا اُسکا جو شرارت کرتے تھے

وَيَوْمَ نَبْعَثُ اور بیان فرما دے جسدن اُٹھاوینگے ہم مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ ہر ایک گروہ سے۔ شَهِيْدًا ایک گواہ - یعنے کافرون ومشرکون پر جو حال دار آخرت مین ہونے والا ہو وہ بیان کردے جسدن یعنے بروز قیامت ہم ہر گروہ مین سے اُسکا گواہ یعنے جو پیغمبر اس امت پر بھیجا گیا ہو گواہی دینے کو اُٹھا دینگے چنانچہ وہ گواہی دیگا کہ ای رب مین نے تیرا پیغام اُنکو صاف صاف پہونچا دیا۔ واضح ہو کہ کافر لوگ اپنے سوال جواب مین منکر ہونگے اور اُنکی اعضاء وجوارح اُنپر بدکاریون وشرک کی گواہی دینگے۔ اور ہر گروہ اپنے پیغمبر کی گواہی سے بھی منکر ہوگا اور آخر مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وآپ کے اصحاب ان پیغمبرون کی طرف سے گواہی ادا کرینگے اور یہ سب کمال عدل الٰہی ہو ورنہ اللہ تعالے نے جب ہر ایک کافر کو اُسکے اعمال سے آگاہ فرما دیا وہ علیم خبیر ہو اور مواقع قیامت متعدد ہین اور تحقیق اسکی سابق مین گزرچکی ہو۔ ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا پھر کافرون مشرکون کو اجازت نہ دیجائیگی۔ خطیب وغیرہ نے یہان وہ احتمالات بیان کردیے جن سے عدم اجازت آیات واحادیث مین ثابت ہو کیونکہ یہان یہ بیان نہین کہ کس بات کی اجازت نہ دیجائیگی چنانچہ لکھا کہ اجازت نہ دیجائیگی یعنے زیادہ گوئی کی یا دوبارہ دنیا کی طرف عود کرنے اور آزمائے جانے کی یا گواہون کی حالت گواہی مین بلکہ سب لوگ خاموش ہونگے۔ یا گواہون سے جھگڑا کرنے کی۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے ارجح وجہ اختیار کی کہ اجازت نہ دیجائیگی یعنے عذر لانے کی کیونکہ کافرون کو خود بھی اپنا جھوٹ عذر لانا معلوم ہو جیسے قولہ تعالے ہذا یوم لا ینطقون ولا یوذن لہم فیعتذرون یعنے یہ وہ دن ہو کہ نہ کفار بولینگے اور نہ انکو اجازت دیجائیگی کہ عذر بیان کرین - یعنے ایسی کوئی بات جو اُنکے واسطے عذر ہو اسی واسطے یہان فرمایا۔ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ یعنے نہ طلب کیا جائیگا کافرون سے عتبےٰ یعنے رجوع ایسی چیز کی جانب عبادات وغیرہ سے کہ جس سے اللہ تعالے کی رضامندی اُنکو حاصل ہو۔ خلاصہ یہ کہ اُنکو کسی ایسے فعل کی تکلیف نہ دیجائیگی کہ اُنکے رب عزوجل کو راضی کرنے کیونکہ آخرت دار العمل نہین اور نہ وہان امتحان وتکلیف ہو اور نہ اُنکو چھوڑا جائیگا کہ دار الدنیا کی طرف عود کرین اور توبہ کرین اور اللہ تعالے نے سچ فرمایا کہ اگر وہ دنیا کی طرف پھیرے جاوین تو پھر وہی کرین جیسے تھے۔ خطیب رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ لاہم یستعتبون۔ یعنے نہین زائل کیا جائیگا اُنکا عتبےٰ یعنے وہ چیز جسپر اُنکو عتاب وملامت ہو۔ ہروی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ اُنسے یہ نہ چاہا جائیگا کہ ایسی بات کرین کہ عتاب اُنسے زائل ہو۔ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا اور جب دیکھینگے وہ لوگ جنھون نے ظلم کیا یعنے شرک وکفر کیا۔ الْعَذَابَ عذاب کو جسکے مستحق ہین اور جو اُنکو وعدہ دیا گیا ہو یعنے جب عذاب جہنم اُنکو نظر آویگا۔ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ تو نہ اُنسے یہ عذاب ہلکا کیا جائیگا یعنے ایک ساعت بھی وقفہ نہوگا پس نہ اُنکے واسطے کوئی سفارشی ہو۔ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ اور نہ اُنکو مہلت دیجائیگی۔ انکا کوئی مددگار نہین ہوسکتا کہ سفارش یا مددگاری کرسکے

بلکہ بغیر حساب کے موقف کے میدان سے بہت تیزی کے ساتھ گرفتار ہونگے اور احادیث سے ثابت ہے کہ جب جہنم لائی جائیگی تو ستر ہزار زمام اور ہر زمام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہونگے پس اسکی ایک گردن اس مخلوقات کے لیے بلند ہو کر سخت آواز سے پکاریگی کہ انمین سے کوئی باقی نہ رہیگا مگر آنکہ اسکی ہیبت سے گھٹنون کے بل بیٹھ جائیگا اور کہیگی کہ مین ہر ایک سرکش ظالم پر مسلط کی گئی ہون جس نے اللہ تعالے کے ساتھ دوسرا شریک بنایا اور جو ایسا ویسا ہو یعنے کئی طرح کی اقسام لوگون کے بیان کریگی پھر انکو گھیر کر جیسے چڑیا دانہ چگ لیتی ہے وہ ان اقسام خلائق کو اُچک لیگی۔ آیات اس معنی مین موجود ہین کقولہ تعالے اذا راتہم من مکان بعید سمعوا لہا تغیظا وزفیرا واذا القوا منہا مکانا ضیقا مقرنین دعوا ہنالک ثبورا۔ یعنے جب جہنم اُنکو دور سے دیکھیگی تو یہ لوگ اُسکا غیظ وجوش اور کرخت آواز سنینگے اور جب اسمین تنگ مقام مین ڈالے جاوینگے جکڑے ہوئے تو وہان اپنی موت پکارینگے۔ وکقولہ تعالے ورأے المجرمون النار فظنوا انہم مواقعوہا ولم یجدوا عنہا مصرفا۔ یعنے جب بدکار لوگ جہنم کو دیکھینگے تو یقین کرلینگے کہ وہ اسمین پڑنے والے ہین اور نہ پاوینگے اس سے کوئی چھٹکارا۔ وکقولہ تعالے لو یعلم الذین کفروا حین لا یکفون عن وجوہہم النار ولا عن ظہورہم ولا ہم ینصرون بل تاتیہم بغتۃ فتبہتہم فلا یستطیعون ردہا ولا ہم ینظرون۔ یعنے کاش جانتے وہ لوگ جو کافر ہوئے ہین وہ حال کہ جب نہ روک سکینگے اپنے چہرون کی طرف سے جہنم کی آگ ورنہ اپنی پشت کی طرف سے اور نہ انکو مدد ملیگی بلکہ وہ آپڑیگی اُنپر اچانک پس چوندھا دیگی انکو پس نہ طاقت ہوگی انکو اُسکے روکنے کی اور نہ وہ کچھ مہلت دیے جاوینگے پھر اللہ تعالے نے بیان فرمایا کہ مشرک لوگ جنکو اپنے زعم مین شریک بناتے ہین وہ مشرکون سے اُسدن سخت محتاجی کیوقت بیزار ہونگے فقال عزوجل۔ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ اور جب مشرک لوگ دیکھینگے اپنے شرکار کو یعنے ان لوگون کو جنکو اپنے گمان مین اللہ تعالے کا شریک مانا ہے خواہ اسطرح کہ صریح انکو خالق وقادر بناتے ہین یا اسطرح کہ انکی طرف رزق ونفع وضرر وغیرہ یا شریعت کے احکام مانتے ہین غرضکہ جنکے ساتھ شرک کرتے اور دنیا مین اُنکی عبادت کرتے رہے ہین انکو دیکھینگے قَالُوْا رَبَّنَا تو کہینگے کہ ہمارے رب۔ هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا یہی لوگ ہمارے شرکار ہین یعنی۔ الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ وہ لوگ ہین جنکو ہم سوائے تیرے پکارتے تھے۔ بعض علمار نے کہا کہ شاید مقصود یہ ہو کہ عذاب دونون فریق پر تقسیم کردیا جاوے۔ ابومسلم اصفہانی نے کہا کہ مشرکین اپنے گناہ کو ان لوگون پر ڈالنا چاہینگے جنکو اپنا معبود ٹھہرایا تھا۔ واضح ہو کہ بہت سے لوگ حضرت عیسے علیہ السلام کو اور اولیار اللہ کو شرکار بناتے ہین ولیکن فقط اپنے زعم مین ورنہ حضرت عیسے علیہ السلام واولیار انکے اس فعل سے نہایت بیزار بلکہ حیات ہوتے تو انکو کافر فرماتے لہذا آخرت مین انکو جواب دینگے جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ پس رد کردینگے یہ لوگ ان مشرکون کا قول ان پر بات اسطرح کہ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ تم بیشک جھوٹے ہو۔ یعنے تم نے ہماری عبادت نہین کی اور نہ ہم شرکار ہین بلکہ ہم اللہ تعالے کی مخلوق ہین اور تم نے اپنی رائے کی عبادت کی ہے قال الشیخ۔ یعنے جنکو معبود بنایا ہے وہ کہینگے کہ تم بالکل جھوٹے ہو ہم نے تمکو کبھی اپنی عبادت کرنے کو نہین کہا ہے جیسا کہ اللہ تعالے نے دوسری آیت مین فرمایا ومن اضل ممن یدعو من دون اللہ من لا یستجیب لہ الی یوم القیامۃ وہم عن دعائہم غافلون واذا حشر الناس کانوا لہم اعداء وکانوا بعبادتہم کافرین۔ یعنے اس سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو سوائے اللہ تعالے کے ایسے کو پکارے جو قیامت تک اسکو جواب نہ دیگا اور وہ انکی پکار سے غافل ہین اور جب لوگ حشر کو اُٹھائے جاوینگے تو وہ انکے دشمن ہونگے اور انکی عبادت سے انکار کرینگے یعنی کہینگے کہ تم نے ہماری عبادت نہین کی۔ وقال تعالے سیکفرون بعبادتہم ویکونون علیہم ضدا یعنے عنقریب قیامت مین مشرکون کی

عبادت کرنے سے منکر ہونگے اور انپر دشمنی سے برخلاف دعویدار ہونگے۔ یعنے یہ لوگ تو دنیا مین انکی عبادت کرکے چاہتے ہین کہ وہی
انکے مددگار رہون اور سرپرستی کرین حالانکہ وہ انکے فعل سے واقف ہوکر انکے دشمن ہو جاوینگے کیونکہ بندگان حق تو اپنے رب کی عظمت
وکبریائی مین اپنے آپ کو کیے ہین تو ہرگز دوسرے احمقون کے شرک سے راضی نہین ہو سکتے ہین اور جنھون نے انپر معبود ہونے کا نام لگایا انپر
بہتان باندھا پس انکے دشمن ہونگے۔ وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ ۨالسَّلَمَ اور القا کرینگے اللہ تعالے کی طرف اس روز
سلم کو یعنے فرمانبرداری کو۔ قتادہ وعکرمہ رحمہما اللہ تعالے نے کہا یعنے آج کے روز اللہ تعالے کے واسطے ذلیل وگردن جھکائے
مطیع ہوجاوینگے۔ کقولہ تعالے اسمع بہم وابصر یوم یاتوننا۔ یعنے خوب سننے والے وخوب دیکھنے والے ہو جاوینگے جسدن ہمارے حضور
مین آوینگے۔ وکقولہ تعالے ولو تری اذ المجرمون ناکسوا رءوسہم عند ربہم ربنا ابصرنا وسمعنا الآیہ۔ یعنے تو دیکھے جبکہ کافر لوگ جھکائے
ہونگے اپنے سرون کو اپنے رب کے حضور مین ای ہمارے رب ہم نے دیکھا اور سنا اب ہمکو لوٹا دے کہ ہم نیک کام کرینگے اب ہمکو سب
بات کا یقین ہے۔ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ اور گم ہوگیا انسے جو کچھ وہ افترا باندھتے تھے۔ یعنے اللہ تعالے پر
افترا کرکے جو شرکا وعبادت اپنے خیال مین بنائے تھے آج وہ سب زائل ہو گئے پس نہ کوئی انکا سفارشی نظر آویگا اور نہ مددگار ومعین معلوم ہوگا
اور نہ کسی مین وہ صفت ہوگی جو انھون نے سوائے حق تعالے جلشانہ کے دوسرون مین زعم کرلی تھی۔ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا جنھون نے
کفر کیا یعنے خود شرک کرکے یا اللہ تعالے کے وجود ہی سے منکر ہوکر کافر ہوئے۔ وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور دوسرون کو
اللہ تعالے کی راہ سے روکا۔ خواہ اسطرح کہ صریحا لوگون کو شرک سکھلایا اور یا اسطرح کہ انکے دیکھا دیکھی دوسرے لوگ بھی انکے
قول وفعل پر دہریہ ونیچری ومشرک ہو گئے تو انکے عذاب شدید کو بیان فرمایا۔ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ
زیادہ کردیا ہے ہم نے انکے حق مین عذاب پر عذاب۔ کفر وشرک انتہائے درجہ ضلالت ہے اور عذاب اسکا بھی انتہائے درجہ پر ہے اور
اللہ تعالے نے ان لوگون کے لیے انکے کفر کا عذاب دیا اور انپر دوسرون کے روکنے کا عذاب دیا اور یہ بطریق شدت کے تکلیف کو
برداشت کرتے سے ہے یا پیروی کرنے والون کے عذاب سے گمراہ کرنے والون کا عذاب سخت ہے۔ زیادت عذاب کے بعض وجوہ
سلف سے مروی ہین ازانجملہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آتشی بچھو ہونگے جنکے ڈنک مثل بلند درخت خرما کے ہونگے رواہ
ابو یعلی الموصلی رحمہ اللہ تعالے اور اسی کے مثل براء بن عازب سے مرفوع روایت ہے کما اخرجہ الخطیب وغیرہ۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالے
نے کہا کہ بڑے بڑے سانپ وبچھو ہونگے جنکے ایک مرتبہ کاٹنے وڈنک مارنے سے چالیس سال تک شدت درد باقی رہیگا۔ ابن عباس
رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آتشی پانچ نہرین اللہ تعالے جلشانہ نے انپر جاری فرمائی ہین بعض سے دن مین اور بعض سے رات مین
انپر عذاب ہوگا رواہ ابو یعلی عنہ بنحوہ۔ اور ابن مردویہ نے بروایت جابر رضی اللہ عنہ کے مرفوع روایت کی کہ پانچ نہرین آتشی ہین
جو عرش کے نیچے سے جاری ہوکر اہل جہنم کے سرون پر گرتی ہین تین نہرین بمقدار شب اور دو بمقدار روز ہین یہی ہے زیادت
عذاب فوق العذاب۔ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ بعوض اسکے جو فساد کرتے تھے۔ یعنے یہ سزا زیادت عذاب کی انکے فساد
کفر وشرک وصد عن السبیل کا عوض ہے۔ ابن کثیر رح نے لکھا کہ اسمین دلیل ہے کہ کافرون کے واسطے عذاب کے بھی مراتب ہونگے جیسے
اہل الجنۃ کے لیے جنت مین ثواب کے منازل بلند ہین۔ پھر اللہ تعالے نے اس روز کے خوفناک وقائع مین سے کافرون پر اہل نبوت
وولایت کا اشہاد ذکر فرمایا

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَى هَؤُلَاءِ

اور جسدن کھڑا کرینگے ہم ہر فرقے مین ایک بتانیوالا اُنپر انھین مین کا اور تجھکو لاوین بتانے کو اُن لوگون پر

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً

اور اُتاری ہمنے تجھپر کتاب بیورا ہر چیز کا اور راہ کی سوجھ اور مہر

وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ ○

اور خوشخبری حکم برداروں کو

۱۲ ع ۶ ۱۸

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ یعنی مکرر پوری نصیحت کردے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کافرون کو کہ وہ دن یاد کرین جس دن ہم اُٹھا دینگے ہر گروہ مین ایک گواہ یعنے اس امت کا پیغمبر جو کہ ان لوگون کے اوپر گواہی دیگا حالانکہ وہ انھین مین سے ایک بشر ہوگا - اور بعض احادیث مین وارد ہی کہ کافر لوگ اپنے پیغمبر کے پیغام پہونچانے سے منکر ہونگے تو وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کو اپنا گواہ دینگے اور ظاہر یہ ہی کہ آپ کی امت مین سے مقدم صحابہ رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین ہین اور باقی اہل ایمان انکے اتباع قیامت تک ہین پس امت محمدی اپنے سے اگلون پر اور اپنے زمانہ والون یعنے قیامت تک کے کافرون پر سب پر گواہ ہی بالجملہ اس امت کو اللہ تعالے نے لوگون پر گواہ پیدا کیا ہی یعنے نہایت عادل متدین سچے چنانچہ قولہ تعالے کذلک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس رلیعنی یون ہی ہم نے تمکو اے امت محمد بنا دیا ہی امت عادل تاکہ تم ہو جاؤ گواہ لوگون پر پس یہ لوگ گواہی دینگے کہ ہم اللہ تعالی کے کلام پاک سے بالکل صحیح و سچ جانتے ہین کہ مثلا حضرت نوح علیہ السلام اور جملہ انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی امت کو اللہ تعالے کا پیغام صاف صاف سب اچھی طرح پہونچا دیا تھا - پھر اس امت کی عدالت پر وہ لوگ گواہی چاہینگے پس اکرم الخلق وسید الانبیاء حبیب رب العالمین محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تعدیل قبول ہوگی چنانچہ فرمایا وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَى هَؤُلَاءِ اور ہم لا دینگے تجھکو اے محمد ان لوگون یعنی تیری پاکیزہ امت پر شَهِيدًا گواہ یعنے عادل ہونے کی تصدیق کرنے والا - پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تصدیق فرما دینگے کہ یہ سب عادل ہین اور حق عزوجل کی طرف سے یہ شرف وکرامت خاص محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ہی اور آپ کی برکت سے پھر آپ کی امت کو ہم اور اُس دن ہر ایک پر ظاہر ہوگا مگر کفار بقول شخصے ڈوبتا ایک تنکے کا سہارا ڈھونڈھتا ہی خالی یہی طریقہ اختیار کرینگے کہ گواہ ہون - ف - یہان چند مسائل فقہیہ ثابت ہوتے ہین اول یہ کہ قاضی کا کمال عدل یہ ہی کہ فریقین مین سے اگر ایک نے عناد سے گواہ چاہے تو باوجود اپنے علم کے اُس سے گواہ طلب کرے اور تفصیل فقہ مین ہی - دوم یہ کہ تعدیل کرنے والا یعنے گواہ کو عادل بتلانے والا اگر ایک شخص عادل ہو تو کافی ہی اور یہی مذہب صحیح ہی اگرچہ دو ہوتے مین زیادہ احتیاط ہی - سوم یہ کہ تعدیل کرنا بھی ایک طرح کی گواہی ہی - چہارم گواہ نے اگر اپنی آنکھ سے معائنہ کرنے کے مثل تصدیق حاصل کی ہو جیسے امت محمدی نے قرآن پاک سے اگلے انبیاء علیہم السلام کے حق مین حاصل کی تو گواہی ادا کرنا جائز ہی - پنجم یہان گواہ کی گواہی پر گواہ ہونا بھی صحیح نکلا اور یہی مذہب ہی - ششم قاضی حاکم کو چاہیے کہ فیصلہ کے وقت فریقین کو یکسان رکھے اگرچہ ایک نہایت معزز ومکرم ہو اور دوسرا نہایت بد اور ذلیل ہو - ہفتم قاضی اپنے علم پر فیصلہ نہ کرے باستثنار بعض وجوہ کے جو فقہ مین مصرح ہین اور واضح ہو کہ کافرون کے اعضاء وجوارح خود گواہ ہونگے تو باوجود ایسی حالت کے انکے واسطے گواہ دیے گئے علی ہذا اگر کسی طریقہ سے بے اختیار کرکے مدعا علیہ سے اقرار ظاہر ہوا تو اسکا اعتبار نہین ہی - ف - بعض مفسرین نے لکھا کہ ہؤلاء سے مراد

انبیائے سابقین ہین یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان انبیا پر گواہ لائے جاوینگے ولیکن آیات واحادیث سے وہی معنی مصرح ہین جو اول مذکور ہوسکے ۔ اور یہان کئی امور ثابت ہوئے اول یہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالے نے عادل متقی قرار دیا ہی پس سب صحابہ عادل ہین اُنکے حق ہین جو کوئی برا کلام کرے وہ فاسق بدکار جہنمی ہی اور بعضی صورتون مین کافر ہوجائیگا ۔ دوم یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی بزرگی تمام خلق پر ظاہر ہوئی اور یہ کہ آپ کی امت سب اُمّتون پر افضل ہی اور یہ صریح قولہ تعالے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الآیہ مین بیان ہی اور صحابہ رضی اللہ عنہم راس الامۃ ہین پس سب سے مقدم وہی ہین پھر پیچھے اور لوگ ہین اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ عادل متقی سے اگر کبھی کوئی گناہ سرزد ہوجاوے اور وہ جان جاوے اور توبہ کرلے تو عادل ہی اور یہ شرط نہین کہ کبھی اُس سے چوک نہو ولیکن وہ جان بوجھکر اصرار نہ کریگا اور نہ توبہ مین تاخیر کریگا اور یہ ضرور ہی کہ اُسکے نزدیک وہ بات گناہ ہو مثلاً ایک شخص جانے کہ حقہ پینا مباح ہی اور دوسرا اعتقاد کرتا ہی کہ وہ حرام ہی تو اُسکے جاننے سے پہلا شخص فاسق نہین ہی اور اگر وہ خود جانکر پیتا ہی تو گنہگار ہی ۔ پھر واضح ہو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تمام امت محمدی جو آپ کی سنت پر مستقیم ہی جس معنے سے اس فضیلت کے لائق ہی وہ حقیقت مین اللہ تعالی کا فضل ہی لیکن منجملہ اسباب ظاہری کے ایک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دوم قرآن ہی چنانچہ اشارہ فرمایا ۔ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اور ہم نے اُتاری تجھپر اے محمد کتاب یعنی قرآن ۔ تِبْيَانًا صاف واضح بیان ۔ لِّكُلِّ شَيْءٍ اور ہر ایک چیز کے واسطے وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ اور ہدایت ورحمت وبشارت واسطے ان بندون کے جو فرمانبرداری کرنے والے ہین حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ قرآن ہر چیز کا صاف بیان ہی ولیکن ہمارا علم اس سے قاصر ہی اور دوسری روایت مین فرمایا کہ جو کوئی علم چاہے قرآن مین تلاش کرے کہ اسمین اگلون پچھلون سب کا علم ہی ۔ کرخی رحمہ اللہ نے کہا کہ ہر چیز کا بیان قرآن مین اسطرح ہی کہ یا تو خود قرآن مین مذکور ہی یا حدیث پر حوالہ ہی لقولہ تعالے ما آتاکم الرسول فخذوہ الآیہ یعنی جو تمکو رسول دے وہ لو اور جس سے منع فرماوے اُس سے بچو اور یا اجماع امت پر حوالہ ہی چنانچہ مومنین کی راہ سے انحراف کرنے پر عذاب فرمایا لقولہ ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ماتولی ونصلہ جہنم الآیہ ۔ یا اعتبار کرنے کا حکم دیا وہ قیاس ہی پس جملہ علوم شرعیہ اسمین آگئے ۔ مترجم کہتا ہی کہ اس بیان سے احکام شرعیہ کا علم البتہ قرآن سے ثابت ہوا اور مجاہد رحمہ اللہ تعالے سے بھی روایت ہی کہ کل حلال وحرام کا اسمین علم ہی ولیکن شیخ امام حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے ذکر کیا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمارے واسطے اس قرآن مین ہر علم وہر شی بیان کی گئی ہی پھر لکھا کہ یہی قول زیادہ شامل وعام ہی کیونکہ قرآن ہر علم نافع کو سابق ولاحق سے شامل ہی اور ہر حرام وحلال کے احکام کو اور جسکی طرف لوگون کو احتیاج ہی امر دنیاوی ہو یا دینی ہو اسمین بیان ہی اور لکھا کہ امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالی نے سب کا بیان بحوالہ سنت شامل کیا ہی ۔ اور مترجم کہتا ہی کہ حق یہ ہی کہ جیسے آدمی خود جانتا ہی کہ ایک کتاب مین ایک علم لکھا ہوا موجود ہوتا ہی مگر کم فہمی کی وجہ سے وہ اُسکو نہین سمجھ سکتا اسی طرح ابتدائی لیاقت آدمی کی ایسی ہوتی ہی کہ اُسکو قرآن سے بہت سے علوم نہین سمجھ مین آتے ہین اور جب قلب پاکیزہ ومنور ہوتا جاتا ہی وہ سمجھتا جاتا ہی اسی طرح ولی کامل جو کچھ قرآن سے پاتا ہی عوام نہین پاتے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے کلام سے بھی یہی ثابت ہوتا ہی کہ قصور فہم سے بہت کچھ نہین سمجھا جاتا ہی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی اشارہ فرمایا کہ الا فہما علی الرجل فی القرآن ۔ یعنی میرے پاس البتہ ایک سمجھ ہی جو آدمی کو قرآن کے معنے مین دیجاتی ہی اور مترجم نے قولہ تعالے ولا حبۃ فی ظلمات الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب الآیہ کی تفسیر مین کچھ تفصیل ذکر کردی ہی ۔ ف ۔ فی العرائس

قولہ تعالےٰ یوم نبعث فی کل امۃ الآیہ - واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ نے مخلوق کو پیدا فرما کر انہیں باہم تفصیل و مراتب مقرر کیے پس رسولوں کو نبیوں پر شاہد کیا اور انبیاء کو اولیاء پر شاہد کیا پس تمام مخلوقات کے روبرو اولیاء پر انبیاء گواہی دینگے کہ خالص توحید والے اور سچی محبت والے تھے اور ہمارے رسول مقبول حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو شاہد صادق فرمایا کہ آپ سب پر گواہ ہوئے یعنے اپنی امت کے اصحاب و اولیاء پر جو کہ اگلوں پر گواہ تھے پس کوئی وہم نہ رہا کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم انہیں موجود تھے اور صریح آیات کتاب سے شاہد کیونکہ قولہ تعالےٰ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ - اور قولہ تعالےٰ اولئک ہم الصادقون - اور قولہ اولئک ہم المومنون حقا - اور قولہ والذین معہ اشداء علے الکفار رحماء بینہم الآیہ - اور مانند اسکے آیات آپ پر نازل ہوئی ہیں ولہذا فرمایا قولہ وانزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیئ - پس کتاب میں ہر حق و باطل کا بیان واضح ہو اسمیں صدیق و منافق کی تمیز بیان ہو وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے روشن چراغ ہے کہ راہ راست صاف واضح ہوتی ہے اور حقیقت و معرفت اس سے روشن ہو اسکے نور سے ہر طالب صادق اوہام و شکوک سے نکلکر نور میں آجاتا ہے وہ خطاب حبیب اے الحبیب ہے اُسکے عجائب بے انتہا ہیں اور اُسکے علوم قدیم اسقدر ہیں کہ تمام درخت اگر قلم ہوں اور تمام سمندر روشنائی ہوں تو اُسکے عجائب علوم کو نہیں ختم کر سکتے ہیں وقد قال تعالےٰ قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی الآیہ - وقال لو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ الآیہ - پس جو شخص تابع سنت مستقیم ہوا اُس نے بہت بڑا حصہ پایا - جوزجانی رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ مخلوق سب باہم بعض پر بعض شاہد ہیں اور امت محمدی تمام انبیاء کی طرف سے اُنکی سب امتوں پر شاہد ہیں اور آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم فقط اکیلے اللہ تعالےٰ کے یہاں عدالت ظاہر کرنے والے اور بالکل مقبول ہیں پس جس شخص کو آپ نے مقدم کیا وہ مقدم ہوا اور جسکو موخر کیا وہ پیچھے رہا اور جس نے آپ کا دامن پکڑا اُسکو نجات ہوا اور جس نے آپ سے خلاف کیا وہ برباد گیا - واسطی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ کتاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی اور آپ کو خطاب کیا پس اشارت ہو کہ آپ ہی اس خطاب کے واسطے لائق ہیں اور باقیوں کو خطاب آپکی پیروی میں ہو کہ آپ کے بیان سے سمجھیں اور مراد الٰہی عزوجل کو پہچانیں - شیخ ابوعثمان مغربی نے فرمایا کہ کتاب پاک میں ہر چیز کا واضح بیان ہے اور بیان کرنے والے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں - شیخ نے لکھا کہ اسمیں علوم صفات و نعوت و اسماء ہیں کہ تمام مخلوقات کو حاوی ہیں اور بیان طریقہ معرفت صفات و نعوت اسی میں ہے پس اہل ایمان کے لیے ہادی طریق معارف ہے اور رحمت بدین معنے کہ اولیاء کو خطاب محبت سے لطائف و الطاف کے ساتھ سرفرازی ہے اور اہل محبت کو اُسکے خطاب و سماع سے نعمت تامہ و رحمت کافیہ ملتی ہے اور بشریٰ یہ کہ ہر صاحب سعادت اپنی سرفرازی کی بشارت پاتا ہے اور اُسکے سامنے سر جھکا کر اپنی سرفرازی کی بشارت دیکھتا ہے اور وہ رضوان الٰہی ہے وقال تعالےٰ و رضوان من اللہ اکبر - پھر اللہ تعالےٰ نے عموماً عدل و احسان کا خطاب سب کو کیا ولیکن درحقیقت لائق انہیں کو فرمایا جنھوں نے نصیحت کو سُنا اور وہ امت عادل یعنی آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے اور سنت پر مستقیم ہیں اسطرح کہ عدل و احسان و ترحم کریں و حسد و حظوظ نفسانی ممنوعات شرعیہ سے بچیں قال تعالیٰ

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ
اللہ حکم کرتا ہے انصاف کو اور بھلائی کو اور دینے کو ناتے والے کے اور منع کرتا ہے بے حیائی کو

وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْىِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝
اور نامعقول کام کو اور سرکشی کو تم کو سمجھاتا ہے شاید تم یاد رکھو

Marfat.com

اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُ اللہ تعالے حکم فرماتا ہو یعنے ہمیشہ اپنے بندون کو حکم دیتا ہو۔ بِالۡعَدۡلِ عدل کے ساتھ یعنی بندے عدل پر قائم رہین وَالۡاِحۡسَانِ اور احسان کے ساتھ یعنے ہمیشہ احسان پر ثابت رہین۔ واضح ہو کہ عدل و احسان کی تفسیر مین علمار کے اقوال مین۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ عدل یہ ہو کہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دین یعنی دل سے یقین کرین کہ اللہ تعالے کے سوائے کوئی الٰہ نہین ہو وہی زبان سے ادا کرینگے۔ احسان ادائے فرائض و واجبات ہو اور بعض نے کہا کہ عدل فرائض مین اور احسان نوافل ہین۔ سفیان بن عیینہ نے کہا کہ عدل اس مقام پر یہ ہو کہ جو کام اللہ تعالے کے واسطے کرے اسمین ظاہر و باطن یکسان ہو اور احسان یہ ہو کہ ظاہر سے باطن عمدہ ہو۔ بعض نے کہا کہ عدل توحید ہو اور احسان یہ کہ فضل کرتا رہے۔ بعض نے کہا کہ عدل یہ کہ شرک چھوڑے اور احسان یہ کہ اللہ تعالے کی بندگی اسطرح کرے گویا اُسکو دیکھتا ہو اور بعض نے کہا کہ احسان خلاص ہو بعض نے کہا کہ عدل تو افعال مین اور احسان اقوال مین ہو بس وہی کرے جو عدل ہو اور وہی کہے جو نیک ہو۔ لغت مین عدل کے معنی توسط کے ہین یعنے دونون جانب برابر رہین نہ حد سے بڑھے اور نہ گھٹے۔ اور واضح ہو کہ ان اقوال مین کچھ اختلاف نہین ہو اور بات یہ ہو کہ مراد عدل سے اعتقاد و افعال و اقوال سب مین درجۂ اعتدال ہو یعنے ہر ایک چیز کو اُسکی حد پر رکھے اور اس سے تجاوز نہ کرے اسی واسطے کہا گیا کہ عدل یہ ہو کہ ہر چیز کو اُسکے موقع پر رکھے۔ پس اللہ تعالے عزوجل جامع صفات کمال و خالق ذو الجلال ہو اُسکی شان کے ساتھ شرک کرنا خلاف عدل ہو اسی واسطے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسکی تفسیر کلمۂ توحید سے کی یعنے لا الٰہ الا اللہ کیونکہ انصاف سے خلاف ہو کہ اُسکی الوہیت کے ساتھ شرک کیا جاوے پس اُسکی شان مین بے ادبی ہوگی اور جن بتون وغیرہ کے واسطے کوئی ایسی بات ثابت کی جو اللہ تعالے ہی کے واسطے ہو تو اُنکو حد سے بڑھایا مگر اُسکے بڑھانے سے وہ نہین بڑھ سکتے اور یہ خود کا فر ہوا۔ اسی طرح اعمال شرع مین فرائض مقدم پھر نوافل ہین اور معاملات دنیاوی مین عدل مقدم ہو وقال تعالے اعدلوا ھو اقرب للتقوٰے۔ چنانچہ اگر اپنا عزیز قریب بھی ہو یا مقابل مین دشمن بھی ہو تب بھی نفس کی پیروی نہ کرے بلکہ عدل کے ساتھ جو حق ہو حکم کرے اور جب بات معلوم ہو گئی تو صاف ظاہر ہو گیا کہ عدل کے بیان مین جو اقوال ہین سب صحیح ہین اور سب سے اعلے عدل اپنے رب عزوجل کی شان مین لا الٰہ الا اللہ کا اعتقاد ہو اور پھر درجہ بدرجہ فرائض عبادات مین و عام سلطنت کے معاملات و خاص شہر و محلہ و دوستون کے معاملات مین پھر سب سے زیادہ خاص اپنے گھر والون و اپنے نفس کے معاملات مین رعایت عدل ہو اور واضح ہو کہ اگر کسی شخص سے مثلاً کام لیا اور اُسکا حق بلحاظ عدل کے روپیہ مین چودہ آنہ ہین مگر تم نے اُسکو پورا روپیہ دیدیا تو عدل سے خلاف نہین بلکہ عدل کے ساتھ کچھ احسان ہو اور اگر یہ دو آنہ کسی عزیز قرابت والے کی محتاجی کے باوجود غیر کو دیدیے کہ قریب کے واسطے باقی نہ رہا تو بھی احسان خلاف عدل ہو گیا اور اسی طرح اگر کسی نے خطا کی اور تمکو اُسکی سزا دینے کی قدرت ہو مثلاً اُس نے کوڑا مارا اور تم نے قدرت پائی تو اُسکو عوض مین ایک کوڑا مارنا عدل ہو و لیکن عفو کر دینا احسان ہو لہذا شیخ امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ یہان اللہ تعالی نے عدل کا یعنے انصاف کا حکم دیا اور احسان کی طرف رغبت دلائی جیسے قولہ تعالے فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ ولئن صبرتم لھو خیر للصابرین۔ مین ہو اور قولہ جزاؤ سیئۃ سیئۃ مثلہا فمن عفا و اصلح فاجرہ علی اللہ۔ مین اور مانند اسکے آیات دیگر مین عدل کے جواز اور احسان کی فضیلت کا بیان ہو۔ اور حدیث مین عبادت کا مرتبہ احسان اسطرح مذکور ہو کہ ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک یعنے ہر حال مین اللہ تعالے کی بندگی اسطرح کرے کہ گویا تو اُسکو دیکھتا ہو سو اگر تو نہین دیکھے تو وہ تجھکو دیکھتا ہو۔ بالجملہ اللہ تعالے نے

جو شریعت مقرر فرمائی ایک عدل ہو ور... ن ہو اور سوم۔ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی یعنی ناتے داروں کے ساتھ
نیکی وصلۃ الرحم کا حکم فرماتا ہو پس بحسب قدرت آدمی اپنے قرابت والون کو دیوے۔ بعض نے زعم کیا کہ جو حاجت انکو پیش آوے
ولیکن صحیح یہ ہو کہ بعض صورت مین محتاج قریب کا نان نفقہ واجب ہو اور بعض صلۃ الرحم مستحب ہو اور اسی قسم سے کوئی تحفہ بھیجنا اور
دعوت کرنا اور باہمی الفت رکھنا حتے کہ زبان سے انکے ساتھ نیک گفتگو وخندہ پیشانی سے ملاپ رکھنا جیسے عام مسلمانون کے
ساتھ چاہیے وہ بدرجہ اولے اہل قرابت کے ساتھ ہو اور اعلے درجہ اعطا ہی اور سب کو شامل یہ کلام ہو کہ آتِ ذا القربےٰ حقہ۔ یعنی قرابت
والے کو اسکا حق ادا کرنا چاہیے۔ ہر چند کہ عدل واحسان مین یہ بھی داخل ہو ولیکن زیادہ اہتمام کے واسطے اسکو بیان کر دیا۔ اور
حدیث صحیح مین ثابت ہو کہ رحم کا نام اللہ تعالے نے اپنے پاک نام الرحمن سے مشتق فرمایا جو رحم کو ملائے رکھے اللہ تعالے اُسکو ملاوے
اور جو رحم یعنے ناتے کو کاٹے اللہ تعالے اسکو اپنی رحمت سے منقطع کرے۔ پھر جن چیزون سے اللہ تعالے نے منع فرمایا وہ بھی تین ہین
بقولہ تعالے۔ وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یعنے اللہ تعالے منع فرماتا ہو فحشا و منکر و بغی سے پس فحشا
وہ بدکاریان جو کرنے والے سے ظاہر ہو جاوین پوشیدہ نہ رہین اور شرع نے اسکو معصیت قرار دیکر انکار کے ساتھ منع فرمایا ہو اور
منکر وہ معاصی وبدکاریان جو پوشیدہ رہی ہون اور دوسری آیت مین فرمایا قل انما حرم ربی الفواحش ما ظہر منہا وما بطن۔ یعنے ای محمد
صلے اللہ علیہ وسلم کہدے کہ میرے رب عزوجل نے تو فواحش سے قطعی منع کر دیا ہو جو انمین سے ظاہر ہون اور جو باطن ہون یعنی فحشا سے
اور منکرات سے دونون سے قطعی منع کیا جسکو شرع مین حرام کہتے ہین۔ یعنے اگرچہ انمین معاصی مین داخل ہو ولیکن بنظر اہتمام اس سے
منع فرمانے مین تخصیص کی گئی کیونکہ حدیث مین ثابت ہو کہ بغی اور ناتا کاٹنے سے بڑھکر کوئی گناہ اسکا زیادہ سزاوار نہین ہو کہ اللہ تعالے
دنیا مین بھی انکی عقوبت گنہگار کو پہونچا وے مع اُس عذاب کے جو گنہگار کے لیے آخرت مین رکھیگا ذکرہ الشیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے پھر
بغی کی تفسیر مین بھی اقوال ہین بغی بقولے تکبر اور بقولے ظلم اور بقولے حقد اور بقولے تعدی یعنے دوسرے پر حد سے تجاوز کرنا اور حقیقی
معنی بغی کے یہی ہین کہ حد سے تجاوز کرنا پس جملہ معاصی مذکورہ اسمین شامل ہین اور بدلیل قولہ تعالے انما بغیکم علے انفسکم۔ یعنے لوگو تمھاری بغاوت کا
وبال تمھین پر عائد ہو۔ یہ گناہ سب سے زیادہ بدتر ہو اور مترجم کہتا ہو کہ گویا بغی سے تمام معاصی کا احاطہ کر دیا جیسے عدل سے تمام نیکیون کا
احاطہ کر دیا تھا ولیکن عدل سے احسان مین فضیلت ہو لہذا عدل کے بعد احسان کو ملا دیا اور معاصی مین بغی سے فواحش مین زیادتی ہو
لہذا فواحش سے پہلے منع کر کے بغی سے ممانعت فرمائی۔ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ یعنی اللہ تعالے تمکو ان اوامر و نواہی کے
ساتھ نصیحت فرماتا ہو تاکہ یہ نتیجہ ہو کہ تم ہوشیار رہو جاؤ۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے ذکر فرمایا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ
فرماتے تھے کہ سب سے زیادہ جامع آیت قرآن کی سورہ نحل مین ان اللہ یامر بالعدل الآیہ ہو رواہ ابن جریر اور قتادہ رح نے اس
آیت مین کہا کہ زمانہ جاہلیت والے یعنے اسلام سے پہلے عرب جس نیک کام کو کرتے اور اچھا سمجھتے اُسکا اللہ تعالے نے حکم دیا ہو اور ہر بدکام
جس سے کراہت کرتے اُس سے منع فرمایا ہو مترجم کہتا ہو کہ مراد یہ ہو کہ اسلام نے اُنکی خوبیون مین سے کوئی منسوخ نہین کی بلکہ بے شمار
وہ خوبیان سکھلائین جس سے وہ واقف بھی نہ تھے اور بعض امور کو وہ برا جانتے تھے اُنسے تو اللہ تعالے نے منع فرمایا ہو کوئی برائی شرع
نہین فرمائی بلکہ برائیون کو بالکل قطع کر دیا یعنے بعض امور کو وہ لوگ بسبب جہالت کے برا نہ جانتے تھے ان سب سے منع کر دیا پھر قتادہ
رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اللہ تعالے نے کمینہ اخلاق و مذموم خصائل سے منع کیا ہو قال الشیخ اور حدیث مین بھی ہو کہ ان اللہ

یحب معالی الاخلاق ویکرہ سفسافہا - یعنے اللہ تعالےٰ اخلاق بلند و بزرگ کو دوست رکھتا ہی اور رذیلہ و کمینہ اخلاق کو مکروہ رکھتا ہی
اور امام حافظ ابویعلی الموصلی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کتاب معرفۃ الصحابہ مین لکھا کہ حدثنا ابوبکر محمد بن الفتح الحنبلی حدثنا یحییٰ بن محمد مولی بنی ہاشم
حدثنا الحسین بن داؤد المنکدری حدثنا عمر بن علی المقدمی عن علی بن عبد الملک بن عمیر عن ابیہ قال بلغ اکثم بن صیفی اسلے آخرہ
یعنی جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت رسالت کی خبر اکثم بن صیفی کو پہونچی یعنے عرب کے عقیل حکیم کو تو اُس نے چاہا کہ آنحضرت
کی خدمت مین خود آوے مگر اُسکی قوم نے اُسکو نہ چھوڑا اور کہا کہ آپ اس ملک کے اکابر مین سے سب سے بزرگ ہو تمھارے لیے
ہم یہ خفت پسند نہین کرتے کہ تم خود وہان جاؤ تو اکثم نے کہا کہ تو پھر میری طرف سے ایسا شخص جاوے کہ جو میرا پیغام اسکو پہونچاوے
پس دو شخص اُٹھ کھڑے ہوئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا کہ ہم لوگ اکثم بن صیفی کی طرف سے ایلچی ہین اور اُسکا
پیغام لائے ہین وہ پوچھتا ہی کہ تم کون ہو اور کیا چیز اپنے پاس رکھتے ہو پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پوچھتے ہو تو مین
محمد بن عبد اللہ ہون اور میرے پاس کیا ہی تو مین اللہ تعالےٰ کا بندہ اور اُسکا رسول ہون اور یہ آیت پڑھی ان اللہ یامر بالعدل
والاحسان آخر تک - وہ لوگ بولے کہ مکرر پڑھ دیجیے پس آپ نے کئی بار پڑھی یہانتک کہ اُنھون نے یاد کرلی اور واپس ہوکر اکثم
کے پاس پہونچے اور کہا کہ ہم نے اُسکا نسب پوچھا تو اُس نے بڑائی نہین بیان کی مگر ہم نے پایا کہ وہ اشرف قوم قریش مین سب سے
زیادہ پاکیزہ نسب ہی اور مضر مین سب سے شریف ہی اور اُس نے ہمکو چند کلمات سُنائے ہم نے یاد کرلیے اور وہ یہ ہین جب اکثم نے
یہ آیت سُنی تو کہا کہ مین نے جان لیا کہ وہ بزرگ اخلاق کا حکم فرماتا ہی اور مذموم اخلاق سے منع فرماتا ہی یعنے کلام انتہاے بلاغت مین ہی
پس تم لوگ اُسکی پیروی مین سبقت کرو اور اس سے خلاف و پیچھے رہنے مین دُم نہو یعنے جلدی کرکے اسکی پیروی مین سرون کے قائم مقام
ہوا ور پیچھے رہ جانے سے دُمون کی جگہ ہو جاؤ گے - امام احمد رحمہ اللہ تعالےٰ نے اس آیت کریمہ کی شان نزول مین ایک حدیث
روایت کی کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک روز اپنے مکان کے سایہ مین بیٹھے تھے
کہ اُدھر سے عثمان بن مظعون گزرے اور یہ اسوقت تک اسلام نہین لائے تھے آپ نے فرمایا کہ ای عثمان بیٹھتا نہین ہی عثمان نے کہا کیون
نہین پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گئے اور باتین کرنے لگے ناگاہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی نگاہ آسمان کو
بلند کرلی اور برابر نظر لڑائے رہے اور پھر نظر کچھ جھکاتے گئے یہانتک کہ جھکاتے جھکاتے اپنے داہنے جانب زمین پر ٹھہرائی اور عثمان
کی طرف پھر کر داہنی جانب جدھر نظر تھی متوجہ ہوگئے اور ایک حالت طاری ہوئی اور گویا آپ کچھ سُنتے ہین پھر وہ حالت رفع ہوئی
اور آپ نے پھر نظر آسمان کی طرف اُٹھانا شروع کی یہانتک کہ بالکل بلند ہوگئی پھر اُسکے بعد عثمان کی طرف متوجہ ہوکر باتین کرنے لگے
بعد اسکے عثمان نے کہا کہ آج مین نے آپ کی ایسی حالت دیکھی کہ کبھی اور مجھے اتفاق نہین ہوا تھا اور یہ حالت بیان کی پس آپ نے فرمایا
کہ ہان میرے پاس میرے رب عزوجل کا بھیجا ہوا آیا تھا - عثمان نے کہا کہ اللہ کا رسول آیا آپ نے فرمایا کہ ہان تو پوچھا کہ کیا پیغام لایا
آپ نے فرمایا کہ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان آخر تک آیت پڑھی عثمان بن مظعون کہتے ہین کہ یہی وقت ہی کہ میرے دل مین ایک
نور نے دخل کیا اور ایمان کی جڑ قائم ہوگئی اور میری نظر مین محمد صلے اللہ علیہ وسلم محبوب ہوگئے - قال الحافظ ابن کثیر اسکی اسناد جید
متصل حسن ہی اور راویون مین علے الاتصال ایک دوسرے سے سننا مذکور ہی یعنے راوی سب ثقہ ہین اور باہم سماع کی تصریح ہی اور
اسی حدیث کو مختصر کلام مین ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہی اور امام احمد نے ابن ابی العاص الثقفی سے روایت کی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام

لے آکر حکم پہونچایا کہ اس آیت کو مین اس سورہ کے اس مقام پر رکھون قال واسنادہ لا باس بہ- اور معالم وغیرہ مین ہے کہ ابن عباس
رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سب سے بزرگ آیت قرآن مین اللہ لا الہ الا ہو الحی القیوم ہی اور بھلائی و برائی کے بیان مین زیادہ جامع آیت
سورہ نحل کی آیت قولہ ان اللہ یامر بالعدل الآیہ ہی اور اللہ تعالے پر سب کام سونپ دینے اور بھروسا کرنے کے لیے سب سے
زیادہ قولہ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب الآیہ ہی اور سب سے زیادہ امیدواری کی آیت قولہ یا عبادی الذین
اسرفوا علے انفسہم لا تقنطوا الآیہ ہی- شیخ جلال سیوطی رحمہ اللہ تعالے نے اتقان مین بھی اس مضمون کو ذکر فرمایا ہی- حاکم نے
مستدرک مین عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ بھلائی و برائی کے بیان مین سب سے زیادہ جامع آیت یہ ہی ان اللہ
یامر بالعدل الآیہ- اور بیضاوی رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ اسی آیت کے سبب سے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ایمان لائے
اور لکھا کہ اگر قرآن پاک مین کوئی اور آیت سوائے اس آیت کے نہوتی تو بھی صادق ہوتا کہ قرآن مجید تبیانا لکل شیء و ہدے ورحمۃ ہی
ف- فی العرائس قولہ تعالے ان اللہ یامر بالعدل والاحسان الآیہ- واضح ہو کہ اللہ تعالے نے اپنے بندون کو دعوت فرمائی کہ
وی لوگ اپنے رب کریم کی صفات سے آراستہ ہون ازانجملہ عدل و احسان و شفقت و رحمت و قدس و طہارت ہر ایسی چیز سے جو
اُسکے لائق نہین ہی کیونکہ حق تعالے وہی عادل و محسن والرحمن والرحیم ہی ظالم نہین بلکہ اُسکی شان مین ظلم متصور ہی نہین ہی اور وہ
ہر ذلت سے پاک ہی پس جس بندے کو اُس نے ان صفات کے انوار سے لباس دیا وہ بھی اس نور کے سبب سے عادل محسن مہربان
رحیم طاہر صادق حبیب ولی محبوب مراد و مرید ہو جاتا ہی اور اللہ تعالے اُسکو محفوظ فرماتا ہی پس جب وہ عدل کرتا ہی تو اول اپنے
نفس کے ساتھ اسطرح عدل کرتا ہی کہ نفس کو شرک سے دور کرتا ہی اور شک اُس سے دفع کرتا ہی اور سوائے خدا کے غیر پر نظر نہین کرتا
اور عبادت کا عوض نہین مانگتا اور دوسرے وہ اپنے اور دوسرے بندون کے درمیان خود انصاف کرتا ہی اسطرح کہ دوسرون کا عیب
نہین دیکھتا بلکہ ہر حال مین اپنا عیب دیکھتا ہی اور بندون کے درمیان انصاف کا برتاؤ کرتا ہی اور احسان اسطرح کہ بحسب توفیق و
قدرت تو احسان کرتا ہی بلکہ جس نے اُسکے ساتھ بدی کی اُسکے ساتھ بھی احسان کرتا ہی اور اپنے رب عزوجل کی عبادت اسطرح کرتا ہی
کہ گویا اُسکو دیکھتا ہی اور غیب اُسکے روبرو حاضر ہی اور نہایت دنیاوی و دینی دونون مین اہل قرابت کا لحاظ رکھے چنانچہ معرفت
ومحبت کے واسطے بھی اہل قرابت کی رعایت چاہیے جبکہ اُنکو ارادت صادقہ ہو اور مسلمانون مین سے جاہلون پر ترحم و شفقت رکھے
اور اپنے نفس کو فواحش سے روکے اور منجملہ فواحش باطنہ کے دعوی انانیت ہی جیسے ہوا و شہوات ظاہرہ ہین پھر نفس کو ظلم سے روکنا
اس طور سے بھی ہی کہ بغاوت نہ کرے یعنے عبودیت سے اُسکو سرکشی وتکبر نہو اور اولیاء اللہ کے قدمون کی خاک جہان ہو وہان اپنے
آپ جوش محبت سے یقین کے ساتھ اللہ تعالے کی یاد کرے تاکہ اُسکو طمانینت ہو اور عظمت وجبروت وملکوت الٰہی عزوجل سے
غفلت نہو اور دھیان رہے کہ حق عزوجل ہر ذرہ کو محیط اور تمام مخلوق اُسکی عظمت کے سامنے فنا ہی- صاوی رحمہ اللہ تعالے نے کہا
کہ عدل یہ نہین ہی کہ مجاہدہ و ریاضت سے مقابلہ ہو بلکہ عدل یہ ہی کہ ہر حال مین ہمیشہ سنت اللہ تعالے کی طرف سے جانے اور
احسان یہ ہی کہ وفاداری کے ساتھ مستقیم رہے اسی واسطے کہا گیا کہ لوگو استقامت پر رہو مگر اُسکو شمار مت کرو- بعض مشائخ نے
کہا کہ عدل و احسان ایسی چیز ہی کہ آدمی اُسکی استطاعت نہین رکھتا کیونکہ حق تعالے عزوجل فرماتا ہی ولن تستطیعوا ان تعدلوا- اور
کہان ممکن ہی کہ آدمی اپنے اور اپنے رب کی نعمتون کے درمیان عدل کرے کیونکہ ہزارون نعمتین ہر دم ہر سانس مین لیتا ہی مگر اُسکی

حکمتوں بنصیحتوں کو جو بڑی نعمتیں ہیں ضائع کرتا رہتا ہی اور شکر ندارد۔ اور کہاں عدل ہوا کہ تو کسی دم اپنے رب منعم عزوجل کی طاعت سے سکوت کرے اور ٹھہرے جو تجھپر انعام کرنے سے کسی دم توقف نہیں فرماتا ہی اور احسان یہ ہی کہ موت تک بندہ ٹھیک قائم رہے یعنے اللہ تعالے کی عبادت اسطرح کرتا رہے جیسے اُسکو دیکھتا ہی چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں وی ہی اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہی کہ تم لوگ استقامت پر رہو مگر اسکو شمار مت کرو۔ آگاہ فرمایا کہ کسی کو یہ قدرت نہیں کہ خلق کے درمیان عدل کرے پھر کہاں وہ اپنے اور اپنے رب تعالے کے درمیان عدل مرعی رکھ سکتا ہی۔ واضح ہو کہ فحشاء یہ ہی کہ شریعت کی اہانت کرے یعنے شریعت کے احکام ادب کے ساتھ حتے الوسع ادا کرنے میں بے پروائی کرے اور المنکر یہ ہی کہ گناہ کرنے میں اصرار ہو یعنے نادانی سے اگر ہوگیا تو فوراً ہوشیار ہو کر اُس سے توبہ کرنی چاہیے اور ندامت دل سے بُرا جانکر پھر نہ کرنے کا قصد مصمم ہو اور جس نے ایسا نہ کیا اس نے اصرار کیا۔ اور البغی یہ ہی کہ بندوں پر ظلم کرے اور اپنے اوپر ظلم کرے اور جس نے دوسروں پر ظلم کیا اُس نے اپنے اوپر پہلے کیا اور ظاہر ہی کہ اپنے اوپر ظلم کرنا نہایت قبیح ہی۔ شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ عدل یہ ہو کہ بندہ اپنے رب عزوجل کے سوائے دوسرے کسی سے موافق نہو اور اپنی حد کے سوائے دوسری حد کو نہ دیکھے۔ اقول یعنے اللہ تعالے کی شریعت واحکام پر ہرحال میں موافقت کرنا یہی اللہ تعالے سے موافقت ہی اور خلاف کرنا مخالفت ہو تو مخالفت میں اپنے نفس کی خوشی یا شیطان کی موافقت ہی اور اُسکو چاہیے کہ اپنی حد سے تجاوز نہ کرے وقد قال تعالے ومن یفعل ذلک فقد ظلم نفسہ۔ وقال تعالی حرث قوم ظلموا انفسہم۔ وقال تعالے ولکن کانوا انفسہم یظلمون۔ پھر شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ احسان یہ ہو کہ ہر نیکی اللہ تعالے ہی کی طرف سے دیکھے اُسکے سوائے کسی کیطرف سے نہ دیکھے اور ایتاء ذی القربے پس اللہ تعالے کے واسطے جان فدا کرنا کہ تو اسی کا اور اُسی کے ساتھ قائم اور اُسی کیطرف راجع ہی اس حق میں مخصوص ہی اور اُسی کے لیے اہل قرابت حبی کو دینا چاہیے کہ رحم کا اشتقاق اُس نے اپنے نام سے فرمایا ہو۔ فحشاء میں سے افحش یہ ہو کہ اشیاء کی اضافت سوائے حق تعالے کے غیروں کی طرف کرنا کہ وہ اسکا مالک ہو اور یہ اُس نے بنائی یا پائی ہو کیونکہ مالک وموجد وہی ہی اور المنکر میں سے زیادہ منکر یہ ہو کہ اشیاء کو اللہ تعالے عزوجل کی سوائے غیر کی طرف سے یا غیر کے واسطے دیکھے یعنے نظر عقلی میں ہر چیز کو اللہ تعالے جل شانہ کے واسطے دیکھے اور زبانی محاورہ کا کچھ اعتبار نہیں ہی اور بغی میں سے زیادہ قبیح یہ ہو کہ عقل واسباب پر نظر کرکے زید وعمرو سے خصومت ومحبت ہو لعلکم تذکرون۔ یعنے اُسکا فضل وانعام ایک کامل قدرت تمام احسان کے ساتھ تمکو معلوم ہو۔ منجملہ عدل کے وفائے عہد ہو قال تعا

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ

اور پورا کرو — قرار — اللہ کا — جب آپسمیں قرار دو — اور نہ توڑو — قسمیں پکی کیے — پیچھے — اور

جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ

کر کر — اللہ کو — اپنا — ضامن — اللہ — جانتا ہی — جو کرتے ہو — اور نہ ہو — جیسے وہ عورت

نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ۭ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ

کہ توڑا اُسنے اپنا سوت کاتا — محنت کیے پیچھے ٹکڑے ٹکڑے — کہ ٹھہراؤ — اپنی قسمیں پیٹھنے کا بہانہ ایک دوسرے میں اسواسطے کہ ایک فرقہ ہو

أَرْبَىٰ مِنْ أُمَّةٍ ۚ إِنَّمَا يَبْلُوكُمُ اللَّهُ بِهِ ۚ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
کہ زیادہ چڑھ رہا دوسرے سے تو یہ اللہ پرکھتا ہے تمکو اس سے اور آگے کھول دیگا اللہ تمکو قیامت کے دن

مَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ○
جس بات میں تم پھوٹ رہے تھے

وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ یعنی جو کچھ اللہ تعالے کے ساتھ عہد کرو اسکو پورا کرو۔ بعض مفسرین نے کہا کہ مراد اس سے وہ عہد جو لوگون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسلام پر ثابت و قائم رہنے مین کیا تھا و لیکن ظاہر ہے کہ بیعت اسلام و جملہ عہود سب کو شامل ہوتے کہ جو عہد ازل مین اللہ تعالے کی توحید کا اور شرک نہ کرنے کا اور رسولون پر ایمان لانے کا واقع ہوا اسکو بھی شامل ہے اور نذر کا واجب ہونا اسی دلیل سے ہے۔ بالجملہ عموم عہود کے پورا کرنے کا حکم دیا پھر قسم نہ توڑنے کا حکم دیا بقولہ وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا اور مت توڑو قسمون کو بعد انکے موکد ہو جانے کے۔ قرطبی رحمہ اللہ تعالے نے بعض سلف سے حکایت کی کہ توکید قسم کی اسطرح ہوتی ہے کہ ایک بار قسم کھاوے پھر دوبارہ قسم کھاوے اور اگر ایک ہی بار قسم کھائی تو کفارہ نہین ہے و لیکن یہ قول خلاف اجماع ہے بلکہ توکید قسم یہی ہے کہ اللہ تعالے کے نام پاک کے ساتھ قسم کھائے بکفالت چنانچہ فرمایا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا در حال یہ کہ تم نے اللہ تعالے کو اپنے اوپر کفیل کر لیا ہے۔ یعنے مثلاً قسم کھائی کہ مین تیرے ساتھ اسطرح برتاؤ کرونگا اور میرے قول پر اللہ تعالے کفیل ہے۔ پس قسم مؤکد ہو گئی۔ پس معنی یہ ہین کہ موکد قسم توڑنے مین زیادہ گناہ ہے بہ نسبت غیر مؤکد توڑنے کے اور یہ مراد نہین کہ غیر مؤکد قسم کو توڑنا جائز ہے کیونکہ قولہ تعالے وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ۔ یعنے اپنی قسمون کی حفاظت کرو یعنے مت توڑو ہر ایک قسم کو شامل ہے اور بعض علماء نے کہا کہ جو قسم اللہ تعالے کے نام ذاتی یا صفتی کے ساتھ ہو وہ موکد ہو گئی پس کفیل وغیرہ سے تاکید ضروری نہین ہے ہان اس سے تغلیظ ہو جاتی ہے و لیکن اظہر یہی ہے کہ تاکید ہو جاتی ہے۔ واضح ہو کہ بدلالت بعض آیات اور احادیث کے علماء نے تصریح کر دی ہے کہ آدمی حلاف یعنے بہت قسمین کھانے والا نہو اگرچہ قسم سچی ہو۔ پھر بقدر ضرورت قسم جائز ہے پھر وہ دو قسم کی ہے ایک یہ کہ مثلاً دو مسلمانون مین صلح کرانے کے درمیان مین اُس نے اپنی قسم کی ضرورت دیکھی تو قسم کھائی اور ایسی حالت مین آدمی جھوٹا نہین ہوتا اگر کہے کہ وہ دوسرا جسکو تو دشمن سمجھتا ہے تیری تعریف کرتا تھا حالانکہ واقع مین اُس نے ایسا نہین کیا پس گناہ مرتفع ہے لیکن قسم ہو تو کفارہ دینا پڑیگا۔ یا یہ کہ مثلاً غصہ ہو کر قسم کھائی کہ مین صلح نہ کراؤنگا پھر اُسی پر صلح موقوف ہوئی تو چاہیے کہ قسم کا کفارہ دے اور صلح کرادے کیونکہ اس نے نیکی نہ کرنے پر قسم کھائی ہے اور صحیحین وغیرہ کی حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی کسی بات پر قسم کھا گیا حالانکہ دوسری بات یعنی جس سے قسم ٹوٹتی ہے اس سے بہتر ہے تو جو بہتر ہے اسکو عمل مین لاوے اور اپنی قسم کا کفارہ دیوے۔ اور ایک روایت مین ہے کہ آپ نے اپنے واسطے مثال مین کہا کہ مین تو اگر قسم کھا جاؤن پھر دوسری بات بہتر دیکھون تو انشاء اللہ دوسری بات کرونگا اور اپنی قسم کا کفارہ دیدونگا۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالے نے تو قسمون کی حفاظت کا حکم دیا جیسا کہ اوپر نقل ہوا تو جواب یہ ہے کہ حفاظت شروع یہی ہے چنانچہ نیکی اُس نے کی اور قسم کو بلا کفارہ نہین چھوڑا۔ ذکرہ الشیخ ابن کثیر۔ اور اگر کسی ایسی بات پر قسم کھائی کہ جسکا نہ توڑنا اچھا ہے جیسے کہا کہ واللہ ہر روز ایک مرتبہ اپنے والدین کے لیے مغفرت کی دعا کرونگا تو برابر قائم رہے لیکن اگر کسی روز نسیان سے ٹوٹ جاوے تو کفارہ دیوے اور یا ایسی بات کہ برابر ہو جیسے چھوہارا نہ کھاؤنگا تو حفاظت رکھے اور تمام تفصیل کتاب الایمان فتاوے ہندیہ و عین الہدایہ سے دیکھو
زبدہ عالمگیری ۱۲ ترجمہ ہدایہ ۱۲

شیخ ابن کثیر رحمه الله تعالے کی تفسیر مین ہو کر دو آیتین دوسری دو مقام پر ہین ایک یہ کہ لا تجعلوا الله عرضة لایمانکم ان تبروا وتتقوا وتصلحوا بین الناس الآیہ۔ اسکے معنے دو طرح پر مفسرین سلف سے مروی ہین۔ اول آنکہ جو ظاہر کلام ہے یعنے مت بناؤ تم الله تعالی کو نشانہ اپنی قسمون کا کہ نیکی کرو گے اور تم پرہیزگاری کرو گے اور تم لوگون مین اصلاح کرو گے۔ یعنے مثلاً قسم کھالی کہ والله مین یہ نیکی کرونگا اور وہ نیکی کرونگا یا کسی پرہیزگاری کے واسطے کہ والله شراب کی صورت نہ دیکھونگا وعلے ہذا القیاس پس اگرچہ یہ افعال اچھے ہین مگر قسم انپر کھانا نہ چاہیے اور چونکہ قسم سواے الله تعالے کے نام کے جائز نہین تو ناچار الله تعالے ہی کے نام کی قسم کھاویگا اور الله تعالے کا نام گویا ہر فعل کے واسطے نشانہ ہو گیا خلاصہ یہ کہ اس صورت مین قسمین کھانے سے منع کیا خصوص جبکہ انہین الله تعالے کے نام پاک کے ساتھ بے ادبی ہے کیونکہ جب اسکا نام آوے تو اسکی عظمت وکبریائی سے اہل ایمان کے رونگٹے خوف ومحبت سے کھڑے ہو جاتے ہین اور بخلاف آدمی تو ہردم ذرا ذرا سی بات پر قسم کھاتا ہے۔ دوم معنے یہ کہ لا تجعلوا کے بیان سے تقدیر کلام ان لا تبروا الخ ہے یعنے ان افعال کے نہ کرنے پر قسم کھانے مین الله تعالی کا نام نشانہ مت بناؤ اور مفصل اسکی تفسیر گذر چکی ہے۔ بالجملہ اس مقام پر جو کہتے آیت ہین کہ "قسم کو بعد تاکید کے مت توڑو" اسمین اور لا تجعلوا الله عرضة الآیہ کے اول معنے مین کچھ منافات نہین ہے اس لیے کہ یہان تو قسم داخل عہد ومیثاق ہے اور وہان کسی فعل پر آمادگی یا ترک ومنع پر قسم وارد ہے دوسری آیت قولہ تعالے واحفظوا ایمانکم الآیہ یعنی کفارہ قسم کے بعد حفاظت قسم کا بیان ہے تو مراد حفاظت۔ سے یہ کہ اسکو بغیر کفارہ کے مت چھوڑو لہذا جو صحیحین مین ثابت ہوا کہ بہتری کی صورت مین قسم توڑ کر اسکا کفارہ دینا چاہیے اس۔ سے حفاظت قسم مین فرق نہین آیا کیونکہ حفاظت بحکم شرع ہے پس بغیر کفارہ کے نہین چھوڑی گئی۔ اور یہ بھی ایسی ہی قسم مین جو کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے پر خارج سے وارد ہو اور یہان عہد ومیثاق مین داخل ہے اسی واسطے مجاہد رحمه الله تعالے نے قولہ لا تنقضوا الایمان بعد توکیدہا۔ کی تفسیر مین فرمایا کہ محالفت یعنی زمانہ جاہلیت کی باہم قسم کے عہد وپیمان مراد ہین۔ واضح ہو کہ اسلام سے پہلے ایک قبیلہ مین کوئی غیر شخص یا کوئی کنبہ داخل ہونا چاہتا تو باہم قسم سے عہد ہو جاتا تھے کہ نیکی وبدی مین اسکے ساتھ قرابت کا برتاؤ کرتے تھے قال الامام الحافظ رحمه الله تعالے اور اسی کی مؤید وہ روایت ہے جو امام احمد نے مسند مین جبیر بن مطعم رضی الله عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے الله علیہ وسلم نے فرمایا۔ لا حلف فی الاسلام وایما حلف کان فی الجاہلیة فانہ لا تزیدہ الاسلام الا شدة۔ یعنے اسلام مین حلف نہین ہے اور جو قسم زمانہ جاہلیت مین واقع ہو گئی تو اسکو اسلام زیادہ مضبوط ہی کرتا ہے۔ وکذا رواہ مسلم فی صحیحہ ایضاً اور اسکے معنے یہ ہین کہ اسلام تو خود ایسی چیز ہے کہ جب متحقق ہوا تو کسی قسم کی ضرورت نہین ہے ولیکن سابق مین جو عہد ہو چکا اسکے شرائط بقسم عہدی ہین اور عہد کا حکم اسلام مین یہ ہے کہ نہایت تاکید سے اسکو پورا کرو پس اسلام سے وہ اور بھی مضبوط ہوا۔ اگر کہا جاوے کہ اسلام مین بھی خود آنحضرت صلے الله علیہ وسلم نے محالفہ کرایا ہے چنانچہ صحیحین مین حضرت انس رضی الله عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے الله علیہ وسلم نے ہمارے مکان مین صحابہ مہاجرین اور صحابہ انصار کے درمیان محالفہ کرایا۔ تو جواب یہ ہے کہ محالفہ یہان بمعنے مواخاة ہے یعنے بھائی بھائی کرا دیا اس دلیل سے کہ محالفہ مین باہم میراث اسطرح نہین تھی اور یہان جن دونون مین مواخاة کرائی تھی وہ باہم وارث ہوتے تھے یہان تک کہ جب وقت پورا ہو گیا تو الله تعالے نے آیت مواریث سے اسکو منسوخ فرما دیا اور خود مفصل قصہ مین صریح مواخاة مذکور ہے چنانچہ حضرت علی کرم الله وجہہ روتے ہوئے تشریف لائے اور کہا کہ یا رسول الله آپ نے اپنے اصحاب مین باہم مواخاة کی ولیکن مجھے کسی کے ساتھ بھائی نہین بنایا تو فرمایا کہ تو میرا بھائی ہے دنیا مین وآخرت مین۔ پس صریح یہ مواخاة ہے نہ محالفت۔ پھر شیخ امام نے ذکر کیا کہ امام ابن جریر نے اپنی اسناد سے

بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قولہ اوفوا بعہد اللہ اذا عاہدتم الآیہ پڑھی اور کہا کہ نزول اسکا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیعت کرنے مین ہی جو شخص مسلمان ہو جاتا وہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کرتا پس اللہ تعالے نے حکم دیا کہ اس بیعت کو پورا کرو اور ایمان کو بعد توکید کے مت توڑو یعنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی قلت اور مشرکون کی کثرت پر نظر مت کرو إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ اللہ تعالے جانتا ہی جو تم کرتے ہو۔ اللہ تعالے غافل نہین ہی اور نہ مشرکون کے وہم کے موافق ہی کہ دنیاوی بادشاہ کی طرح بتون وشرکاء کے ذریعہ سے اسکو معلوم ہو بلکہ اسکا علم تمام مخلوق کے ذرات کو ہر دم محیط ہی بلکہ مخلوق کو اپنی جان کا علم ایسا نہین جیسا اللہ تعالے جانتا ہی بلکہ وہ الحی القیوم ہی کہ اسی کے علم وحیات وقدرت سے ہر ذرہ باقی ہی پس وفای عہد یا توڑنے کو وہ خوب جانتا ہی پس بدون وسواس واوہام کے عہد پر قائم رہو۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي اور مت ہو مانند ایسی عورت کے جسکی مثال ہی جو آگے مذکور ہی یا مراد ایک عورت خاص ہی جو قریش مین معروف تھی جسکو خرقاء مکہ کہتے تھے کما قال السدی اور نام اسکا ریطہ بنت سعد بن تیم تھا یا اسکا نام سعیدہ اسدیہ تھا کلاہما عن ابن عباس رضی اللہ عنہ غرضکہ وہ مجنونہ احمق تھی کہ بالون وچھالون کو جمع کرکے کاتتی پھر ٹکڑے کر ڈالتی تھی اور اللہ تعالے نے ازل سے اسکی قسمت مین یہی لکھا تھا پس فرمایا کہ تم لوگ بھی ایسی عورت کے مثل مت ہو کہ جس نے۔ نَقَضَتْ غَزْلَهَا توڑ ڈالا اپنے کاتے تاگے کو مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا بعد مضبوطی کے ٹکڑے ٹکڑے۔ ابن قتیبہ نے کہا کہ حاصل معنے یہ ہین کہ عہد پورا کرو اور قسم مؤکد مت توڑو کہ اگر ایسا کروگے تو تم مثل ایسی عورت کے ہوگے سقال الحافظ اور عبداللہ بن کثیر وسدی نے ذکر کیا کہ یہ ایک عورت خرقاء (یعنے بیوقوف) مکہ مین تھی جب کاتتی تو بعد درستی ومضبوطی کے اسکو توڑ ڈالتی اور مجاہد وقتادہ وابن زید نے کہا کہ یہ مثال ہی کہ جو نقض عہد کرے وہ ایسا ہی جیسے کسی عورت نے سوت کاتکر توڑ ڈالا۔ حافظ امام نے کہا کہ یہی اصح ہی خواہ مکہ مین کوئی ایسی عورت ہوا یا نہو۔ اقول کرخی رحمہ اللہ تعالے نے بھی اسی کو اختیار کیا ہی۔ پھر امام نے لکھا کہ قولہ انکاثا شاید کہ اسم مصدر ہو یعنے نقضت کا مفعول مطلق ہوا ای نقضت غزلہا انکاثا یعنے انتقاضا۔ اور شاید کہ کان کی خبر سے بدل ہو ای لا تکونوا انکاثا یعنی تم انکاث نہو پس جمع نکث بمعنے ناکث ہی یعنے عہد شکن ۔ اور اسمین شک نہین کہ کسی شخص کو عہد وپیمان سے مطمئن کر دینا پھر عہد توڑکر اسکو دھوکا دینا نہایت خراب بات ہی اور اس سے جو فساد ہو وہ ظاہر ہی حتے کہ کوئی قوم اسکو پسند نہین کرتی اور اگر ہمارے زمانہ مین کوئی قوم ایسی پائی جاوے کہ فریب سے دنیا حاصل کرنے کے لیے فساد کرتے ہون تو دنیا کی خواہش مین انکی آنکھین اندھی ہوگئی ہین بالجملہ دوسرا احتمال ارجح ہی کہ عہد شکنی سے ممانعت ہو لہذا فرمایا تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ تم بناتے ہو اپنی قسمون کو اپنے درمیان فریب ومکر یعنی باہمی اصلاح کی جگہہ تم قسمون کے ذریعہ سے باہم فساد کرنا چاہتے ہو کہ تمہاری قسم سے دوسرا مطمئن ہو کر دھوکا کھا دے۔ حدیث صحیحین مین موجود ہی کہ ہر ایک غدر کرنے والے کے لیے ایک جھنڈا اسکے چوتڑون کے پاس بلند کیا جائیگا کہ یہ غدر فلان بن فلان کا ہی مقصود یہ کہ غدر ایک قبیح چیز ہی اور قیامت مین ہر خوبصورت وقبیح صاف ظاہر ہوگا تو غادر کی فضیحت کے لیے عام اعلام ہوگا۔ قال الامام احمد حدثنا اسمعیل حدثنا صخر بن جویریہ عن نافع قال لما خلع الناس الی آخرہ یعنے امام احمد نے بسند صحیح نافع بن عبداللہ بن عمر سے روایت کی کہ نافع نے کہا کہ جب لوگون نے یزید کی بیعت سے گردن نکال لی یعنے اللہ تعالے کو شاہد کرکے اسکے واسطے بیعت کی تھی وہ توڑ دی تو ابن عمر نے اپنی اولاد اور عیال کو جمع کرکے خطبہ پڑھا الحمد وثناء کے فرمایا کہ ہم نے اللہ تعالے وانکے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت پر اس شخص یزید سے بیعت کی ہی اور مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ ہر غدر کرنے والے کے واسطے قیامت کے روز ایک جھنڈا بلند کیا جائیگا

اور کہا جائیگا کہ یہ غدرہ فلان بن فلان ہی اور سب سے بڑا غدر سوائے شرک کے یہ ہی کہ آدمی کسی شخص سے اللہ تعالے و اُسکے رسول
کی بیعت پر بیعت کرے پھر اُسکی بیعت توڑ دے پس تم مین سے کوئی خلع مت کرے اور نہ خلافت کے معاملہ مین دھوکا کرے ایسا نہو کہ
میرے اور اُسکے درمیان جدائی ہو جاوے - قال المترجم عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو اس حدیث سے خوف ہوا کہ غدر نہو لیکن
یزید نے اللہ تعالے و رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے قدم ہٹایا تھا اور یہ بحث علم کلام مین مصرح ہی اور یہان مین اسقدر تنبیہ کرتا ہون
کہ کسی ایماندار کو یہ وہم نہو کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے کیونکر بیعت توڑ دی کیونکہ اول تو آنحضرت علیہ السلام نے بیعت نہین کی تھی
اور دوم اُسکو اللہ تعالے و رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی بیعت دینے سے بسبب فسق کے انکار فرمایا تھا - بالجملہ اللہ تعالے نے حضرت امام
علیہ السلام کو اپنی کمال رحمت مین مستغرق کر لیا اور یزید کی گردن پر اُسکے فعل بدکاری کا مواخذہ وہ رہا جسکا اندازہ اللہ تعالے ہی کے
علم مین ہی نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا - بالجملہ منع فرمایا کہ عہد مت توڑو تم اپنی قسمون کو اپنے درمیان مکر و فریب بناتے ہو
اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ باین طور کہ پائی جاوے کوئی جماعت جو کہ کثیر التعداد ہی دوسری جماعت سے یعنی تم
حلیف ہو جاتے ہو لوگون کے جب وہ تم سے تعداد قوت مین زیادہ ہوتے ہین تاکہ تمھاری طرف سے اطمینان کرین پھر جب تم نے انپر قابو
پایا تو اُنسے غدر کیا پس جب ایسی حالت مین غدر منع ہی تو پہلے سے قابو ہونے کے باوجود غدر بدرجہ اولے منع ہی کذا فی تفسیر الامام اقول ربی
من اُمۃ - مین امت سے چھوٹی جماعت مقصود ہوگی یعنے تم سے دوسرے لوگ کثیر التعداد ہین اور ممکن ہی کہ غدر سے ممانعت کے واسطے کلام
صورت مین بیان کیا کہ قسم کو فریب اس طریق سے تم قرار دیتے ہو کہ جیسے چھوٹی جماعت اپنے سے بڑی جماعت سے حلف کرکے جب
قوت پاوے غدر کرے - بعض مفسرین نے اسکو نقض عہد کی وجہ قرار دیا یعنے نقض عہد اس نیت سے مت کرتے ہو کہ تم ایک گروہ کو جسکی طرف
جانا چاہتے ہو قوت و کثرت والا پاتے ہو بہ نسبت دوسری جماعت کی جسکے ساتھ تم نے عہد کیا تھا - مجاہد رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہی کہ
قریش جب اپنے حلیف لوگون کی قلت دیکھتے اور اُنکے دشمنون مین کثرت پاتے تو حلیف لوگون سے عہد توڑ کر اُنکے دشمنون سے حلف
کر لیتے پس اس سے منع کر دیے گئے - مترجم کہتا ہی کہ زمانہ جاہلیت مین قریش اچھے عہد و امانت والے تھے چنانچہ غزوہ اُحد مین آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ قریش عہد و امانت کے لوگ ہین اور تمام حدیث مع قصہ کے اپنے مقام پر ہی لیکن آخر مین جب آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے لڑائی پر اصرار کرکے ایمان سے منھ موڑے رہے تو موجودہ لوگون کے اخلاق بگڑ گئے پس شاید کہ مجاہدؒ نے ان مین کی
اُنکی حالت و بعض واقعات کا ذکر کیا ہی ورنہ قریش والے ایسے بدعہدی سے محفوظ تھے - اور اظہر یہ ہی کہ یہ مسلمانون کو خاصۃً اور سب کو عموماً
ممانعت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والون کی قلت دیکھکر مشرکون کی کثرت و مالداری کی وجہ سے عہد شکن نہون - حاصل معنی
یہ ہوئے کہ اگر تم قسم و عہد کو بعد مضبوطی کے توڑو تو مثل ایسی عورت کے ہو جو اپنا کاتا خود توڑ ڈالے اور ایسا کرنے مین تم اپنی قسمون کو اپنے
درمیان مین فریب و مکر بناؤگے کہ کثرت و قوت والون کو دیکھکر قلیل جماعت سے عہد شکنی کرو - پھر تنبیہ کی کہ اللہ تعالے کی قدرت مین
سب کچھ ہی وہ چاہے اپنے رسول و مومنین کی جماعت کثیر کر دے اور سب قوت و شوکت اُنھین کو حاصل ہو اور مشرکون و نافرمانون کی
جماعت ہی نہ رہے بلکہ سب فرمانبردار ہو جاوین پس وہم مت کرو کہ اگر مومنین اللہ تعالے کے نزدیک محبوب ہوتے تو کم اور فقیر
کیون ہوتے - اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ اس حال سے تو اللہ تعالے نے فقط تمکو آزمایش مین ڈالا ہی یعنے جو تم مین سے سچے ہین وہ حال
مین اسلام اور اللہ تعالے کی فرمانبرداری پر مستقیم رہینگے اور جس بات پر اللہ تعالے کو کفیل کیا ہی اُسی پر بھروسا کرکے ثابت قدم رہینگے

اور عہد پورا کرینگے نہ توڑینگے اور جو بدبخت ہو عہد توڑکر دُوسرا اُسی مین مبتلا ہو جائیگا غرضکہ یہ امتحان ہو تاکہ دنیا مین سچا و جھوٹا متمیز ہو جاوے وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ اور تاکہ قیامت مین تم پر ظاہر کردے جسمین تم اختلاف کرتے تھے پس اہل صدق و وفا کے درجات بلند کرے جنھون نے حق کو سچے ایمان سے لیا اور اللہ تعالےٰ پر یقینی بھروسا کیا تھا اور اہل کذب و باطل کو عذاب دے جنھون نے قسمون سے اللہ تعالےٰ کو کفیل کیا ولیکن قسمین مکر و فریب تھین اللہ تعالےٰ پر بھروسا نہ تھا صرف لوگون کی کثرت و قوت شوکت پر نظر تھی اسی واسطے عہد توڑ دیا۔ قال الحافظ الامام اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہو کہ قولہ اربیٰ من امۃ یعنے اکثر۔ اقول واضح ہو کہ قولہ اربیٰ زیادہ ہونے کے معنے مین ہو اسی سے ربوٰا سود کو کہتے ہین پس کثرت خواہ بنظر تعداد ہو یا صرف بنظر کثرت مال و شوکت ہو مجاہد رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ دوسرون کو زیادہ تعداد اور عزت والا پاکر عہد توڑکر اُنسے حلف کر لیتے تھے۔ اسی کے مانند ضحاک و قتادہ و ابن زید سے مروی ہو اور قولہ یبلوکم اللہ بہ ضمیر بہ کا مرجع سعید بن جبیر سے کثرت مروی ہو کما رواہ ابن ابی حاتم ولیکن شیخ ابن جریر رح نے مضمون جملہ سابق قرار دیا ہو اور شاید یہی حضرت سعید بن جبیر کی مراد ہو۔ بالجملہ غدر کرنا ممنوع اور سخت معیوب ہو اور شیخ کی تفسیر سے سورہ انفال مین مذکور ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نصرانی بادشاہ روم سے معاہدہ کیا تھا اور اُسکی مدت مقرر ہو گئی تھی جب قریب ختم کے پہونچی تو معاویہ رضی اللہ عنہ لشکر لیکر اُنکی جانب روانہ ہوئے اور قریب پہونچ گئے جب میعاد ختم ہو گئی تو اُنپر حملہ کیا اور وہ لوگ غافل تھے پس پیچھے سے عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ گھوڑا دوڑاتے ہوئے آئے اور پکارا کہ اے امیر معاویہ اللہ اکبر اللہ اکبر وفا چاہیے نہ غدر اور مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہو کہ اگر کسی قوم سے کوئی مدت مقرر ہو تو پہلے سے عہد کو نہ کھول ڈالے یہانتک کہ مدت گذر جاوے پس معاویہ رضی اللہ عنہ مع لشکر کے واپس آگئے۔ اقول حضرت عمرو بن عبسہ نے اس واقعہ مین خلاف عہد یہ امر قرار دیا کہ مدت گذرنے سے پہلے اپنے مقام سے لشکر لیکر روانہ ہونا نہ چاہیے تھا بلکہ بعد مدت گذرنے کے روانہ ہونا چاہیے۔ ورنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بعد مدت گذرنے کے اُنپر حملہ کیا تھا اور وہ لوگ اس وجہ سے غافل تھے کہ ہنوز مدت باقی ہو تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے ملک مین ہونگے۔ واضح ہو کہ اس آیت مین جیسے قریش کو اور جیسے مومنون کو بیعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم توڑنے سے ممانعت ہو ویسے ہی عموماً یہود وغیرہ کو بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عہد توڑنے سے ممانعت ہو حالانکہ پیچھے اُسکے مدینہ مین یہود سے واقع ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی قلت دیکھکر یہودیون نے عہد توڑ دیا اور قریش کی کثرت دیکھکر اُنسے عہد کر لیا تھا اور میری یہ مراد نہین کہ آیت اس بارہ مین نازل ہوئی ہو۔

ف۔ فی العرائس قولہ تعالےٰ واوفوا بعہد اللہ اذا عاہدتم الآیہ۔ واضح ہو کہ اصلی عہد وہ ہو جو بندون نے اللہ تعالےٰ کے ساتھ میثاق ازلی مین اقرار کیا تھا کہ تو ہی ہمارا رب ہو پس اجسام کے واسطے جیسے دنیاوی پیدایش مین معاملات باہمی کے عہد وفا کرنے کا حکم دیا جو کہ ظاہر تفسیر ہو ویسے ہی شیخ نے عہد ارواح و عہد ازل کے اشارہ کو بیان کیا اور کہا کہ وہ عہد زیادہ موکد ہو جو ارواح نے حضرت رب تبارک و تعالےٰ کے ساتھ اس حال مین دیا جب عدم سے بجبت قدم اُنکا ظہور ہوا اور عہد کیا کہ تیری ربوبیت کے واسطے ہم عبودیت رکھینگے اور کسی طرح کا شرک نہ کرینگے اور کسی چیز کو عرش سے لیکر فرش تک تیرے سوائے پسند نہ کرینگے پس ایسی چیز سے جو لائق عبودیت نہو بازہونگے اور حق تعالےٰ عز و جل نے وعدہ دیا کہ اُنکو دوامی مشاہدہ عطا ہو گا۔ پس حقیقی وفاء عہد متعلق بعنایت الٰہی و رعایت قدیم ہو اور یہ اُنھین کے واسطے جنھون نے بطوع و رغبت وہان قبول کیا ہو ورنہ جنھون نے اکراہ سے جواب دیا ہو وہ غدر مین مبتلا ہین اور تمام کوشش جو بندہ سے ظاہر ہو اُسی عنایت ازلی کا اثر ہو پس اگر ہمارے عہد مین نقض ہوا بوجہ غیرت سابقہ

ازلیہ کے اوسپر بوجہ تغیر ہماری صفات کے ایک حال سے دوسرے حال پر کہ فطرت سے بلکر جہالت مین مبتلا ہوئے تو حادث ہین اور اللہ تعالے کے عہد مین نقص نہین ہوسکتا کیونکہ وہ حدوث کی تغیر سے پاک ہی اور بڑی وسیع رحمت والا ہی اپنا عہد پورا فرماتا ہی اور اوسکے واسطے کوئی علت نہین ہی قال اللہ تعالے ومن اوفے بعہدہ من اللہ۔ یعنے اللہ تعالے سے بڑھکر عہد پورا کرنے والا کون ہی۔ شیخ نصرآبادی نے کہا کہ تو دو عہد کے درمیان ہی ایک عہد آلہی کہ اوس سے بڑھکر کون عہد پورا کرسکتا ہی اور دوم تیرا عہد پورا کرنا جب تو غور سے نظر کرے تو چشم عبرت سے اپنی ہی طرف دیکھ۔ پھر عہود مختلف ہین عہود اقوال اور عہود افعال اور عہود احوال اور ان سب مین تجھسے صدق مطلوب ہی پھر عوام کے عہود ہین اور خواص کے عہود ہین اور خواص الخواص کے عہود ہین پس عوام پر جو عہد ہی یہ ہی کہ ظواہر اسپر لازم رہین یعنے ظاہر شریعت پر مستقیم رہین اور خواص پر یہ عہد ہی کہ بواطن کی حفاظت رکھین۔ اور خواص الخواص پر یہ عہد ہی کہ سب سے خالی ہوکر اوسکے لیے ہو جاوین جسکے لیے سب ہی اور فرمایا کہ جس نے عہد کو اپنے بھروسے پر اٹھایا اوس نے پہلے ہی قدم مین اوسکو توڑ دیا اور جس نے اوسکو بقوت حق عزوجل اٹھایا تو اوسپر اسکا عہد و میثاق محفوظ رکھا جاتا ہی۔ شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ عہود و مواثیق تو اول عہد ازل مین ہو چکے پس جو شخص کہ ایفاے عہد پر مستقیم ہوا اوسکے لیے حقائق کے راستہ وقتاً فوقتاً کھولتے جاتے ہین اور جس نے عہد مین خیانت کی تو وہ اپنے وقت کے ساتھ گرفتار رہ جاتا ہی اور راہ ہدایت کے دروازے اوسپر بند ہوتے جاتے ہین۔ شیخ نے کہا کہ مجھے یہان ایک نکتہ ظاہر ہوا یعنے قولہ تعالے ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدہا۔ پر نظر کر کہ اگر عہد و قسم ازل مین بندون کی جانب سے واقع ہوا تو انکو عہود و میثاق کی وفا کرنے مین اختیار ہی اور اگر صرف حق عزوجل کی طرف سے وقوع ہوا اور بندون کے عہود و قسم اوسکے نتائج و فرع ہین تو بندون سے اختیار ساقط ہی اور اونکے عہود و قسم ٹوٹ سکتے ہین اور حق عزوجل کی طرف سے ہمیشہ پورے ہوتے رہینگے کیونکہ او تعالے قادر مختار ہی اوسکی شان مین تغیر و زمان و مکان کو دخل نہین ہی۔ قال المترجم بندے مکلف ہین اور تقدیر کا مسئلہ عوام کی سمجھ سے باہر ہی ولیکن اہل الحق کا قول حق ہی یہان نہ جبر ہی نہ اختیار ہی بلکہ درمیان مین طریق سنت پر عمل ہی واللہ یہدی من یشاء فافہم

وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَجَعَلَکُمْ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّلٰکِنْ یُّضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَہْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ

اور اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی فرقہ کرتا لیکن بہکاتا ہے جسکو چاہے اور سوجھاتا ہے جسکو چاہے

وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَیْمَانَکُمْ دَخَلًا بَیْنَکُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌ

اور تم سے پوچھ ہونی ہی جو کام تم کرتے تھے اور نہ ٹھہراؤ اپنی قسمین پیسکنے کا بہانہ ایک دوسرے سے کہ ڈگ نہ جاوے کسی کا پاؤن

بَعْدَ ثُبُوْتِہَا وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَکُمْ

جمے پیچھے اور تم چکھو سزا اسپر کہ تمنے روکا اللہ کی راہ سے اور تمکو

عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَہْدِ اللّٰہِ ثَمَنًا قَلِیْلًا ۭ اِنَّمَا

بڑی مار ہو اور نہ لو اللہ کے قرار پر مول تھوڑا بیشک جو

عِنْدَ اللّٰہِ ہُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ مَا عِنْدَکُمْ یَنْفَدُ

اللہ کے یہان ہی وہی بہتر ہی تمکو اگر تم جانتے ہو جو تم پاس ہی نبڑ جاویگا

وَمَا عِندَ اللّٰهِ بَاقٍ ۗ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوا أَجْرَهُم
اور جو اللہ پاس ہے سو رہتا ہے اور ہم بدلے میں دینگے ٹھہرنے والوں کا حق

بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝
بہتر کاموں پر جو کرتے تھے

وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً یعنی اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت میں جاری ہوتا تو تم سب کو ایک امت
کر دیتا ولیکن اسکی مشیت میں نہیں جاری ہوا اسی لیے تم میں اختلاف وباہم بغض ہے لقولہ ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک ولذلک
خلقہم۔ یعنے ہمیشہ رہیں باہم اختلاف رہیگا سوائے اُنکے جنپر اللہ تعالیٰ کا رحم ہے اور اسی لیے ان سب کو پیدا کیا ہے۔ وَلٰكِن
يُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ لیکن وہ گمراہ کرتا ہے جسکو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسکو چاہتا ہے۔ اسی وجہ سے
بعضے مومن ہیں اور اکثر کافر ہیں اور دونوں اس امتحان میں ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں فیصلہ کرے۔ وَلَتُسْأَلُنَّ
عَمَّا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ اور ضرور جانو کہ قیامت کے روز تم پوچھے جاؤگے اُن حرکات سے جو تم کرتے تھے یہ سوال محاسبہ ومواخذہ ہے۔ حدیث صحیح میں ہے
کہ بندۂ مومن جس سے اللہ تعالیٰ تجاوز فرماوے اسکے نامۂ اعمال اسکی نظر سے گزارے جاوینگے مگر گرفت وباز پرس نہوگی اور جس سے باز پرس ہوئی وہ ہلاک ہوا
حساب یسیر یعنی حساب آسان کی یہی تفسیر ہے اور دیگر احادیث میں سوال اقرار لینے کے طور پر مومن منفور سے بھی وارد ہوا ہے لیکن مواخذہ مناقشہ نہوگا۔ وَلَا تَتَّخِذُوا
أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ اور مت بناؤ اپنی قسموں کو فریب اپنے درمیان۔ فَتَزِلَّ قَدَمٌ بَعْدَ ثُبُوتِهَا کہ پھسل
جائے قدم بعد اپنے جمے ہونے کے۔ یہ ایک مثل ہے ایسے شخص کے حق میں جو سیدھی راہ پر تھا پھر بگڑ گیا پس جھوٹی قسموں سے مکر کر کے راہ راست سے
قدم مت ہٹاؤ۔ وَتَذُوقُوا السُّوءَ بِمَا صَدَدتُّمْ عَن سَبِيلِ اللّٰهِ ۖ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ اور
چکھو بُرائی بوجہ تمہارے روکنے کے راہ الٰہی سے اور تمہارے لیے عذاب عظیم ہے یعنے اگر ایسا کروگے تو تم نے لوگوں کو راہ حق سے روکا کیونکہ
کافر جب دیکھیگا کہ مومن نے معاہدہ کر کے غدر کیا تو اسکو دین حق کے ساتھ وثوق نہیں رہیگا پس اس سبب سے اسلام میں نہ آویگا اور تمکو
دنیا میں اسکی بُرائی چکھنی ہوگی اور آخرت میں عذاب عظیم ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ جس شخص نے کسی معاہدی کو مار ڈالا اسکو جنت کی خوشبو نہ ملیگی
باوجودیکہ اسکی خوشبو پانچ سو برس کی راہ تک پہونچتی ہے۔ شیخ نظام الدین اولیاء دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ اسکے معنی یہ نہیں ہیں
کہ وہ شخص کافر ہو گیا بلکہ عرصات حساب وقیامت میں مومنوں کے برخلاف یہ شخص جس نے معاہدے کو قتل کیا ہے اس خوشبو سے محروم ہوگا
بعض نے کہا کہ فَتَزِلَّ قَدَمٌ میں قدم بصیغہ نکرہ ہے تو جب کہ ایک قدم کا پھسلنا اسقدر بُرا ہے تو زیادہ قدموں کی لغزش بہت ہی بدتر ہے۔ واضح ہو
کہ معاہدی کا قتل کرنا اور غدر کرنا جان بوجھکر اسطرح ممنوع ہے اور اگر بغیر جانے کسی معاہدی کو قتل کر دیا تو دیت لازم آویگی جیسا کہ بعض صحابہ
رضی اللہ عنہ سے واقع ہوا اور یہود خیبر نے ایک صحابی کو قتل کر کے انکار کیا [illegible] راستہ میں پائے گئے چونکہ یہود مذکور کو عہد کے ساتھ رکھا گیا
تھا اور گواہ نہ تھے اسوجہ سے آنپر باوجود انکی بدعہدی کے اسلام کی طرف سے کچھ قصاص نہوا مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکو بعد عرصہ کے
جلائے وطن کر دیا۔ اصل بدعہدی یہود کی طرف سے تھی حالانکہ ذمہ مسلمانوں کا ایک ہوتا ہے یعنی اگر کوئی اختیار سردار نے یا عام میں سے کسی نے
عہد دیا تو سب مسلمانوں پر اسکی حفاظت واجب ہے ولیکن یہود تو آیات الٰہی کو ثمن قلیل کے عوض فروخت کرتے تھے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے
یہاں منع فرمایا کہ وَلَا تَشْتَرُوا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيلًا یعنے مت خرید و یعنے مت بدلو اللہ تعالیٰ کے عہد کو

تھوڑے مول سے یعنے دنیاوی نفع حقیر کے واسطے اللہ تعالے کا عہد و قسم مؤکد مت توڑو کہ تم چند روزہ حقیر مال و بد بختیِ ابدی پاؤگے پھر آخرت مین عذاب **اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ** جو اللہ تعالے کے یہان ہی وہ تمھارے واسطے بہتر ہی یعنے نعمتہاے جنت کہ جنکو کبھی زوال و انقطاع نہین ہی **اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ** اگر تم جانتے ہوا یان لائے ہو تو حقیر کو باقی سے مت بدلو اسپر قطعی دلیل سب کی سمجھ کے لائق یہ ہی کہ - **مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ** جو تمھارے پاس ہی یعنے یہان اللہ تعالے نے پیدا کر کے اپنی قدرت و اختیار سے تمھارے تصرف مین جسقدر چاہی دیدی ہی وہ فنا ہوگی - آدمی خود ہی فنا ہو جاتا ہی - **وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ** اور جو اللہ تعالے کے یہان ہی یعنے دار آخرت کے لیے اللہ تعالے نے مہیا فرمائی ہی وہ باقی ہی اُسکے واسطے اللہ تعالے نے کبھی زوال نہین رکھا ہی اور یہ نعمت جنت اللہ تعالے ہر ایک بندے مومن کو اُسکے اعمال کے بدلے عطا فرماویگا بلکہ بہتر چنانچہ فرمایا - **وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا** اور البتہ ہم اپنے فضل سے بدلا دینگے اُنکو جنھون نے صبر کیا یعنے سختی مین اور اللہ تعالے کے عہود کی نگہداشت و طاعت مین اگرچہ کچھ تکلیف ہوئی مگر جمے رہے **اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ** بہتر اُسکا جو کرتے تھے - یس اعمال سے جزا و ثواب بہتر و افزون ہی ہر نیکی کا بدلا دس گونہ ہی اور نیکی تو صورت مین جیسی تھی ویسی تھی اور اُسکا ثواب نہایت عیش و عشرت ہی - اور بُرائی جو سرزد ہوگئی اللہ تعالیٰ اُس سے تجاوز فرمائیگا جبکہ امیدواری کے ساتھ ایمان پر قائم رہا - ف فی العرائس قولہ ما عندکم ینفد الآیہ - یہان اشارات سے بعض لطائف ثابت ہوتے ہین ازانجملہ یہ ہی کہ موارد قرب الوہیت جو بندہ کے دل مین آتے ہین اور اُسکے پاس ہوتے ہین وہ معارف کے واسطے ہین ولیکن زائل ہونگے او باقی رہنے کے واسطے اصل الاصل یعنے مشاہدہ ہی ازانجملہ معارف بھی جمال معروف مین فانی ہوتے ہین اور جو انوار صفات ہین وہ البتہ باقی ہین اُنھین سے معارف حاصل ہوتے ہین - آئین امید اسی عظیم ہی کہ جنھون نے بلاے محنت و فراق اُٹھائی ہی اُنکو امید سے بڑھکر ثواب ہی کیونکہ اُنکی امیدین اسی قدر ہونگی جتنی اُنکی ہمت و نیت و قصد ہی حالانکہ یہ سب حادث و قاصر و معلول ہین اور دیدار الٰہی عزوجل تمام خلق کے احاطہ سے باہر ہی یعنے وجود خلق اُسکی کیفیت و ادراک سے باہر ہی اور وہ بے حساب ہی کما قال تعالے انما یوفے الصابرون اجرہم بغیر حساب - بعض مشائخ نے کہا کہ جو بندون کے پاس اعمال ہین سب فانیات ہین اور اللہ تعالے نے جو جزا مقرر فرمائی ہی وہ علے الدوام باقی ہی اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہی کہ بندون کے پاس اعمال فرائض و نوافل جو کچھ ہون فانی ہین اور اللہ تعالے کے یہان اُسکے اوصاف و نعوت باقی ہین کیونکہ حادث فنا ہوگا اور قدیم باقی ہی - شیخ ابو عثمان نے کہا کہ صبر کی جزاءِ احسن کے واسطے علامات ہین کہ جس نے صبر کیا اللہ تعالے اُسکو رضامندی دیتا ہی یعنے قضا پر رضا رکھی اور صابرون کا طریقہ اپنے اوپر لازم کر لیا تو اللہ تعالے اُسکو دنیا و آخرت مین عمدہ ثواب دیگا - بعض نے کہا کہ تمھارے افعال فانی ہین اور احکام اُسکی رحمت حق وغیرہ باقی ہین اور بعض نے کہا کہ تمھارے شوق فانی ہین او باقی شوق الٰہی بجانب اپنے بندون کے ہی اور یہ فضل بے حساب غیر متناہی ہی - پھر اللہ تعالے نے نیک ثواب والون کو بیان فرمایا

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ

جسنے کیا نیک کام مرد ہو یا عورت ہو اور وہ یقین پر ہو تو اُسکو ہم جلاوینگے اچھی زندگی اور بدلے مین دینگے اُنکو

اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

حق اُنکا بہتر کامون پر جو کرتے تھے

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے بندوں کو وعدہ ہے جو نیک کام کریں بحالت ایمان۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا جس نے نیک عمل کیا یعنے قرآن پاک و حدیث کی متابعت و شریعت کے موافق عمل کیا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى عام ہے کہ وہ عمل کرنے والا مرد ہو یا عورت ہو۔ وَهُوَ مُؤْمِنٌ درحالیکہ اُسکا قلب ایمان سے مطمئن ہو اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول و آخرت کا یقین ہو اور جانتا ہو کہ یہ کام شرع میں نیک مشروع ہے۔ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً تو ہم اُسکو زندہ رکھینگے حیات پاکیزہ کے ساتھ۔ یعنے دنیا میں جب تک اُسکی زندگی مقدر فرمائی ہے اللہ تعالیٰ اُسکو پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھیگا۔ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ اور ہم اُنکو سب کو جو ایسی صفت پر نیکوکار ہونگے آخرت میں بدلا دینگے اُنکا ثواب۔ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بہتر اُس سے جو دنیا میں کرتے تھے۔ یعنے اُنکے اعمال نیک و طاعات سے بدلا بہتر ہے ایک تو دس گونہ اور دوسرے ثواب و رضوان نہایت عظیم الشان ہے۔ واضح ہو کہ یہاں علوم ہیں اوّل یہ کہ یہ عوض نیک و ثواب عظیم ہر ایک نیک کام کیواسطے ہے۔ دوئم یہاں مرد و عورت سب کو صریح وعدہ ہے چنانچہ مرد مثلاً جہاد کرتا ہے اور عورت نہیں تو عورت کے واسطے جو احکام طاعت کے ہیں وہی عمدہ ثواب کے واسطے کافی ہیں۔ سوئم مومن کی شرط ہے کیونکہ کافر کو یا تو آخرت کا یقین نہیں تو وہ وہاں کے واسطے کچھ کرتا ہی نہیں اور یا جانتا ہے کہ دوسرا جہان ہے ولیکن اللہ تعالیٰ کے حکم پر نہیں چلتا بلکہ اپنی شریعت بناکر کافر جاہل ہے پس شرک کے ساتھ کوئی عمل قبول نہیں ہو سکتا تو اُسکے عمل کا کچھ اعتبار نہیں ہے ولیکن دنیا میں اُسکو بقدر عمل ملتا ہے چنانچہ آویگا۔ چہارم جزا دو طرح کی بیان فرمائی ایک یہ کہ دنیا میں اُسکو پاکیزہ زندگی ملیگی۔ دوئم آخرت کا ثواب عظیم۔ پھر دنیاوی زندگی پاکیزہ کی تفسیر میں اقوال ہیں چنانچہ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما و ایک جماعت سے مروی ہے کہ حیات طیبہ رزق حلال ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قناعت ہے اور یہ قول ابن عباس و عکرمہ و وہب بن منبہ سے بھی مروی ہے۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ وہ سعادت ہے یعنے اللہ تعالیٰ اُسکو سعید زندہ رکھتا ہے حسن و مجاہد و قتادہ نے کہا کہ کسی کے واسطے حیات خوشگوار نہوگی مگر جنت میں۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید اُن بزرگوں نے یہ معنے لیے کہ اللہ تعالیٰ مومن نیکوکار کو آخرت میں بحیات طیبہ زندہ رکھیگا ولیکن دوسروں نے اُسکو دنیاوی زندگی پر محمول کیا ہے ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ وہ رزق حلال و عبادت ہے اور خوش دلی کے ساتھ طاعت کرنا۔ شیخ امام نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ حیات طیبہ ان سب باتوں کو شامل ہے چنانچہ حدیث عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ میں ہے کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قد افلح من اسلم ورزق کفافا وقنعه الله بما اتاه یعنے بے شک وہ فلاح پاگیا جو اسلام لایا اور اُسکو کفایت کے لائق رزق دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اُسکو جو دیا اُسپر قناعت بخشی۔ رواہ الامام احمد والترمذی ومسلم وروی الترمذی والنسائی نحوہ۔ مترجم کہتا ہے کہ اسلام و ایمان ایک ہے اور مراد یہ ہے کہ دلی یقین کے ساتھ اعمال و طاعات بھی بجالایا اور چونکہ کبھی دل میں تصدیق و یقین ہوتا ہے مگر نفس کی سرکشی سے اعمال میں قصور ہوتا ہے تو ایمان بغیر عمل کے ہوتا ہے اسواسطے اسلام فرمایا۔ اور رزق کفاف یہ ہے کہ اسکی ضرورت کے لائق اوسط درجہ کا ہو نہ حاجت سے زائد ہو جیسے دنیاوی شہوات میں اُڑانے کے لیے ہوتا ہے اور نہ کم ہو کہ تکلیف میں ہو اور طاعات ادا کرنے میں پریشان ہو۔ قناعت یہ ہے کہ اتنے رزق پر راضی ہو اور اُسکو شہوات و لذات دنیاوی اور ثروت کیطرف نظر نہو اور اسقدر کفاف پر ناگواری نہو بلکہ اگر ثروت والوں کو دیکھے اور اُسکی طبیعت خواہش کرے تو دل سے نفرت کرے اور اپنے نفس کے خطرہ سے استغفار کرے۔ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے انس بن مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی کہ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان الله لا يظلم المؤمنين حسنة يعطى بها في الدنيا ويثاب عليها في الآخرة واما الكافر فيطعم بحسناته في الدنيا حتى اذا افضى الى الآخرة لم يكن له حسنة

یبطی بہا خیرا - یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے بندہ مومن کی نیکی مین کچھ کمی نہین فرماتا ہو اسکو نیکی کے طفیل مین دنیا مین دیتا ہو اور نیکی کا ثواب آخرت عطا فرماتا ہو اور رہا کافر تو وہ اپنی نیکیون کا عوض دنیا مین دیدیا جاتا ہو یہان تک کہ جب آخرت مین پہونچا یا گیا تو اُسکی کوئی نیکی ہی نہین ہوئی جسکے عوض بھلائی پاوے - رواہ مسلم فی صحیحہ ایضاً - اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ سوائے طریقہ عبادات وغیرہ کے دوسرے طور پر مثل صدقہ وخیرات واہل قرابات سے سلوک کے کافرون سے بھی نیکی شمار ہوتی ہین اور بعض آیات بھی اسپر شاہد ہین ولیکن کافرون کو اُنکی نیکیون کا عوض اس دنیا مین دیدیا جاتا ہو اور وہ دنیاوی فروتی مال ومتاع وغیرہ جسکی خواہش کرین بلکہ اس نیکی کا عوض سوائے اسکے کچھ اور نہین ہوتا اس لیے کہ توحید حق عزوجل کے ساتھ دار آخرت پر انکو یقین ہی نہین ہی اور حدیث وآیت سے ثابت ہی کہ اعمال کا مدار نیات پر ہو اور یہ بھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مومن کی نیت اپنے اعمال مین دار آخرت ہوتی ہو لیکن یہ اعمال خالصہ ایسے ہین کہ اللہ تعالے اُنکی برکت سے دنیا مین بھی مومن کو اُسکی زندگی ایمان وطاعت پر مثمر حسنات رہنے کے لیے سا سب سامان عطا فرماتا ہو اور آخرت مین پورا ثواب بدون کمی کے ملیگا بلکہ نیکی کئی گونہ ہوگی اور اسپر اللہ تعالے اپنی طرف سے فضل عظیم عطا فرماویگا - والحمد للہ رب العالمین - بعض مفسرین نے لکھا کہ حدیث مین دعا مذکور ہو کہ اللّٰھم قنعنی بما رزقتنی وبارک لی فیہ - یعنے الٰہی جو مجھے روزی کرے اُسپر قناعت مجھکو دیدے اور مجھے اُسمین برکت فرمادے - ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہو کہ اچھے پیشہ سے کمائی اور اعمال صالحہ پر زندگی پاکیزہ حیات ہو - حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہو کہ حیات طیبہ اللہ تعالے کی معرفت ہو - شیخ ابوبکر الوراق نے کہا کہ طاعات مین حلاوت ہو - سدیؒ نے کہا کہ حیات طیبہ قبر مین ہوگی کیونکہ مومن موت کے ساتھ دنیا کی مشقت سے راحت پاویگا - سہل بن عبد اللہ تستری نے کہا کہ حیات طیبہ یہ ہو کہ بندہ کے خیال سے اسکی تدبیر پر نظر دور کر دیجاوے اور حق عزوجل اپنی مخلوقات کی تدبیر فرماتا ہو اسی پر معتمد رہے - بعض نے کہا کہ مخلوق سے بے پروائی ہونا اور حق عزوجل کی طرف محتاج رہنا یہی حیات پاکیزہ ہو - **ف** - فی العرائس قولہ تعالے من عمل صالحا من ذکر او انثے الآیہ - واضح ہو کہ عمل صالح تین چیزین ہین ایک یہ کہ تمام خلق سے اور جو کچھ عالم مین ہو سب سے علیحدہ ہونا اور اُسکو قدیم کے مقابلہ مین بنظر حقارت دیکھنا دوم یہ کہ اللہ تعالے کی قضاء وقدر پر راضی ہو کر نفس کو قربان کرنا اور اُسکے امتحان مین لذت پایا - سوم یہ کہ ہر حال مین عوض وثواب سے نظر اُٹھائے رہنا - یعنے یہ جاننا کہ یہ کام مین اللہ تعالے کے رضامندی کے واسطے کرتا ہون ولیکن یہ نہین کہ مجھے اسکا عوض فلان نعمت ملے حالانکہ نیک کام کا ثواب اللہ تعالے کے فضل سے ضرور ملیگا - پھر یہ شرط ہو کہ وہ بندہ مومن ہو یعنے درجہ یقین پر ہو یعنے حال واعمال مین خالص نیت اللہ تعالے عزوجل کی قبولیت ورضامندی کی رکھے اور نیز اللہ تعالے جلشانہ نے جو وعدہ احکام غیب کے فرمائے ہین نور بصیرت سے گویا انکا مشاہدہ کرتا ہو اور نیز اُسکی نظر سوائے اللہ تعالے کے سب سے پاک ہو اور یہ بھی یقین رکھے کہ اُسکا وجود واُسکی طاعات کچھ جناب حق عزوجل قدیم کے لائق نہین ہین اور یہ بات تو یون بھی ظاہر ہو کہ جناب کبریا قدیم ہو اُسکی درگاہ کے لائق حادث نہین تو اس حادث کے اعمال جو حادث در حادث ہین کیونکر ہو سکتے ہین بلکہ اللہ تعالے جلشانہ اپنے فضل سے بندون کو اپنے رضوان سے سرفراز فرماتا ہو یہ اُسی کا فضل عظیم ہو پس جو شخص ان صفات کا ہو حق تعالے عزوجل اُسکے قلب وروح وعقل کو حیات ازلی کی برکت عطا فرماتا ہو یہی حیات طیبہ ہو اُسی سے اُسکے انوار جمال دیکھتا ہو اور اُسی کے وصل سے مانوس اور اُسی کے فضل سے عافیت مین رہتا ہو اور یہ عافیت بحیات طیبہ ہو پس ظاہر وباطن اُسکے لطف کے لباس مین اُسکے قہر سے محفوظ ہوتا ہو اور یہ مقام عاقبت خارج

از مقام امتحان ہوجاتا ہی۔ یہ ثواب دنیا مین اُس شخص کا ہی جو اپنے رب عزوجل کی طرف متوجہ ہوا مگر اسی کے واسطے نہ اپنی غرض سے
اور نہ کسی دوسرے کی لالچ سے پس اُسکی حیات بحی القیوم بلا کدورت وفتور ہی اور ہر دم اُسکو مشاہدہ خارج از کیفیت ہی اور کوئی شخص
بدون پاکیزگی کے جس نے حالت کدورات وشہوات نفس ووساوس شیطانی کو پاک نہین کیا وہ اسکو سمجھ نہین سکتا ہی۔ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم سے روایت ہی کہ حیات طیبہ قناعت ہی شیخ سوسی رحمہ وغیرہ نے اسکی تفسیر مین کہا کہ وہ زندگانی فقر الصبر ہی۔ حریری نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے
ساتھ فہم سے صبر کرنا۔ شیخ ابن عطاء نے کہا کہ دونون جہان اپنی خاطر سے گرا کر رب عزوجل کے ساتھ باقی رہنا۔ اور یہ بھی کہا کہ روح یقین وصدق
نیت قلبی سے زندگی بسر کرنا۔ سہل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حیات طیبہ اُس قلب کو ہی کہ کونین سے نظر ہٹا کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ
زندہ ہی۔ امام جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ خلق کے ساتھ اپنے نفس سے زندگی کرنا درحالیکہ اسکا قلب مشاہدۂ الٰہی مین مستغرق ہو۔ اور یہ بھی
کہا کہ قلب صافی اور روح ملاقی اور بدن وفا سے طاعت مین وافی ہونا۔ بعض نے کہا کہ حسن معرفت وتجرید ہمت کے ساتھ قلب اپنے
رب کی یاد مین ہو۔ امام صادق رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہی کہ قناعت ورضامندی کے ساتھ جینا۔ یہ بھی فرمایا کہ جو قلب اللہ تعالیٰ
کی محبت مین اور زبان اُسکی یاد مین اور اعضاء وجوارح اُسکی طاعت وخدمت مین ہون یہی حیات طیبہ ہی اور یہ بھی فرمایا کہ جب بندے
کے واسطے پانچ مقام حاصل ہوتے ہین ایک عیش سرمدی دوم حیات ابدی اور سوم سچی بندگی چہارم قرب الٰہی اور پنجم ملک ازلی تو یہی
حیات طیبہ ہی۔ شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جو میسر آوے اُسپر رضامندی اور تکالیف مقدرہ پر صبر وشکر کرنا حیات طیبہ ہی
کیونکہ کسی نفس کو پاکیزہ حیات نہوگی جب تک وہ قضاء وقدر پر راضی نہو۔ شیخ استاد رحمہ اللہ تعالیٰ نے قولہ وہو مومن کے معنی مین
کہا کہ نیک کام نہین ہوتا مگر مومن سے اور جو مومن نہین اُسکے اعمال کبھی صالح نہین ہوتے ہین اور معنے یہ ہین کہ فی الحال اُس نے نیک
کام کیا اور وہ انجام پر مومن مرا کیونکہ فی الحال جو صفائی حاصل ہو اُس سے کچھ نفع نہین جب تک کہ انجام مین ایمان نہو کیونکہ خاتمہ کا اعتبار ہی
مترجم کہتا ہی کہ یہ کلام لطیف ہی اور بات یہ ہی کہ اگر ایک شخص نے اسوقت ایمان کا اقرار کیا اور دل سے اُس نے مانا کسی فریب و
نفاق کی نیت نہین ہی پھر اُس نے نماز وروزہ وصدقہ وحج وغیرہ اعمال صالحہ کیے پھر آخر کو وہ مرتد ہو کر مرا نعوذ باللہ منہ تو چاہیے کہ
وہ جہنمی نہو اس لیے کہ اعمال صالحہ کا ثواب جنت ہی پس شیخ نے اسکا جواب دیدیا کہ اعمال صالحہ فی الحال صالح بظاہر ہین اور حقیقت مین
نہین معلوم پھر اگر وہ آخر مین کافر مرا تو اعمال مذکور صالح نہ تھے کیونکہ صالح اعمال فقط مومن کے ہوتے ہین اور اگر آخر مین مومن مرا تو اعمال
مذکورہ صالحہ تھے جنکا ثواب عظیم پاویگا فافہم۔ بعضے کہتے ہین کہ مومن سے یہان یہ معنے بھی معلوم ہین کہ اُسکو یقین ہو کہ میری نجات فقط اللہ
کے فضل پر ہی میرے اعمال اسکا سبب نہین ہوسکتے ہین۔ اقول اگر وہم ہو کہ پھر عمل کرنے سے کوئی فائدہ نہین ہی تو جواب یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی
سے انکار ہوگا اگر اُسکی شریعت سے منحرف ہو۔ اور اعمال درجات عالیہ ہین اور اعمال یہانتک اللہ تعالیٰ کے یہان قبول ہوتے ہین کہ
بندہ ولی اور مشاہدہ مین بحیات طیبہ مستغرق ہوتا ہی فافہم۔ پھر شیخ کے استاد رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا کہ یون بھی کہا جاتا ہی کہ حیات طیبہ
وہ نسیم قرب ہی اور یہ بھی کہا جاتا ہی کہ حیات طیبہ وہ کہ معیت محبوب ہوسکتے ہین کہ حیات طیبہ اولیا رہین کہ اللہ تعالیٰ اُنکا ہر سوال پورا
کرتا ہی اور ہر امید برلاتا ہی اور خاص لوگ تو وہ ہین کہ نہ اُنکی کوئی حاجت نہ سوال اور نہ کچھ مقصد ونہ درخواست اور غور کرو کہ دونون قسم کے
اولیاء مین کتنا فرق ہی کسی کی حاجت ومراد ہو وہ پوری کردیجاوے اور کسی کو کچھ حاجت نہین وہ کچھ نہین چاہتا کیونکہ جسکی طرف حاجت
ہو وہی حاصل ہی۔ قسم اول تو اللہ تعالیٰ کی بندگی مین ادب کے ساتھ قائم ہین اور قسم دوم بندگان آزاد ہین اقول خواہش نہونے سے

بالکل آزادی ہو اور اس حال مین وے اللہ تعالے کی طاعات مین مستغرق ہین فرشتون کو بھی شہوت نہین ہو ولیکن یہ لوگ سردار ملائکہ سے افضل ہین- اور حدیث مین قرب النوافل کے آخر مین ہو کہ اور اگر مجھ سے کچھ مانگتا ہو تو مین اسکو دیتا ہون اور اگر مجھ سے پناہ چاہتا ہو تو اسکو پناہ دیتا ہون- انتہے مترجما- اس سے صریح معلوم ہوا کہ قرب النوافل کی ولایت مین ادب سے شریعت وطاعت پر قیام ہوتا ہو- پھر حق تعالے عزوجل نے قرآن پاک کی قرارت کے لیے شیطان سے پناہ مانگنے کا حکم فرمایا بقولہ تعالے

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ اِنَّهٗ لَیْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ

سو جب تو پڑھنے لگے قرآن تو پناہ لے اللہ کی شیطان مردود سے اُسکا زور نہین چلتا

عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ○ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِیْنَ یَتَوَلَّوْنَهٗ

اُنپر جو یقین رکھتے ہین اور اپنے رب پر بھروسا کرتے ہین اُسکا زور اُنھین پر ہی جو اُسکو رفیق سمجھتے ہین

وَالَّذِیْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ○

اور جو اُسکو شریک ٹھہراتے ہین

۱۳ ع ۱۱ ۱۹

اس آیت مین اللہ تعالے نے اپنے بندون کو اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانی حکم دیا کہ جب قرآن پڑھنا چاہین تو اللہ تعالے سے پناہ ڈھونڈھین شیطان رجیم سے- اہل تفسیر نے کلام کیا کہ قولہ تعالے فَاِذَا مین فا کیسی ہو بعض نے لکھا کہ فا ترتیب ہو یعنے عمل صالح کے بعد اسکو بیان کیا کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ لیا کرین اور یہ فعل بھی عمل صالح ہو ولیکن ظاہر یہ ہو کہ قرأۃ قرآن کے ساتھ حکم دیا ہی اسی واسطے بعض نے لکھا کہ یہ آیت متعلق بقولہ ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیئی- ہو یعنے قرآن پاک با این صفات ہم نے تجپر اُتارا فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ سو جب تو اس کتاب قرآن کو پڑھے- فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ تو پناہ ڈھونڈھ اللہ تعالی کے ساتھ- مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ راندے ہوئے شیطان سے- معنے استعاذہ کے یہ کہ اللہ تعالے سے درخواست کر کہ تجکو اپنی ایک مخلوق شیطان سے جسکو اُسنے ملعون راندہ ہوا کر دیا ہو اور بندون کے امتحان کے لیے چھوڑا ہو اُس سے پناہ دیدی- چونکہ امتحان بھی اللہ تعالے ہی کی طرف سے ہو اسی واسطے اکثر علماء نے تصریح کی ہو کہ خوف شیطان سے نہین بلکہ اللہ تعالے ہی سے ہونا چاہیے کہ اُسکی نافرمانی وخشم سے شیطان کا تسلط نہ کیا جاوے کیونکہ فرمانبردار بندون پر اللہ تعالے کی رحمت رہتی ہو چنانچہ فرمایا- اِنَّهٗ لَیْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ یعنے شیطان کا کچھ غلبہ وتسلط نہین ہوتا عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ان لوگون پر جو ایمان لائے یعنے اللہ تعالے کی وحدانیت وآخرت کا یقین کیا- وَعَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ اور اپنے رب پر بھروسا کرتے ہین- واضح ہو کہ جب ساری قدرت وقوت اللہ تعالے کے واسطے جانتے ہین تو وہ لوگ عہد بیعت کو بھی کبھی اس خیال سے نہ توڑینگے کہ دوسرے مخالف فریق مین لوگون کی کثرت وثروت ہو اگرچہ انکو کچھ تکلیف بھی پیش آوے کیونکہ یہ اللہ تعالے کی طرف سے امتحان ہو اور قرآن پاک مین یہ تعلیم موجود ہو مگر جو لوگ نافرمانی کرتے اور اللہ تعالے کی صفات مین غیر کی شرکت جانتے ہین اُنپر شیطان مسلط ہوتا اور انکو فہم قرآن سے پردہ کرتا ہو چنانچہ فرمایا اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِیْنَ یَتَوَلَّوْنَهٗ اسکا قابو تو فقط انھین لوگون پر ہی جو اُس سے دوستی کرتے ہین حتی کہ اللہ تعالے پر ایمان نہین لاتے اور گناہون کے مرتکب ہوتے اور دنیاوی شہوات مین مبتلا ہو کر انھین کو اصل قرار دیتے ہین اور آخرت سے غافل ومنکر ہین- بظاہر اگرچہ وہ اپنی خواہش وخیال سمجھتے ہین مگر درحقیقت تمام آدمی دماغ مین یکسان ہین یعنے حواس سب کے پاس برابر ہین

پھر جو اس مین جو صورت آئی ہی وہی اُسمین نقش ہوتی ہی اور یہ صورت دو طرح کی ہوتی ہی ایک تو شیطانی لیس کافر لوگ اس صورت کو اپنے دماغ مین نقش ہونے دیتے ہین اور مومنین اُسکو آنے نہین دیتے یا میٹ دیتے ہین۔ دوم صورت از جانب فرشتہ تو کافر اسکو قبول نہین کرتے اور مومنین اسی کو قبول کرتے ہین پس کافرون کی دوستی درحقیقت شیطان سے متحقق ہی وَالَّذِينَ هُمْ بِهِ مُشْرِكُونَ اور ان لوگون پر مسلط ہوتا ہی جو اُسکے ساتھ شرک کرتے ہین یعنے اللہ تعالے کے ساتھ شرک کرنا درحقیقت شیطان کے ذریعہ سے ہی کیونکہ بت اور دیگر اشیا رجنکی پرستش لوگ کرتے ہین اُنکو تو پوجنے والون سے نہ خبر اور نہ رضامندی اور اصل مین یہ وسوسہ شیطانی ہی جسکی عبادت کرتے ہین۔ ف۔ یہان چند مقام ہین کہ استعاذہ جسکا حکم دیا ہی یہ حکم کس قسم کا اور کب ادا کرنا چاہیے اور صیغہ اُسکا کس عبارت سے ہی۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ یہ حکم مستحب ہی واجب نہین ہی چنانچہ شیخ ابو جعفر ابن جریر وغیرہ امامون نے اسپر اجماع ہونا نقل کیا ہی اور جو احادیث اس بارہ مین آئی ہین ہم نے ابتدائے تفسیر مین بسط کے ساتھ ذکر کر دی ہین اقول اور عطار رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہی کہ استعاذہ واجب ہی۔ اگر کہا جاوے کہ خطاب تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہی جواب یہ کہ اس سے زیادہ تاکید نکلتی ہی کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو باوجود معصوم پیغمبر افضل ہونے کے جب وساوس شیطان سے پناہ مانگنے کا حکم ہی تو قطعی قیاس صحیح سے ثابت ہوا کہ امت کو بدرجۂ اولے یہ حکم ہی۔ پھر استعاذہ قبل قرات کے ہونا جمہور کا مذہب ہی چنانچہ شیخ نے کہا کہ جمہور اسی طرف گئے ہین کہ استعاذہ قبل التلاوۃ ہی اور حمزہ رحمہ اللہ تعالے سے جو ائمہ قرا رسے ہین اور ابو حاتم سجستانی سے مروی ہی کہ بعد قراۃ کے چاہیے۔ اقول ظاہر آیت یہی ہی کہ جب قرارہ کرے تو استعاذہ کرے ولیکن بقول زجاج رحمہ اللہ تعالے کے اسکے معنے یہ ہین کہ جب ارادہ قرات کرے تو تو استعاذہ پڑھ جیسے نماز کو کھڑا ہو تو وضو کر اور جیسے کھانا کھانے تو بسم اللہ پڑھ۔ مسئلہ مذہب جمہور کے موافق حنفیہ مذہب مین بھی اعوذ پڑھنا امام کو چاہیے اور مقتدی نہین پڑھیگا اس لیے کہ وہ قرات نہین کرتا۔ شیخ امام نے لکھا کہ ظاہری احتجاج کے موافق جو حمزہ و ابو حاتم سے مروی ہی اسی کے مثل امام نووی نے شرح مہذب مین حضرت ابو ہریرہ و محمد بن سیرین و ابراہیم نخعی سے نقل کیا ولیکن صحیح قول جمہور ہی کہ ابتدائے قرات مین چاہیے تاکہ قرات کرنے والے پر شیطان تلبیس نہ کرے اور اُسکو غور و فکر سے پڑھنے مین مانع نہو۔ پھر کہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ لیس لہ سلطان علے الذین آمنوا الآیہ پس لازم آیا کہ جو کوئی شیطان کے وسوسہ مین آجاوے وہ مومن نہین کیونکہ مومن ہوتا تو اُسپر قابو نہوتا۔ لہذا شیخ سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالے نے اسکے معنے یہ بیان کیے کہ شیطان کو مومنون پر غلبہ نہین ہوتا اسطرح کہ اُنکو ایسے گناہ مین ڈالے جس سے وہ توبہ نہ کرین اور دوسرے علما نے کہا کہ سلطان کے معنے حجت کے ہین یعنے شیطان کو اُنپر از راہ حجت کے غلبہ نہین ہی پس وہ لوگ باطل کو کبھی حق نہین جانینگے جیسے گمراہ مشرک لوگ کرتے ہین۔ دوسرون نے فرمایا کہ استثنا کے مانند ہی کہ مومنون کو اللہ تعالے نے اپنا بندہ کر لیا اور شیطان سے چھڑا لیا اور معنے قولہ علی الذین یتولونہ مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا یعنے اُسکی اطاعت کرتے ہین اور دوسرون نے فرمایا کہ اللہ تعالے کے سوائے اُسکو ولی بنا لیا۔ قولہ وہم بہ مشرکون۔ یعنے اُسکو اللہ تعالے کی عبادت مین شریک بنا لیا اور احتمال ہی کہ بار سببیہ ہو یعنی بسبب شیطان کی طاعت کے اُنھون نے اللہ تعالے کے ساتھ شرک کیا اور بعض نے کہا کہ اموال و اولاد مین شیطان کو شریک کیا۔ پھر بعض نے کہا کہ قرات ہر رکعت مین مکرر ہوتی ہی تو استعاذہ ہر رکعت مین قرات سے پہلے ہونا چاہیے۔ یہ اس صورت مین ہی کہ ہر رکعت بقرات علیحدہ ہو اور اگر تمام نماز ایک ہی حکم مین ہی تو اول مرتبہ کا تعوذ سب کے واسطے کافی ہی اور یہی ظاہر مذہب حنفیہ ہی ولیکن

اگر کوئی شخص پڑھے تو کچھ مضائقہ نہونا چاہیے جیسے بسم اللہ قبل الحمد و قبل سورہ کے امام محمد رحمہ اللہ تعالےٰ کے قول پر مستحسن ہو واللہ تعالےٰ اعلم پھر تعوذ کا صیغہ مختار حنفیہ و شافعیہ کے نزدیک قولہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ہو جیسا کہ شیخ سیوطی رحمہ اللہ تعو نے ذکر کیا۔ ورنہ جس صیغہ سے پناہ مانگے اصل سنت ادا ہو جائیگی۔ **ف** اشارات مع تفسیر آیات کو عرائس مین بیان کیا کہ قولہ تعو انہ لیس لہ سلطان علے الذین آمنوا الآیہ۔ اللہ تعالےٰ نے آیت کریمہ مین صریح بیان کردیا کہ شیطان کا فروگمراہ کرنے مین اُن بندون پر غالب نہین ہوتا جنکو ازل مین اللہ تعالےٰ نے برگزیدہ فرمایا واسطے ایمان و معرفت کے یعنے اُسکے اسمار و صفات کو پہچانتے اور اضداد و انداد کی نفی کرتے ہین پس اُنکی بندگی مین شرک کو دخل نہین دیتے اور اُسکے وجود توحید کا یقین کرتے ہین اور اُسی کا تصرف ہر حال مین یقین کرتے ہین پس اسکا تسلط ایسے لوگون پر نہین کیونکہ وہی لوگ حق تعالےٰ کی نگہداشت و رعایت مین ہین پس شیطان کو قدرت نہین دی گئی کہ اُنکے ایمان مین وسوسہ و تردد ڈالے ولیکن دنیاوی شہوات کی راہ سے انہین وسوسہ ڈالتا ہی پس جب آفتاب جلال اُنکے چہرون و قلوب و ارواح پر چمکتا ہی تو وسوسہ ڈالتے وقت۔ شیطان جل جاتا ہی حتے کہ اُنکو افاقہ حاصل ہو جاتا پس جب افاقہ ہوا تو پھر اُنہین وسوسہ ڈالنے کا قصد کرتا ہی پھر جب اُنھون نے اللہ تعالےٰ سے پناہ مانگی اُسکے شرور سے اور اپنے رب تعالےٰ کی طرف توکل سے پناہ چاہی تو شیطان ملعون اپنے ٹھکانے ٹھٹھک کر ایسا پگھلنے لگتا ہی جیسے پانی مین نمک پگھلتا ہی شیخ **ابوحفص** رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ جو کوئی چاہے کہ شیطان سے محفوظ رہے اُسکو چاہیے کہ اپنا ایمان و یقین ٹھیک کرے پھر اللہ تعالیٰ پر اپنا توکل مضبوط کرے پھر ایمان یہ ہی کہ حالت آسانی و تکلیف دونون مین صرف اپنے رب تبارک و تعالےٰ ہی کی طرف رجوع کرے اور اُسکے عوض مین کسی چیز پر راضی نہو۔ اور توکل یہ ہی کہ رزق کے واسطے اللہ تعالےٰ پر ایسا بھروسا ہو جیسے سمجھے اپنے معلوم پر بھروسا ہوتا ہی۔ **شیخ نصرآبادی** رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ جو بندہ اپنی نسبت بندگی کو اپنے رب عزوجل کے ساتھ درست رکھے تو اُسکے بعد اُسپر کوئی منازعت و جھگڑا طبیعت یا شیطان کی طرف سے نہین پیش آتا ہی پھر حق تعالےٰ جلشانہ نے بیان فرمایا کہ اُسکی حکمت و قدرت بالغہ سے شیطان کا غلبہ کن لوگون پر ہی فقال انما سلطانہ علے الذین یتولونہ۔ شیطان کے مسلط ہونے کے یہ معنی ہین کہ حیلہ و مکر اور وسواس اُنہین ڈالتا ہی اور خالق عزوجل نے ہر ایک مخلوق مین جو چاہا پیدا فرمایا اور یہ معنے نہین ہین کہ شیطان کو طاقت ہی کہ مخلوق آلہی مین جس کسی کو چاہے گمراہ کردے بدون اسکے کہ اللہ تعالےٰ چاہے کیونکہ گمراہ کرنا اور ہدایت دینا صرف اللہ تعالےٰ کے قبضۂ قدرت مین منحصر ہی کسی مخلوق کو اُسمین دخل نہین ہی وہی منفرد بوحدانیت ہی اور شیطان کا تسلط اُسی پر جسکو اللہ تعالےٰ نے گمراہ ازلی فرمایا ہی پس اپنے تسلط سے وہ بہکاتا اور خوب وسوسہ جاتا ہی اور گمراہ ازلی اُسکے تابع کیا جاتا ہی اسطرح کہ وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہی اور رہے مومنین و مسلمین تو وہ کبھی نفس کی مرادیوجہی کرتے مین اُسکے پیرو ہو جاتے ہین مگر کفر و ضلال مین اُسکی پیروی نہین کرتے ہین پس مومنون کے ساتھ اُسکا وسوسہ زیادت گناہ کی غرض سے ہوتا ہی۔ بعض مشائخ نے کہا کہ جس نے اپنی خواہش کی پیروی کی اُس نے شیطان سے دوستی کی اور جس نے دنیا کی طرف میل کیا اُس نے شیطان کی پیروی کی اور جس نے دنیا مین لوگون پر سرداری چاہی وہ شیطان کا مرید ہوگیا اور جس نے ظاہری علم کے خلاف عمل کیا اور مخالفت چاہی اُس نے شیطان کو اپنا ولی بنالیا اور جس نے مسلمانون کی خیانت کی اُس نے شیطان کو اپنے قلب پر راہ دیدی اور جو شخص کہ ظاہر و باطن کسی مخالفت شریعت مین پڑا اُس نے اپنے آپ کو ہلاک کردیا اور جس نے شیطان سے دوستی پیدا کی اور اُسکو اپنا ولی بنایا

تو وہ حق تعالےٰ عزوجل سے بری ہوگیا پھر منجملہ وساوس شیطانیہ کے جو شبہہ قرآن پاک مین عموماً کافرون کو جہالت سے پیدا ہوتا ہی دفع فرما دیا بقولہ تعالےٰ

وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَكَانَ آيَةٍ ۙ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مُفْتَرٍ ۚ

اور جب بدلتے ہین ایک آیت کی جگہ دوسری اور اللہ بہتر جانتا ہی جو اُتارتا ہی تو کہتے ہین تو تو بنالاتا ہی

بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ

یون نہین پر اُن بہتون کو خبر نہین تو کہہ اسکو اُتارا ہی پاک فرشتے نے تیرے رب کی طرف سے تحقیق

لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ۝ وَلَقَدْ نَعْلَمُ

تا ثابت کرے ایمان والون کو اور راہ کی سوجھ اور خوشخبری مسلمانون کو اور ہمکو معلوم ہی

أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ ۗ لِسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ

کہ وہ کہتے ہین اُسکو تو سکھاتا ہی آدمی جسپر تعریض کرتے ہین اُسکی زبان ہی اوپری

وَهَٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُبِينٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ

اور یہ زبان عربی صاف جنکو اللہ کی باتین یقین نہین آتین

لَا يَهْدِيهِمُ اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ

انکو اللہ راہ نہین دیتا اور انکو دُکھ کی مار ہی جھوٹھ بناتے وہ ہین جنکو یقین نہین

بِآيَاتِ اللَّهِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ ۝

اللہ کی باتون پر اور وہی لوگ جھوٹے ہین

واضح ہو کہ کمال رحمت سے اللہ تعالےٰ نے اہل القرآن کو ہدایت فرمائی اور ازل سے اپنی عظیم رحمت صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم کے واسطے رکھی تھی کہ اول مین انپر ایک مدت کے واسطے جو اُسکے علم مین تھی ایک حکم مقرر کیا خواہ آسان کہ دوسرے وقت مین بجائے اُسکے دوسرا سخت حکم دیا اور یا سخت کہ جیسے اول مین جو کچھ کماتے اُسکو صدقہ کر دینے کا حکم تھا سوائے اسقدر کے جو اپنے عیال کے صرف مین آوے پھر منسوخ کر دیا صرف زکوٰۃ رکھی۔ پس اللہ تعالےٰ علیم ہی اُس نے اپنے بندون کو کمال قرب و منزلت کے واسطے اسطرح درجہ اعلےٰ پر بلند فرمایا جیسے معلم اپنی اولاد کو آہستہ آہستہ تعلیم کرتا اور بدلتا جاتا ہی اور ایک ہی حالت پر نہین چھوڑتا ہی حالانکہ وہ اول سے جانتا ہی کہ یہ حکم اُسکے واسطے اس عمر تک اور اس درجہ تک ہی پھر اُسکو دوسرے طور سے تعلیم مین تبدیل کیجاویگی اسی طرح اللہ تعالیٰ جلشانہ نے کمال رحمت سے اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو برگزیدہ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک حکم کی جگہ دوسرا بدلنا کچھ اسوجہ سے نہین کہ اس حکم مین عیب تھا بلکہ اسوجہ سے کہ یہ حکم اسی وقت تک لائق تھا پس یہ سمجھنا بالکل جہالت و نادانی ہی کہ پہلے حکم کا انجام نہین معلوم تھا کیونکہ آدمی اپنی اولاد کی تعلیم مین جو طریقہ پانچ برس کی عمر مین رکھتا ہی جانتا ہی کہ دس برس کے بعد دوسرا طریقہ بدلا جاوے پس یہان اللہ تعالےٰ جلشانہ کی طرف بیہودہ خیال صرف گمراہی و وسوسہ شیطانی ہی یہ وسوسہ بیہودہ کافرون و گمراہون مین سما گیا تھا جسکی وجہ سے حق کو چھوڑ بیٹھے تھے پس اللہ تعالےٰ نے اُسکو رد فرمایا بقولہ سبحانہ وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَكَانَ آيَةٍ یعنے جب ہم نے ایک آیت کا

حکم اٹھا لیا اور بجائے اسکے دوسرا حکم قائم فرمایا۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے قولہ ما ننسخ من آیۃ الخ قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ
بِمَا يُنَزِّلُ اور اللہ تعالیٰ خوب واقف ہے بدون علم نہیں جو اُتارتا ہے یا حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے علم سے اتارتا ہے جو نازل کرتا ہے قَالُوْا
تو کافر لوگ بوجہ اپنی ضعف عقل ولغزش قدم کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہیں کہ اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ تو تیرا افترا ہے
تو ہی مفتری ہے یعنے فرشتہ کا پیغام اللہ تعالیٰ جلشانہٗ کی طرف سے نہیں ہے حالانکہ یہ کمال حکمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ عزوجل کیطرف
سے ہے جو وہ چاہتا ہے حکم فرماتا ہے انہیں اسکی قدرت کی دقیق حکمتیں ہیں مگر کافرون کو بجائے عقل کے جہالت نے گھیرا اور شیطان نے
مسلط ہوکر انکو گمراہی کی طرف اندھا کردیا کہ قرآن وحی سے انکار کرکے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر مفتری ہونے کا شبہہ کیا۔ بَلْ
نہیں یعنے تو مفتری ہرگز نہیں ہے بلکہ۔ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ بہتیرے انمین سے کچھ علم نہیں رکھتے۔ یا وحی قرآنی کے معنے سے
واقف نہیں یا نہیں جانتے کہ نسخ مستلزم نادانی وافترا نہیں بلکہ کمال رحمت ومصلحت ہے۔ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ
یعنی منکرون کو کہدے جو اللہ تعالیٰ تجھے خطاب فرماتا ہے کہ قرآن کو روح القدس جبرئیل نے تیرے رب کی طرف سے بحق نازل فرمایا ہے اسمین
افترا وکذب کو دخل نہیں ہے وہ انتہائے مرتبہ اعجاز بلاغت ہے جسکی ایک آیت کے مثل نہیں لاسکتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صدق
وامانت ودیانت سے خوب واقف تھے اور اقرار کرتے کہ تمام نیک باتون کا حکم دیتے اور برائیون سے روکتے ومنع کرتے ہیں خود کسی مال
ومتاع وریاست کی خواہش نہیں کرتے بلکہ یتیم ومفلس وغیرہ کی خود خبرگیری کرتے ہیں قرآن انپر معجزہ عظیم ہے جسکی ایک آیت کے مثل نہیں
لاسکتے ہیں معجزات دیگر اُنسے برملا ظاہر ہوتے ہیں پھر ان سب باتون کے باوجود جہالت کے شبہہ سے کہ قرآن پاک مین نسخ کیونکر ہوتا ہے اباء سے
پھیرتے اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو مفتری بتلاکر کفر کی طرف اصرار کرتے ہیں حالانکہ آیات کے معانی تمام نور وحکمت ہین کہ جسان دل
مطمئن ومنور ہوتا ہے چنانچہ فرمایا۔ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تاکہ ثابت رکھے اُنکو جو ایمان لائے کیونکہ آیات سے اُنکے
دلون مین ایمان پر ایمان بڑھتا ہے اور نور پر نور زیادہ ہوتا ہے۔ وَهُدًى اور ہدایت وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ اور بشارت ہے
واسطے اطاعت کرنیوالون کے پس مومنون کے خلاف کافرون مین اُسکے خلاف نتائج حاصل ہوتے ہین کہ بجائے تثبیت کے انمین لغزش وتنزل
پیدا ہوتا اور ہدایت کی جگہ زیادہ گمراہی انکار کی اور بجائے بشارت کے جزئی عذاب کے وعدہ کی پاتے ہین اور اندھیرے پر اندھیرا اُنکے
دلون پر طاری ہوجاتا ہے پھر باوجود اسکے کہ کوئی عرب اپنی طرف سے تعلیم کرنے کا کسی طرح اقرار نہ کرتا تھا اور نہ کسی عجمی کی طرف سے ہرگز گمان
ہوسکتا تھا تو خواہ مخواہ الحاد اور ہٹ دھرمی سے بہتان لگایا کہ عجم کا کوئی شخص محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو سکھلاتا ہے اور عجم کے لوگون مین سے
چند غلام یہان مکہ وغیرہ مین رہتے تھے حالانکہ وہ انھین کافرون کے غلام تھے اور ظاہر ہے کہ جب برادری والے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا
ساتھ نہیں دیتے تھے تو یہ غلام کیونکر ساتھ دیتے مگر یہی بہتان لگایا کہ یہ غلام سکھلاتے ہین جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ملال ہوا تو اللہ تعالیٰ
نے تسلی فرمائی اور کافرون پر ملامت کے ساتھ رد فرمایا بقولہٖ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ یعنے قسمیہ کہتے
فرمایا کہ ہم جانتے ہین کہ یہ کفار کہتے ہین کہ محمد کو تو قرآن ایک آدمی سکھلاتا ہے نہ فرشتہ لاتا ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ بشر سے
انکا اشارہ ایک غلام کی جانب تھا جو قبیلہ قریش مین سے بعضے کنبہ کا مملوک تھا اور مالک اس سے فروخت کرنے کی خدمت لیتا تھا
وہ صفا کے پاس بیٹھکر بیچا کرتا تھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بعض اوقات اُسکے پاس بیٹھ جاتے اور اُسکے مصاحب مین اُس سے
کلمات کی بات کرتے اور یہ غلام در اصل عجمی تھا زبان عرب بہت کم جانتا تھا اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا بقولہ۔ لِسَانُ الَّذِيْ

يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ زبان اُس شخص کی جسکی جانب الحاد کرتے ہین یعنے ہٹ دھرمی سے کہتے ہین کہ وہ سکھلاتا ہے۔ اَعْجَمِيٌّ عجمی ہے یعنی سوائے
عرب کے ہے یا وہ گنواری بولی بولتا ہے وَهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ اور یہ قرآن صاف زبان عربی ہے۔ تبس ایسے شخص سے
کیونکر یہ قرآن سیکھا جا سکتا ہے جو فصاحت وبلاغت مین مرتبہ اعجاز سے باہر ہوا اور مرتبہ اعجاز یہ ہوتا ہے کہ بشر کا کام نہو کہ اُسکے مثل زبان
بولے اُس نے بشر کو عاجز کر دیا ہو باوجود اسکے تمام ان معارف ومعانی کو شامل ہے جو بنی اسرائیل پر متفرق اُترے عجمی اُسکو کیونکر سکھلا سکتا ہے
یہ قول تو وہ بھی نہ کہیگا جسکو ذرہ برابر عقل ہو۔ محمد بن اسحق نے سیر مین لکھا کہ مجھے خبر پہونچی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی بنو الحضرمی
کے غلام سبیعہ نصرانی کے پاس جو مروہ کے پاس بیٹھا کرتا اور اُسکو جبر کہتے تھے بیٹھ جاتے پس قریش والون نے بہتان باندھا کہ آپ اس سے
سیکھتے ہین تو یہ آیت اُتری۔ ایسا ہی عبد اللہ بن کثیر سے مروی ہے اقول نہایت تعجب یہ ہے کہ وہ غلام اپنے آقاؤن کو ظاہر نہ کرتا بلکہ
جب واقف ہوتا کہ میرا کہا ہوا بیان کیا ہے تو برملا اُسکو ظاہر کرتا یہ انتہاے حماقت وبہتان قریش کا تھا۔ شیخ نے لکھا کہ عکرمہ وقتادہ سے مروی ہے
کہ اسکا نام یعیش تھا اور ابن جریر نے اپنی اسناد سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ مکہ مین ایک شخص لوہاری کا کام کرتا اور
تلوارین بناتا تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُسکو اسلام کی تعلیم دیتے پس قریش آپ کو اُسکے پاس آتے جاتے دیکھتے تو بہتان لگایا کہ
بلعام ہی محمد کو سکھلاتا ہے پس یہ آیت نازل ہوئی۔ عبید اللہ بن مسلم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمارے یہان رومی دو شخص کاریگر تھے اور اپنی
کتاب پڑھا کرتے اور کبھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم راہ مین کھڑے ہو کر سُنتے پس قریش نے بہتان باندھا تو آیت اُتری۔ زہری رحمہ نے
سعید بن المسیب سے روایت کی کہ مشرکون مین سے ایک شخص وحی لکھتا تھا وہ مرتد ہو کر بیہودہ بکنے لگا۔ دوسرے مفسرین نے اسکے نام مین
اور بھی اقوال بیان کیے مثلاً نصرانی غلام تھا جسکا نام ابو میسرہ تھا۔ یا عداس نام تھا۔ بعض نے کہا کہ دو غلام آہنگر تلوارین بناتے تھے
ایک کا نام جبر اور دوسرے کا یسار تھا۔ شیخ نحاس رح نے کہا کہ یہ اقوال باہم متناقض نہین ہین کیونکہ شاید متفرق لوگون مین سے ہر ایک نے
ایک ایک شخص کی طرف بہتان باندھا ہو۔ بالجملہ اسمین دو وجہ سے قریش کی ہٹ دھرمی وعداوت ظاہر تھی ایک یہ کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم اُمی تھے تو غیر زبان سے وقوف مستبعد تھا دوم یہ کہ ایسے فتنہ شدید مین جو غلام ایسا ہوتا وہ اپنے آقاؤن سے پہلے بیان کرتا
اور واضح ہو کہ علوم قرآن وغرائب اخلاق اسوقت اسقدر مستحکم وقوی علوم کے ساتھ موجود ہین کہ جو لوگ علوم حکمت مین کمال رکھتے ہین
اُسکے علوم کے سامنے اطفال مکتب ہین اور قرآن اسوقت تک مجدد ہوتا ہے پس کمال ثبات وصدق کے ساتھ اُسکے آیات واحکام پورے
ہوئے اور تمام اہل کتاب کو صاف اعلام دیا گیا کہ تم پہلے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نام سے مشرکون پر غلبہ چاہتے تھے اب جبکہ ظاہر
ہو کر آیا تو بسبب جاہلیت وعداوت انصار کے منکر ہوگئے۔ قرآن پاک مین تمام دینون پر دین اسلام عنقریب غالب ہوتا بیان ہے پس
وہ زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین آٹھ برس کے عرصہ مین پورا ہو گیا۔ بالجملہ آیات نبوت اسقدر کثرت سے ظاہر ہین کہ سوائے کور باطن کے
کوئی منکر نہین ہو سکتا اور کور باطن خواہ مخواہ آیات سے انکار کرتا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ
یعنی جو کہ محض وہم وہٹ دھرمی کے ساتھ بدون حجت کے آیات الٰہی سے منکر ہوتے ہین۔ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ اللہ تعالےٰ انکو
راہ نہین دیتا جس راہ سے نجات پاوین۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور لامحالہ اُنکے واسطے آخرت مین عذاب دردناک ہے۔
پھر اللہ تعالےٰ نے آگاہ فرمایا کہ رسول اللہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم مفتری وکذاب نہین ہے۔ اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ
وہی لوگ جھوٹ افترا باندھتے ہین جو لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ یقین نہین لاتے اللہ تعالےٰ کی آیتون پر یعنے

کافر ملحد لوگ اللہ تعالےٰ پر افترار باندھتے ہین جو لوگون کے درمیان بھی جھوٹے ہوتے ہین اور رسول اللہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم تو نہایت صادق القول اور نہایت نیکوکار واعلےٰ کمال علم وعمل مین معروف تھے اسی واسطے قریش مین صدوق امین کے نام سے مشہور تھے کما قال تعالےٰ فانہم لایکذبونک ولکن الظالمین بآیات اللہ یجحدون یعنے قریش تجھے جھوٹا نہین کہتے ولیکن ظالم اللہ تعالےٰ کی آیات سے انکار کرتے ہین۔ ہرقل بادشاہ روم نے جب ابوسفیان سے پوچھا کہ قبل دعوے رسالت کے تم لوگ کبھی اسکو جھوٹ سے تہمت کرتے تھے تو یہی کہا کہ کبھی نہین پس ہرقل نے کہا کہ پھر یہ نہین ہو سکتا کہ وہ آدمیون کے معاملات مین جھوٹ کبھی نہ بولے اور جا کر اللہ تعالےٰ پر جھوٹ باندھے پس کاذب مفتری وہ ہین کہ آیات الٰہی سے انکار کرتے ہین اور اس سے زیادہ کون افترا ہوگا کہ خالق عزوجل جس نے انکو پیدا کیا اور رزق دیتا ہے اسکے سواے بتون وستارون کی گردش اور اپنی قوت سے رزق کے مدعی ہین اور صحت وعافیت درختون کی پیداوار وموسم کی نیرنگیان سب دوسرے اسباب کی قدرت سے کہتے ہین پس اس سے زیادہ کذب وافترا کیا ہوگا کہ خالق کی صفت مخلوق مین اور خالق ومخلوق کو برابر کرتے ہین۔ **وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ** یہی لوگ جھوٹے ہین۔ **ف** فی اشارات العرائس قولہ تعالےٰ قل نزلہ روح القدس الآیہ۔ چونکہ اعداے دین کفار ومشرکین کو استعداد معرفت بخطاب الٰہی نہین تھی اسی وجہ سے انکی جبلت مین انکار وکفر تھا کیونکہ انکی جبلت مرتبہ معرفت الٰہی سے مردود اور بعید واقع ہوئی تھی اور اسکے شہود ووجود سے بالکل بے خبر تھے انکو کیا تمیز تھی کہ کلام عزیز سے کیا مراد ہوتا ہے اسی وجہ سے خطاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا اور حکم دیا کہ قل نزلہ روح القدس من ربک۔ یعنے جو خطاب ہم تجھکو فرماتے ہین کہ تجھپر یعنے تیرے قلب پر روح القدس نے قرآن نازل کیا ہے یہ تو انکے کانون سے کہدے یعنی اللہ تعالےٰ نے ازل مین کلام فرمایا اور یہ کلام جبرئیل کی طرف وحی فرمایا اور جبرئیل کو حکم دیا کہ اللہ تعالےٰ کے حبیب محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل کرے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اُن مومنون کو پہونچا وے جنھون نے ارواح سے اللہ تعالےٰ جلشانہٗ کو میثاق ازل کے وقت پہچانا اور اسی کے کلام سے کلام کیا ہے اسی واسطے مومنین کا ثبات اسکا فیض بیان فرمایا یعنے مومنین اپنے رب عزوجل کے خطاب کے ساتھ اسکی معرفت مین ثابت قدم رہین اور اسکی طاعت مین مضبوط قائم رہین۔ وقولہ ہدے وبشرے للمسلمین۔ یہ صفت کتاب الٰہی ہے کہ وہ آئینہ معرفت ذات وصفات ہے اور اہل طاعت وایمان کے لیے دوام وصال کی خوشخبری دینے والی ہے اور واضح ہو کہ جب اللہ تعالےٰ نے کلام چاہا تو خود اپنی ذات پاک سے اسطرح کلام فرمایا جیسا اسکی شان بلند کے لائق ہے یعنے کسی مخلوق کے فہم کو رسائی اسکی کیفیت پر نہین ہے وہ بلاکیفیت اور بدون حرف وآواز کے ہے اسمین کوئی صفت یا مشابہت یا لگاؤ ایسی بات سے نہین ہے جو مخلوقات کی ہوتی ہے پھر اپنے کلام کو اپنی قوت سے قوت اور اپنے جلال سے جلالت اور اپنی عظمت سے عظمت عطا فرمائی پس حضرت جبرئیل علیہ السلام اس کلام کو اپنی لائق قوت سے سُنتا ہے وہ سماعت بقوت قدسیہ ہے جو قدوس سے مستعار ہے اگر یہ نہوتا تو عالم ملکوت اسکی سماعت سے فنا ہو جاتا۔ **قال المترجم** حق یہ ہے کہ شیخ وغیرہ اہل الحق نے ایسے اشارات کے بیان مین اسی الفاظ وعبارت سے تعبیر کی اور جو شخص نور عقل سے مستفید ہے وہ جانتا ہے کہ کوئی چیز حادث ایسی نہین ہے کہ قدیم جلشانہ کی صفات کو اپنے فہم مین اپنی قوت سے لاوے کیونکہ وہ پاک عالی متعالی ہے ولیکن اشارات خیر خیر سے کرنے کے سواے کوئی چارہ نہین اور مقصود یہ کہ آدمی اپنی نادانی سے صرف اپنے فہم پر اکتفا نہ کرے طالب حق ہو اور ہر حال مین اپنے آپ کو نادان جاہل جانے کیونکہ جو ظرف بھرا ہوا ہے اسمین گنجائش نہین ہے واللہ تعالےٰ ہو الہادی پس خلاصہ یہ ہے کہ سماع کلام بھی خود بقوت ربانی ہے جیسے حضرت جبرئیل علیہما السلام کو

اس کلام پاک کو اُٹھایا اور آیت مین ہے کہ۔ ماذا قال ربکم قالوا الحق وھو العلی الکبیر۔ اور حدیث مین اسکی تفسیر ہے کہ کلام کی عظمت سے
ملائکہ خشوع وخضوع کے ساتھ سجدہ مین گرجاتے ہین پس حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس کلام کو اُٹھایا اور محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کی طرف اُترے تاکہ ادا کردین پس حق عزّ وجل اس قوت وجلال کو اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب پاک کو پہناتا ہے
ولیکن حق تعالےٰ جلشانہٗ کو مخلوقات سے نسبت ومشابہت نہین اور سما جانا اور چہاجانا وغیرہ جو کچھ قیاس مین آوے سب سے
وہ پاک ہے ولیکن قوت کاملہ الٰہیہ سے قلب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کلام کو سُنا اور محفوظ کرلیا پھر یہی قوت اُسکے تمام وجود مین فیض
پاتی ہے پس اللہ تعالےٰ جلشانہٗ نے اظہار فرمایا کہ اُسکے پاک رسول علیہ السلام پر یہ عظمت نہایت بھاری ہے چنانچہ ارشاد فرمایا
بقولہ تعالےٰ انا سنلقی علیک قولا ثقیلا۔ پس حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس وحی کے بوجھ مین باقی رہے یہان تک کہ حق تعالےٰ
عزّ وجل نے اس جامع کمالات کو جسکے واسطے تمام مخلوقات مخلوق ہوئی ہے اپنی حفظ عنایت مین کرلیا پس درحقیقت القار کرنا اور
برداشت کردینا اُسی جلشانہٗ کی طرف سے ہے اور اگر یہ نہوتا تو سنتے ہی روح القدس مع تمام ارواح مقدسہ کے پارہ پارہ وفانی
ہوجاتے پس جہان تک قدس کی صفت بڑھتی ہے اُسکو اس صفت سے ظہور تمام ہوتا جاتا ہے اور علل وحوادث سے تعلق نہین
ہوتا۔ **قال المترجم** اسی واسطے احیاء العلوم وغیرہ مین قرآن پاک کی تلاوت کے واسطے مراتب لکھے ہین جنکا خلاصہ
یہ ہے کہ ابتدا مین عوام کے مانند شریعت پر قیام اور مجاہدہ وریاضت پر اقدام ہو اور غور سے سمجھتا جاوے پھر گویا کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے سُنتا ہے پس برداشت وجوانمردی سے سُنے پھر گویا بوحی حضرت جبرئیل علیہ السلام سنتا ہے پھر گویا
سماع بحق عزّ وجل ہے اور یہ مرتبہ ظہور ہے کہ اُسوقت حقائق کا انکشاف ہوتا ہے اور ولی کو حاصل ہوتا ہے فافہم شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا کہ ارواح کے واسطے نہ کدورت خراب ہے اور نہ لذت شہوات اور نہ موت ہے نہ حیات بلکہ جواہر لطیفہ ہین وہ لطافت انکی
حیات قوی ہے اور اسی لطافت سے حضرت جبرئیل علیہ وسلم کا نام روح القدس ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ جلشانہٗ نے عہد بیعت اسلام
سے ظاہری یا باطنی ارتداد وغیرہ کا حکم فرمایا۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ

جو کوئی منکر ہوا اللہ سے یقین لائے پیچھے مگر وہ نہیں جس پر زبردستی کی اور اُسکا دل برقرار ہے ایمان پر

وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ

لیکن جو کوئی دل کھول کر منکر ہوا سو اُنپر غضب ہے اللہ کا اور اُنکو

عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ

بڑی مار ہے یہ اسواسطے کہ اُنھون نے عزیز رکھی زندگی دنیا کی آخرت سے

وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى

اور اللہ راہ نہین دیتا منکر لوگون کو وہی ہین کہ مہر کردی اللہ نے

قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝

اُنکے دلون پر اور کانون پر اور آنکھون پر اور وہی ہین غافل لوگ

لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝
آپ ہی ثابت ہوا کہ　آخرت مین　وہی　خراب ہین

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ یعنی ایمان لانے کے بعد جس نے اللہ تعالے سے کفر کیا خواہ زبان سے کفر کا کلمہ کہا یا کوئی فعل کفر کا کیا خواہ اپنی خوشی واختیار کے ساتھ یا اسطرح کہ اُسپر کسی نے زبردستی کی۔ تو اُسکا حکم آگے آتا ہو لیکن اس سے استثناء ہو قولہ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ سوائے اُسکے جسپر زبردستی کی گئی حالانکہ اُسکا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو تو ایسے مجبور آدمیون کے سوائے جس نے بعد ایمان کے کفر کیا یعنے اپنے اختیار کے ساتھ جسکی توضیح یہ ہو۔ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا لیکن جس نے کھولدیا کفر کے ساتھ سینہ۔ فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ تو اُنپر اللہ تعالے کی طرف سے غضب ہو وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اور اُنکے لیے عذاب عظیم ہو۔ اس آیت کے سمجھنے کے لیے اہتمام چاہیے لہذا پہلے ایمان محقق ہو پھر کفر کرے اور اسکا نتیجہ غضب الٰہی وعذاب عظیم دنیا مین وآخرت مین کیونکر ہوگا اور اسمین سے وہ مستثنےٰ ہو جسپر اکراہ ہو تو اکراہ کے معنی کیا ہین اور کیونکر متحقق ہوتا ہو اور اُسکا حکم کیونکر ہو اور کفر کے واسطے سینہ کھل جاتا یا نہین کھلتا اُسکے واسطے کیا ثبوت ہو۔ واضح ہو کہ اللہ تعالے کے ساتھ ایمان لانا ائمہ حنفیہ کے نزدیک دل کی تصدیق سے ہوتا ہو چنانچہ قلبہ مطمئن بالایمان صریح ہو کہ ایمان کا محل دل ہو اور زبان کا اقرار اسواسطے ہوتا ہو کہ ظاہر مین اُسکے ساتھ مسلمانون کا برتاؤ کیا جاوے کہ اُسپر جہاد نہو یا جزیہ نلیا جاوے اور مومنہ عورت سے نکاح کردیا جاوے اور اُسکے جنازہ پر نماز پڑھی جاوے اور مانند اُسکے احکام اُسکے ساتھ برتے جاوین لہذا اگر کسی نے دل مین یقین کرلیا کہ اللہ تعالے وحدہٗ لاشریک ہو اسطرح کہ جیسے اُسکے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہو اور دل مین ایمان اُتر آیا مگر اس نے ظاہر مین اقرار نہ کیا تو وہ اللہ تعالے کے نزدیک مومن ہو مگر ظاہر مین اُسکے ساتھ کافرون کا برتاؤ کیا جائیگا اور برتاؤ کرنے والون پر کچھ گناہ نہوگا کیونکہ ہمکو معلوم نہوا اس لیے اقرار کرنا یا افعال اسلام ادا کرنا ہی دلیل تھی وہ پائی نہین گئی اور واضح ہو کہ خالی اگر کوئی جان لیوے کہ مثلاً محمد صلے اللہ علیہ وسلم سچے رسول ہین تو یہ کافی نہین کیونکہ بہت سے یہودی علماء بھی اُسوقت مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر جانتے تھے کما قال تعالے یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم وکما قال تعالے ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق۔ کیونکہ حق چھپایا تا بعد جاننے کے پھر بھی یہ لوگ کافر رہے بلکہ جاننے کے ساتھ دل مین یقین کو اور مان لینے کو اُتار لینا اور مان لینا ضرور ہو پھر جس نے یقین مان لیا مگر چھپایا تو ایک تو وہ خام ہو دوسرے اُس نے دوسرون کی راہ ماری اس لیے کہ دوسرے بھی ایمان نہ لائے بالجملہ ایمان کا محل دل ہو لیکن شرع مین بعضے اعمال واقوال ایسے بتلائے گئے ہین کہ جب ہم کسی شخص سے جو ایمان لا کر ظاہر ہو گیا یا نہوا ہو اس سے یہ اعمال دیکھین تو حکم دیدین کہ اللہ تعالے نے اُسکے دل مین بھی ایمان نہین اُتارا مثلاً وہ بتون کو سجدہ کرے یا مثلاً قرآن پاک کو جھوٹا بتلاوے یا علماء کی بنظر عالم ہونے کے توہین کرے یا شریعت کو ڈھکوسلا بتلاوے یا زنار باندھے غرضیکہ فقہ کی کتابون مین جن باتون سے مرتد ہوتا لکھا ہو اُنمین سے کوئی بات پائی جاوے تو شرع نے پہچان رکھی ہو کہ اُسکے دل مین ایمان نہین آیا پھر اگر ظاہر ہو کہ اُس نے ایسا کیا تو مرتد ہو یعنے اُسپر مرتد کا حکم جو بیان ہوگا جاری کیا جاوے اور اگر ظاہر نہین ہوا تو اُسکے اوپر مرتد کا حکم جاری نہوگا اگرچہ اللہ تعالے کے نزدیک وہ مرتد ہوا۔ اور فتاویٰ مین مذکور ہو کہ جس نے اقرار نہ کیا ولیکن مسجد مین نماز جماعت وغیرہ ادا کی جس سے اُسکے اسلام کا حکم دیدیا گیا اور جزیہ اُسپر سے ساقط ہوا تو پھر افعال ارتداد سے مرتد ہونے کے حکم مین ہوگا۔ اور واضح ہو کہ فقہاء نے لفظ تکفیر کا اطلاق کیا اور یہ تکفیر سے بھی ہو سکتا ہو بمعنے کفر کیجانب منسوب کرنا تو اسمین اشارہ ہوتا ہو کہ ظاہر مین اُسکو کافر کہا جاوے اور وہی برتاؤ کیا جاوے

مگر ممکن ہو کہ باطن مین وہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک کافر نہو اور یہ صیغہ کفار سے بھی ہوسکتا ہی اور یہ تحقیق و تورع ہی اور شیخ شامی رحمہ نے
حاشیہ درمختار مین نقل کیا کہ یہی اخیر صحیح ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ میرے نزدیک صواب اسمین تفصیل ہی اسطرح کہ بعضے افعال اس قسم کے
ہین کہ شرع نے انکے صدور کے ساتھ عدم ایمان کا حکم دیدیا ہی جیسے مثلاً کوئی توحید کا کلمہ پڑھے اور بت کو سجدہ کرے تو شرع نے آگاہ کردیا کہ اسکے
دل مین یقین نہین ہی بس ایسے اعمال سے تحقیقی کفر کا حکم دیا جاوے اور بعضے افعال اس قسم کے ہین کہ جنمین یہ تصریح نہین ہی اگرچہ کفر لازم آتا ہی
جیسے مجلس وعظ کی اہانت کرنے یا مضحکہ سے نقل کرنے کے لیے کچھ لوگ جمع ہوئے تو ظاہر شرع مین تکفیر ہی اگرچہ ناقل کی نیت نفس وعظ کی راہ سے
یہ نہو بالجملہ اسمین نیت کا باطنی اعتبار ہونا چاہیے اگرچہ ظاہری شرع مین تکفیر ہی اور یہی وجہ ہی کہ مترجم نے فتاوے ہندیہ ترجمہ فتاوے عالمگیریہ
مین احتیاطاً جابجا تکفیر کو اول معنی مین لیا ہی اور جابجا بمعنے دوم ترجمہ کیا ہی فاحفظہ پھر واضح ہو کہ یقین ایمانی اللہ تعالےٰ کی توحید کا یعنے یہ کہ
سوائے اُسکے کوئی الٰہ نہین ہی اور صدق رسالت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا اسطرح کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے بندے و رسول
ہین مع یقین اسکے کہ تمام انبیاء و رسل بندے و رسول تھے و روز قیامت و آخرت کا مع یقین کتاب وحی یعنے قرآن اور دیگر کتب سماوی اور
ملائکہ اور تقدیر الٰہی کے چاہیے غرضکہ ضروریات ایمانی سب کا پورا یقین ہو اگر انمین سے اُسنے کسی کا بھی انکار یا شک کیا تو وہ ایمان سے خارج ہی
اور یہ ضروری ہی کہ انمین سے ہر ایک بات کو خود سمجھے اور اس مرتبہ پر کہ ہان اُسکو یقین ہوگیا کہ یون ہی ہی ولیکن یہ ضرور نہین کہ اسکو وحی کی
کیفیت بھی تحقیق ہوجاوے کیونکہ یہ تو اکابر اولیاء کو آفتابی نورانی عقل سے کچھ تحقیق ہوتی ہی تو عوام کا کیا اعتبار ہی مگر یہ بات اُسکے دل صافی
مین یقین کے ساتھ اُتر آوے کہ یہ حق ہی مین نے دل سے مانا اور اپنے رب کو وحدہ لاشریک جانا۔ یہان ایک مقام مشتبہ ہی کہ جسپر عوام توجہ
نہین کرتے ہین وہ یہ ہی کہ اعمال ثواب روزہ و نماز وغیرہ کے بہت سے مسائل ہین انکی تقلید کرنی چاہیے کیونکہ دلیل سے تحقیق کرنا انکی استعداد سے
باہر ہی لامحالہ کسی معتمد عالم سے شریعت کا حکم حاصل کرکے اُسپر عمل کرینگے خلاصہ یہ کہ اعمال و اعتقادات دونون مین سے اعمال مین تقلید جائز ہی
اگرچہ اُسکی دلیل نہ جانتا ہو کیونکہ اسمین جاننا مقصود نہین ہی بلکہ عمل کرنا مقصود ہی ہان نیت خالص اللہ تعالےٰ کے واسطے ثواب کی امید سے ہو
لہذا نیت مین تقلید نہین ہی۔ رہے اعتقادات تو انمین دلی یقین ہی اور یہ کسی دوسرے کی تقلید سے نہین ہوسکتا تو خود اپنے دل مین یقین چاہیے
ہی بس اللہ تعالےٰ کی وحدانیت کا یعنے اللہ تعالےٰ وحدہ لاشریک ہی یعنے وہی اللہ ہی کوئی اُسکے سوائے الٰہ نہین ہی اور رسول اللہ محمد صلے اللہ
علیہ وسلم کی صدق رسالت کا اور سب باتون کا جو ایمان کے واسطے چاہیے ہین اپنے دل مین یقین ہو اُنمین کسی دوسرے کی تقلید بیکار ہی یعنے
یہ بات نہو کہ فلان شخص کہتا تھا کہ مثلاً قرآن مجید اللہ تعالےٰ کا کلام وحی ہی مین بھی کہتا ہون بلکہ خود یقین کرے کہ قرآن کلام الٰہی ہی بس ہر شخص پر ایمان خود
فرض عین ہی۔ اعتقادات ایمانی کے لیے ہر مسلمان پر واجب ہی کہ ہمیشہ اپنے دلکو شیطانی وسواس سے بچائے رکھے اور اللہ تعالےٰ کی وحدانیت و
صدق رسالت و دار آخرت و جنت و دوزخ و قیامت و قبر کا بلاشک و شبہہ کے دل مین پورا یقین رکھے اور یقین کے ساتھ نماز و روزہ وغیرہ
اعمال سے بہت جلد ایک نور دل مین آجاتا ہی کہ پھر شیطان کے وسواس کو بھی کم موقع رہتا ہی اور وہ ایسا صاف پہچاننے لگتا ہی جیسے آنکھون والا
کنکر و موتی سے تمیز کرلیتا ہی اور اللہ تعالےٰ کی انتہائے درجہ کمال کی رحمت یہ ہی کہ اپنے بندہ کو اپنی معرفت و ایمان اسطرح دیدے کہ اُسکا دل یقین کے ساتھ
کھل جاوے قال اللہ تعالےٰ افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فہو علےٰ نور من ربہ۔ یعنے جو بندہ کہ کھول دیا اللہ تعالےٰ نے اُسکا سینہ واسطے اسلام
و ایمان کے وہ اپنے رب کی جانب سے نور پر ہوتا ہی۔ اور حدیث صحیح مین ہی کہ جب نور دل مین آجاتا ہی تو سینہ و دل اُسکے لیے کھل جاتا ہی
صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اُسکی کچھ نشانیان ہین فرمایا کہ ہان یہ ہین کہ دنیائے فانی سے جو دھوکے کا مقام ہی اپنے کو بچاتا ہی

اور دار آخرت کی طرف جھکتا ہی جو ہمیشگی کا گھر ہی اور موت کے لیے سامان مہیا کرتا ہی۔ اس حدیث کے موافق ہر مسلمان اپنے آپ کو پہچان سکتا ہی اور جسقدر کمی دیکھے اسی قدر کوشش کرے اور اپنے دلکو شیطانی خطرات سے اور کافرون و مشرکون کی باتون سے بچاوے اور اللہ تعالے سے عاجزی کے ساتھ ایمان کامل کی دعا مانگے اللہ تعالے ارحم الراحمین ہی انشاء اللہ تعالے اپنے فضل سے اسکو یہ نعمت عطا فرماویگا یعنے ایمان کامل جس سے بڑھکر کوئی نعمت نہین بلکہ قیاس مین بھی نہین آسکتی ہی پھر یہ یقین و ایمان کسی طرح زائل نہین ہوتا لیکن گناہ کرنے سے دل کے اوپر گھٹا البتہ چھا جاتی ہی اور اگر گناہ ہوگیا پھر اُس نے خوف سے توبہ کرلی تو اللہ تعالے اس گھٹا کو دور کردیتا ہی اسی واسطے جو کوئی توبہ نہین کرتا بیخوف ہوتا ہی وہ اسی وجہ سے کہ اُسکو کچھ یقین نہین ہوتا ورنہ ذراسی بات ہی کہ حقیر مال و متاع کی امید پر آدمی پوری مشقت اُٹھاتا ہی اور دنیاوی حاکم جو کبھی سچی بات پر واقف اور کبھی نہین واقف ہوسکتا ہی جرم قانونی کے ارتکاب سے سخت ہراسان ہوتا ہی۔ اللہ تعالے بہت حلیم و غفور ہی کہ بندون کی بدکاریون سے خود اُنکی ذات سے زیادہ علیم و خبیر ہوکر انکو رزق و صحت و مال و اولاد عطا فرماتا ہی اللھم غفرانک۔ بالجملہ کبھی یہ یقین ایسی بدکاریون سے کہ فوراً توبہ نکی ہو بے رونق و پوشیدہ ہوجاتا ہی اور کبھی اُسپر ایسے مصائب پیش آتے ہین کہ اُنکو برداشت کرنا مشکل ہوجاتا ہی بس ایسے وقت مین شیطان بہت سے شبہہ سامنے کردیتا ہی تو بعضے بدقسمت جنکے واسطے ازلی شقاوت لکھی ہی مرتد ہوجاتے ہین اور بعضے خوش قسمت جنکے حق مین ازلی سعادت لکھی ہی ان شبہات کو رد کردیتے ہین اور یقین مین فرق نہین آنے دیتے اگرچہ جان جاتی رہے۔ اب یہ بیان ضرور ہی کہ یقین دلی تو ہر حال مین باقی رہنا چاہیے ولیکن کیا شرع شریف مین اس یقین کے برخلاف ظاہری عمل کرنا جائز ہی اگرچہ ظاہری عمل ایسے ہون کہ جو اس امر پر ظاہر مین دلالت کرتے ہون کہ دل مین یقین نہین ہی۔ توضیح یہ ہی کہ بالاتفاق ایسے اعمال نہین جائز ہین سوائے ایک صورت کے اور وہ صورت یہ ہی کہ کسی دشمن نے اُسپر اکراہ کیا اور وہ دل کے یقین کو تو جان نہین سکتا پس دل مین یقین و اطمینان رہا اور ظاہر مین سے قول و فعل ایسا کیا جس سے ظاہر ہو کہ دل مین بھی یقین توحید نہین ہی تو یہ معاف ہی۔ پھر اکراہ کے معنی جاننا ضرور ہی واضح ہو کہ اکراہ زبردستی خوف دلاکر مجبور کرنا۔ وہ دو طرح کا ہی ایک یہ کہ جان تلف کرنے کا خوف دلایا دوم یہ کہ مال لینے یا قید کرنے یا کوڑے مارنے وغیرہ کا خوف دلایا۔ پھر یہ شرط ہی کہ خوف دلانے والا ایسا کرسکتا ہو۔ ائمہ حنفیہ مین اختلاف ہی کہ اکراہ فقط ایسے شخص سے معتبر ہی جو سلطان ہو یعنے صاحب سلطنت و غلبہ ہو یا ہر ایسے شخص سے ہوسکتا ہی جو اس فعل پر قادر ہو جسکی دھمکی دیتا ہی۔ اور یہی ہوسکتا ہی کہ سلطنت سے بھی مراد اسی قدر غلبہ و قوت ہی کہ جس بات کی دھمکی دیتا ہی وہ کرسکتا ہو تو دونون قول کے معنے ایک ہی ہوجاوینگے بہرحال فتوے اسی پر ہی کہ اسکو قدرت مذکورہ حاصل ہونا چاہیے سلطان ہو یا کوئی اور ہو۔ اب جاننا چاہیے کہ دوسری قسم کے اکراہ مین ظاہری قول و فعل کفر کا کرنا بھی روا نہین ہی اور پہلے قسم کی اکراہ مین جبکہ جان کا خوف ہو ظاہری قول و فعل کفری کرنا روا ہی جب کہ دل کا یقین برقرار ہو۔ آیت مین اسی کا استثناء ہی اور مباح ہونے سے یہ مراد ہی کہ اگر قتل ہوجاوے اور یہ بھی نہ کرے تو ثواب عظیم و رحمت آخرت و رضوان کریم پاوے۔ محمد بن الحسن رحمہ اللہ تعالے سے ایک روایت نقل کیجاتی ہی کہ ظاہری قول و فعل کفری سے اگرچہ وہ اللہ تعالے کے یہان مومن رہیگا لیکن ظاہر مین اسپر حکم دیدیا جائیگا کہ مرتد ہوا اور اُسکی عورت اُسکے نکاح سے باہر ہوجائیگی۔ اور یہ روایت مختار نہین ہی واضح ہو کہ اگر درحقیقت دل سے بھی اُس نے یقین کھو دیا اور ظاہر مین بھی کفر کیا ہو پھر اُس نے دل سے توبہ کرکے رجوع کرلیا تو مسلمان ہو جائیگا۔ اب اگر ایک شخص نے ظاہر مین کفر کیا پھر دعوے کیا کہ مین نے دل سے یقین نہ چھوڑا تھا اور اُسکی عورت نے دعوے کیا جسکے مرتد ہوجانے کی وجہ سے میرا نکاح نہین رہا ہی مین اُسکے ساتھ حرام طور پر نہین رہ سکتی ہون مجھے میرا مہر ملے اور مین اب اس سے

بکلی بھی نہین کروگی تو اسوقت مین یہ دشواری ہوگی کہ مرد کی نیت کا حال کیونکر معلوم ہو - اور یہ بحث طویل ہو فتاوے ہندیہ کے
مسائل سے تلاش کرو اور مترجم اس مقام پر بعض روایات متعلق تفسیر لاتا ہو جنمین اس قسم کا اکراہ بعضے صحابہ رضوان اللہ علیہم
اجمعین پر واقع ہوا - ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت
کرنے کا ارادہ کیا تو اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میرے ساتھ سے متفرق ہو جاؤ پس جسکو قوت ہو وہ اخیر رات تک تاخیر کرے اور
جسکو قوت نہو وہ اول ہی رات مین چلا جاوے پھر جب تم سنو کہ مین نے کسی سرزمین پر قرار پکڑا تو مجھ سے ملجانا پھر حضرت بلال وعمار
وخباب اور قریش کی ایک باندی جو مسلمان ہو گئی تھی مکہ مین رہ گئی کہ صبح ہو گئی پس مشرکون نے ان سب کو پکڑ لیا اور ابو جہل اُنکی ایذا پر
سرغنہ ہوا پس بلال کو کہا کہ پھر کافر ہو جاوے مگر نوز بعین ایسا جما ہوا تھا کہ اُنھون نے صاف انکار کیا تو مکہ کی تمازت آفتاب مین جہان
پچھاڑے پڑجاتے ہین بلال کو لٹاکر اُنپر لوہے کے جلتی زرہ رکھتے پھر پہناتے اور کہتے کہ شرک کرے اور بلال کہے جاتے کہ وہ ایک ہی ہو
وہ ایک ہی ہو اور خباب کو باندھکر کانٹون مین گھسیٹتے تھے اور عمار رضی اللہ عنہ نے اُنسے ایسا کلمہ کہا جو اُنکو اچھا معلوم ہوا اور رہی
وہ باندی تو اُس نے انکار کیا پس ابو جہل ملعون نے چار میخین گاڑکر اُسکے چارون ہاتھ باندھے اور اُسکی شرمگاہ مین نیزہ مارکر اُسکو قتل کر دیا
رضی اللہ عنہا رضوانا کاملا پھر اُن لوگون نے بلال وخباب وعمار کو چھوڑا تو یہ لوگ بھاگکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ
پہونچے اور اپنے حال سے آگاہ کیا مگر عمار رضی اللہ عنہ پر وہ اپنا کلمہ جو کہا تھا نہایت شاق تھا اور اُنھون نے نہایت خوف وہراس سے
جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ جسوقت تو نے وہ کلمہ کہا تھا اسوقت تیرے دلکی
کیا کیفیت تھی کیا اُس کلام کے واسطے کھل گیا تھا جو تو نے کہا یا نہین پس عمار نے عرض کیا کہ نہین - اللہ تعالے نے نازل فرمایا الامن اکرہ
وقلبہ مطمئن الآیہ یعنے یہ آیت نازل ہوئی - شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی
کہ اس آیت کا نزول عمار بن یاسر کے حق مین ہو جبکہ مشرکون نے اُسکو سخت ایذائین دین تاکہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے کفر کرے پس اُنکے
ساتھ عمار نے مشرکون سے موافقت کی پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس عذرخواہی کرتے ہوئے آئے اور اللہ تعالے نے آیت
اُتاری یہی قال الشعبی وقتادہ وابو مالک - اور بیہقی وابن جریر نے عمار بن یاسر کے قصہ کو روایت کیا اور اسمین یہ بھی ہو کہ عمار نے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو برا کہا اور مشرکون کے بتون کی تعریف کی اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اپنے دل کو
کیسے پاتا تھا تو کہا کہ ایمان پر مطمئن تھا تو آپ نے فرمایا کہ ان عادوا فعد یعنے پھر اگر دوبارہ اتفاق ہو تو تجھے ایسا کرنے کا اختیار ہے
اسی واسطے علما نے کہا کہ اگر کفر پر اکراہ کیا جاوے تو جان باقی رکھنے کے واسطے ظاہر مین موافقت کرنی جائز ہو - اور یہ بھی جائز ہو
کہ موافقت نہ کرے اور انکار کرے جیسے بلال رضی اللہ عنہ نے کیا حالانکہ مشرکین سخت ایذائین دیتے تھے کہ شدت حرارت مین اُنھون نے
بڑا پتھر اُسکے سینہ پر رکھا اور شرک کو کہا مگر انکار کیا اور یہی کہے گئے کہ وہ واحد ہو وہ اکیلا ہو اور کہا کہ اگر اس سے بڑھکر تمہارے جلانے
والے کسی کلمہ کو جانتا تو وہ کہتا رضی اللہ تعالے عنہ - اسی طرح حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہوا کہ جب مسیلمہ کذاب نے اُنسے
کہا کہ تو محمد کو رسول اللہ جانتا ہو فرمایا کہ ہان بیشک پھر کہا کہ مجھے رسول اللہ جانتا ہو فرمایا کہ نہین تو کذاب نے اُنکو ٹکڑے ٹکڑے کر کے
کاٹا مگر وہ اسپر ثابت قدم رہے رضی اللہ عنہ - انتہے ملخصا - واضح ہو کہ عمار بن یاسر سے سوال کرنا دلیل ہو کہ اُس حالت کی نیت معتبر ہو
پس فقہا نے یہان تین صورتین لکھی ہین ایک یہ کہ اُسوقت کفر کی نیت وتصدیق بھی ہو جاوے تو ظاہر ہو کہ وہ شخص مرتد ہو گیا لیکن پھر

اگر توبہ سے رجوع لاوے تو قبول کیا جائیگا۔ دوم یہ کہ اُسوقت اُسکے دل مین کوئی نیت ہی مستحضر نہو مثلاً اُسکے دل مین صرف خوف ودہشت اس فعل کی ہو نہ ایمان کا خیال ہو نہ کفر کا ولیکن کفر کا فعل کرتا ہو اسمین اختلاف ہی بعض نے کہا کہ اصل مین ایمان تھا وہی رہا اور بعض نے کہا کہ نہین بلکہ مرتد ہو جانے کے واسطے قلب کا مطمئن بایمان ہونا چاہیے اور تفصیل کلام فتاوے مین ہو اور سوم یہ کہ اسکا دل مطمئن بایمان ہو اور معنی طمینان کے یہین کہ ان امور تکلیف کو اور ان افعال کو جو کفر کے کرنے پڑے سب کو خارج سے سمجھے اور دل مین ایمان کو بے لگاؤ اور شک کے رکھے تو ایمان اپنے حال پر ہو۔ اور حدیث صحیح مین ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہو کہ اے ابوہریرہ شرک نہ کرنا اگرچہ تو قتل کیا جاوے یا آگ مین جلایا جاوے اور ایک حدیث صحیح مین ہو کہ اگلی امتون مین ایسے ہوتے تھے کہ انمین سے ایک کے بدن کا گوشت لوہے کے پنجہ سے بدن مین چھیدکر نوچا جاتا لیکن وہ دین سے نہین پھرتا تھا اور کسی کے سر پر آرا چلاکر دو ٹکڑے کردیا جاتا اور وہ دین سے منھ نہین موڑتا تھا۔ قرطبی رحمہ اللہ تعالے نے نقل کیا کہ مفسرین واہل العلم نے اجماع کیا ہو کہ جس شخص پر کفر کرنے کے لیے اکراہ کیا جاوے یہانتک کہ اُسکو اپنے قتل کا خوف ہو تو ظاہری کفر کرنے مین مضائقہ نہین جبکہ اسکا دل ایمان پر مطمئن ہو اُسپر کفر کا حکم نہ دیا جائیگا اور اُسکی جورو اُسکے نکاح سے بائن نہو گی۔ مترجم کہتا ہو کہ ظاہر یہ ہو کہ خود اُسکی نیت کا اعتبار اُسکے قول سے ہو جائیگا اور کسی دوسری دلیل کی ضرورت نہین ہو اور جورت پر بھی حجت ہو گا خلاصہ یہ کہ یہان حقیقی کفر تو نہو گا لیکن دنیاوی ظاہری احکام مین اسکا قول حجت ہو گا یا نہین تو بمنقل قرطبی رحمہ اللہ تعالے حجت ہو گا۔ اور عمار رضی اللہ عنہ کا اقرار بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اعتبار فرمایا فافہم۔ واضح ہو کہ اصول مین مسئلہ ہو کہ لزوم سے کافر نہین ہوتا مثلاً جیسے اس زمانہ مین بعضے جاہل لوگ آپس مین تکفیر کرتے ہین کہ حنفی مذہب حنفیہ کا مقلد ہو تو اُس نے دوسرے عالم کا قول امر ونہی مین مانا تو لازم آیا کہ اُس نے رب بنایا بدلیل قولہ اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا الآیہ وبتفسیر حدیث عدی بن حاتم کہ جسکا خلاصہ یہ ہو کہ رب بنانا انکا یہ تھا کہ اُنکے امر ونہی مین اتباع کرتے تھے پس مقلد معین مشرک ہو اسمین دو قسم کی جہالت ہو اول یہ کہ اصول محکمہ واعتقادات بھی نہین بلکہ فروع مین کلام ہو دوسرے کفر بواح یعنی صریح کا یہان دخل تک نہین اور لازم لگا کر تکفیر کی حالانکہ تکفیر بلازم خلاف اجماع مسلمین ہو اور خود یہ لوگ بہت سے شرک خفی سے اپنے آپ کو پاک نہین کہسکتے جیسے خالق افعال نے الواقع اللہ تعالے عزوجل ہو اور ہر قسم کے افعال پر انکی نظر زید وبکر کی طرف بلکہ اپنے نفس کی طرف ہوتی ہو پس حلال نہین ہو کہ ایسے سفیہ وبے علم لوگ تکفیر وتضلیل کا فتوے دین اور اہل قبلہ کی تکفیر کرین پھر واضح ہو کہ مرتد کی دو قسم مین ایک مرد کہ اُسکی آخری سزا قتل ہو اور عورت مرتدہ قتل نہ کیجائیگی۔ دوم طفل جسکے اسلام کا حکم اُسکے والد کی تبعیت مین کیا گیا تو بعد بلوغ کے اگر مرتد بالغ ہو تو قتل نہ کیا جاوے۔ پھر امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے ذکر کیا کہ امام احمد نے باسنادہ عکرمہ رحمہ اللہ تعالی سے روایت کی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کچھ لوگون کو جلا دیا جو اسلام سے مرتد ہو گئے تھے یہ خبر ابن عباس رضی اللہ عنہ کو پہونچی تو کہا اگر مین ہوتا تو آگ مین نہ جلاتا کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ اللہ تعالے کے عذاب سے مت عذاب کرو مگر وہ کرتا جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ جو اپنا دین بدل ڈالے اُسکو قتل کر دو پس یہ خبر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پہونچی تو فرمایا ویح ام ابن عباس رواہ البخاری ایضاً۔ اور امام احمد نے باسناد خود ابو بردہ رضی اللہ عنہ (ابن ابی موسے اشعری ۱۲) سے روایت کی کہ ابو موسے رضی اللہ عنہ کے پاس یمن مین معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آئے جنکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یمن پر عامل مقرر فرمایا تھا پس ابو موسے رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص دیکھا تو پوچھا پس انھون نے کہا کہ یہ شخص یہودی تھا مسلمان ہوا پھر یہودی ہو گیا اور ہم دو مہینہ سے اسکو اسلام کی طرف پھیرنا چاہتے ہین یہ سنکر معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واللہ مین کھڑے سے نہ بیٹھونگا جب تک تم اُسکی گردن نہ مارو اور فرمایا کہ اللہ تعالے واُسکے رسول کا

[illegible]

حکم کے موافق ہی کہ جو شخص اپنے دین سے پھرے یا کہا کہ بدلے اُسکو قتل کردو۔ یہ قصہ صحیحین مین دوسرے الفاظ سے ہی۔ شیخ نے لکھا کہ مسلمان جو اکراہ مین پھنس جاوے اُسکے حق مین افضل یہ ہی کہ دین پر ثابت قدم رہے اگرچہ اس سے وہ قتل کردیا جاوے چنانچہ حافظ ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی صحابی کے حال مین لکھا کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کو رومی لڑائی مین قید کرکے لیگئے اور قسطنطنیہ مین اپنے بادشاہ کے پاس لائے بادشاہ نے کہا کہ رشریف القوم ہی نصرانی ہوجا مین اپنی بیٹی تیرے بیاہ مین دونگا اور اپنی بادشاہت مین شریک کرونگا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمام ملک جسکا تو مالک ہی اور تمام ملک جسکے عرب مالک ہین اگر یہ سب تو مجھے دے اسپر کہ مین دین محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے پھر جاؤن تو ایک دم پلک مارنے تک کے واسطے بھی نہ کرونگا۔ بادشاہ نے کہا کہ تو پھر مین تجھے قتل کردونگا۔ فرمایا کہ تجھے اپنے قصد کا اختیار ہی پس بادشاہ نے حکم دیا تو سولی پر چڑھائے گئے اور تیراندازون کو حکم دیا اُنھون نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پاؤن کے پاس سے تیر نکالے پینے بچادیا اور بادشاہ اُنسے کہتا جاتا کہ اب بھی نصرانی ہوجا مگر ہر طرح اُنھون نے انکار کیا تو اُنکو سولی پر سے اُتروایا اور ایک کڑھائی آہنی لاکر اُسکے حکم سے رکھا گیا اور تیل گرم کیا گیا اور اُس نے مسلمان قیدیون مین سے بعضے منگواکر اُنمین ڈلوائے کہ تھوڑی دیر مین اُنکی ہڈیان سپید سپید اوپر اُترانے لگین پھر عبداللہ رضی اللہ عنہ پر نصرانیت پیش کی مگر اُنھون نے انکار کیا تو حکم دیا کہ اُسکو بھی اسی کڑھاؤ مین ڈال دو پس چرخ کے ذریعہ سے اوپر اُٹھائے گئے تاکہ ڈال دیے جاوین پس حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ روئے تو اُسکو طمع ہوئی کہ ڈر کر مان جاویگا پس اُتروایا تب عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مین فقط اس بات سے رویا کہ اے رب میرے پاس فقط یہ جان حقیر ہی کہ ایک دم مین اس کڑھاؤ مین ختم ہوجائیگی مجھے آرزو تھی کہ جسقدر میرے بدن پر بال ہین اسقدر میری جانین ہوتین کہ اللہ تعالے کے واسطے ہر ایک پر ایسا عذاب ہوتا۔ بعض روایات مین آیا ہی کہ اُس نے ایک دم کی تکلیف اُنکے کلام سے سنکر اپنی عداوت سے اُنکو قید کیا اور چند روز تک کھانا پانی بند کردیا پھر اُنکے پاس شراب و سور کا گوشت بھیجا مگر اُنھون نے اقرار نہ کیا پھر بلاکر پوچھا کہ تو نے کیون نہین کھایا تو فرمایا کہ یہ تو میرے واسطے حلال ہوگئی تھی مگر مین نے نہ چاہا کہ تو میرے حق مین یا اسلام کے حق مین بدگوئی کرسکے۔ آخر بادشاہ نے کہا کہ تو میرے سر کا بوسہ لے مین تجھے چھوڑدونگا کہا کہ فقط مجھے چھوڑدیگا بولا کہ اور تیرے ساتھ تمام مسلمان قیدیون کو چھوڑدونگا پس اُسکے سر کا بوسہ لے لیا اور بادشاہ نے اُنکو مع تمام مسلمان قیدیون کے رہا کردیا پس جب واپس ہوکر آئے تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر حق ہی کہ عبداللہ بن حذافہ کے سر کا بوسہ لیوے اور مین شروع کرتا ہون پس کھڑے ہوکر عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سر کا بوسہ لیا۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ روایت صریح ہی کہ حق عزوجل کی محبت مین صحابہ رضی اللہ عنہم کو وہ مرتبہ تھا کہ جسکا اندازہ نہین ہوسکتا ہی اور اسطرح جانبازی کرتے اور اس جمال جلال کیواسطے اپنی جان کو بہت حقیر جانتے تھے اور آدمی کو اپنے شیخ و اُستاد کے ہاتھ چومنا اور پیر کو مرید کے سر کا بوسہ لینا جائز ہی۔ اور یہ مین اشارات و معارف و اسرار ہین کہ جو بندے اہل الحق و اہل دل ہین وہی سمجھ سکتے ہین مترجم کی وسعت سے باہر ہین فافہم واللہ تعالے اعلم۔ اب تلخیص کلام یہ ہی کہ اللہ تعالے نے آیت مین مرتد ہونے والون کا حکم بیان کیا ولیکن دل سے ایمان پر ثابت رہنے والون کو اکراہ کی حالت مین ظاہری افعال سے مستثنیٰ فرمایا پس بعض علماء سے نقل ہی کہ اکراہ کی صورت مین اگر دل با یمان مطمئن رہا تو اللہ تعالے کے نزدیک وہ مومن ہی لیکن ظاہر مین اُسکی جورو بائنہ ہوجائیگی۔ اگر کہا جاوے کہ پھر کیا وہ قتل کیا جائیگا تو ان بعض کی طرف سے جواب یہ ہی کہ نہین بلکہ اسکا اقرار ظاہر مین جدید ایمان پر محمول ہوگا۔ لیکن صحیح یہ ہی کہ ظاہر مین بھی حکم ارتداد جاری نہوگا۔ پھر بعض علماء نے جنمین حسن بصری و شافعی و اوزاعی وغیرہ بھی ہین کہا کہ اکراہ کی صورت مین اُسکو زبانی کفر کے قول کی اجازت ہی اور فعل کفر مانند غیر خدا کو سجدہ کرنے وغیرہ کی اجازت نہین ہی

ولیکن یہ قول بھی ظاہر آیت کے لائق نہین ہی سب صحیح یہی ہی کہ قول وفعل دونون کی اجازت ہی اور شافعی رحمہ اللہ تعالے سے اسکی ثبوت مین کلام ہی
اور جمہور علماء وموافق نقل قرطبی کے اجماع مفسرین علماء کے مطابق اکراہ کی صورت مین جبکہ قلب مطمئن بایمان ہو ارتداد وعذاب مدفوع ہی لیکن
اگر کوئی شخص صبر کرے یہانتک کہ قتل ہوجاوے تو ثواب عظیم پاوے - اب رہا وہ بدبخت کہ دین اسلام وتوحید عزوجل سے مرتد ہوجاوے وہ
قتل کیا جاوے اور یہ دنیاوی عذاب ہی اور آخرت مین بحکم الٰہی اسپر عذاب عظیم ہی ذٰلِكَ یہ غضب وعذاب عظیم - بِاَنَّهُمُ اس سبب سے ہی
کہ انھون نے - اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا محبت سے اختیار کر لیا حیات دنیا کو - عَلَى الْاٰخِرَةِ آخرت پر - معلوم ہوا کہ
ادنے درجہ ایمان کا یہ ہی کہ آخرت کو دنیا سے بہتر سمجھے - اگر کہا جاوے کہ ہر شخص موت کو ناگوار رکھتا ہی تو جواب اسکا حدیث مین ہی کہ بندۂ
مومن کو وقت موت کے اللہ تعالے کی رضوان ورحمت کی بشارت دیجاتی ہی پس وہ اللہ تعالے کی لقاء کو چاہنے لگتا ہی - غرضکہ ایک چیز کا
دل سے یقین کرنا اور ہی اور کسی نفسانی خواہش سے ناگوار سمجھنا اور ہی جیسے مریض کو خوب معلوم ہوتا ہی کہ دوا مجھے مفید ہی اور بدپرہیزی مضر ہی
ولیکن باقتضاے خواہش وہ دوا کو مکروہ اور بدپرہیزی کو محبوب رکھتا ہی اور حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ جو علماے تابعین مین سے مفسر ہین
جب حجاج ثقفی ظالم نے انکو گرفتار کر کے قتل کا حکم دیا تو فرمایا کہ تو میرے قتل سے خوار وپشیمان ہوگا اُس نے تکبر سے کہا کہ مین نے تجھ سے
اچھے اچھے قتل کر ڈالے تو فرمایا کہ ہان صحیح ہی تو نے مجھ سے اچھے شہید کیے انکو حیات دنیاوی وبال تھی اور موت کے خواہشمند تھے اور مجھے
ابھی زندگی کی ہوس ہی - اُس نے نہ مانا اور شہید کر دیا - رات کو چنکر خواب سے چونک پڑا اور بیان کیا کہ سعید مجھ سے کہتے ہین کہ اُٹھ جیل مین
تیرے انتظار مین ہون پھر اُسکے لوگون نے ہر چند اُسکی طمانیت کی مگر تسکین نہوئی آخر اسکے بعد چالیس روز زندہ رہ کر مر گیا - غرضکہ
جس نے یقین کے ساتھ دنیا کو فانی اور آخرت کو باقی جانا وہ دنیاوی زندگی کے واسطے بھی ایمان وآخرت کو ترک نہین کریگا اسی واسطے مرتد
ہونے والون کو فرمایا کہ انھون نے آخرت کو چھوڑا اور حیات دنیا کو اختیار کر لیا - وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ
اور اللہ تعالے راہ نہین دیتا ایسی قوم کو جو منکر ہین یعنے آخرت پر یقین نہین رکھتے اور حق یہ ہی کہ جس نے اللہ تعالے عزوجل سے کفر کیا اور اُسکی
شان وقدرت کو بھلایا وہ حد قیاس سے زیادہ الٹی راہ چلتا ہی کیونکہ وہ خود عجائب قدرت کا نمونہ موجود ہی پھر اللہ تعالے کی قدرت ایسی
بے انتہا وسیع ہی کہ ملک آخرت وتمام جنت ودوزخ اُسکی قدرت کا ایک ذرہ ہین - پس اندازہ کرو کہ یہ لوگ کس چیز کا انکار کرتے ہین -
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ایسے ہی لوگ وہ ہین جنکے دلون پر اور
کانون پر اور آنکھون پر اللہ تعالے نے مہر کر دی ہی - یہ بھی عجائب صنعت الٰہیہ ہی کہ بظاہر یہ لوگ خوب سنتے اور خوب تیز نظر سے دیکھتے
ہین لیکن اہل معرفت کو کسقدر صاف نظر آتا ہی کہ اللہ اکبر اُسکی قدرت ہی کہ یہ لوگ حق سے ایسے اندھے وبہرے واحمق ہین - واضح ہو کہ انسان
کو شرف تمام جانورون پر اسکی فہم وبصیرت وسماعت سے ہی کہ جو کافرون سے مہر کی ہوئی ہین تم نہین دیکھتے کہ ظاہری بینائی تو گدھ وغیرہ جانورون
مین بہت تیز ہی اور بیا پرند کیسی خوبصورتی سے بغیر ہاتھون کے گھونسلا بناتا ہی اور مانند اسکے حواس اکثر جانورون مین انسان سے زیادہ اور
قوت زیادہ ہی پس بلاشبہہ انسان کو شرف باعتبار حواس کے نہین بلکہ عقل سے ہی اور اللہ تعالے کی قدرت ہی کہ باوجود صحیح حواس کے
کافرون کے حواس پر مہر ہی کہ بیہوش ہین - وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ اور یہی لوگ غافل ہین - جب معلوم ہو گیا کہ اس
دار فانی کو چھوڑ کر دار باقی مین جانا ضرور اور موت سر پر ہی مگر کافر نے اسکی کچھ پروا نہکی اور ہمت تمام اسی مین مصروف کی جسکو کل چھوڑ جائیگا
اور وہان عذاب مین پڑیگا اور وہ عذاب بھی مین زمانہ بزمانہ ترقی کرتا جائیگا تو اس سے بڑھکر غفلت کون ہی کہ یہان بالکل کوئی نیکی اُسکے

پاس نہین ہی لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ٹھیک ہی کہ یہ لوگ آخرت مین فقط یہی خسارت مین ہین کیونکہ اول تو اُنھون نے غضب الٰہی کمایا دوم مستحق عذاب عظیم ہوئے سوم حیات دنیا کو پسند کر کے آخرت چھوڑی چہارم ہدایت سے محروم ہوئے پنجم دل و آنکھ و کان پر مہر ہوئی ششم غفلت مین انتہا درجہ کو پہونچے ہین نعوذ باللہ تعالےٰ من ذلک

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ

پھر یون ہی کہ تیرا رب اُن لوگون پر کہ وطن چھوڑا ہی بعد اسکے کہ بچلائے گئے پھر لڑتے رہے اور ٹھہرے رہے تیرا رب

مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى

ان باتون کے بعد بخشنے والا مہربان ہی جسدن آویگا ہر جی جواب سوال کرتا اپنی طرف سے اور پورا ملیگا

كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۞

ہر کسیکو جو اُسنے کمایا اور اُنپر ظلم نہوگا

یہ اور ایک قسم ہی جو اسلام لائے۔ شیخ نے لکھا کہ مکہ مین کمزور پڑے تھے اُنکی قوم اُنپر تکلیف سے عذاب کرتی تھی اور زنجیرون مین قید رہتے تھے پس انھون نے مجبور ہو کر مشرکون کے ساتھ موافقت کی پھر اللہ تعالےٰ نے انکو قابو دیا پس اپنے اہل و عیال و مال چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے اور مومنون کے ساتھ ہو کر کافرون سے جہاد کیا اور صبر کے ساتھ رضاے الٰہی حاصل کرنے مین قائم رہے تو اللہ تعالےٰ نے رحم فرما کر انکو بخشدیا کشاف مین لکھا ہی کہ ثم اس مقام پر دونون حال مین فرق بعید کے لیے ہی یعنے حال اُن لوگون کا جنھون نے مثل بلال و عمار کے تکلیفات اُٹھائین اور جو اُسپر کچھ موافقت کی ہو مگر علٰحدہ ہوگئے اور حال دوسرون کا جنھون نے اتفاق کر دیا مگر فتنہ مین مبتلا ہو کر پھر ایک وقت مین خلاص ہو کر ہجرت و جہاد و صبر کیا۔ اور بظاہر کلام اسکا مقتضے ہی کہ یہ عموماً اُن صحابہ کا بیان ہی جنھون نے ایذائین اُٹھائین پھر ہجرت کر کے صبر کیا۔ ثم یعنے پھر واضح ہو کہ۔ اِنَّ رَبَّكَ تیرا رب۔ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا اُن بندون کے لیے جنھون نے مہاجرت کی بعد ازانکہ فتنہ مین پڑے بقراءۃ مجہول یا جنکو کافرون نے فتنہ مین ڈالا بقراءۃ معروف۔ ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا پھر جہاد و صبر کیا۔ پس حاصل یہ کہ اول تو اُنھون نے فتنہ برداشت کیا جو درحقیقت اللہ تعالےٰ کی طرف سے امتحان تھا اور چونکہ ظہور انوار و معارف برکت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُنپر مشاہدہ تھا تو امتحان بھی زائد تھا پس اُنھون نے اس فتنہ مین مضبوطی سے ایمان نہ چھوڑا اور اُسی پر قائم رہے پھر اُنھون نے ہجرت کی یہ ہجرت کہ سے مدینہ کو تھی یا حبشہ کی طرف والی ہجرت بھی شامل ہو۔ پس آل و اولاد و مال و وطن سب چھوڑ دیا اور اللہ تعالےٰ و اُسکے رسول کیواسطے خلوص نیت رکھی پھر جہاد کیا یعنے اللہ تعالےٰ کے واسطے اُسپر اپنی جان فدا کی کہ اُسکا کلمہ بلند ہوا ور اُسکی مخلوق نیک راہ لگے پس جان فدا کی اور پھر بغیر مال و متاع کے اور ہر طرح کی تنگی کی تکلیفات پر صبر کیا۔ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ یعنی ایسی طاعت کے بعد تیرا رب بے شبہہ غفور رحیم ہی گویا اس سے آگاہ فرمایا کہ رب عزوجل کی مغفرت بہت وسیع ہی لیکن ایسی طاعت کے بعد تو قطعی مغفرت ہی پھر اس مغفرت کے ظہور کا وقت اگرچہ موت کے وقت ہی شروع ہو جاتا ہی پھر پورا وقت بتلا دیا کہ۔ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا یعنے اُس دن کہ کوئی کسی کے کام نہ آویگا باپ بیٹا جورو بیٹی سب اپنے اپنے نفس کی فکر مین محتاج ہونگے ہر نفس اپنے نفس کی طرف محبت لاویگا کوئی دوسرا کام نہ آویگا پھر اگر اسمین ایمان سلامت ہی اور کوئی کام اُس نے رضاے حق عزوجل کا کیا ہی تو اُسکے واسطے شفاعت بھی ہی اور انجام کو نجات و مغفرت ہی۔ اور شاید یہ معنے ہون کہ ہر نفس پر اُسکے ہاتھ پاؤن گواہ ہونگے نیکی ہو تو نیک گواہ اور

ع ۱۴ ۲۰

بدی ہو تو برائی کے گواہ ہونگے اور حدیث مین ہو کہ آخر آدمی اپنے اعضا سے کہیگا کہ تمھاری کمبختی ہو کہ تمھاری طرف سے تو مین جھگڑتا تھا۔ **وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ** ۔ اور ان پر کچھ ظلم نہوگا یعنے بدی کے بدلے کچھ بڑھایا نہ جائیگا اور اللہ تعالے چاہے کم کردے اور نیکی کے ثواب سے کچھ کم نہ کیا جائیگا مگر اللہ تعالے ایک نیکی والے کو بہت کچھ بڑھا دیگا اور اسپر اپنا فضل عظیم عطا فرمادیگا پھر واضح ہو کہ فتنہ کے اقسام مین اعلے یہ ہو کہ دار الکفر وغیرہ مین آدمی اپنے ایمان کے ساتھ طاعت رب عزوجل ادا کرنے سے باز رکھا جاوے اور اسمین بہت سی صورتین ایسی پیدا ہوتی ہین کہ خود بخود فتنہ مین پڑتا ہو مثلاً اسکو رزق حلال ملنے کی صورت نہو یا ہو تو بغیر معصیت نہو اور ادنے اقسام مین سے دار الاسلام کے اندر بہت ہین جیسے امر معروف یا نہی از منکر نہ کرے یا کسی کی اولاد زیادہ اور آمدنی کم ہو ولیکن حق تعالے عزوجل نے ایسے شخص کے واسطے جو فرائض و واجبات وطاعات کو ادب سے ادا کرتا ہو اپنے فضل سے کفارات مقرر کر دیے ہین مثلاً فرض نمازین اپنے درمیان کے گناہون کے واسطے کفارات ہین اور جمعہ سے جمعہ تک اپنے درمیان کے مع تین روز زائد کے کفارہ ہین اور معیشت کی مشقت کفارہ اور باہم سلام کرنا صدقہ اور عیال کا نفقہ اسکے واسطے نیکیان وصدقہ اور خود اپنی جان کا کھانا پینا وغیرہ کفارہ وصدقہ ہو۔ غرضکہ آدمی کے واسطے خلوص نیت خود نیکیان ہین اور اللہ تعالے کا فضل عظیم ہو نیک نیت وصدق چاہیے۔ پھر جہاد کی دو قسمین ہین ایک جہاد تو کفار کے ساتھ اس نیت سے قتال کرنا کہ اللہ تعالے کی توحید کا کلمہ بلند ہو اور خلاصہ یہ کہ عدل جاری ہو ظلم مٹ جاوے اور تمام مخلوق رفاہیت وآرام سے اللہ تعالی کی عبادت کرے دوسرا قسم جہاد کی وہی بڑا جہاد ہو وہ یہ کہ اللہ تعالے کی طاعت مین حسن نیت کے ساتھ ہر دم نفس کی لڑائی اور شیطانی وساوس کی کشمکش مٹاوے اور ظاہر ہو کہ دل کو ایسے خطرات سے اور نفس کی خواہشون سے بچانا ہر دم اپنی جان سے لڑائی ہو اور ہجرت ایک تو یہ ہو کہ دار الکفر سے نکلکر کسی دار الاسلام مین اس نیت سے جانا کہ وہان اللہ تعالے کی توحید پر قیام کرے۔ شیخ ابن ملک رحمہ اللہ تعالے نے شرح مشارق مین اسکے بعد لکھا کہ کچھ مکہ سے مدینہ جانے کی خصوصیت نہین ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ ہان ہمیشہ جب انسان دار الکفر مین اسطرح مبتلا ہو کہ ایمان کا خطر ہو تو کسی ملک اسلام مین چلا جاوے اور حدیث مین ہو کہ انا بری من مسلم بین ظہرانی المشرکین۔ یعنے جو مسلمان کہ کافرون کے درمیان قیام کرے مین اُس سے بری ہون۔ رواہ الطبرانی وغیرہ۔ ولیکن مکہ مدینہ ہجرت کے واسطے اس لیے پسند کیا جاوے کہ حدیث مین ہو کہ آخر زمانہ مین ایمان ملک حجاز کی طرف ایسے سمٹ کر پھر جاویگا جیسے سانپ پھر کر اپنی بانبی کی طرف جاتا ہو پھر ہجرت کی ایک قسم اور بھی ہو اور وہ ہر وقت ہر مسلمان کو حاصل ہو سکتی ہو چنانچہ حدیث صحاح مین ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون ہجرت افضل ہو فرمایا کہ ان تہجر ما کرہ ربک۔ یعنے جو بات تیرا رب مکروہ جانتا ہو اسکو تو چھوڑ دے اور پوچھا گیا کہ مہاجر کون ہو فرمایا کہ من ہجر ما نہی اللہ عنہ۔ وہ شخص کہ جس نے ہر وہ قول وفعل چھوڑ دیا جس سے اللہ تعالے جلشانہ نے منع فرمایا ہو۔ یہ صریح ہو کہ بندۂ مومن کو ہر جگہ ہجرت کا ثواب حاصل ہو جبکہ وہ شرع کے موافق تقوے کرے۔ صبر اپنے نفس کو روکنا اُسی حد پر جہانتک اللہ تعالے نے اجازت دی ہو پھر اس سے بڑھکر طلب آخرت و رضوان الٰہی عزوجل کے لیے مشقت ومجاہدہ وریاضت پر روکے رہنا کمال ہو اور حدیث مین ہو کہ قیامت کو ندا ہوگی کہ کہان ہین صبر کرنے والے پس وہی کھڑے ہونگے تو اُنکے مراتب عالیہ وانعامات غالیہ دیکھکر اُنکے سوائے جو لوگ صابر نہین رہے تمنا کرینگے کہ کاش ہمارے جسم کی بوٹیان قینچیون سے کاٹی جاتین۔ پھر حق تعالے نے ایک مثل بیان فرمائی جسکے مصداق گزر چکے اور قیامت تک جہان کیفیت ہوگی صادق ہو

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا

اور بتائی | اللہ نے کہاوت ایک بستی تھی | چین امن سے | چلی آتی تھی | اسکو روزی | فراغت کی

مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللّٰهِ فَأَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ

ہر جگہ سے — پھر ناشکری کی اللہ کے احسانوں کی — پھر چکھایا اُسکو اللہ نے مزہ کہ اُنکے تن کے کپڑے ہوے بھوکھ اور ڈر

بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ○ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَأَخَذَهُمُ

بدلا اُسکا — جو کرتے تھے — اور اُنکو پہونچ چکا — رسول اُنھین مین کا — پھر اُسکو جھٹلایا — پھر پکڑا اُنکو

الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ○

عذاب نے — اور وہ — گنہگار تھے

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا اور اللہ تعالے نے ایک مثل بیان فرمائی۔ ضرب متضمن معنے جعل ہی لہذا متعدی بدو مفعول ہوا۔ قَرْيَةً ایک قریہ کبھی شہر کو کبھی قصبہ کو اور کبھی گانون کو بولتے ہین مفسرین کے یہان دو قول ہین اول یہ کہ مراد کوئی معین قریہ ہی دوم یہ کہ غیر معین ہی حتی کہ جس قریہ پر یہ مثال صادق آوے وہی ہو سکتا ہی قول دوم کی طرف زمخشری و بیضاوی سگئے ہین قرطبی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ تمام قریون مین سے جو اس صفت کا ہو کہ اللہ تعالے کی نعمت پر اترا کر ناشکری کرے یہ مثال صادق ہی اور جائز ہی کہ اس صفت کا کوئی قریہ مراد ہو اور یہ بھی جائز ہی کہ اگلی امتون مین سے کوئی قوم اس صفت کی ہو گذری ہو اُسی کو اللہ تعالے نے اہل مکہ کے واسطے مثل بیان فرمایا۔ اکثرون کے نزدیک قول اول راجح ہی اور وہ مکہ ہی۔ ابن عباس و عطیہ عوفی سے مروی ہی کہ وہ مکہ ہی واقدی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ مشبہ کو ذکر کیا اور مشبہ بہ کو بسبب واضح ہونے کے نہین بیان فرمایا۔ غرضکہ جمہور مفسرین کے نزدیک آیت کا نزول اہل مکہ کے حق مین ہی اور مین کہتا ہون کہ راجح قول دوم ہی اسی واسطے قریہ نکرہ ہی اور نزول آیت کا اہل مکہ کے حق مین اسکے منافی نہین ہی اسواسطے کہ مکہ والے بھی بدرجہ اولیٰ ایسے لوگون مین داخل ہین چنانچہ مکہ پر صادق آتا ہی کہ وہ ایک شہر تھا کہ كَانَتْ اٰمِنَةً بےخوف تھا چنانچہ سورہ لایلاف مین فرمایا۔ وامنھم من خوف۔ شیخ امام نے لکھا کہ اس مثل سے مراد اہل مکہ ہین کیونکہ وہ قریہ مامون تھا مُّطْمَئِنَّةً مطمئن تھا۔ جبکہ لوگ اُسکے گرد و پیش سے پکڑے جاتے مگر جو حرم کے اندر آجاتا اُسکو کوئی نہین چھیڑتا تھا۔ يَّأْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ اسکے یہان اسکا رزق آتا ہر جگہ سے چنانچہ دوسری آیت مین فرمایا۔ اولم نمکن لھم حرما اٰمنا یجبی الیہ ثمرات کل شیء۔ یعنے کیا ہم نے اُنکو مطمئن بےخوف حرم کا محرم نہین کردیا کہ اُسکی طرف ہر چیز کے ثمرات لائے جاتے ہین۔ رغد یعنے آسانی و وسعت کے ساتھ۔ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللّٰهِ پس اُس نے اللہ تعالے کی نعمتون کی ناشکری کی۔ قَالَ الشَّيْخُ یعنے اللہ تعالے کی نعمتون سے انکار کیا۔ شاید اسوجہ سے کہ اللہ تعالے کے انعامات کو بتون کی طرف نسبت دیتے تھے اور سب سے بڑی نعمت انبیاء بعثت محمد صلے اللہ علیہ وسلم تھی چنانچہ فرمایا الم تر الی الذین بدلوا نعمت اللہ کفرا واحلوا قومھم دار البوار جہنم۔ کیا تو نے نہین دیکھا ایسے لوگون کو جنھون نے بدل ڈالی نعمت اللہ تعالے کی کفر سے اور اُتارا اپنی قوم کو ہلاکت کے ٹھکانے جہنم مین یعنے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے منکر ہو کر بدر کے روز قتل ہو کر جہنم مین پڑے فَأَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ یعنے جب اُنھون نے رسول کو نہ مانا اور ہر طرح مخالفت پر جم گئے تو اللہ تعالے نے اُنکی امن و وسعت رزق کو بھوک اور خوف سے بدل دیا۔ کیونکہ جب اہل مکہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذا دی و نہ مانا تو آپ نے اُنپر بددعا فرمائی اللھم اشدد وطاتک علی مضر واجعلھا علیھم سنین کسنی یوسف۔ یعنے اے رب ہمارے تو اپنی سختی سے مضر کو روند اور یہ اُنپر کردے قحط کے سال مانند اُن سالہاے قحط کے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے وقت مین مصریون پر ہوئے تھے بس اُنکو قحط نے

گھیرا یہان تک کہ اونٹ حلال کرتے وقت پشم جنس خون لگتا اُسکو بھی کھایا اور سورۂ دخان وغیرہ سے ثابت ہے کہ بوجہ شدت بھوک کے دن کو آسمان دھوان دھار تاریک معلوم ہوتا۔ اور خوف اُنکو اُسوقت دیا جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مع اصحاب۔ اجرین کے اصحاب الفضل رضی اللہ عنہم کے یہان مدینہ ہجرت کر آئے تو آپ کی سطوت و لشکر ہاے مجاہدین کی صولت سے خوفناک ہوئے اور تباہ ہوتے رہے یہانتک کہ اللہ تعالے نے اہل ایمان کے امتحانات بھی اس درمیان مین پورے کیے اور مکہ اپنے رسول و مومنین کے واسطے فتح کر دیا۔ یہ سب جو واقع ہوا۔ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ بوجہ اُنکی شرک و بد اعمالیون کے جنمین سب سے زیادہ تکذیب و ایذاے رسول تھی واقع ہوا وَلَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوهُ اور کچھ شک نہین ہے کہ آیا اُنکے پاس رسول اللہ کا اُنھین مین سے سو اُسکو جھوٹا بنایا۔ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظَالِمُونَ پس پکڑا اُنکو عذاب نے درحالیکہ وہ ظالم تھے۔ یعنے اپنی جانون پر اُنھون نے ظلم کیا کہ اُسکو عذاب دائمی مین مبتلا کیا پس کبھی مبتلاے قحط ہوئے اور کبھی بدر مین قتل ہوئے اُنکی تجارتین جاتی رہین لوگون نے غلہ بھیجنا موقوف کر دیا عزت و امن و رزق جاتا رہا بجاے اُسکے خوف و تنگی مین پڑے اور جو مرا وہ عذاب ابدی مین پڑا یہان تک کہ اللہ تعالے نے مکہ فتح کر دیا۔ اور اُس گروہ ناشکر کے ضد اصحاب مہاجرین و اہل مدینہ کے اصحاب انصار شکر گزار تھے کہ اللہ تعالے نے اُنکو بعد خوف کے امن دیدیا اور بعد تنگی کے وسیع الرزق کیا اور اُنکو قیامت کے واسطے سردار کر دیا۔ قال الشیخ رحمہ اللہ تعالے یہ جو ہم نے کہا کہ یہ مثل اہل مکہ کے واسطے ہے یہی عوفی نے ابن عباس سے روایت کیا اور یہی قول مجاہد و قتادہ و عبدالرحمن بن زید کا ہے اور یہی امام مالک نے زہری سے نقل کیا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ مقصود وقت نزول کے اگرچہ مکہ ہو لیکن مفاد اس مثل کا ہمیشہ ہر ایسے قریہ کے واسطے ہے جو انعامات الٰہی کے ساتھ اترا کر معصیات سے ناشکری کرے اور اسی معنے مین وہ روایت ہے جو شیخ نے امام ابو جعفر کی تفسیر سے نقل کی کہ مجھ سے حدیث فرمائی ابن عبدالرحیم برقی نے کہا مجھ سے حدیث کی ابن ابی مریم نے کہا ہم سے حدیث کی نافع بن یزید نے کہا ہم سے حدیث کی عبدالرحمن بن شریح نے کہا کہ ہم سے عبدالکریم بن الحارث الحضرمی نے کہا کہ مین نے بن ہاعان کو کہتے سُنا کہ مین نے سلیم بن نمیر رحمہ اللہ تابعی سے سُنا فرماتے تھے کہ ہم لوگ ام المومنین حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک بی بی کے ہمراہ حج سے لوٹے اور اُس زمانہ مین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ رسول اللہ مدینہ مین اپنے مکان مین گھرے تھے مصری باغیون نے اُنکو گھیرا تھا تو حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا راہ مین پوچھتی آئین کہ کیا انجام ہوا یہانتک کہ دو سوارون کو دیکھکر بلوایا پوچھا تو اُنھون نے عرض کی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے پس حضرت ام المومنین نے یہ سنکر استرجاع کیا اور فرمایا کہ قسم اُسکی جسکے قبضہ مین میری جان ہے کہ یہ وہی قریہ ہے جسکے حق مین اللہ تعالے نے فرمایا وضرب اللہ مثلا قریۃ کانت امنۃ یاتیہا رزقہا الآیہ۔ اور ابن شریح نے کہا کہ مجھے عبید اللہ بن المغیرہ نے ایسے شخص سے جس نے اس سے بیان کیا تھا خبر دی کہ سلیم بن نمیر کہا کرتے کہ وہ مدینہ ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ بوجہ شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فتنہ عظیم برپا ہوئے اور صحیح بخاری مین حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے وقت مین اُسکو جانتے تھے ولیکن جو کچھ اللہ تعالے چاہتا ہے وہ واقع ہوتا ہے۔ **فـ** اس آیت مین ایک نکتہ بلاغت زبان عربی کے متعلق بیان کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالے نے فرمایا فاذاقہا اللہ لباس الجوع والخوف۔ یعنے چکھایا اللہ تعالے نے اس قریہ والون کو لباس بھوک و خوف کا۔ اور یہ نہین فرمایا کہ پہنایا اُسکو لباس جوع و خوف۔ یہ استعارہ بہت بلیغ ہے کیونکہ مراد اس سے ہفت سالہ قحط ہے اور قریہ کو اس قحط کا اثر بطور لباس کے ہوا اور لوگون پر اس سے دُبلاپن و بدرنگی و بدحالی مثل لباس کے چھا گئی باوجودیکہ

ذوق سے اشارہ ہوا کہ یہ عذاب دنیاوی ایک ذوق ہو اور اصل عذاب آخرت ابھی باقی ہو۔ علماء بیان نے کہا کہ یہ تجرید الاستعارہ ہو اصطلاح کرنا مانند جوع و خوف کے جو انسان کو گھیر لیتی ہو اُسکے واسطے لباس کا استعارہ کیا کیونکہ اسکا اثر مثل لباس کے آدمی کو شامل ہوتا ہو جیسے جوع و خوف جس سے استعارہ فرمایا تھا اُسکے مناسب ایک وصف ذوق ذکر کیا کیونکہ ذوق کا اطلاق جوع و خوف کے ادراک پر عرب کے نزدیک بمنزلہ حقیقت کے ہوگیا ہو چنانچہ بولتے ہین کہ ذاق فلان البؤس والفقر یعنے فلان شخص نے بیماری و خوف وغیرہ کو چکھا یہی تجرید استعارہ ہو اور اگر لباس کی رعایت سے کسا ہا لباس الجوع ہوتا تو اگرچہ مستحسن ہوتا لیکن تجرید الاستعارہ زیادہ عمدہ ہو **امام رازی** نے کہا کہ اہل قریہ کو اس جوع و خوف مین ایک نوع کی حالت مشابہ بمذوق اور حالت بمشابہ بملبوس ظاہر ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے دونون کی رعایت سے اذاقہا فرمایا۔ اور پہلے بیان ہوا کہ ذوق سے جو ایک معنوی اظہار خفت کا ہو وہ پہنانے کے لفظ سے نہوتا بلکہ پورا عذاب ظاہر ہوتا جو خلاف واقع ہو اور عجب کہ بعض ایسے لوگون نے جو عربی زبان سیکھ جانے کے مدعی تھے یہان اعتراض کیا چنانچہ حکایت ہو کہ ابن الراوندی نے جو ایک ملحد شخص زندیق تھا شیخ ابن الاعرابی سے جو امام فن لغت و مشاہیر مین سے ہین پوچھا کہ کیا لباس کا بھی ذوق دیا جاتا ہو تو شیخ نے جواب دیا کہ او نسناس یعنی جنگلی آدمی فرض کرے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نبی نہ تھے تو عربی فصیح ہونے مین شک نہین ہو۔ حاصل جواب یہ ہو کہ قرآن فصیح زبان عرب ہو اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم خود فصیح عرب تھے اور اُسوقت کے تمام فصحاء نے تسلیم کیا اور بلاغت قرآنی کے آگے سر نیچا کیا تو اب کسی شخص کو جو زبان عربی سیکھے یہ دعوے محض بیجا ہو کہ یہ استعارہ جائز ہو یا نہین ہو اور حال یہ ہو کہ علماء بیان یعنے ائمہ فن بلاغت نے بوجوہ مذکورہ بالا اسکی تحسین مین مبالغہ کیا ہو۔ **ف** عرائس البیان مین لکھا کہ قولہ تعالےٰ ثم ان ربک للذین ہاجروا من بعد ما فتنوا الآیہ کے اشارات سے ہو کہ جو لوگ اہل ارادت صادقہ مین سے ہون اور اپنے حظوظ نفس کو چھوڑ دین بعد ازانکہ معصیت و امتحان مین مفتون ہو چکے ہون پھر نفس و ہوی کے پھندے سے نکلکر دونون کو سرنگون کرین اور عبودیت الٰہی مین مستقیم ہو کر ترک حظوظ نفس پر صابر رہین اور محاربہ شیطان مین جہاد کرین تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہو ان ربک من بعدہا لغفور رحیم۔ جو کچھ اُنسے سابق زمانہ مین گناہ ہوگئے اللہ تعالےٰ اُنکو بخشنے والا ہو اور اب اپنی رحمت کے ساتھ اُنکو محفوظ رکھتا ہو کہ نفس کے پھندے مین گرفتار نہون پس اللہ تعالےٰ اُنکو ذوق اُنس سے مزہ دیتا ہو کہ پھر اُنکو طاقت نہین رہتی کہ ایک دم اُسکی طاعت سے فتور کرین۔ شیخ سہل رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ ایسے بد لوگون سے دور ہو جاؤ جنکی صحبت سے تمکو فتنہ پہونچنے کا خوف ہو پھر کوشش کے ساتھ نیک لوگون کی صحبت مین جمے رہو اور نیکی کے واسطے تکلیف اُٹھانے مین صبر کرو اور ابتداے حال کی طرف رجوع کرنے مین کوشش نہ کرو۔ قولہ تعالےٰ یوم تاتی کل نفس تجادل عن نفسہا۔ نفوس مین تفاوت ہو کوئی تو اپنی معصیت سے مجادل ہوگی اور کوئی اپنی طاعت سے اور کوئی اپنے خوف جہنم سے اور کوئی اپنی امید جنت سے مجادلہ کریگی۔ بہر حال یہ نفوس اپنے مجادلہ مین مشغول ہو کر مشاہدۂ رب عزوجل سے غافل ہونگی اور نفس مطمئنہ کہ جسکو سواے رب عزوجل کے طلب نہین ہو وہ اپنے رب عزوجل کی حضوری مین انبساط کے ساتھ عرض کریگی کہ مجھے دنیاوی دار محنت مین مبتلاے فراق کیا گیا اور دشمنون کے ساتھ چھوڑا گیا اب بھی وہ وقت نہین آیا کہ مجھے میری مراد حاصل ہو اور انکشاف دیا جاوے کہ دائمی وصال مین مسرور ہون۔ مترجم کہتا ہو کہ حدیث مین بھی اہل جنت کے تین فرقہ ثابت ہوکے ایک وہ جو بخوف جہنم عبادت کرتے تھے اور دوم بامید جنت طاعت کرتے تھے یہ دونون جنتی ہین اور سوم وہ جو کہ اپنے خالق عزوجل کے واسطے خالص تھے اور انکو اللہ تعالےٰ کے فضل رحمت مین ٹھکانا ہو جنت خود انکی آرزو کریگی شیخ نے کہا کہ جس نفس کو یہ شوق نہین وہ اپنے مجادلہ مین اپنے رب تعالےٰ سے محجوب اور اپنے اعمال و آرزو کے ساتھ دنیا و آخرت مین مشغول ہو اور حق تعالےٰ ہر ذی فضل کو اپنے فضل سے سرفراز فرماکر انکی

مراد دیگا اور ہر نفس بقدر اپنی طاعت کے حصہ پاویگا اور حق تعالےٰ عزوجل عالم الغیب و عدل ہی اُسکے یہان بھول بھٹک نہین ہی سب کو اپنے فضل سے جزاے عظیم عطا فرماویگا اور اُسکے ملک سے ذرہ کم نہوگا اور جب چاہے سب کو اپنے جوار رحمت مین جگہ دے۔ بعض مشائخ خراسان نے کہا کہ مخلوق کا وقت تو اسی مین گیا کہ دنیا مین اپنے اعمال سے مجادلہ اور آخرت مین اپنے نفس سے مجادلہ ہی پھر معرفت حق عزوجل کے لیے کب فارغ ہونگے۔ شیخ استاد رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ مومن کے واسطے نفس نہین ہی قال تعالےٰ ان اللہ اشترے من المومنین انفسهم۔ پس اُنکے نفوس کو اللہ تعالےٰ نے خرید لیا پھر اُنکے پاس ودیعت رکھا ہی تو اُنھین اُنکا کچھ حق نہین ہی بلکہ یہ تو صرف نفس کے اندر امر حق عزوجل کی نگہبانی کرنے پر ہوتے ہین۔ قولہ وضرب اللہ مثلا قریۃ کانت آمنۃ الآیہ۔ منجملہ اشارات کے قریۂ مطمئنہ قلب عارف ہی کہ اللہ تعالےٰ کی یاد سے مطمئن تھا اور اللہ تعالےٰ کے کشف جمال سے اللہ تعالےٰ کے لطف مین اُسکے قہر سے اور وسواس نفس و وحی شیطان سے بیخوف تھا ہمیشہ اُسکا رزق معرفت و محبت و اُنس و مشاہدہ بلا کدورت مشقت و تکلف کے اُسکو پہونچتا تھا پھر اگر اللہ تعالےٰ نے اُسپر نعمت پوری کرنی چاہی تو اُس سے خطا و نسیان و خیال و گمان دور کر دیا پس ہمیشہ اُسکو اپنے اسرار کی نگہداشت ہی اور اگر اللہ تعالےٰ نے اُسپر امتحان چاہا تو اُسپر نسیان رکھدیا اور فتوح کے دروازے بند کردیے تاکہ ہجر کے مزے چکھے اور خائف ہو جاتا ہی حالانکہ پہلے بیخوف تھا اور اطمینان کے بعد پریشان رہتا ہی۔ شیخ اُستاد رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ قلب کا فارغ ہونا دوسری چیزون کی طرف مشغول ہونے سے ایک بڑی نعمت ہی اور جب کسی بندہ کو یہ نعمت حاصل ہوئی پھر اُس نے اس نعمت کی ناشکری کی اسطرح کہ ہوا و ہوس کے دروازے اپنے اوپر کھول لیے اور شہوات مین مقید ہوا تو اللہ تعالےٰ جلشانہ اُسکے دل پر تشویش دیدیتا ہی اور صفاے وقت کو مکدر کرکے اس سے فراغ چھین لیتا ہی کیونکہ نفس کی کدورات شہوات سے قلب کے انوار زائل ہو جاتے ہین ثم قال تعالےٰ

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ

سو کھاؤ جو روزی دی تمکو اللہ نے حلال اور پاک اور شکر کرو اللہ کے احسان کا اگر تم اُسی کو

تَعْبُدُوْنَ ۝ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ

پوجتے ہو یہی حرام کیا ہی تمپر مردہ اور لوہو اور سور کا گوشت اور جسپر نام پکارا

لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اللہ کے سواے کسی کا پھر جو کوئی ناچار ہو جاوے نہ زور کرتا ہو نہ زیادتی تو اللہ بخشنے والا مہربان ہی

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ

اور مت کہو اپنی زبانون کے جھوٹھ بنانے سے کہ یہ حلال ہی اور یہ حرام ہی کہ

لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝ مَتَاعٌ

اللہ پر جھوٹھ باندھو بیشک جو جھوٹھ باندھتے ہین اللہ پر بھلا نہین پاتے

قَلِيْلٌ ۠ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

تھوڑا سا برت لین اور اُنکو دُکھ کی مار ہی

قولہ فکلوا۔ بعض علماء تفسیر نے کہا کہ پہلے شکر کا حکم دیا تو بعد اُسکے فکلو بقار بیان کیا اور کھانے کا ذکر اس لیے کہ یہ ذریعہ شکر ہی

اور اہل مکہ بلکہ عموماً کافرون مشرکون مین خود رائی کا عیب ہوتا ہی جس چیز کو جسطرح چاہتے ہین کھاتے پیتے اور حرام و حلال استعمال کرتے اور اسکو اچھا سمجھتے ہین اور اہل مکہ تو اس خیالی برتاؤ کو اللہ تعالے کی شریعت کہکر بہتان باندھتے تھے۔ بعض علماء نے کہا کہ فکلوا کفر چھوڑنے پر فرع ہی یعنے جب تم نے کفر چھوڑا اور ایمان لائے تو کھاؤ یہ چیزین۔ پہلے یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ خطاب مشرکون کو ہی یا مومنون کو ہی۔ واحدی وغیرہ نے ذکر کیا کہ بعض کے نزدیک خطاب مشرکون کو ہی اور یہ ظاہر ہی اور جمہور مفسرین نے کہا کہ خطاب مومنون کو ہی اور ظاہر کلام شیخ ابن کثیر سے بھی یہی معلوم ہوتا ہی اور اولے یہ ہی کہ اللہ تعالے نے اپنی مخلوق بندون کو عام خطاب کیا پس سب کو شامل ہی اگرچہ وصف السنہ کذب فقط مشرکین مین ہی مومنون مین نہین ہی مگر مومنون کو اس امر سے ممانعت ہی پس حکم دیا۔ فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا یعنی کفر و شرک چھوڑ دو اور ناشکری مت کرو پس کھاؤ حلال طیب اسمین سے جو اللہ تعالے نے تمکو رزق دیا۔ اس سے مسئلہ نکلا کہ کبھی رزق حرام بھی ہوتا ہی جسکا کھانا جائز نہین ہی۔ معتزلہ وغیرہ بعضے فرقہ کہتے ہین کہ رزق حلال ہی ہوتا ہی اور جواب یہ ہی کہ اگر عمر بھر ایک شخص کو حرام بیسر آیا تو اسکو کبھی رزق ہی نہین ملا لہذا جو بندے کو ملے وہ رزق ہی مگر امتحان یہ ہی کہ سود اور رشوت و فریب و حرام مزدوری وغیرہ نہ کھاوے نیک کمائی کر کے کھاوے جیسے یہان فرمایا کہ جو رزق تمکو ملے اسمین سے حلال طیب کھاؤ۔ وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ اور شکر کرو اللہ تعالے کی نعمت کا یعنے اس نعمت کا اور تمام نعمتون کا۔ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ اگر تم اُسی کی عبادت کرتے ہو یعنی اگر سچے ہو کہ اللہ تعالے کی بندگی مین قائم ہو تو اسکی ناشکری مت کرو کیونکہ عبادت اُسی کے واسطے ہی جس نے پیدا کیا اور رزق دیا پھر حرام بتلا دیے بقولہ۔ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ یعنے یہی تو ہی کہ تمپر حرام کر دیا اللہ تعالے نے مردار کو اور مردار دو طرح ہوتا ہی ایک وہ جانور جو اپنی موت سے مر جاوے اور دوم وہ کہ حلال کرنے سے پاک نہویا اللہ تعالے کے نام پر حلال نہ کیا جاوے۔ اور حرام کیا خون کو یعنے دم مسفوح جیسا کہ سورہ انعام مین مفصل گزرا ہی اور مردار مین سے مچھلی اگرچہ خود مر جاوے حلال ہی اور خون مین سے جگر یعنے کلیجی حلال ہی۔ اور حرام کر دیا گوشت سور کا۔ سور کی نجاست خود ظاہر ہی سوائے پلید آدمی کے کوئی اسکی رغبت نہین کر سکتا اور سور نجس العین ہی اُسکے گوشت کو ذکر کر دیا کہ حرام ہی تو کھال و سری و پایہ و اوجھ و چربی سب بدرجہ اولے حرام و نجس ہین لیکن سور کے بالون سے کوچی بنا کر تانا یعنی صاف کرنے کا کام لینا جائز ہی اور منیہ وغیرہ مین جو لکھدیا کہ امام ابو یوسف سے ایک روایت ہی کہ سور کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہی اس روایت کی کوئی اصل نہین اور جب ظاہر اصول کے خلاف ہی تو کسی کو اسپر فتوے دینا روا نہین بلکہ حرام ہی بالجملہ ائمہ حنفیہ کا اتفاق ہی کہ سور نجس العین ہی البتہ دررمین کتے کی کھال کی نسبت خشک ہونے کی صورت مین ایک روایت مذکور ہی اور وہ بھی ظاہر الروایہ کے خلاف ہی۔ وَمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ اور حرام کر دیا تمپر وہ کہ آواز بلند کیجاوے واسطے غیر خدا کے اُسکے ساتھ۔ واضح ہو کہ اس آیت کے مانند سورہ بقرہ کی آیت گذر چکی ہی اور وہان نے اجمالاً مزید توضیح کے ساتھ لکھا جاتا ہی۔ ہمارے شیخ الشیوخ مولانا عبد العزیز محدث دہلوی نے تفسیر عزیزی مین یہان اُہِلَّ یعنے اہلال کی تفسیر فقط آواز بلند کیجانے سے کبھی اور یہ نہین لکھا کہ ذبح کے وقت آواز بلند کیے جانے سے حرام ہوتا ہی جیسا کہ بعض مفسرین نے لکھدیا تو اسکی تحقیق یہ ہی کہ عرب اپنے بتون کے لیے نام لیکر آواز سے ذبح کرتے تھے تو بعض مفسرین نے اسی سبب سے ذبح کی قید ذکر کر دی اور آیت کریمہ عام ہی خواہ ذبح کے وقت آواز بلند کرے یا کسی وقت و لیکن کھایا جانا بہرحال بعد ذبح کے ہوگا۔ اب یہان فقہ کا ایک مسئلہ معروف ہی کہ جاندار کا قربان کرنا اگر اللہ تعالے کی تقرب کے لیے ہو تو حلال ہی اور اگر کسی غیر کی تقرب کے لیے ہو تو حرام مردار اور وہ شخص مرتد ہو جائیگا۔ مسئلہ اگر ذبح کے وقت اللہ تعالے کے

نام کے ساتھ دوسرے کا نام ملادے تو ذبیحہ مردار ہوگیا اور یہ مسائل فتاوے کے احکام مرتدین وغیرہ مین صاف لکھے ہین۔ مسئلہ اگر بادشاہ
شہر مین آیا اسکی آمد کے لیے قربانی کی تو مردار اور وہ شخص مرتد ہو۔ اب جاننا چاہیے کہ اہلال کے معنے آواز بلند کرنے کے ہین قاموس سے ظاہر ہو کہ اہل
الصبی یعنے طفل نے رونے کی آواز بلند کی سادرین ہی جو بولنے والا آواز بلند کرے۔ اور جوہری نے صحاح مین لکھا کہ قولہ تعالے وما اہل لغیر اللہ
یعنی اسپر پکارا گیا اللہ تعالے کے سوائے دوسرے کا نام۔ اور اصل مین اہلال آواز بلند کرنا۔ انتہے مترجما۔ پس آیت کے معنے یہ ہوئے
کہ جس جانور پر اللہ تعالے کے سوائے دوسرے کا نام پکارا گیا وہ حرام ہی۔ اب معلوم ہوا کہ آیت کریمہ مین خالی یہ معنی نہین ہین کہ جو چیز ذبح کیجائے
غیر خدا کے نام پر۔ کیونکہ اہلال کے معنے ذبح کے لینا اور غیر اللہ کے معنے نام غیر اللہ کہنا اپنی طرف سے تفسیر ہی۔ اور نظام نیشاپوری نے
اپنی تفسیر مین اجماع علماء نقل کیا کہ جو مسلمان اپنے ذبیحہ مین سوائے اللہ تعالے کے دوسرے کا تقرب قصد کرے وہ مرتد ہوا اور اسکا
ذبیحہ مرتد کا ذبیحہ یعنے حرام ہوا۔ اب یہان تین صورتین ہین ایک یہ کہ اللہ تعالے کے لیے قربانی کا اعلان کیا اور ذبح کے وقت فقط اسی کا
نام لیا تو ثواب پایا اور ذبیحہ حلال طیب ہی دوم یہ کہ غیر کے واسطے پکارا اور ذبح کرتے وقت غیر کا نام لیا تو مرتد کافر ہوا اور ذبیحہ مردار ہی۔ سوم
یہ کہ غیر کے نام کا جانور پکارا اور ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھی تو یہ ذبیحہ حرام مردار ہی جبکہ اُس نے غیر اللہ کا تقرب چاہا لیکن اگر پہلے اُس نے
تقرب کے لیے فلان کے نام کا جانور ٹھہرایا تھا پھر توبہ کر کے اُس نے یہ نیت کی کہ یہ جاندار جسکو اللہ تعالے نے مانند میرے پیدا کیا اور
روح دی ہی اسکو اللہ تعالے کے واسطے قربانی کر کے ثواب پاؤن پس اسی پر اُس نے ذبح کیا پھر جو ثواب ملا اور یہ بھی امید رکھے
کہ اللہ تعالے ثواب دیدے اور قبول کرے تو یہ ثواب جسکو چاہے ہدیہ دے اور حدیث مین ہی کہ ملعون من ذبح لغیر اللہ یعنی وہ شخص
ملعون ہی جس نے غیر اللہ کے واسطے ذبح کیا۔ دیکھو اسمین غیر کے واسطے ذبح کرنے پر لعنت ہی اور غیر کا نام ذبح مین لینے کی خصوصیت
نہین ہی تو خواہ ذبح کے وقت اُسکا نام لے یا کسی کا نام لے وہ ذبیحہ مردار اور وہ شخص ملعون ہوا جبکہ اُس نے غیر کے واسطے ایسا کیا۔
واضح ہو کہ دیگر اموال وکھانا کپڑا وغیرہ سے بھی غیر کی طرف تقرب سے گناہ عظیم ہی لیکن حیوان اور دیگر اموال مین ایک فرق یہ ہی کہ آدمی کو
روا ہی کہ اپنا مال جسکو چاہے دیدے کیونکہ اللہ تعالے نے شرع مین مال کا اُسکو مالک انتفاعی کر دیا ہی بخلاف روح حیوان کے کہ
حیوان کے گوشت پوست سے نفع اُٹھانے کا مالک کیا ولیکن یہ روا نہین کیا کہ زندہ جانور کے جسم سے گوشت نوچکر نفع اُٹھاوے یا اُسکی کھال
کھینچو بلکہ روح نکالے جانے کے بعد انتفاع ہی اور روح کا مالک نہین کیا پس روح نکالنا اسطرح حلال کیا کہ اللہ تعالے ہی کے نام پر قربان
کی نیت سے ذبح کر و حلال ہو گیا اب گوشت و پوست سے نفع اُٹھاؤ پس زندہ جانور سواری وغیرہ کے لیے جس کسی کو چاہو نفع اُٹھانے کے
دیدالو مگر حلال ہونے کے لیے تقرب فقط اللہ تعالے ہی کے واسطے جائز ہی اور واضح ہو کہ اللہ تعالے کی جناب مین تقرب خالص کی نیت سے
قربان کر کے ثواب چاہے جسکو دیدو اور چاہو کسی مخلوق کی طرف سے نائب ہو کر جناب الٰہی تعالے مین تقرب کی نیت سے ذبح کر دو من نے
اہل ایمان کی سلامتی دین کے واسطے اتنا کلام واضح کر دیا تاکہ باطل مین مبتلا نہون اور اللہ تعالے ہی ہادی ہی۔ بالجملہ مردار و خون و گوشت
سور وما اہل بہ لغیر اللہ حرام کر دیے پھر باوجود اسکے بندون پر آسانی کر دی کہ اگر وہ ان چیزون مین سے کسی چیز کی طرف محتاج ہو تو فی الجملہ تناول
مباح ہی چنانچہ فرمایا۔ فَمَنِ اضْطُرَّ پس جو بندہ کہ مضطر ہو یعنے بیقرار ہو کر انمین سے کسی چیز کی طرف محتاج ہو خواہ اُسکی یہ کیفیت
دو وقت کے بعد ہو یا دو دن بعد یا تین روز بعد ہو اور اکثر تین روز مین ایسا ہو جاتا ہی۔ غَيْرَ بَاغٍ۔ درحالیکہ وہ بغاوت کرنے والا نہو
یعنی کسی دوسرے پر جو اسی اضطرار مین ہو زبردستی تجاوز نہ کرنے۔ وَلَا عَادٍ۔ اور نہ عدوان کرے یعنے قدر ضرورت سے نہ بڑھے

بلکہ اسی قدر کھاوے جسکے ساتھ اُسکی جان بچ جاوے - فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ تو اُسکو کھالینا مباح ہو کہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے
واضح ہو کہ بعضے علماء نے کہا کہ اضطرار کیوقت یہ چیزین حرام نہین رہتی ہین اور محققین کے نزدیک حرام یا نجس تو اپنے حال پر رہتی ہین
لیکن اللہ تعالیٰ نے بلا بغاوت وبغیر تعدی کے اسمین سے بقدر ضرورت کھانے کا گناہ دور کردیا ہے - مسئلہ ایک شخص نے مضطر ہوکر
مردار مین سے کچھ کھایا پھر اُسکو چاہیے کہ رزق طیب کمانے کے لیے اللہ تعالیٰ کے نام پر کوشش کرے اگر میسر نہ آوے تو پھر اضطرار
کیوقت اُسی قدر مباح ہوگا اور اگر اُسنے کمائی کی تلاش نہ کی باوجودیکہ کرسکتا تھا تو گنہگار ہوگا - واضح ہو کہ بغاوت وعدوان کی تفسیر جو مذکور
ہوئی امام ابوحنیفہ رح کا یہی مذہب ہے اور امام شافعی کے نزدیک باغی سے مراد یہ کہ سلطان وقت پر بغاوت کیواسطے نہ جاتا ہو اور لاعادے
یہ مطلب کہ مسافرون پر ڈاکہ ڈالنے کا قصد نہو - اس قول پر باغی وعادی کو چاہیے بھوک سے مرجاوے مردار کھانا مباح نہوگا اور کلام اسمین
سابق اسکے مثل آیت مین گزر چکا ہے - واضح ہو کہ تمام مخلوقات کا خالق حضرت باری تعالیٰ جلشانہ ہے جسطرح اُسنے کمال حکمت وقدرت سے بندون
کو تصرف کی اجازت دی اُسی طور پر تصرف جائز ہے اور یہ بندون کے حق مین عبادت ہے پس یہ روا نہین ہے کہ کوئی شخص ان چیزون مین اپنی
راے سے حلت وحرمت لگاوے کیونکہ نفس وروح کا علم اُنکے خالق عزوجل کو ہے اور طریق آخرت عوام کی عقل وسمجھ سے باہر ہے لہذا منع فرمایا
بقولہ تعالیٰ - وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لا تقولوا کا مفعول
الکذب ہے اور ما مصدریہ ہے یعنی لا تقولوا الکذب لاجل وصف السنتکم - یہ زجاج وکسائی کا قول ہے اور اسی کو شیخ ابن کثیر رح نے اختیار کیا ہے اور
معنی یہ ہین کہ مت کہو جھوٹ کو بوجہ تمہاری زبانون کے وصف کے کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے - مجاہد رح نے کہا کہ بحیرہ وسائبہ کے بارہ مین ہے
اور بعض نے کہا کہ مراد اُنکا قول ہے کہ ما فی بطون ہذہ الانعام خالصۃ لذکورنا ومحرم علیٰ ازواجنا - حاصل یہ کہ کسی جانور کو حرام یا حلال اپنی زبانی وصف
کیوجہ سے مت کہو بدون اسکے کہ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کیطرف سے کوئی حجت ہو - مسئلہ علماء نے کہا کہ بدون دلیل کے کسی کو حرام یا حلال
کرنا جبکہ عمدی ہو کفر ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ علم وحکمت سے بندون پر شرع مقرر فرماتا ہے - ابو نضرہ رح سے مروی ہے کہ مین نے جب سے
سورہ نحل کی یہ آیت پڑھی تو اسوقت تک مین فتوی دینے سے بہت خوف کرتا ہون - اسمین اشارت ہے کہ یہ بات کچھ جانورون کے ساتھ
مخصوص نہین بلکہ ہر ایک امر کے حکم شرعی مین بدون دلیل کے تحسین یا ممانعت اور تحلیل یا تحریم روا نہین ہے ورنہ اسی آیت کی وعید مین داخل
ہوگا - ہمارے زمانہ مین ایسے لوگ ہین کہ قیاس درکنار اُسکے شرائط وآداب کی رعایت بہت مشکل ہے اُنکے نزدیک باب اجتہاد بہت
آسان ہے پس ایک گروہ اسطرف ہے کہ بہت سی نئی باتون کی نسبت اچھے وحلال وثواب کا کام ہونے کا حکم لگاتے ہین اور اپنے قیاس کو
جو کسی طرح شرعی نہین ہے حجت قرار دیتے ہین - دوسرا گروہ ہے کہ دلائل شرعیہ یعنی احادیث کو اپنے واسطے اجتہاد کرنے کے لیے ہر وقت بالکل
سہل کر لیا ہے حالانکہ باب اجتہاد بہت مشکل ہے اور لازم یہ تھا کہ ہر مسئلہ اجتہادی کے تعلقات کو ابواب فقہ کے ساتھ مرتبط کرتے اور دیکھتے کہ
کہانتک اُنکے ادھار ہند اجتہادے انکے اقوال مین مخالفت پیدا ہوتی ہے اور یقین کرتے کہ مقصود ان افعال سے صرف ثواب طاعت ہے
اور اصلی بات ظاہر وباطن کی اصلاح ہے پس اسپر تمام ہمت منحصر رکھتے اور ثواب کیواسطے عبادات شرعیہ پر قائم رہتے اور خود اجتہاد کی تکلیف
مالا یطاق سے بچتے یا اول فریق اپنے قیاس کی ضلالت سے دور رہتے کیونکہ دین مین ثواب عظیم کے لیے بہت امور موجود ہین کہ اُنکے
قیاسی فعل کی حاجت نہین ہے بالجملہ اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ بدون لیاقت استدلال شرعی کے کسی امر پر اپنی زبانی وصف سے جھوٹا حکم مت
لگاؤ کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے - لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ جسکا انجام یہ ہو کہ تم جھوٹ افترا باندھو اللہ تعالیٰ پر حالانکہ

اسکی طرف سے کوئی سند تمہارے پاس اسکے واسطے نہین ہی - اگر کہا جاوے کہ مجتہد سے کبھی خطا ہوتی ہی تو اُسنے بھی جھوٹ باندھا جواب یہ ہی کہ نہین بلکہ اُسنے اللہ تعالیٰ و رسول و اجماع امت سے اپنی کوشش خوب صرف کرکے حکم نکالا اپنی طرف سے بلا دلیل نہین کہا تو وہ معذور ہی اسی واسطے حدیث مین مجتہد خطا کرنے والے کیواسطے بھی ایک ثواب ہی اور مجتہد صواب کے لیے دونا ثواب ہی اور معلوم ہو چکا کہ اس فعل سے صرف ثواب مقصود تھا وہ ہر طرح حاصل ہی کیونکہ سواے اعتقادیات کے جو روح کے ساتھ ہین اُن اعمال کا ثواب باقی رہیگا وہ ہر طرح حاصل ہی - اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ جو لوگ کہ اللہ تعالیٰ پر دروغ باندھتے ہین فلاح نہین پاتے ہین کسی قسم کا نہ دنیا مین اور نہ دین مین - رہا دنیا تو نہایت حقیر و چند سانس کی ہی اسمین سے بھی اس شخص کا حصہ بہت خفیف ہی جیسا بجز فرمایا - مَتَاعٌ قَلِيْلٌ یعنی دنیا مین متاع قلیل ہی چند روز تمتع اُٹھا کر آخر موت ہی اور رہا آخرت مین وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور انکے لیے عذاب دردناک ہی - حدیث کا مضمون ہی کہ تمام عیش کے ساتھ جو دنیا مین رہا جب عذاب آخرت سے کچھ مزہ چکھیگا تو اسکو یاد نہ رہیگا کہ اسپر کبھی راحت گذری اور جسنے وہان کے عیش سے چکھا اُسکو دنیاوی تکلیف کبھی یاد نہوگی پھر یہ عذاب دائمی ہی اور دنیا تو چند سانس تھی - پھر واضح ہو کہ یہود و نصاری مین یہ آفت پھیل گئی تھی بلکہ ابتک ہی کہ اُنکے علما جسکو چاہتے حرام و جسکو چاہتے حلال کرتے اور لوگ عوام اپنے معتقدون کے حکم پر چلتے تھے یعنے اسکو مختار جانتے کہ وہ جو چاہے حکم دے مثلاً وہ چاہے ایک قوم پر سے روزہ معاف کردے یا دوسرے مہینہ مین مقرر کردے پس یہود کے اوپر جو کچھ حرام کیا تھا

اسکو ذکر فرمایا بقولہ تعالیٰ

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ

اور جو لوگ یہودی ہین اُنپر ہمنے حرام کیا تھا جو تجھکو سُنا چکے پہلے اور ہمنے اُنپر ظلم نہین کیا

وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ

پر اپنے اوپر آپ ظلم کرتے تھے پھر یون ہی کہ تیرا رب اُن لوگون پر جنھون نے بُرائی کی

بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا

نادانی سے پھر توبہ کی اُسکے پیچھے اور سنوار پکڑی تیرا رب ان باتون کے پیچھے

لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

بخشنے والا مہربان ہی

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا یعنے فقط یہودیون پر نہ اورون پر حَرَّمْنَا ہمنے حرام کردیا - مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وہ جو ہم نے تجھپر نازل کرکے بیان کیا اس سے پہلے - حسن رح نے کہا یعنی سورۂ انعام مین اور قتادہ نے بتلایا کہ جہان یہ فرمایا وعلی الذین ہادوا حرمنا کل ذی ظفر ومن البقر والغنم الآیہ - پھر حرام کردینا یا تو اس جہت سے ہوتا ہی کہ اس چیز مین خواہ جسم کیواسطے یا صحت قلبی و اسرار باطنی کیواسطے ضرر ہی اور یا اسوجہ سے کہ جن لوگون پر کچھ حرام کیا وہ سرکش و خود راے ہین تو اُنپر سختی کے لیے تکلیف بڑھادی اور ہمارے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو آگاہ کردیا کہ لن یشاد الدین احد الا غلبہ یعنی دین مین کوئی شخص شدت اُٹھانے پر آمادہ نہوگا مگر کہ دین ہی اُسپر غالب آجائیگا - یعنی چاہیے کہ دین مین آسانی رکھو سختی مت لادو

ع ۱۵
۹
۲۷

۱۱۷

جیسے بعضے وہمی لوگ ذرہ ذرہ سی بات پر حرام ومکروہ کرنے لگتے ہین اور بعد چند مدت کے ایسی سختی سے تھک کر اسکے خلاف کرتے ہین تو انکے اعتقاد کے موافق انپر وہی سختی ہوگی جیسے یہود نے حد سے تجاوز کیا تھا لہذا فرمایا۔ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ اور ہم نے اُنپر کچھ ظلم نہین کیا بلکہ دین وآخرت کے واسطے تکمیل کی راہ اُنپر آسان رکھی تھی۔ وَلٰكِنْ ولیکن وہ لوگ اللہ تعالیٰ عزوجل کی عبودیت مین سر کو تسلیم پر نہین رکھتے تھے۔ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ خود ہی اپنی جانون پر ستم کرتے تھے۔ چنانچہ اول کی آیت مین فرمایا۔ جزینٰاهم ببغیهم وانا لصادقون۔ یعنی ہمنے اُنکو یہ بدلا دیا تھا اُنکی خود رائی سرکشی وحد سے تجاوز کرنے کا اور ہم سچے ہین۔ واضح ہو کہ شیخ ابن الہمام نے حاشیہ ہدایہ مین یہ مسئلہ لکھا کہ شرع مین جہان کئی طرح جائز ہو اُنمین سے آسان طریقہ اختیار کرنا اور ڈھونڈھنا جائز ہی یا چاہیے کہ مشکل تلاش کرے پھر اُسکی توضیح مین کلام کرنے کے بعد تحقیق یہ کی کہ آسان ڈھونڈھنا جائز ہی بلکہ بدلیل احادیث الباب اسکو مستحب ہونا چاہیے۔ اور بعض علماء نے مفتی کے حق مین ادب لکھا کہ لوگون پر آسان فتوی دے اور خود اُسکو اختیار ہی کہ زیادت ثواب کے لیے جو طریقہ چاہے اختیار کرے۔ اگر کوئی کہے کہ مترجم نے سابق مین لکھا کہ بدلیل قولہ تعالیٰ وامر قومک خذوا باحسنها۔ یعنی ای موسیٰ اپنی قوم کو حکم دے کہ توریت مین سے جسطرح احسن ہو اُسکو اختیار کرین اور یہان لکھا کہ آسان لینا مستحب ہو تو جواب یہ ہی کہ جو شخص خلوص رکھتا ہو جب اُسنے دیکھا کہ یہ آسان مین اچھی طرح ادا کر سکتا ہون تو یہی اُسکے لیے احسن ہو بہ نسبت اس سخت کے جو بری طرح ادا کریگا۔ اور مترجم کا مقصود یہی تھا کہ اہل ایمان اپنے افعال مین سے جو آسانی سے کر سکتے ہین اور یہ باعتبار اشخاص کے مختلف ہو بعض کسی طریقہ کو آسانی سے کر سکتا ہو اور دوسرا دوسرے کو بہر حال جو اُنپر آسان ہین اُنمین سے احسن اختیار کرین مثلاً ایک شخص ہو کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح مین قصیدہ کہہ سکتا ہو اور وہ درود شریف بھی پڑھ سکتا ہو تو اُسکو چاہیے کہ درود شریف پڑھنے مین وقت کی برکت عظیم حاصل کرے کیونکہ یہ اس سے احسن اور نہایت مثمر ثواب ومحبوب ہو اور جیسے ایک متدین عالم کو وقت ملتا ہی جسمین وہ درود پڑھ سکتا اور یا طلبہ دین کو حدیث شریف کی تعلیم بھی کر سکتا ہو تو اُسکو چاہیے کہ پڑھانا اختیار کرے کہ اسمین زیادہ خوبی وفضیلت ہو پھر واضح ہو کہ ناشکری ونافرمانی وسرکشی وغیرہ حتی کہ کفر وشرک جو کچھ آدمی سے سرزد ہوگیا اور یہ ضرور اُسکی نادانی سے ہوا تو اس سے وہ کبھی توبہ سے مایوس نہین ہو بلکہ توبہ کرکے رجوع لاوے اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہی چنانچہ ارشاد فرمایا۔ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ پھر بلاشبہہ تیرا رب اُنکے حق مین جنھون نے بدکاری کو جہالت سے کرلیا ہو۔ یہان اپنے کرم سے بندون کا عذر بھی فرما دیا کہ اس سے نادانی مین سرزد ہوا اور جب غور کرو تو ہر شخص نادانی سے بدکاری کرتا ہی ولیکن دانائی کی خواہش نہ کرنا بیباک ہوجانا اُسکے واسطے غضب ہو پس جسنے نادانی سے بدکاری کی۔ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ پھر اُسکے بعد اُنھون نے توبہ کی یعنی اپنی بدکاری کی حالت بدلی اور چھوڑکر حق تعالیٰ کی طاعت کی طرف رجوع لائے۔ وَاَصْلَحُوْٓا اور اپنی آپ اصلاح کی یعنی وہ بداعمال چھوڑکر اُنکے بجاے نیک اعمال کیے۔ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بےشبہہ تیرا رب اُسکے بعد غفور رحیم ہی۔ اُنکو بخشیگا اور اُنپر رحمت فرماویگا۔ اگر وہم ہو کہ کافر اگر کفر چھوڑدے تو ابھی مقبول نہوگا جب تک نیک کام نہ کرے تو جواب یہ ہی کہ نہین بلکہ توبہ اُسی وقت قبول ہوگی بفضل الٰہی کیونکہ کفر چھوڑنا اور لا الٰہ الا اللہ کہنا یہ سب سے بڑا نیک عمل ہی اور توبہ کرنا یہ اصلاح ہی پس معلوم ہوا کہ توبہ کرنے کے بعد جو اصلاح کرنا بیان فرمایا ہی یہ تاکید وتوضیح ہی اور فائدہ یہ ہی کہ توبہ وہ ہو جو اصلاح ہی اور بعضے لوگ ظاہر مین توبہ استغفر اللہ کہتے ہین حالانکہ دل مین چھوڑنے کا عزم نہین یا فقط سنانے کو ظاہر مین ہی تو یہ خود ایک بدکام اور فساد ہی نہ اصلاح پس جسنے توبہ کی مقبول ہو حدیث مین ہی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی

توبہ سے بہت راضی ہوتا ہی اُس سے زیادہ جیسے کسی مسافر کا اونٹ ریگستان بیابان مین جسپر اُسکا کھانا پانی تھا جسکو وہ ایک پیڑ کے نیچے اُترکر باندھکر سو گیا تھا جاگا تو وہ گم ہو گیا ہی پس اِدھر اُدھر تلاش کی کہین نہ ملا آخر مایوس ہوکر مرنے پر آمادہ ہوا کہ اسی پیڑ کے نیچے مر جاوے اس غم مین پھر اونگھ گیا جب آنکھ کھلی تو وہ اونٹ پھر کر وہین آگیا ہی پس اُسکو جسقدر خوشی ہوگی اُس سے زیادہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے خوش ہوتا ہی۔ حدیث مین ہی کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہوجاتا ہی جیسے وہ شخص جسنے کبھی گناہ نہین کیا۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ ثم ان ربک للذین عملوا السوء بجہالۃ۔ یعنی صفات الٰہی عزوجل وقہر ولطف سے نادان رہ کر اُنھون نے ہواے نفس کی پیروی کی اور وساوس شیطانی کو دل مین اچھا سمجھکر جگہ دی حالانکہ یہ وسواس بالکل قہر تھا۔ ثم تابوا من بعد ذلک واصلحوا۔ پھر جب انکو سوجھ بوجھ ہوئی اور مکائد شیطانی دیکھے اور نفس کو پہچانا اور اپنی خطاکاری وجہالت کو جانا پس اپنی گذشتہ بدکاریون و عمر تلف ہوجانے پر نادم ہوئے اور جو بگاڑ اُٹھایا جسقدر وقت باقی ہی اُسی مین اُسکی اصلاح کی اور پورا تقویٰ وطہارت اور زہد مین کوشش کی اور غفلت مین جو عمر گذری اُسپر نادم رہے تو اللہ تعالیٰ اُنکو استقامت عطا فرماتا ہی کہ اُسکی طاعت کی نعمت عظیم حاصل کرین اور اُنکو قہر سے محفوظ فرماتا ہی۔ ان ربک من بعدہا لغفور رحیم۔ اُنکے واسطے مغفرت افعال سابقہ فرمائی خواہ اسطرح کہ اُن گناہون سے تجاوز فرمایا اگرچہ بندے نے خود وہ اوقات ضائع کیے ہین خواہ اسطرح کہ ان اوقات کو نیکیان کردیا اور یہ بات بندے کی ندامت پر ہی اور اللہ تعالیٰ عزوجل ارحم الراحمین ہی پھر اس مغفرت کے ساتھ اُسپر رحمت کاملہ عطا کی یعنی آیندہ اُنکو وساوس وقہریات سے محفوظ فرماکر طاعات پر مستقیم کردیا۔ شیخ سہل رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی وگناہ جس سے ہو جہالت ہی سے ہوگا اور جہالت بہت ایسی ہوتی ہی کہ اُس سے دانائی سوجھ جاتی ہی جہل سے علم پیدا ہوجاتا ہی اور یہی توبہ کی کنجی ہو جاتا ہی اور توبہ کے بعد نیکی کرنا توبہ کی صحیح ہونے کے لیے ضرور ہی اور جسنے بہت جلد اپنی توبہ کو نیکیون سے صحیح نہ کرلیا اُسکی توبہ پھر بگڑ جاتی ہی کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہی ثم تابوا من بعد ذلک واصلحوا پس اصلاح ضرور ہی۔ پھر حق تعالیٰ نے اپنے خاص بندے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حال فرمایا کہ عرب ونیز یہود ونصاریٰ اُنھین کی طرف نسبت کرتے ہین اور وہ کسطرح تنہا تمام کافرون مین توحید وطاعت پر تھے فقال عزوجل

إِنَّ إِبْرٰهِيْمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ۭ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ شَاكِرًا

اصل ابراہیم تھا راہ ڈالنے والا حکم بردار اللہ کا ایک طرف کا ہوکر اور نہ تھا شریک والون مین حق ماننے والا

لِّأَنْعُمِهِ ۭ اِجْتَبٰهُ وَهَدٰهُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً

احسانون کا اُسکو اللہ نے چُن لیا اور چلایا سیدھی راہ پر اور دی دنیا مین ہمنے اُسکو خوبی

وَإِنَّهُ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا

اور وہ آخرت مین اچھے لوگون مین ہی پھر حکم بھیجا ہمنے تجھکو کہ چل دین ابراہیم پر جو ایک طرف کا تھا

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

اور نہ تھا شریک والون مین

إِنَّ إِبْرٰهِيْمَ كَانَ أُمَّةً یعنی ابراہیم ایک امت تھا۔ واضح ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے وقت مین تنہا پیغمبر ہو مومن موحد تھے اور باقی سب کافر تھے پھر ابراہیم کو امت فرمایا۔ حالانکہ امت ایک گروہ ہوتا ہی اور امت لفظ مونث ہی اگرچہ معنی مین

مذکر کو شامل بلکہ اصل ہی تو بعض علمار نے کہا کہ یہ کرامت ابراہیمؑ کی ہی کہ تنہا انکو ایک امت قرار دیا۔ ابن الاعرابی نے کہا کہ مرد عالم کو عرب امت کہتے ہین اور جس شخص مین سب خوبیان جمع ہون وہ امت ہی۔ واحدیؒ نے کہا کہ سلف کے اکثر مفسرین نے کہا کہ امت کے معنی یہان خیر و نیکی کا سکھلانے والا۔ یہی ابن مسعود رضہ سے مروی ہی چنانچہ شیخ ابن کثیر رح نے سفیان الثوری سے باسناد اور اعمش سے باسناد نقل کیا۔ اور لکھا کہ مالک رح نے کہا کہ ابن عمر رضہ نے فرمایا کہ امت وہ ہی جو لوگون کو انکا دین سکھلا دے۔ اور شعبی نے باسناد خود فروہ بن نوفل سے نقل کیا کہ ابن مسعود رضہ نے فرمایا کہ معاذ (بن جبل صحابی معروف ۱۲) ایک امت تھا تو مین نے اپنے دل مین کہا کہ شاید حضرت ابن مسعود رضہ نے غلطی سے بجاے ابراہیم کے معاذ کہدیا پھر خود کہا کہ تو امت جانتا ہی مین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ دانا ہی فرمایا کہ امت وہ شخص جو نیکی سکھلا دے اور معاذ ایسے ہی تھے۔ شیخ ابن جریر نے اسکو کئی وجہ سے ابن مسعود رضہ سے روایت کیا ہی۔ بالجملہ ابراہیمؑ کی امت ہونے کے معنی یا تو یہ کہ خیر کے سکھلانے والے تھے یا نیک خصلتون کے جامع تھے یا انکہ اللہ تعالیٰ کے شرائع کے عالم تھے۔ مجاہدؒ سے مروی ہی کہ تنہا مومن تھے اور باقی سب کافر تھے لہذا انکو امت فرمایا۔ جیسے آنحضرت صلعم نے زید بن عمرو بن نفیل کے حق مین کہا کہ اسکو اللہ تعالیٰ تنہا ایک امت اُٹھاویگا کیونکہ اُسنے جاہلیت والون کو چھوڑ دیا تھا۔ قتادہ رح نے کہا کہ امت یعنی امام ہادی تھے اور اسی کو شیخ ابن کثیر رح نے اختیار کیا ہی اور یہ جیسے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کیواسطے فرمایا انی جاعلک للناس اماما۔ یعنی جسکی پیروی کرکے لوگ خیر حاصل کرتے ہین۔ شیخ ابن الجوزی نے ابن الانباری سے نقل کیا کہ آیت کریمہ مین امت ایسا ہی جیسے عرب بولتے ہین کہ فلان رحمۃ وعلامۃ اور یہان تانیث لفظی سے قصد یہ ہوتا ہی کہ اس صفت مین وہ سب مراتب کو جامع اور بدرجہ انتہا پہونچ گیا ہی کیونکہ مراتب کے مجموعہ کو تانیث لفظی سے تعبیر کرنا معروف ہی اور عرب اسماے مبہمہ کو جمع و واحد دونون پر لاتے ہین اور مثال اسکی قولہ تعالیٰ فنادتہ الملائکۃ۔ ملائکہ جمع سے مراد جبرئیلؑ فقط ہین کیونکہ انھین نے مریمؑ کو منادی کی تھی اور ابراہیم اسواسطے امت ہوے کہ اللہ تعالیٰ نے انمین صفات فضائل و اخلاق خیر و سمات حمیدہ سے ایک مجموعہ جمع کر دیا تھا جو متفرق ایک امت مین پایا جاوے۔ بالجملہ حضرت ابراہیمؑ کے اوصاف مین سے فرمایا کہ کان امۃ ایک امت تھا **قَانِتًا لِّلّٰهِ** قانت یعنی مطیع واسطے اللہ تعالیٰ کے یعنے انکی حکمون پر قائم۔ حضرت ابن مسعود رضہ نے ہر ایک قانت کی تعریف مین کہا کہ جو اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول کی اطاعت مین قائم ہو۔ ابن عباس نے کہا کہ اسلام پر قائم تھے اور اُنکے وقت مین اُنکی قوم کا کوئی شخص اسلام پر سواے انکے نہ تھا اسی واسطے انکو امت قانت فرمایا۔ انس بن مالک رضہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ نہین کوئی بندہ جسکے واسطے ایک امت گواہی دے یعنے وہ مسلمان تھا مگر آنکہ اللہ تعالیٰ انکی گواہی اُسکے حق مین قبول فرماتا ہی اور امت ایک مرد سے لیکر زیادہ تک ہین اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ ان ابراہیم کان امۃ۔ رواہ ابن مردویہ **حَنِيْفًا** یعنی حنیف تھا اور حنیف وہ ہی کہ باطل دینون و راہون سے اپنے قصد سے پھر کر دین حق مین آوے۔ خلاصہ یہ کہ ابراہیم امت تھے اور اللہ تعالیٰ کے مطیع تھے اور سب گمراہون سے منہ موڑکر حق تعالیٰ کی طرف رجوع لانے والے تھے۔ چونکہ قریش کے مشرک اور یہود و نصاریٰ باوجود شرک و بداعمالیون کے ابراہیم کو اپنے طریقہ پر سمجھتے اور اسکا صریح رد تو اللہ تعالیٰ نے سورہ آل عمران مین کر دیا ہی یہان بھی تردید کی بقولہ **وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ** اور وہ نہ تھا شرکون مین۔ سے یعنے شرک ہونا تو درکنار وہ مشرکون مین سے بھی نہ تھا۔ لم یکن کا نون کثرت استعمال سے خلاف قیاس گر گیا غرضکہ وہ خالص موحد تھا بچپن سے آخر عمر تک۔ **شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ** شکر کرنے والا تھا اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتون کا جو اُسپر فرمائی تھین۔ واضح ہو کہ سابق مین تحقیق گزری کہ حقیقت مین شکر الٰہی عزوجل ادا نہین ہوسکتا بس مراد یہ ہی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طاعت مین قائم اور شکر الحمد لعبد کرتا رہتا تھا جسکو اللہ تعالیٰ نے

قبول کیا اور شاکر قرار دیا۔ اِجْتَبٰهُ اللہ تعالیٰ نے اسکو چن لیا یعنی نبوت کیواسطے خاص کیا اور یہ روز ازل مین بعلم الٰہی ہو چکا تھا اسکا ظہور
دنیا مین ہوا۔ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اور اسکو راہ مستقیم یعنی اسلام و دین حق کی ہدایت دی۔ یہ ہدایت اپنی طرف سے
بدون واسطہ کسی نبی کے دی تھی جیسا کہ قولہ تلک حجتنا اٰتیناھا الآیہ کے اوپر سے بیان فرمایا ہی۔ وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً اور
دیدی تھی ہمنے اُسکو دنیا مین خوبی یعنی خوبی خصلت یا خوب حالت۔ ظاہر یہ ہی کہ بدون بدی کے خوبی عام طور پر صادق تھی۔ بقول بعض وہ
اولاد صالح ہی۔ واضح ہو کہ شیخ سیوطی نے مبہمات مین اقوال نقل کیے کہ اُنکی اولاد بارہ تھی یا آٹھ ولیکن حضرت اسمٰعیل و اسحاق معروف پیغمبر ہین بقول
بعض حسنہ تعریف خوب ہی یعنی اُنکے بعد اسلے قیامت تک اُنکے حق مین ثنا و صفت کرتے ہین جب تک کوئی مسلمان باقی ہی۔ بقول بعضے یہ تشہد
مین درود کے اندر ہی۔ بعض ہمہ زبان صدق۔ بعض قبولیت عام کہ تمام امتین اُنکو مانتی ہین۔ عمدہ یہ ہی کہ حسنہ اُن تمام خوبیون کو مع عمر طویل و وسعت
رزق وغیرہ شامل رکھا جاوے غرضکہ اُنکو دنیا مین سراسر خوبی عطا کی۔ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ اور وہ آخرت مین
صالحین سے ہی یعنی جنت مین اعلیٰ مقامات مین ہی۔ اگر وہم ہو کہ یہ سراسر خوبیان اُنکے بعد کسی پیغمبر مین ہو تین۔ جواب یہ ہی کہ یہان نفس خوبیان
حاصل ہین اور خوبیون مین سب سے اعلیٰ درجہ جنکے ذریعہ سے سب سے افضلیت ہو وہ فقط محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہو گیا تھا
بدلیل احادیث والسلام بجملہ فضائل حضرت ابراہیم اپنے بندہ خاص کے فرمایا۔ ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ
اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا یعنی پھر یہ بیان ہو کیا تو محمد ہمنے تجھکو وحی فرمائی کہ ابراہیم حنیف کی ملت پر اتباع کر یعنی باوجودیکہ تو سید اولاد آدم و افضل الانبیاء
و امام المرسلین و افضل الخلائق اجمعین ہی ہمنے ابراہیم کا مرتبہ بڑھانے کو تجھے اُسکی ملت پر چلنے کا حکم دیا پس تیری ملت وہی ملت ابراہیم ہی۔ وَمَا
كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور ابراہیم تو مشرکون مین سے نہ تھا۔ یعنی صریح مشرکون کو خوار کر دیا جو اپنی کجروی کو جو شرک و کفر کی نجاسات
سے آلودہ تھی ملت ابراہیم بتلاتے تھے۔ ملت و دین درحقیقت ایک ہی چیز ہو ولیکن شرع الٰہی بہ نسبت رسول کے جو اُسکو پہونچاتا ہی ملت ہی
اور بہ نسبت امتیون کے جو اُسپر عمل کرتے ہین دین ہی۔ پھر ملت سے کیا مراد ہی جسکی پیروی کا حکم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہی بقول بعضے وہ توحید
و اُسکی طرف دعوت ہی۔ شیخ ابن جریر رح نے کہا کہ بتون سے بیزاری اور حق تعالیٰ کیطرف بالکل جھکنا بطریق اسلام۔ واضح ہو کہ بت وہ ہر چیز ہی
جو لہو و لعب سے اللہ تعالیٰ سے غافل کر دے۔ ابو السعود رح نے اپنی تفسیر مین لکھا کہ مراد اصول و عقائد و اکثر فروع ہین سوائے ایسے اعمال
فروع کے جو بمقتضائے زمانہ تبدیل کیے گئے ہین۔ بقول بعضے تمام شریعت مین سوائے اسقدر کے جو منسوخ ہو۔ اگر وہم ہو کہ ابراہیم کی اتباع ملت کا
حکم ہوا تو وہی افضل ہوئے۔ جواب اسکا قرطبی رح نے لکھا کہ اس آیت مین دلیل ہی کہ افضل کو اپنے سے مفضول کی پیروی کرنا روا ہی ایسی بات مین
جو صواب کیطرف مودی ہو اور افضل پر کوئی نقص نہین آتا کیونکہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم بالاتفاق جماعہ انبیاء علیہم السلام سے افضل ہین باوجودیکہ
قولہ تعالیٰ فبھداھم اقتدہ۔ سے آپ کو اقتدائے انبیاء کا حکم ہوا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ تحقیق یہ ہی کہ اصلی فضل و کرامت اللہ تعالیٰ کی قبولیت ہی اور قبولیت
الٰہی اُسکے علم و حکمت قدیم کے مطابق ہی وہان کسی شخص کے فعل و طاعت کو یا کسی علت و سبب کو دخل نہین ہی چنانچہ جسکو سب سے افضل کیا وہ
اسی وقت سے افضل ہی جیسے محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور علی ہذا درجہ بدرجہ مراتب انبیاء علیہم السلام متفاوت ہین تو ظاہر ہو گیا کہ جو افضل ہی چاہیے
وہ کسی ملت پر ہو افضل ہی اور افضلیت کو اُس سے کوئی تعلق نہین ہی ہان اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اپنے خاص بندہ کیواسطے محبوب طریقہ
اختیار فرماتا ہی معلوم ہوا کہ وہ ملت ابراہیمی ہی فافہم۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ ان ابراہیم کان امۃ قانتا الآیہ ابراہیم باعتبار حقائق کے
آدم ثانی ہین یعنی اللہ تعالیٰ نے اُنکو پیدا کیا بعد از جمیع صفات و تجلیات انوار ذات جلت عظمتہ پس تجلی فرمائی قدم کے ساتھ از راہ ذات کے اور

بقار کے ساتھ ازراہ صفات کے اور اسمار و نعوت سے برسم افعال یہ سب تجلی اسکی روح و قلب و عقل و سرّ کیواسطے واقع ہوئی پس موجود بوجود حق ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے نور کے لیے مشکوٰۃ ہوئے اور تجلی الٰہی سے ایک نور ہوئے اور متخلق بخلق حق و موجود بلطف و مقدس بقدس و خلیل بخلت ازلی و حبیب بمحبت لم یزلی اور مصطفٰے باصطفائے الٰہی ہوئے اور وصف بصیر و سمیع و متکلم سب بصفات حق عزوجل انہیں پائے گئے پس وہ عالم میں عین الحق تھے اور لطف آدم سے انکا منبت تھا پس جو اوصاف سب میں جمع ہوئے وہ انہیں تنہا تھے اسی سے وہ ایک امت تھے اور مطیع بعبودیت اور آزاد بحنیفیت کہ سوائے جمال حق عزوجل کے کسی طرف مائل نہ تھے لہذا فرمایا ولم یک من المشرکین۔ یہ بات کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے دور نہیں کہ عالم کو ایک میں جمع کر دے پھر مزید وصف فرمایا بقولہ شاکراً لانعمہ اجتباہ وھداہ الی صراط مستقیم۔ شکر نعمت سطح کہ جو مراد حق عزوجل تھی اُسکے واسطے اپنے نفس کو فدا کر دیا اور منجملہ طاعت کے تھا کہ اُنکی مراد کے موافق اپنے فرزند کو ذبح کیا اور اُنکی بلا پر صابر اور اُنکے حکم قضا پر راضی غرضکہ شاکر بندہ کر دیا۔ اجتبا ازلی تھی کہ خلیل کیا اور اپنی معرفت کی راہ دی اور کمال استقامت کے ساتھ پیدا کیا۔ قانت۔ وہ ہوتا ہے کہ مقام انس میں اسکا قلب اپنے رب عزوجل کے ساتھ مطمئن رہا۔ حنیف وہ ہے جسکا دل قدس کی صفت کے ساتھ مربوط ہو۔ بعض بزرگوں نے کہا کہ امت کے یہ معنی کہ خیر کا معلم اور نیکی پر عامل ہے اور بعض نے کہا کہ قانت وہ ہے جو یاد سے کبھی غافل نہو اور حنیف وہ ہے جو اپنے کسی عمل کو کسی شرک خفی وغیرہ سے مخلوط نہ کرے۔ بعض نے کہا کہ یہاں شرک سے پاک کرنے میں یہ بھی شامل ہے کہ ملنا یا نہ ملنا اور نفع و ضرر وغیرہ ایک ہی طرف سے دیکھتے تھے۔ واسطی رح نے کہا کہ شکر نعمت یہ ہے کہ قبول قضا و قدر کو خوشی سے کیا نہ کراہت سے شیخ ابو عثمان نے کہا کہ شاکر نعمت کی شان سے ہے کہ وہ اپنے شکر کو ایک جدید نعمت اللہ تعالیٰ کیطرف سے دیکھتا ہے اسطرح کہ اُسی نے اُسکو شکر کی توفیق دی تاکہ جان جاوے کہ ہر شکر کی نعمت ہے اور اسکا شکر محال ہے اور فضل الٰہی نہایت وسیع ہے اُس نے محض فضل سے اُسکو اپنی بیشمار مخلوق میں سے شکر کی توفیق دی اور اُسپر ہدایت کا احسان کیا یہ جانتا رہے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کیطرف سے اُسکے واسطے محض فضل سے سابق ہو چکی تھی وہاں اُنکی کوشش کو کچھ دخل نہ تھا بعض نے کہا کہ قنوت جسکے واسطے عطا ہو وہ قانت ہے اور قنوت یہ کہ ہمیشہ حق کے ساتھ قائم رہے اور حنیف وہ ہے جو دین میں استقامت کے درجہ پر ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا مزید فضل ظاہر فرمایا بقولہ وآتیناہ فی الدنیا حسنۃ الآیہ۔ دنیا میں نبوت و رسالت و خلت کا درجہ عظیم دیا اور آخرت میں کمال نعمت ہے کہ ہمیشہ بلا حجاب اُسکو دیدار میسر ہو گا کیونکہ ایسے اوصاف کیواسطے یہ انعام لائق ہے کہ قرب و جوار میں منزلت عالی پاوے۔ اسی واسطے بعض مشائخ نے کہا کہ دنیا میں خوبی جمع کرنے سے یہ نتیجہ ہوا کہ آخرت میں مرتبہ قرب عطا ہو گا۔ بعض مشائخ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے مومن بندوں کے دلوں کو معاملات کیواسطے صلاح پر پیدا فرمایا ہے اپنے انبیاء کو قرب و دیدار دوام کے لیے مخلوق فرمایا ہے۔ واسطی رح نے کہا کہ یہ فقط خلت ہے وہ اپنے بندوں کا آپ متولی ہے یہ بندے اسی کیطرف جذب ہیں۔ شیخ استاد رح نے کہا کہ دنیا کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ بالکل اللہ تعالیٰ کے ہی واسطے ہو گیا اور غیر کے لیے جگہ نہ رہی پھر آخرت کی خوبی بیان کرنے کی مجال کسی کو کہاں سے حاصل ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو ہمارے پیغمبر محمد صلے اللہ علیہ وسلم و جملہ انبیاء علیہم السلام کا امام کر دیا تو تمام امت کیواسطے بدرجہ اعلےٰ امام ہیں لقولہ تعالیٰ ثم اوحینا الیک ان اتبع ملۃ ابراہیم الآیہ۔ ملت کا تکملہ صرف ظاہری حرکات و اعمال سے نہیں جب تک کہ باطنی نیات و خصال جمع نہوں پھر ظاہری تو معلوم ہیں اور انہیں فقط عمل کی صورت میں بندگی پر قیام ہے اور جسقدر اللہ تعالیٰ نے چاہا منسوخ و مبدل فرمایا ہے ولیکن باطنی حصہ ہمیشہ برقرار ہے اور وہ خلت و محبت و رضا و تسلیم و سخاوت و وفا اور کرم ذاتی ہے۔ واضح ہو کہ ابتدائے وحی آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو وہ تھی جس سے اپنے خلیلؑ کو برگزیدہ فرمایا تو ظاہر ہے کہ درجات آخرت میں فضل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے کیونکہ آپ کی ابتدا تو متابعت خلیلؑ ہے گویا آپ کی ابتدا درجہ خلت ہے پھر آپ کی انتہا کمال تجرید توحید ہے۔ یہاں سے واجب ہے کہ مرید بننا

شیوخ کا ادب رکھے اور اُنکے واسطے تواضع ملحوظ ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ اُسکو بڑا مرتبہ دیدے چنانچہ شیخ دینوری رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اتباع خلیل کا حکم دیا کہ پھر کسی کو شیطان وسوسہ نہ دلادے کہ اتباع سے سرکشی کرے اور ملت ابراہیم سخاوت و نیک خلق ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے مزید لطف یہانتک ہوا کہ حق تعالیٰ کیواسطے دونون جہان ترک کیے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا وانک لعلی خلق عظیم۔ اور یہ فضل و رحمت الٰہی ہے جو اُسنے اپنے علم قدیم مین مقرر فرمائی واللہ تعالیٰ واسع علیم۔ اُسی فضل مین سے ہر ایک امت کو حصہ ہے چنانچہ یہود کا حال فرمایا

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝

ہفتے کا دن جو ٹھہرایا سو انھین پر جو اسمین پھوٹ گئے اور تیرا رب حکم کریگا اُنمین قیامت کے دن جس بات مین پھوٹ رہے تھے

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ یہی ہے کہ لادیا گیا سنیچر ان لوگون پر جنھون نے اختلاف کیا اسمین اسکے معنے یا تو یہ ہین کہ سبت یعنی سنیچر کا وبال اُن لوگون پر ڈالا گیا اور وہ فقط یہود ہین پس کسی اور قوم پر نہین ہے۔ یا یہ معنی ہین کہ سنیچر کا فرض ہونا صرف یہود پر ہوا چونکہ دونون معنی واقع ہوئے ہین اور کلام مین دونون معنی ظاہر ہوتے ہین اسلیے دونون لکھدیے گئے پھر واضح ہو کہ یہود نے اسمین اختلاف کیونکر کیا۔ تو بیان اسکا خود یہود کی روایات سے لیا گیا مگر اُنھون نے مختلف وجوہ بیان کیے چنانچہ علماء نے لکھا کہ ایک تو یہ بیان ہے کہ موسیٰ ع نے یہود کیواسطے ہفتہ کے دنون مین سے جمعہ کا روز معین کردیا اور یہود کو آگاہ کیا کہ باقی ایام سے افضل ہے مگر یہود نے جھگڑا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جمعہ کو ہی مخلوق پیدا کی اور آدم کا داخل ہونا و نکلنا ہوا مگر سنیچر کو کچھ نہین پیدا کیا تو یہ دن اُسکی عبادت کے لیے اچھا ہے پس اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر موسیٰ ع کو وحی کی کہ اچھا تو اُنکو اُسی روز پر چھوڑ دے جو اپنے لیے پسند کرتے ہین اور شریعت توریت مین مستحکم کردیا کذا ذکرہ الحافظ الامام ابن کثیر رحمہ کہتا ہے کہ اکثر جاہل یہودی بلکہ انکے عالم بھی یہ اعتقاد کرتے ہین کہ سنیچر کو اللہ تعالیٰ نے تھک کر عرش پر آرام کیا اور اسکی صورت بھی بتلاتے ہین مگر ایسے کلمات کا لکھنا بھی بے ادبی ہے اللہ تعالیٰ جل جلالہ ایسے احمقون کے افترا سے پاک ہے جو مخلوق کے مانند اُسکی پاک شان کے لیے بہتان بکتے ہین اور انتہائے حماقت یہ ہے کہ ہر چیز مین حواس کے سوائے کچھ قائل نہین ہین۔ دوسری روایت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کو ہفتہ مین سے ایک دن فقط تعظیم عبادت کیواسطے مقرر کرنے کا حکم دیا جسمین اور کچھ کام نہ کرین پس توریت کی شریعت والون نے جو یہود و نصاری دونون ہین باہم اختلاف کیا پس یہود نے تو سنیچر پسند کیا تھا وہ اللہ تعالیٰ نے انپر لازم کیا پھر جب نصاری ہوئے تو اُنھون نے اتوار مقرر کیا اور سابق کے پسند کو منسوخ کیا حالانکہ نصرانی اسکے قائل ہین کہ سابق مین انبیاء مثل موسیٰ و ہارون و داؤد وغیرہم سب انبیاے بنی اسرائیل علیہم السلام بھی سنیچر ہی کی تقریر پر رہے اور وہی شریعت توریت ہو گیا تھا چونکہ اللہ تعالیٰ نے انھین کی راے پر چھوڑا تھا لہذا ہر ایک پر اسکا پسند کیا ہوا دن لازم کیا پھر امت محمد صلعم کے لیے اپنی رحمت سے جمعہ کا دن مقرر کردیا۔ انکی راے پر نہین چھوڑا پس اصلی افضل دن اُنکو بتلاکر نعمت پوری کردی صحیحین وغیرہ مین حضرت ابوہریرہ رض کی روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ نحن الآخرون ہم لوگ پچھلے۔ السابقون یوم القیامۃ۔ قیامت کے روز اگلے ہین۔ بید انہم اوتوا الکتاب من قبلنا واوتیناہ من بعدہم۔ اتنا ہے کہ وہ لوگ دیے گئے کتاب آسمانی ہم سے پہلے اور ہمکو کتاب دی گئی اُنکے بعد۔ ثم ہذا الیوم الذی فرض علیہم یعنی الجمعۃ۔ پھر یہ اُنکا دن ہے جو اُنپر فرض کیا گیا تھا یعنی جمعہ کی نسبت فرمایا کہ جو روز انپر خالص عبادت کے لیے فرض ہوا تھا وہ یہ دن ہے۔ فاختلفوا فیہ۔ سو اُنھون نے اس دن مین اختلاف کیا یعنی اپنی کوشش

ورا سے گئے اور اعتماد کر کے یہ دن نہ پایا۔ ہٰذا انا اللہ لہ۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہمکو اس دن کی ہدایت فرمائی۔ فالناس لنا فیہ تبع الیہود غداً والنصاریٰ بعد غد۔ پس لوگ اسمین ہمارے پیچھے ہین یعنی جمعہ ہمارا ہی یہود کل کے روز یعنے سنیچر مین اور نصاریٰ پرسون یعنی اتوار مین۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اسلم نے اسکے مانند روایت کیا ہی پھر واضح ہو کہ سبت مین اختلاف کی کیا صورت ہوئی تو مجاہد سے روایت ہی کہ مراد یہی کہ جمعہ مقرر کرین انھون نے بجائے اسکے سنیچر کو اختیار کیا یعنی انکے اختیار پر سنیچر ہی لازم کر دیا گیا۔ ابو مالک و سعید بن جبیر نے کہا کہ سنیچر اختیار کر کے اسکو بعض نے رکھا اور بعض نے حرمت توڑدی موسیٰ نے ایک شخص کو دیکھا کہ سنیچر کو لکڑی کا گٹھا لادے جاتا تھا اُسکی گردن ماردی۔ اور واحدی وغیرہ نے کہا کہ یہودی گمان کرتے تھے کہ سبت بھی ابراہیم کی شریعت مین سے ہی پس اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا۔ انما جعل السبت علی الذین الآیہ۔ یعنی سبت کی شریعت ان لوگون پر کی گئی تھی جنھون نے اسمین اختلاف کیا اور ابراہیم پر یا دوسرون پر اسکی شریعت نہین فرمائی ہو بلکہ ابراہیم سے ایک زمانہ دراز کے بعد بنو اسرائیل پر سبت مشروع فرمایا ہو واحدی نے کہا کہ یہ اکثر مفسرین پر مشتبہ ہوا یہان تک کہ بعض مفسرین نے کہا کہ یہانسے معلوم ہوتا ہی کہ بعضے یہودی تو سبت کو دیگر ایام سے محترم جانتے اور بعضے اختلاف کر کے اتوار کو محترم رکھتے تھے حالانکہ یہ غلط ہی یہودی اپنے وقت مین سب متفق تھے اسطرح اختلاف نہین کرتے تھے یہ دوسری بات ہی کہ بعض نے گناہ کے طور پر ہفتہ دن عبادت نہ کی ہو۔ اور اتوار کو اسکے بجائے نصاریٰ نے ایک زمانہ دراز کے بعد نکالا ہی۔ بالجملہ شریعت توریت کے احکام مین سے اجتہادی روز سنیچر کا متعین ہو گیا تھا جیسا کہ آثار و اخبار صحیحہ سے ظاہر ہی پھر نصاریٰ نے اسکو منسوخ کر کے اتوار کیا جیسے ختنہ شریعت توریت مین واجب تھا اسکو متروک کر دیا اور جیسے سور حرام رہا کبھی حلال نہین ہوا اسکو حلال کر لیا حتیٰ کہ ذبح کرنے کی جگہ گردن مروڑنا بھی لیا۔ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اور بے شبہہ تیرا رب ضرور حکم فرماویگا ان لوگون یعنی جھوٹ بولنے والون مین قیامت کے روز اُن باتون مین جسمین وے اختلاف کرتے رہے یعنی ہر ایک کو اُسکے عمل کی سزا و جزا دیدیگا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ تمام لوگون کو راہ حق کی جانب نیک طریقہ سے ہدایت کرین

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ

بلا — اپنے رب کی راہ پر — پکی باتین سمجھا کر اور نصیحت کر کر — بھلی طرح — اور الزام دے انکو جسطرح — بہتر ہو

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝

تیرا رب — بہتر جانتا ہی — جو بھولا — اُسکی راہ سے — اور وہی بہتر جانے — جو راہ پر ہین

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ یعنی دعوت کر اور بُلا طرف اپنے رب کی راہ کے یعنی اسلام کیجانب اور جنکو دعوت فرماوین وہ معلوم ہین یعنی عموماً تمام آدمیون کو کیونکہ آنحضرت صلعم کو برخلاف باقی سب انبیاء علیہم السلام کے اللہ تعالیٰ نے تمام مشرق و مغرب یہود و نصاریٰ و مجوس و ہنود و بودھ سب کو اسلام کی دعوت کے لیے مبعوث فرمایا۔ پھر یہ دعوت آپ نے فرمائی یہانتک کہ کجراہ کو مستقیم کر دیا پھر آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین و تابعین و اتباع تاقیامت اسمین آپ کے جانشین ہوئے اور خصوص صحابہ رضہ نے اشاعت دین حق کیواسطے جو کام کیے اللہ تعالیٰ انسے راضی ہوا وہ ایسے ہین کہ بحمد اللہ و بحمدہ تمام زمین نور الٰہی سے منور ہو گئی اور تمام قومون پر شفقت و رحمت کی نگاہ رکھتے تھے جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان تھی اور جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد کیا کہ دعوت فرما اے محمد اپنے رب کی راہ یعنی اسلام کیطرف تمام لوگون کو بِالْحِكْمَةِ حکمت کے ساتھ یعنی ایسے کلام کے ساتھ جو محکم و صحیح و نافع ہو جیسے قرآن پاک ہی اور حضرت صلعم کی حدیث مین ہی کہ مجھے عطا ہوا قرآن اور اُسکے ساتھ اُسکی مثل یعنی حدیث شریف۔ اور یہی حدیث مین ہی کہ مین جوامع کلام دیا گیا ہون یعنی ایک بات ایسی جامع کہ اس سے دین و دنیا کے بکثرت فوائد صحیحہ نکلتے ہین۔ بعض نے کہا

کہ مراد حکمت سے قرآن ہو وبقول بعضے نبوت یعنی حدیث۔ بعض نے کہا کہ ایسے قطعی دلائل سے جو یقین پیدا کرتے ہین اور شک دور کرتے ہین وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ اور نیک نصیحت کے ساتھ۔ یعنی ایسے کلام کے ساتھ جو سننے والے کو اچھا معلوم ہو اور اسمین اُسکے حق مین تمام خوبی و نفع ہو۔ لہذا واعظ کو چاہیے کہ سننے والون کے نفع پانے و اُنکی خیرخواہی مطابق اُنکے حال کے دونیا و دین مین قطعی لحاظ رکھے اور نیت خالص اُنکی نصیحت ہو۔ اور یہجو واعظ پنا القلقہ دکھلانے کو قصہ و حکایات جنکا موقع ان لوگون کے حال کے مناسب نہین ہو مثلاً اُنکو ضرورت صحیح اعتقادات و اعمال کی ہو اور روی زہد و تقوی کی حکایات لاتے ہین تاکہ سننے والے قصہ سے خوش ہون چاہے اُنکو فائدہ ہو یا نہو تو یہ خیانت و ملامت ہو کہ دنیاوی غرض سے وعظ کہتے ہین واضح ہو کہ حق بات ہر طرح کہی جاسکتی ہو لیکن ایسے طور پر کہنا چاہیے کہ اپنے نزدیک اس طریقہ سے ہین زیادہ موثر ہوگی گر حق سے تجاوز کرنا کسی حال مین روا نہین ہو چاہے سننے والا پسند کرے یا نہین صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی و پسندیدگی پر نظر رکھنا چاہیے پھر واضح ہو کہ کبھی سننے والا ایک جھگڑالو عنادی آدمی ہوتا ہی جس سے اُسکے اقوال توڑ کر سمجھانے کی حاجت ہوتی ہو جیسے یہودی لوگ تھے تو حکم فرمایا۔ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ اور حجت قائم کر انپر ایسے طریقہ سے جو حسن ہو یعنی مہربانی و نرمی کے ساتھ بدون سختی کے یا بدون ایسے کلام کے جس سے وہ خواہ مخواہ دشمنی پر آمادہ ہون۔ مثال اسکی جیسے یہود مدینہ کے اور نجران کے نصاریٰ آپس مین جھگڑنے لگے کہ ابراہیم یہودی تھے اور دوسرے کہتے کہ نصرانی تھے پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ قل یا اہل الکتاب لم تحاجون فی ابراہیم وما انزلت التوراۃ والانجیل الا من بعدہ۔ تا قولہ ما کان ابراہیم یہودیا ولا نصرانیا۔ پس نہایت نرمی و ملائمت سے ان جاہلون کو روکا اور سچی بات سمجھائی۔ لہذا المفسرین نے کہا کہ دین کے بارہ مین مناظرہ جائز ہو اور اللہ تعالیٰ نے اُسی شخص کو یہ حکم دیا ہو جو حق پر ہو اور غرض اسکی اظہار حق ہو اور رجانے کہ مقابل مین ایک شخص باطل پر ہو اور اسی وجہ سے باہم دلی درست علماء سلف کے دینی بات مین آپسمین مناظرہ کرتے اور ذرا بھی آپسین کبیدگی نہین ہوتی تھی کیونکہ حق کی تلاش مین دونون خوشی خوشی ایک دوسرے کی بات سنتے اور شکرگزار ہوتے تھے بخلاف اُنکے پچھلے زمانہ مین عالم لوگ وزیرون و بادشاہون کے دروازے پر جاکر حنفی و شافعی کا مناظرہ اس غرض سے کرتے کہ دوسرے کو قائل کرین اور یہ مذموم طریقہ پھیلا جس سے باہم رنجش پھیلی جیسا کہ صاحب عین العلم نے اور امام غزالی نے اسکی تصریح کی ہو بعضے مفسرین نے کہا کہ آدمیون کی جبلت تین قسم کی واقع ہوئی ہو اول علماء جنکے لیے دعوت بر سبیل حکمت ہی۔ دوم ایسے لوگ جنکی طبیعت مین اللہ تعالیٰ نے سلامتی و نیکی رکھی ہو اور یہی لوگ ہین جنکے واسطے موعظت حسنہ کا طریقہ ہو اور سوم جھگڑالو بد باطن و کج نہاد جنکے واسطے مجادلہ کی ضرورت ہی اور مترجم کہتا ہی کہ ہمارے زمانہ مین یہی لوگ بہت کثرت سے ہین۔ بلکہ ہمارے وقت مین حدیث کے قرب قیامت کے آثار مین سے یہ معجزہ صاف ظاہر ہی کہ اس وقت مین ہر شخص اپنی رائے پر نازان ہو ہر چند اُسکو ظاہر کرو کہ تیری رائے صاف کجی پر ہو مگر اسکو اپنی رائے چھوڑنا مشکل معلوم ہوتا ہی۔ اور واضح ہو کہ منجملہ مجادلہ حسنہ کے یہ امر بھی ضروری ہو کہ جب خالص نصیحت چاہتا ہی تو خصم کی اذیت دینے پر صبر کرے چنانچہ حضرت مجاہد رح سے اس آیت مین مروی ہو کہ تجھے اگر کافرون سے ایذا پہونچے تو مُنہ موڑے رہ اور خیال مت کر اور رسالت پہونچانے مین کمی نہ کر۔ بعض علماء نے کہا کہ اس صورت مین یہ آیت منسوخ ہوگی جبکہ قتال و جہاد کا حکم آگیا اور صحیح یہ ہو کہ ان بعض کا قول فقط وہم ہی کیونکہ مجادلہ حسنہ مین ایذا پر صبر کرنا کچھ اس امر کو مانع نہین ہو کہ جہاد کیا جاوے کیونکہ جہاد تو عدل قائم کرنے اور اللہ تعالیٰ کا کلمۂ توحید بلند کرنے کے لیے ہی تو یہ نہین لوگون پر ہی جو مطیع نہون یا کسی طرح نہ مانین سوائے اسکے کہ فساد کرتے رہین۔ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ تیرا رب وہی خوب جانتا ہو۔ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ ایسے کو جو اسکی راہ سے بھٹکا یعنی اس دعوت و موعظت و مجادلہ حسنہ سے کسی کو یہ دعوی نہو کہ دوسرا خواہ مخواہ راہ راست پر آجاوے اسلیے کہ ہدایت دینا اور نہ دینا اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت مین اور اُسی کی حکمت بالغہ مین ہو جسکو اُسنے ہدایت نہین دی وہ کبھی

راہ پر نہ آویگا مگر اُسکو وہی خوب جانتا ہی وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ اور وہی ایسے کو بھی جانتا ہی جو راہ پر آنے والا ہی
واضح ہو کہ موعظت کے ساتھ حسنہ فرمایا اور چونکہ جدال مین ظاہری صورت ایسی ہی کہ مقابل یہ سمجھے کہ مجھے قائل کر دیا جائیگا اور مجھپر
سرزم طاری ہوگی تو اُسکے ساتھ قید لگا دی کہ طریقہ احسن ہو یعنی نہایت خوب ہو پس خالص نیت سے مناظرہ کرنے والے پر لازم
ہی کہ ایسے مواقع بچاوے جس سے شیطان وسوسہ دلا کر خصم کو خواہ مخواہ ہٹ کرنے پر آمادہ کر دے - پھر مناظرہ کرنے والا کبھی یہ خیال بھی لاوے
کہ میرے خوش سلیقہ سے کچھ اثر نہوگا بلکہ یہ خدمت اس خوبصورتی سے اپنے اللہ تعالیٰ کے سامنے ادا کی اور رہا نفع دینا ہدایت کا سو وہ فقط اللہ تعالیٰ
جل شانہٗ کے قبضہ قدرت مین ہی وہی گمراہ کو اور ہدایت پانے والے کو خوب جانتا ہی - اور گمراہ کو یہان پہلے بیان کرنا اسوجہ سے کہ کلام انھین سے کے
نفع بہوجانے مین ہی اور اشارہ ہی کہ جھگڑالو ون نے اللہ تعالیٰ کی فطرت سلیمہ کو بدل ڈالا اور اُسپر جمے ہوئے ہین اور یہ کبھی تو اللہ تعالیٰ نے جہل دور
کر کے خوبی اسلام ظاہر ہونے کو انھین رکھا اور کبھی اسوجہ سے کہ اسکے علم مین گمراہ قابل الخیر نہین ہی پس وہ کسی خوب طریقہ سے خوبی نہین پاویگا -
شیخ امام ابن کثیر رح نے شیخ امام ابن جریر رح سے نقل کیا کہ حکمت سے مراد کتاب یعنی قرآن اور حدیث ہی اور موعظت حسنہ جو قرآن مین ایسے
خوفناک وقائع اگلے کافرون کے مذکور ہین جن سے سلیم الفطرہ لوگ سمجھکر کجی سے باز رہتے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہین اور احسن
طریقہ جدال نرمی و شفقت اور میٹھی بول چال ہی جیسے موسیٰ و ہارون کو حکم دیا تھا کہ فقولا لہ قولا لینا یعنی تم دونون فرعون سے نرم بول مین کہنا
اقول شاید دعوت کرنے والے کیواسطے اسمین خلوص امتحان ہی کہ خصم جسکے لیے بہتری چاہو جب اُسنے سخت جواب دیا تو اپنا نفس بھی آمادہ
جواب ہوجاتا ہی اور اخلاص جاتا رہتا ہی واللہ تعالیٰ اعلم اور آخر مین آنحضرت صلعم کو تسلی دی کہ جو نہ مانے اسکے واسطے آپ غمگین ہوتے تھے تو آپ کی نظر
اپنی عظمت و جلال کیطرف پھیری کہ کسی مین کچھ قدرت پیدا کرنے کی نہین ہی - تیرا کام انکو پیغام سُنانا ہی - باقی اُنکا انجام ہمارے قبضہ مین ہی
ف وفی العرائس من الاشارات فی قولہ تعالیٰ ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ الآیہ - لازم ہی کہ داعی الی الحق جمہور سے بزبان شریعت کلام کرے
اور زبان حقیقت سے گفتگو نہ کرے کیونکہ اگر زبان حقیقت کی گفتگو ہوتی تو حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم احق تھے پس اگر زبان حقیقت سے
کلام کرے تو وہان عقلین پارہ پارہ ہوجاینگی اور خلق بدون فہم و علم کے مبہوت رہ جائیگی اور موعظت حسنہ وہ ہی کہ نفس کے لیے اسمین کچھ حصہ
و مزہ ہو اور اسی قدر کہ جسقدر سننے والے کی عقل و طاقت ہو - بعض مشائخ نے کہا کہ ہر ایک سے اُسکی مقدار کے موافق کلام کرنا چاہیے اور
موعظت حسنہ اسی قدر ہو جسمین امید و رغبت دلاوے اور خوف و ڈر سناوے - بعض مشائخ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حکمت کو مقدم فرمایا
اسمین کیا بھید ہی تو فرمایا کہ حکمت حاصل ہو تو زبان سے ٹھیک بات کہے اور دل سے ٹھیک فکر کرے اور اعضاء سے ٹھیک جنبش کرے پس
کلام و فکر و حرکت سب حکمت پر ہو - شیخ امام جعفر رح نے کہا کہ دعوت بحکمت یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ اسی سے اسی کی طرف دعوت ہو اور
موعظت حسنہ یہ ہی کہ مخلوق کو تحت قدرت دیکھے جو تیرا کہنا مانے اسکا شکر گزار ہو اور جو نہ مانے اُسکو معذور جان لے - قولہ وجادلھم بالتی ہی
احسن جدال خوب تر یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ اُسکی طرف لوگون کو دلالت کرے پس اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہی اور اُسکی صفات مین سے معرفت
اسطرح دلاوے کہ جو مخلوق نے پایا ہو مثلاً اسکے کرم و لطف و رحمت و شفقت وغیرہ سے قدر صالح بیان کرے - بعض نے کہا کہ سوائے انبیاء کے
جو کوئی جدال اختیار کرے اسمین حظ نفس مین سے کچھ ہوتا ہی اور یہ نہ چاہیے کہ اگر اُسنے نہ مانا تو اُسپر غصہ ہوجاوے - قولہ ان ربک ہو اعلم بمن ضل
عن سبیلہ یعنی اسمین تیری بات کچھ اثر نہ کریگی - قولہ وہو اعلم بالمہتدین - یعنی وہ لوگ جنکو توفیق ازلی حاصل ہی کہ ہدایت پاجاوینگے پس تیرے
فرمان سے اُنکے سینہ کُھلجاتے ہین - شیخ سہل رح نے فرمایا کہ جب سبیل کیطرف اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو دعوت کرنے کا حکم دیا ہی وہ اللہ تعالیٰ

ایمان ہو کہ یہی راہ سیدھی دنیا سے آخرت کو گئی ہو - پھر ایک طریقہ حق کہ عقوبت وغیرہ مین بھی انصاف و صبر کا حکم دیا

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ ۖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ

اور اگر بدلا دو تو بدلا دو اُسقدر جتنی تمکو تکلیف پہونچی اور اگر صبر کرو تو یہ بہتر ہی

لِلصَّابِرِينَ ○ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ ۚ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ

صبر والون کو اور تو صبر کر اور تجھسے صبر ہو سکے اللہ ہی کی مدد سے اور اُنپر غم نہ کھا اور مت

فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ ○ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ

خفرہ اُنکے فریب سے اللہ ساتھ ہی اُنکے جو پرہیزگار ہین اور جو

هُمْ مُحْسِنُونَ ○

نیکی کرتے ہین

ع ۹ ۲۲

اللہ تعالیٰ نے عدل کا ہر حال مین حکم دیا چنانچہ اگر کسی نے ظلم کیا اور اسپر قابو پایا تو بہتر یہ ہی کہ معاف کرے اور اگر بدلا لینا ہی چاہے تو فرمایا **وَإِنْ عَاقَبْتُمْ** اور اگر تم معاقبہ کرو یعنے تمپر جو عقاب وظلم ہوا اسکا بدلا لینا چاہو **فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ** تو عقاب کرو برابر اسکے جسکے ساتھ تمکو عقاب کیا گیا ہو - اللہ تعالیٰ نے پہلے ظلم کو بھی عقاب فرمایا حالانکہ عقاب و سزا تو دوسرا فعل ہو اور یہ بطریق مشاکلت کی ہو جیسے بولتے ہین کہ تمپر کوئی ظلم کرے تو تم بھی اسپر اسی قدر ظلم کر لو حالانکہ دوسرے کیطرف سے بدلا انصاف کا ہی ظلم نہین ہی ظلم تو اول کیطرف شکل کی مشابہت سے ہوا تھا مگر صورت مین دونون یکسان ہین - عبدالرزاق نے اپنی اسناد سے ابن سیرین رح سے روایت کی کہ مطلب یہ ہی کہ جیسے تم سے کسی نے کچھ لیا تو اسکے مثل اس سے لے لو یہی قول مجاہد و ابراہیم و حسن بصری وغیرہم کا ہی اور اسی کو شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا ہی چنانچہ کہا کہ یہ آیت ایسے لوگون کیواسطے ہی جسکو کسی ظالم سے کچھ مصیبت پہونچی تو جب اسکو قابو ہو تو ظالم سے ویسا ہی بدلا لیوے جیسا ظلم ہوا اور اس سے زیادہ تجاوز نہ کرے - بیضاوی رح نے بھی ایسا ہی لکھا ہی اور ابن زید رح نے کہا کہ مسلمانون کو اول مین حکم دیا گیا تھا کہ مشرکون کے ناگوار قول و فعل سے چشم پوشی کرین برداشت کے ساتھ پھر کچھ لوگ ایسے مسلمان ہوئے جنمین قوت و منعت تھی تو اُنھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر اللہ تعالیٰ اجازت فرما دے تو ہم ان کتون سے بدلا لے لیوین پس یہ آیت اُتری پھر جہاد سے اسکا حکم منسوخ ہو گیا - اقول یہ روایت زیادہ قوی نہین ہی اور جہاد سے اس حکم کے منسوخ ہونے کی بھی کوئی وجہ نہین ہی اسلیے کہ اسکا حکم ابتک باقی ہی اور جہاد سے کچھ منافی نہین ہی ظاہر النسخ کے اصطلاحی معنے مراد نہین ہین - اور اگر نزول کیوقت کوئی سبب خاص ہو تو بھی حکم آیت کا وہی ہی جو شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا ہی اور عفو ہر حال مین محمود ہی چنانچہ فرمایا - **وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ** اور اگر تم برابر بدلا لینے سے بھی صبر کرو - **لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ** تو بیشک یہ صبر کرنے والون کیواسطے بہت بہتر ہی - اور خیر لہم نہین فرمایا بلکہ خیر للصابرین کہا تو یہ ثنا و صفت کے لیے ہی کہ مدح کے مقام پر ضمیر کی جگہ ظاہر لفظ فرمایا جس سے ظاہر ہوا کہ یہ لوگ درجہ صابرین مین داخل ہونگے - پھر جمہور علماء کے نزدیک آیت کچھ منسوخ نہین بلکہ محکم ہی کیونکہ حکم اسکا یا تو برابر بدلا لو اور اگر صبر کرو تو بہت خوب ہی اور صابرون کیواسطے اجر جمیل کی بشارت ہی اور حقوق و قصاص وغیرہ مین مساوات و عدل کو خلاف خواہش نفس کے مرعی رکھنا چاہیے اور حد سے تجاوز نہونے پاوے کہ کچھ بڑھا لیا جاوے اور یہ باتین کوئی منسوخ ہونے کے لائق نہین ہین کیونکہ نسخ تو امر و نہی پر وارد ہوتا ہی ولیکن ابن زید و ابن عباس و ضحاک سے نسخ کے الفاظ مروی ہین ظاہر امراد اصطلاحی معنی نسخ کے نہین ہین اور نیز سبب نزول سے بھی مخالف ہی -

ابی بن کعب رضہ سے روایت ہو کہ جب جنگ احد کا دن ہوا تو انصار رضہ مین سے ۶۴ چونسٹھ شہید ہوئے اور مہاجرین مین سے چھ آدمی جنمین حضرت
حمزہ بن عبد المطلب بھی تھے اور مشرکون نے انکو مثلہ کر ڈالا یعنی جہالت سے کان ناک وغیرہ کاٹ ڈالے پیٹ پھاڑ ڈالا۔ اور حضرت
حمزہ کو بہت زیادہ مثلہ کیا۔ پس انصار نے کہا کہ اگر اللہ تعالی نے ہمکو قریش پر فتح دی تو ہم بھی انپر اسکی کثرت دکھلاوینگے پھر جب فتح مکہ کا روز ہوا تو اللہ تعالیٰ
نے نازل فرمایا وان عاقبتم فعاقبوا الآیۃ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم صبر کرینگے اور بدلا نہ لیوینگے سب لوگ اس قوم سے باز رہو سوائے
چار آدمیون کے۔ یعنی چار شخص بتلا دیے کہ انکو قتل کردو۔ رواہ الترمذی وقال حسن والنسائی وابن حبان والطبرانی والبیہقی ورواہ الحاکم وقال
صحیح الاسناد۔ اور ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہو کہ جب حمزہ رضہ شہید ہوئے تو آنحضرت صلعم انکی مشہد پر آئے اور ویسا حال دیکھا جو آپ کا دل دکھانے والا تھا
اس سے زیادہ کوئی منظر نہ تھا حضرت حمزہ رضہ کو مثلہ کر دیا گیا تھا پس فرمایا کہ اللہ تعالے تجھپر رحمت فرماوے کہ تو میرے علم مین ناتے کا جوڑنے والا
اور بہت نیکوکار تھا اور اگر تیرے پچھلون کو غمناک کرتا تو مین تجھے یون ہی چھوڑ دیتا کہ اللہ تعالی تیرا حشر درندون کی متعدد ارواح سے کرتا اور فرمایا
کہ واللہ بجائے تیرے مشرکون مین سے ستر آدمی کو مثلہ کرونگا پس جبرئیل نازل ہوئے اور سورہ نحل کے خاتمہ کی آیات لائے وان عاقبتم فعاقبوا بمثل
الآیۃ آنحضرت وہین کھڑے تھے پس آنحضرت صلعم نے صبر اختیار کیا اور اپنی قسم کا کفارہ دیدیا۔ رواہ الطبرانی والبیہقی وغیرہم وقال الحاکم صحیح الاسناد۔
اور ابن عباس نے مرفوعا اسکے مانند روایت کیا جسکو طبرانی وابن المنذر وغیرہ نے روایت کیا ہو۔ شیخ ابن کثیر نے کہا کہ محمد بن اسحق نے عطاء بن
سائب سے مرسل روایت کی کہ سورہ نحل پوری مکہ مین نازل ہوئی سوائے تین آیتون کے جو اسکے آخر مین ہین یہ مدینہ مین نازل ہوئین جب
جنگ احد کے بعد جسمین حمزہ رضہ شہید ہوئے اور مثلہ کیے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اللہ تعالی نے جب مجھے غلبہ دیا تو مشرکون سے
تیس آدمی مثلہ کرونگا جب مسلمانون نے یہ سنا تو کہا کہ واللہ جب اللہ تعالی نے ہمکو غلبہ دیا تو ہم انمین سے اتنے مثلہ کرینگے کہ عرب نے کبھی اسطرح مثلہ کیا
ہو۔ پس اللہ تعالی نے نازل فرمایا وان عاقبتم فعاقبوا الآیۃ۔ اور شعبی و ابن جریج نے کہا کہ احد کے واقعہ مین مسلمانون کے قول پر کہ ہم انمین سے مثلہ
کرینگے اسکا نزول ہوا۔ مترجم کہتا ہو کہ ظاہر یہ ہو کہ نزول اسکا احد کے روز ہوا ہو ولیکن صحابہ انصار رضہ نے شاید یہ اختیار کیا ہو کہ ہم بدلا لیوین
چنانچہ عبد اللہ بن امام احمد نے ابی بن کعب سے مسند روایت سابقہ کی روایت کی اور اسمین یہ زاید ہو کہ فتح مکہ کے روز کسی انصاری نے کہا کہ
آج کے بعد قریش پہچانے نہ جاوینگے پس آنحضرت صلعم نے منادی کرادی کہ آنحضرت نے سب گورے وکالون کو امن دیدی سوائے فلان و
فلان وفلان وفلان کے۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ ہم صبر کرینگے اور بدلا نہ لینگے۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاص کر صبر
کرنے کا خطاب فرمایا ہو بقولہ۔ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ اور تو صبر کر اور نہین صبر تیرا مگر ساتھ اللہ کے
یعنی اللہ تعالی کی قوت و توفیق سے ہو اور امت مرحومہ آپ کے تابع ہو ولیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان بہت بلند تھی حتی کہ آپ کو مسلمانون
کی شہادت و انکی تکلیفون اور کافرون کی ایذاؤن کا خیال وملال ہوتا تھا اسکے ساتھ کمال ترحم سے کافرون کے کفر کرنے اور عذاب مین کھنچے
جانے سے بھی صدمہ پہونچتا تھا لہذا فرمایا۔ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ اور تو انپر غمگین مت ہو یعنی کافرون کے اسطرح کفر کرنے اور آگ جہنم مین جانے
پر اصرار کرنے سے تجھکو غمگین نہونا چاہیے حالانکہ بحکم قولہ حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم۔ آپ نہایت خواہش سے چاہتے کہ یہ لوگ عذاب الہی سے
باز رہین۔ پس تکمیل ہونے تو فرمایا۔ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ اور مت ہو تنگی مین اس چیز سے جو کفار مکر کرتے ہین
حاصل آنکہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی اور اپنی عظمت وحکمت کیطرف پھیرا کہ یہ تمام مخلوقات اس خالق عزوجل کی ہو جو اپنی حکمت سے
جیسا چاہتا ہو کرتا ہو کافرون کیواسطے جو انھنے چاہا ہو کرینگے اور اسکا ضرر مسلمانون پر عائد نہین ہوگا کیونکہ انکو اللہ تعالیٰ فتح دیگا ولیکن کافرون کا مکر نہین

کی ذات پر عود کرنے والا ہی کیونکہ وہ چاہتے ہین کہ اپنی تدبیر سے اسلام میٹ دین اور کفر قائم کرین اور اسکا انجام یہ کہ جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ ہوگا کہ اسلام کا نور چمک جاوے اور کافرون کا مکر انکو جہنم مین پہنچائیگا اور یہی اللہ تعالیٰ نے اُنکے حق مین مقدر فرمایا تو اسکو کوئی روک نہین سکتا ہی اور اُنکے مکر و ایسی نامعقول حرکات مثلہ وغیرہ سے اہل ایمان کو صدمہ پہونچانے و پریشان کرنے سے انہین گھبراہٹ کا وسوسہ ہوگا چنانچہ فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا یعنی اللہ تعالیٰ کی معیت ہمراہ ان بندون کے ساتھ جنہون نے شرک و گناہون سے تقویٰ کیا پس اللہ تعالیٰ کا علم محیط اور مدد و فضل و نصرت شامل حال ہو تو شیطانی وسوسہ اثر نہین کرسکتا۔ وَالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ اور ان بندون کے ساتھ جو احسان کے مرتبہ پر ہین۔ پس جو ظلم کرے اس سے عفو کرے اور جو برائی کرے اُسکے ساتھ احسان کرے ایسے بندے اللہ تعالیٰ کے محبوب اور محفوظ ہین۔ انہین ادب ہی کہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات پر خواہ کافر ہون یا مومن ہون خواہ آدمی ہون یا جانور ہون سب پر شفقت و رحم رکھنا چاہیے پس اگر کہا جاوے کہ اس سے جہاد کو مناسبت نہوگی تو جواب یہ ہی کہ پوری مناسبت ہی بلکہ مناسبت نہ جاننا بیعقلی ہی مثلاً کسی شہر مین ڈاکہ ڈالنے والون نے مسافرون کو مار ڈالنا اور اُنکی اولاد قتل کرنا و ہر کا پیا سا چھوڑنا شروع کیا تو فرض ہی کہ ان رہزنون سے قتال کیا جاوے حتی کہ اگر سب مارے جاوین تب بھی مضائقہ نہین کیونکہ سب مخلوق لاکھون امن مین رہے۔ چور کی سزا دینے سے لاکھون بیخوف ہوتے ہین جو زہر کھلاوے یا لوگون کو ناحق قتل کرے اسکا قتل کردینا بہت اچھا ہی اور جہاد اسی قدر ہی حتی کہ مطیع ہوجاوین تو انکو آرام دینا اور اُنکی حفاظت کرنا فرض ہی۔ پھر اگر ایک آدمی بھوک پیاس سے مرا جاتا ہو اور ایک جانور بھی اور پانی صرف اسقدر ہو کہ اس جنگل مین ان مین سے ایک کی جان بچ سکتی ہو تو آدمی کا بچانا فرض ہی اور جانور ذبح کردیا جاوے غرضکہ عقل سے درجہ بدرجہ رعایت و حسن ادب و مراتب ہین جو اسکا لحاظ نہ رکھے وہ احمق ہی۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ الآیہ۔ اسکے اشارات مین بہت سے علوم نفیس ہین از انجملہ یہ کہ اپنے نفس کی خوشی کیواسطے انتقام نہ لینا چاہیے ہان اللہ تعالیٰ کیواسطے جائز ہی اور جو مکروہات بحکم قضاء پیش آوین اُنپر صبر کرنا اور امتحان مین پورا ہونا مجاہدہ و ریاضت والون کا عملی مقام ہی۔ برابر بدلا لینا تو اول مرتبہ والون کا مقام ہو اور صبر رکھنا یہ اہل رضاء کا مرتبہ ہی و مرید کا مرتبہ یہ ہی کہ وہ امور شریعت مین منہمک ہوتا ہی اور شریعت کے رنگ سے رنگا ہوتا ہی اور جو شخص مرتبہ عرفان کو پہونچا وہ توحید مین مستغرق ہوتا ہی پس ادب تو لباس مریدین کا ہی اور رضاء بقضاء مقام اہل عرفان کا ہی۔ شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ کہ صبر کرنا یعنی بدلہ نہ لینا اہل صبر کیواسطے بہتر ہی جو عقوبت کرنے کو اُٹھتے ہین حالانکہ اُنکو علم نے مباح کیا ہی اور الزام اس ادب کو ہی کہ صابرون کے۔ یعنے ترک بہتر ہی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس امر کو کہ جس صبر سے رضاء و ترک عقوبت صابرین سے ہوتا ہی وہ بقوت الٰہی عز و جل ہی بقولہ واصبر وما صبرک الا باللہ یعنی امتحان الٰہی مین بلا پیش آنے سے صبر نہین ہوتا مگر باللہ یعنی اسطرح کہ کشف جمال قدس فرمایا جاوے اور یہ بھی ہی کہ صبر باللہ ہی کہ اللہ تعالیٰ کے صبر سے بندہ متخلق ہو اور نیز اس صبر کا عوض اللہ تعالیٰ ہی اور نیز ایسے صبر کو آدمی اپنے نفس کے ساتھ نہین کرسکتا ہی پس بلاء الٰہی کا تحمل اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ ہی بندہ کا بھروسا اپنے نفس پر ہمیشہ بیکار ہی۔ واسطی نے کہا کہ ہمین اشارہ ہی کہ اللہ تعالیٰ وہی اُنکے پردہ مین رکھنے کا متولی تھا کہ حضور ربی انکو ہر وقت معائنہ کسطرح منظور فرمایا اور وہ تین فریق ہین ایک گروہ وہ کہ قیومیت و ازلیت امین برابر باقی رہا پس بقاء کیوقت اس گروہ پر کوئی آفت اتصال انوار ابدی بانوار سرمدی مین نہین پہونچی اور ایک گروہ اُسکی زینت و حسن اختیار مین ہوا تو اُنکو نعمت مین معمور کرکے اسمین محجوب فرمایا پس وہ حقیقت سے محجوب ہین اور ایکگروہ کو شواہد طاعات و زہد مین رکھا اور خیر مقدم کے خطاب مین انکو متلذذ کردیا۔ شیخ ابن عطا رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم بھی فرماتا ہی اور اسکو بری بھی فرماتا ہی پس یہ مقام اعلیٰ ہی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

شیخ جعفر رح نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو صبر کا حکم دیا یعنی فی قولہ تعالیٰ واصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل الآیہ اور آنحضرت سے حصۂ علیٰ واسطے رسول صلعم
کے کر دیا کیونکہ صبر آنحضرت صلعم کو اپنے ساتھ فرمایا نہ آنحضرت صلعم کے ساتھ بقولہ الا باللہ۔ شیخ نوری رح نے کہا کہ یہ صبر وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم
اسی کی قوت سے ہو۔ شیخ استاد رح نے کہا کہ حکم صبر بطور تکلیفی احکام کے ہے اور صبر اللہ بطریق معرفت ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اول میں سختی ہے
اور آخر میں راحت ہے اور اول امر عبودیت ہے اور دوم آگاہی دی کہ حق ربوبیت کے یعنی ربوبیت کے احکام بندوں پر اسی کی قوت سے
پورے ہوتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ سابق تقدیر پر نظر فرماوے تاکہ موارد تدبیر میں محزون نہو بقولہ ولا تحزن علیہم ولا تک فی
ضیق الآیہ۔ یعنی نظر عالی اس امر کیطرف رہے جو ہماری مراد انسے ہے یعنی اسی حال پر رہتا جو سابقہ علم انسے متعلق ہوا ہے اور اسکو مت دیکھو جو تیری
مراد انسے ہو کیونکہ حکم ربوبیت سابق ہے حکم عبودیت پر ہے۔ شیخ ابن عطاء رح نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کافروں سے کبھی دلتنگ نہیں
ہوتے تھے ولیکن اللہ تعالیٰ نے پہلے سے تنبیہ کردی ایسے امر سے جو بشریت میں متصور ہو سکتا ہے اگرچہ آنحضرت صلعم اس سے پاک تھے۔ مترجم کہتا ہے کہ
شیخ کے اس کلام میں اجمال ہے واللہ اعلم کیونکہ آنحضرت صلعم کی دلتنگی کافروں کے قول سے جابجا آیات میں مصرح ہے ولیکن کلام اہل ظاہر و علماء محققین
کے درمیان اس امر میں ضرور ہے کہ یہ دلتنگی و حزن کس طور پر واقع ہوا تھا اور کب تک رہا پس ظاہر میں تو کافروں کے قول سے جیسے عرف میں لوگوں کو
دلتنگی ہوتی ہے وہ واقع ہوتی تھی اور اہل تحقیق کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم امر آخرت و عذاب جہنم کے مکاشفہ سے ہر ایک شخص کو اپنے اپنے مرجع کیطرف
جاتے دیکھتے بلکہ صرف یقین کے ساتھ بھی بدون مکاشفہ کے یہ امر ظاہر ہے کہ جو شخص امر حق سے انکار کرے اور شرک و کفر پر اصرار کرے وہ دائمی عذاب
جہنم کیطرف جاتا ہے اور عذاب جہنم معاذ اللہ منہ اسقدر سخت و شدید ہے کہ اگر دنیا میں دو شخصوں میں ایسی سخت دشمنی ہو کہ اس سے زیادہ خیال
میں نہیں آسکتی ہے پھر اس عذاب میں اسکا دشمن رکھا جاوے مگر اسکے اختیار سے ہے تو امید نہیں کہ وہ خوشی سے اجازت دیدے کیونکہ
دنیا میں اگر دشمن کو ایسے انواع تکالیف و عذاب میں رکھا جاوے تو بندہ کم اسکو روا رکھتا ہے ولیکن آخرت میں ہر ایک کے اعمال خود
اسکے واسطے جہنم یا جنت ہیں پس کسی طرح نہیں چاہتے تھے کہ یہ لوگ دوزخ میں جاویں حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے رات میں آگ
جلائی اور کیڑوں پتنگوں نے اسمیں گرنا شروع کیا ہر چند وہ مارتا ہٹاتا رہا اسی طرح تم لوگ جہنم کی آگ میں کودے پڑتے ہو اور میں تمہاری
کمروں کو پکڑ کر ہٹاتا ہوں پھر یہ صحیح ہے کہ کافر لوگ یہ بھی چاہتے تھے کہ جو اس آگ سے بچکے انکو بھی تکلیف دیکر ساتھ کھینچ لیجاویں تو انکی حفاظت
فرمانے میں کافروں کے ساتھ دشمنی کا برتاؤ کرتے تھے حالانکہ درحقیقت کافروں کے عین نفع و راحت کیواسطے یہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ لوگ
اللہ تعالیٰ سے کفر یا شرک کریں فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ شیخ استاد رح نے کہا کہ اسمیں اشارت ہے کہ تقدیر پر نظر کرنا چاہیے یعنی اگر اللہ تعالیٰ
چاہتا تو سب کو ہدایت پر جمع کردیتا پس جس چیز کا خطرہ ہے یہاں نہیں ہے وہ تجھ میں موثر نہونا چاہیے۔ اور ہمنے جسکی قدر کو ساقط کردیا
تم اسکو اسی انداز سے دیکھنا چاہیے۔ قال المترجم اگر وہم ہو کہ کیا ہر ایک کو ذلیل و حقیر سمجھے تو جواب یہ ہے کہ نہیں یہ مطلب نہیں ہے بلکہ
یہاں دو نظر ہیں اول یہ کہ تمام مخلوقات کو جناب الٰہی عز و جل کے مقابلہ میں بالکل معدوم و ناچیز سمجھے پھر اپنے نفس کیطرف رجوع کرکے اسکو
سب سے حقیر جانے پس عظمت الٰہی عز و جل پر ایمان لاوے اور دوم یہ کہ تمام مخلوقات کو اپنے مقابلہ میں دیکھے تو سب سے اپنے کو حقیر سمجھا اور
حضرت خالق عز و جل کی خلقت بہرحال اپنی وضع پر بالکل خوب و بہتر ہے۔ پیر ما گفت خطا بر قلم صنع نرفت + آفرین بر نظر پاک خطا پوشش باد
اور اسی معنی میں اس آیت میں سے اشارہ نکالا گیا کہ تمام مخلوق پر شفقت چاہیے ہے فافہم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ السلام کے قلب کو تسلی
فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ہر متقی محسن کے ساتھ ہے بقولہ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ہم محسنون۔ یعنی معیت رب تبارک و تعالیٰ ان بندوں کے ساتھ ہے

جنھون نے اللہ تعالیٰ کی عظمت دیکھکر اُسکی تعظیم کی اور جلال دیکھکر اُسکی بزرگی پہچانی اور غیر سے بیزار ہوگئے اور یہ معرفت اُسکی اس حال مین ہو کہ اُسکے جمال مشاہدہ سے بیخود اور انوار قدم مین مستغرق ہون جیسا کہ احسان کی تفسیر حدیث مین آئی ہی پس اللہ تعالیٰ اُنکے ساتھ ہو اس راہ سے کہ اُنکو فانی بوجود سے فنا کر کے اپنے وجود باقی سے بقا دیدے۔ شیخ ممشاد دینوری سے روایت ہی کہ مین نے ایک فرشتہ کو دیکھا وہ کہنے لگا کہ جو کوئی مع اللہ ہو وہ فنا رہی سوائے ایک کے مین نے پوچھا وہ ایک کون ہی کہا کہ اللہ تعالیٰ جسکے ساتھ ہو۔ بعضے مشائخ نے کہا کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کیواسطے اپنے افعال مین تقوی کیا تو اللہ تعالیٰ اُسکے ساتھ احسان فرماتا ہی اسطرح کہ اُسکے احوال کو نیک کردیتا ہی۔ امام علی بن موسی الرضا نے اپنے باپ سے اُنھون نے امام جعفر صادق سے روایت کی کہ تقوی سے مراد تقوی مع اللہ ہو یعنی سوائے حق عز و جل کے غیر کیطرف نظر نہو۔ اور احسان سے مراد خلق پر احسان ہی یعنی مخلوق کیواسطے شفقت و ترحم ہر حال مین رعایت رکھے۔ واسطی نے کہا کہ تقوی مین چند امور کی رعایت ہی کیونکر تقوی کیا اور کس چیز کا تقوی کیا اور کسواسطے تقوی کیا۔ مترجم کہتا ہی کہ انھین تین باتون کی رعایت سے تقوے کے مراتب مفصل معلوم ہوتے ہین مثلاً شرک سے تقوی کیا ہر چیز سے بیزار ہو کر خلوص طاعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کیواسطے یا جنت کے لیے یا دوزخ کے خوف سے یا شرک مع جملہ معاصی کے تقوی کیا۔ بلکہ اکثر لوگ متفرق افعال مین ان مراتب کو سب مین یکسان نہین رکھ سکتے ہین اور اسی معنی مین تقوی کے سات مرتبہ ہین سب سے اول شرک سے تقوی ہو جسپر ایمان کا مدار ہی اور اعلیٰ مانند تقوی انبیاء علیہم السلام کے ہی اور درمیان مین مراتب ہین و اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ شیخ استاد رحمہ نے فرمایا کہ اہل تقوی جنھون نے نظر بصیرت کو غیر سے اُٹھایا اور بچایا اور اپنی قوت و طاقت سے بیزار ہو کر اللہ تعالیٰ ہی کے حول و قوت پر بھروسا کیا اور محسن وہ ہی جسنے اللہ تعالیٰ کی بندگی مین اسطرح قیام کیا گویا وہ دیکھتا ہی اور یہ مشاہدہ مین ہو سکتا ہی۔ قال المترجم حدیث مین ہی ما الاحسان قال ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک یعنی تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گویا اُسکو دیکھتا ہو سو اگر تو نہین دیکھے تو وہ دیکھتا ہی۔

تم بحمد اللہ الجزء الرابع عشر و یتلوہ الخامس عشر من سورہ اسرے انشاء اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ

یہ ہمارا دفتر ہے ، بولتا ہے تمہارے کام ٹھیک (الجاثیہ)

اردو زبان میں قرآنِ پاک کی ضخیم ترین مستند تفسیر

مواہب الرحمٰن

بحر العلوم علامہ سید امیر علی ملیح آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ

۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء — ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء

پارہ ○ ۱۴

مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ

۳۲-اے شاہ عالم مارکیٹ - لاہور